هو
العلی الاعلیٰ

الحمد للہ کہ حصہ اول
کتاب مطالب السیرة والعلوم [illegible]

موسوم بہ

احسن الانتخاب
معیشت سیدنا ابی تراب

مؤلفہ محب اہلبیت النبی العربی مولوی حافظ محمد علی حیدر علوی دام فیضہ

حسب فرمائش

جناب نواب محمد عبد الکریم خانصاحب بہادر تعلقدار باسط نگر امبالہ

باہتمام
شیخ محمد قادر بخش مالک مطبع

در مطبع اصح المطابع لکھنؤ طبع شد

١٩٣٢ء

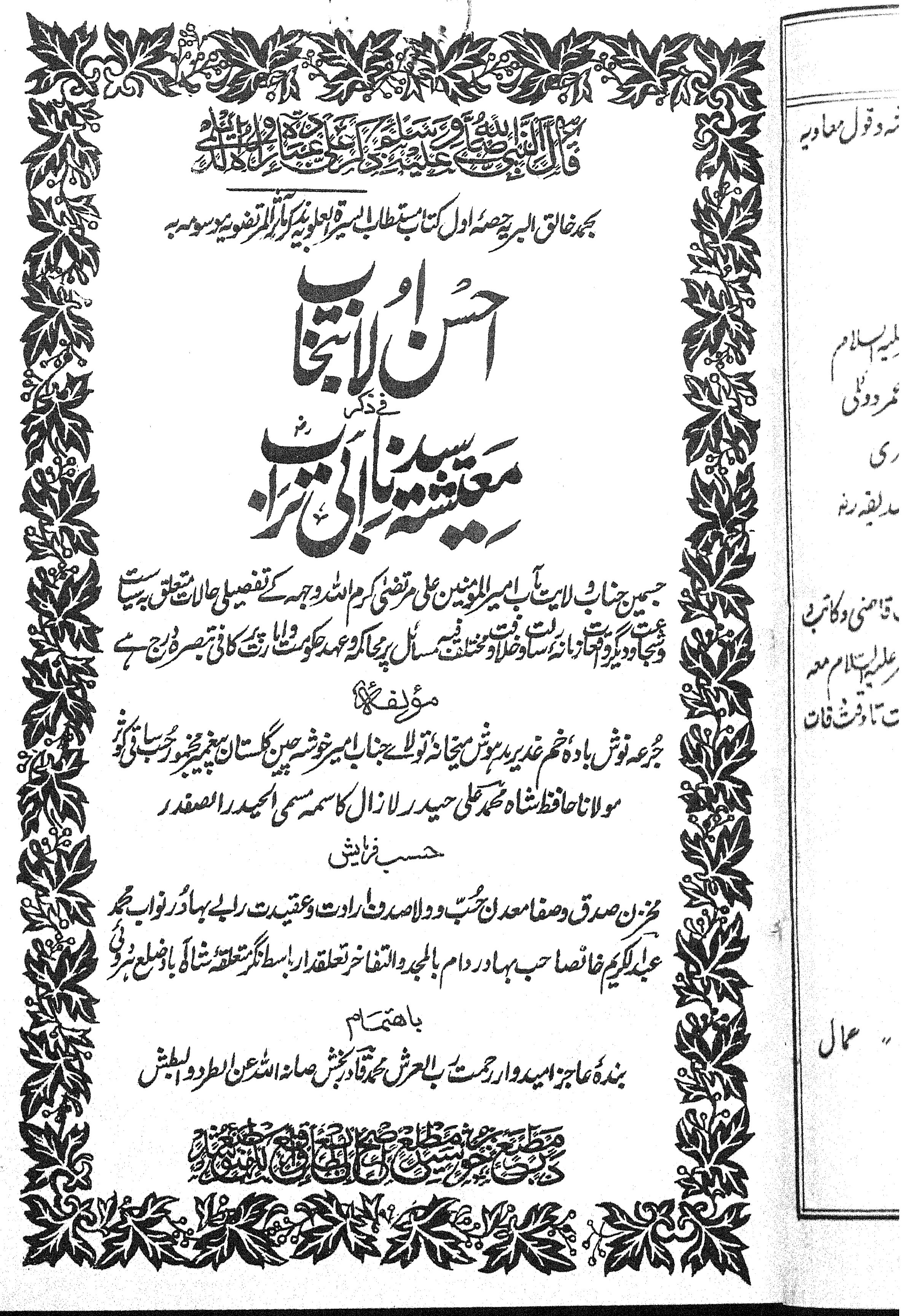
الخیر
البوید

مطبوعہ حمانی پریس کھوئی ٹولہ لکھنؤ

فہرست مضامین حصہ اول السیرة العلویہ بذکر مآثر المرتضویہ موسومہ

احسن الانتخاب فی ذکر معیشتہ سیدنا ابی تراب ؑ

تمت الفہرست



قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر علی عبادۃ

بحمد خالق البریہ حصۂ اول کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ بذکر مآثر المرتضویہ موسومہ بہ

احسن الانتخاب
فی ذکر
معیشۃ سیدنا ابی تراب رضہ

جسمیں جناب ولایت مآب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے تفصیلی حالات متعلق بہ سیاست وشجاعت وسخاوت وغیرہ ودیگر واقعات زمانۂ رسالت وخلافت و مختلف فیہ مسائل پر محاکمہ وعہد حکومت و امارت پر کافی تبصرہ درج ہے

مؤلفہ

جرعہ نوش بادۂ خم غدیر مدہوش میخانۂ تولائے جناب امیر خوشہ چین گلستان پیغمبر مخمور حُبّ ساقی کوثر
مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر لازال کاسمہ مسمی الحیدر الصفدر

حسب فرمائش

مخزن صدق وصفا معدن حُبّ وولا صدف ارادت وعقیدت رائے بہادر نواب محمد عبدالکریم خانصاحب بہادر دام بالمجد والتفاخر تعلقدار باسط نگر متعلقۂ شاہ آباد ضلع ہردوئی

باہتمام

بندۂ عاجز امیدوار رحمت رب العرش محمد قادر بخش صانہ اللہ عن الطرد والبطش

مطبع دبدبۂ حسینی واقع لکھنؤ



هو العلی الاعلیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل علیا للمصطفیٰ بمنزلۃ ھارون للموسیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ ورسولہ المجتبیٰ سیدنا ومولانا محمد الذی قال فی حقہ من کنت مولاہ فعلی لہ المولیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین من اقتدیٰ بھم فقد اھتدیٰ ومن تمسک بالعروۃ الوثقی الذے ھو مودۃ اھلبیت القربیٰ فقد فاز علیٰ منازل الاعلیٰ ومن خالف عنھم فقد ضل وغویٰ صلوٰۃ وسلاما مادامت الارض والسموٰت العلیٰ

ادائے فرائض و عبادات و اختیار تقویٰ و حسنات و اجتناب نواہی و سیئات کے بعد انسان کا مصرف زندگی اس سے بہتر اور کوئی نہیں کہ وہ اپنا وقت خاصان آلہی کے حالات زندگی کے مطالعہ و انضباط میں صرف کرے اور اسی کو اپنا سرمایہ حیات و زاد آخرت سمجھے اور اس صراط مستقیم پر چلنے کی تعلیم لوگوں کو دے اسلئے کہ نفوس انسانیہ کے امکان میں صرف ارادہ الطریق ہے۔ ایصال علی المطلوب کسی دوسری ہی قوت کا کام ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو خاصان آلہی میں انبیاء اللہ کے بعد حضرت امیر المومنین امام المتقین فاتح باب الولیت خاتم دور الخلافت شیخ المہاجرین و الانصار۔ قسیم الجنت و النار۔ نفس الرسول۔ زوج البتول۔ سید فی الدنیا و الآخرۃ۔ کاسر اصنام الکعبۃ۔ رایۃ الھدیٰ۔ امام الاولیا۔ المخصوص بنص من کنت

مولاہ فعلی مولاہ والمنصوص بنص ما انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ باب مدینۃ العلوم و المعارف والحکم سید العرب صدیق الاکبر و فاروق الاعظم سیدنا ابی الحسنین و ابی تراب وصی رسولہ و اخیہ مولانا و مولے الکل علی المرتضی حیدر المجید و الانجاب کرم اللہ تعالی وجہہ کا مثل ملنا غیر ممکن ہے۔ آپ کی ذات سے حضرت سرور کائنات کے فیض نبوت و فیض ولایت دونوں کا افاضہ اور استفاضہ بروجہ کمال ظہور میں آیا۔

قصیدہ

سرور قلب مشتاقان امیر المومنین حیدر
نشاط روح عیش جان امیر المومنین حیدر

دو چشم مصطفے جامش صفا اندر صفا کامش
مے و میخانہ مستان امیر المومنین حیدر

عظیم الفضل والاحسان محیط العلم والعرفان
کلام ناطق یزدان امیر المومنین حیدر

عمیم الفیض والمنت قسیم النار والجنت
رحیم و مظہر رحمان امیر المومنین حیدر

صبیح الوجہ فخر الکون سر الدہر والاکوان
فخیم المنزلت فی شان امیر المومنین حیدر

نبی زد لحمک لحمی فدلک ابی و امی
جہان و دین وہم ایمان امیر المومنین حیدر

مہ و مہر جہاں فروز پیش روے زیبایت
خجل اندر تہ دامان امیر المومنین حیدر

تو اے شمع ہدایت مظہر رحمت فضل ربانی
بنورت ہستی پاکان امیر المومنین حیدر

عجب زیبا رخ داری چہ خوش رفتار قد داری
جہان و جان ترا قربان امیر المومنین حیدر

بہ دوش مصطفے راکب گہے مطلوب و گہ طالب
خجستہ بخت و ہم عنوان امیر المومنین حیدر

فروغ مہ ز عکس نور رویت مجمع خوبی
مہ و انجم ہمہ قربان امیر المومنین حیدر

حیات تازہ بخشد نام او نام خدا ہر دم
شفاء درد رنجوران امیر المومنین حیدر

مثیل انبیا نفس نبی عیسی نفس ذاتے
خلیل راسخ الایمان امیر المومنین حیدر

بہ جاہ مصطفے و علم آدم بطش موسی را
دلیل و حجت و برہان امیر المومنین حیدر

وجود پاکت آمد فی المثل آئینۂ ذاتش — محمد در تو شد رخشاں امیر المومنین حیدر
فلک رفعت ملک قدرت قمر طلعت احد رحمت — دو عالم شد بتو نازاں امیر المومنین حیدر
نسیم جانفزایت گر وزد در گلشن ہستی — شود گلہا ہمہ خنداں امیر المومنین حیدر
جمال دلربایش روح پرور راحت دلہا — بہار عالم امکاں امیر المومنین حیدر
توئی مشکلکشا دست خدا بازوئے پیغمبر — ز تو مشکل شود آساں امیر المومنین حیدر
چہ باب دلکشائے شہر علم مصطفےٰ آمد — کلید معنئ قرآں امیر المومنین حیدر
انیس خاطر محزوں دوائے درد ہر مجنوں — فتوح قلب بے ساماں امیر المومنین حیدر
دمے چوں جلوہ فرمائی بصد خوبی و رعنائی — شود گردوں بلا گرداں امیر المومنین حیدر
قرین مصطفےٰ زوج و رفیق فاطمہ زہراؓ — جلیس حضرت سبحاں امیر المومنین حیدر
زمین و آسمان شمس و قمر ہم روز و شب آرے — ہمہ بہر تو سرگرداں امیر المومنین حیدر
لب لعلت گہر افشاں بہار روئے تو خنداں — نگاہ حور عیں قرباں امیر المومنین حیدر
ز لطفت چشم آں دارم کہ باشد در نظر ہر دم — تجلی رخ تاباں امیر المومنین حیدر

دنیا میں اب تک جتنے مشاہیر گذرے ہیں اُن میں بحیثیت جامعیت صفات کمالیہ حضرت علی مرتضےٰ ہی فرد الافراد نظر آتے ہیں جو ہر طبقہ کے سرآمد مشاہیر میں شمار ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ جلال خداوندی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ایک عظیم الشان بادشاہ نظر آتے ہیں جنکے دربار میں ایوان کسریٰ کے حاضر باش دست بستہ مودب خاموش کھڑے رہتے ہیں معرکۂ کارزار میں ایک بیمثل شجاع پائے جاتے ہیں جو بہی خداداد قوت طاقت سے مرحب اور عمرابن عبدود جیسے مشہور پہلوانوں اور دیونژادوں کو مغلوب کرتے ہیں۔ ممبر پر ایک فصیح اللسان اور بلیغ البیان خطیب دکھائی دیتے ہیں جن کے سامنے فصحائے عراق و بلغائے عرب کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں علم و فضل کی درسگاہ میں ہمہ دانی کا وہ آفتاب بنکر چمکتے ہیں جو علم الٰہی کے نور بسیط کو یہود و نصاریٰ تک شریعت بنی اسرائیل کے عرفا اور اہل فلسفہ تک حکمت یونانی کے وزن سے پہونچاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضرت ابو البشر کی اولاد میں ایسے صفات حسنہ

مجمعہ کا انسان پیدا ہی نہیں ہوا کہ جو ایک طرف سراپا خاک بنا ہوا ہو اور دوسری طرف نور پاک جسکو زبان نبوت کبھی قم یا ابا تراب کے معزز لقب سے مخاطب کرے اور کبھی انا و علی من نور واحد کے شرف سے سرفراز فرمائے۔ نور محمدی کوئی غیر نہیں کہ ہستی خالق کے مقابل عدم سے پیدا ہوا ہو بلکہ اسکی تخلیق یہی ہے کہ حضرت حق نے اپنے نور سے کہا تھا کہ کن محمداً اسی عالم حیرت میں نصیری مدہوش ہو کر دیوانوں کی طرح انکو خدا کہنے لگے۔ اور حضرات صوفیہ با ہوش رہکر علی ولی کا وظیفہ پڑھنے لگے ؎

ذات حیدر کو کوئی کیا جانے	یا نبی جانے یا خدا جانے

بحمد اللہ اس بندۂ احقر محب اہلبیت اطہر علی حیدر حشرہ اللہ تعالی فی زمرۃ موالی القنبر ابن حضرت عظیم المرتبت وصی حیدر الصفدر مولانا حافظ شاہ علی نور قلندر قدس سرہ الاطہر و زلہ ربائے خوان نعمت حضرت مرآۃ کمالات آبائہ الکرام الاشہر اخی و مرشدی مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ الانور کو ہمیشہ سے جناب علی مرتضی علیہ السلام و دیگر اہلبیت عظام کے حضور میں خصوصیت سے حب و عقیدت حاصل تھی۔ یوں تو تمام صحابہ کو افضل ترین خلق بعد الانبیاء اور ان میں عشرۂ مبشرہ کو بہترین صحابہ اور اُن میں خلفاء اربعہ کو بہترین عشرہ سمجھتا ہوں مگر اُن میں جناب امیر المومنین علی مرتضی علیہ السلام کو من حیث جامعیت فضائل دینی و دنیوی علمی و عملی و ظاہری و باطنی و مجازی و حقیقی منفرد الذات اور سب سے بہتر سمجھتا رہا۔ زمانۂ قرات علم حدیث میں جب کوئی روایت جناب امیر علیہ السلام یا ائمہ کرام کی مرویہ سبق میں آ جاتی تھی تو میں اپنے قلب میں ایک خاص سرور پاتا تھا۔ حضرات اہلبیت کی حالات کی کتابوں کا اکثر مطالعہ کیا کرتا تھا اسی سلسلہ میں مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اہل تشیع و اہل تسنن کے مناظرہ کی کتابوں اور کتب تواریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے کہ جس سے یہ پتہ لگے کہ کس افراط و تفریط نے امت محمدیہ میں یہ تفریق پیدا کر دی ہے جسکی بنا پر شیعہ اکابر صحابہؓ پر طعن کرتے ہیں اور اہل سنت والجماعت اپنے اصل مسلک سے ہٹکر جناب امیر علیہ السلام کے نام اور حالات پر چہ میگوئیاں کرنے لگتے ہیں۔ کتابوں کے دیکھنے سے یہ پتہ چلا کہ خلوص و حقانیت کی کمی اور ضد و نفسانیت کی زیادتی اس افراط و تفریط کا باعث ہے شیعہ ولا کی آڑ پکڑ کر اپنی تشیع کے اظہار میں افراط کرتے ہیں اور اکثر صحابۂ کرام کو خواہ مخواہ برا کہتے ہیں جس طرح خوارج جناب امیر علیہ السلام کو

خواہ مخواہ بُرا کہتے تھے شیعوں کا یہ مسلک صرف خوارج کی ضد پر نفسانیت سے تھا اُسنے اہلسنّت و الجماعت
نے مناظرہ کیلئے تو مناظرہ کے شغف میں اپنے اصل فرض سے ہٹکر شیعوں کی ضد پر جناب امیر علیہ السلام
کی تنقیص کی جرأت کرنے لگے نعوذ باللہ منہا اور اُن پر جھوٹے الزامات لگائے اور زمانۂ خلافت کے
فتن و حوادث پر نکتہ چینی کے ساتھ اُن حوادث اور فتن کو جناب امیرؑ کی کمزوری خلافت پر محمول کر ڈالا اور
اُنکے مخالفین خصوصاً معاویہ اور اُنکے ساتھیوں کے ہر برے بدفعل کو خالصاً لوجہ اللہ ثابت کرنے کی
کوشش میں مصروف رہنا مقتضائے سنیت قرار دے لیا جسطرح ایک گروہ اپنی زبان خلفاء ثلثہ و دیگر
اکابر صحابہ کے لعن و طعن سے آلودہ کرتے ہیں اسیطرح فی زمانہ اہلسنت نے اُسی گروہ کی ضد پر جناب امیرؑ کی
تنقیص سے اپنی زبان خراب کر رکھی ہے. حالانکہ یہ روش خوارج کی تھی اہلسنت کیلئے ایسا طریق عمل
ہر حیثیت سے نازیبا اور غیر مستحسن اور قابل شرم ہے. صرف حضرات صوفیہ صافیہ کا طبقہ اس غلطی سے
علٰحدہ نظر آتا ہے حضرات صوفیہ بھی اہلسنّت ہی ہیں نہ شیعہ نہ خارجی. میں خود اہلسنّت و الجماعت سے ہوں،
اور اس امر میں تشدد کے ساتھ حضرات صوفیہ کے طریقہ پر عامل ہوں میرا تمام خاندان بھی ہمیشہ ارباب
تصوف میں شمار ہوتا رہا اور اُسکا یہی مسلک رہا.

حضرت ابی و مولائی قدس سرہٗ کی خواہش تھی کہ ایک جامع و مبسوط کتاب جناب امیرؑ کی سیرت
میں اگر وقت مساعدت دے تو لکھی جائے. اس خواہش کا علم مجھے اپنے ولی نعمت اخی استاذی مدظلہ
سے ہوا اُسوقت سے مجھے یہ تمنا پیدا ہوئی کہ پروردگار عالم اپنی رحمت کے سبب سے مجھے ایک ایسی کتاب
لکھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جو حضرت علی مرتضیٰؑ کی سیرت و حالات فضائل و کمالات خصائل و عادات
خصائص و کرامات مناقب و مرویات. کلمات و ارشادات کی جامع اور ازواج و اولاد آنحضرتؑ کے
حالات سے بھی تہی دامن ہو مگر کام بہت بڑا تھا اور مجھے اپنی استعداد ایسی نظر نہیں آتی تھی کہ جس سے
ایسے عظیم الشان خدمت کے سرانجام دینے کی ہمت کرتا. اہل تشیع اور اہل تسنن کے مناظرہ کی کتابوں
اور تواریخ و سیرت و حدیث کے مطالعہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دیرینہ تمنا نے اور بھی ترقی حاصل کی مکرم الاخوان
جناب نواب عبدالکریم خانصاحب بہادر دام بالمجد و التفاخر تعلقدار رابسط نگر شاہ آباد ضلع ہردوئی کا اصرار

بھی حد سے متجاوز ہو چلا تھا مگر میں اب بھی متامل تھا کہ اس اثنار میں مجھے پہلے حضرت عثمانؓ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا دوسری مرتبہ حضرات عشرہ مبشرہ و حضرت عائشہؓ کی زیارت نصیب ہوئی اور تیسری بار جب مجھے جناب امیرؑ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو مجھے کچھ ایسی تقویت پہونچی کہ خود بخود میرے قلب میں یہ بات مستقل طور سے جاگزیں ہوگئی کہ اب بسم اللہ کرکے سیرت مذکور الصدر کی ابتدا کر دینا چاہیئے اور جسقدر واقعات و حالات کی تفصیل ہو سکے بلا لحاظ مناظرہ حتی الامکان انتہائی تحقیق سے منضبط کرنا چاہیئے چنانچہ ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۳۲ھ سے میں نے متوکلاً علی اللہ و متوجہاً الی نبیہ وآلہ ائمۃ الھدیٰ لکھنا شروع کیا۔ علوم تفسیر و حدیث و اسماء الرجال و جرح و تعدیل و تاریخ و سیر و مناقب وغیرہ کی کتابوں سے مضامین و واقعات اخذ کرکے جمع کئے اور اسکا نام **السیرۃ العلویہ بذکر مآثر المرتضویہ** رکھا اور اسکو کئی جلدوں پر منقسم کیا اور ہر جلد کو جداگانہ کتاب کی حیثیت سے ایک علیحدہ نام سے موسوم کیا جلد اول کا نام **احسن الانتخاب فی ذکر معیشۃ سیدنا ابی تراب** قرار دیا اور اس میں جناب امیر علیہ السلام کے ظاہری حالات زندگی متعلق بہ سیاست و خلافت وغیرہ بالتفصیل اور بالتحقیق لکھے اور دیگر امور متفرق ضمناً یہ جلد ولادت سے لیکر وفات تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ فضائل و مناقب و مرویات و ارشادات و ازواج و اولاد و متعلقات کے حالات آئندہ علیحدہ علیحدہ جلدوں میں نذر ناظرین ہونگے۔ اللہ تعالیٰ میری محنت ٹھکانے لگائے اور یہ ناچیز تالیف بارگاہ خداوندی اور دربار رسالت و ولایت میں مقبول ہو اور یہی میرے لئے سرمایہ فوز و فلاح و نجاح اور بہترین زاد آخرت قرار پائے واللہ ولی التوفیق والھادی الی سواء الطریق

مقدمہ در تمہید لطیف و مناقب شریف

عام قاعدہ ہے کہ انسان جب کسی سے کسی بات پر خوش ہوتا ہے تو اس خوشی و مسرت میں خوش آیند الفاظ اظہار فرحت و سرور میں اسکی زبان سے نکلا کرتے ہیں صحابہ کرام کی خدمت و جان نثاری طاعت شعاری و وفاداری ایسی تھی کہ جسکی وجہ سے ارشادات پر از لطف و بشارت صادر ہوتے صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو بھی دستاویز سعادت سمجھ کر محفوظ رکھا۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جس شخص کو جسقدر زائد قربت خصوصیت و محبت ہوتی ہے اسیقدر اسکا ہر فعل اچھا معلوم ہوتا ہے اور قابل تحسین سمجھا جاتا ہے اور اسیقدر زائد اسکی تعریف و توصیف کیجاتی ہے جو احادیث کہ فضائل صحابہ میں وارد ہیں اگر ان پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت اور اصول جسکو ہمنے اوپر بیان کیا ہے صاف واضح ہو جاتا ہے اسلئے کہ ہمکو صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ جسقدر زائد خصوصیت اور قربت جس صحابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھی اتنی ہی زائد حدیثیں اُس صحابی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں خلفاء اربعہ عشرہ مبشرہ اصحاب بدر و احد وغیرہ کے متعلق جو احادیث وارد ہوئے ہیں وہ بخوبی ہمارے اس استدلال کی تائید کرتے ہیں۔

صحابہ میں بہ لحاظ قربت و خصوصیت و محبت جو بات حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کو حاصل تھی وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ تھی اسی بنا پر آپ کے مناقب و فضائل سب سے زائد وارد ہوئے ہیں جسکا اعتراف شیخ المحدثین امام احمد ابن حنبل و قاضی ابو علی نیشاپوری اور امام نسائی نے ان الفاظ میں کیا ہے،

ملجاء لاحد من الفضائل بسند جید الا ماجاء لعلی ابن ابی طالب

یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ جناب امیرؑ پانچ سال کی عمر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے اور آنحضرتؐ نے آپکی تربیت و تعلیم پر اولاد کے مثل توجہ اور شفقت مبذول رکھی بعد بعثت اسلام میں آپ نے سبقت حاصل کی کفار کے مقابلہ میں سب سے اول رہے صنادید قریش کو تہ تیغ کیا بدر و احد و احزاب و خیبر و حنین وغیرہ میں وہ داد شجاعت دی جو کسی اور سے ممکن نہ ہو سکی آنحضرتؐ نے بکمال شفقت و مکرمت

ان اعمال و افعال کی قدر مکان قدر فرمائی اور اظہار حب و خصوصیت کو اس درجہ پر پہونچا دیا کہ اپنی
محبوب ترین اولاد حضرت فاطمہ کا عقد جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کردیا اور اُنکی اولاد کو اپنی اولاد قرار
دیا منزلت ہارونی عطا کی خلعت من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے مخلع اور مشرف بہ آیۂ تطہیر فرمایا
مباہلہ و بیعت مسجد و سد ابواب مواخاۃ میں معیت سے سربلندی عطا فرمائی۔ آنحضرت صلعم کے حضور میں جناب
علی مرتضیٰ ع کا خلوص نیز اُنکی جان نثاری و محبت اسی کی مقتضی بھی تھی کہ آنحضرت ایسا رسول برحق
عالم ماکان و مایکون بلحاظ قدر افزائی و شفقت خالصہ ایسی ہی مُوسے سرفرازی بخشتا رہے کہ جناب امیرؑ
کی محبت کو اپنی محبت اور اُنکے بغض کو اپنا بغض قرار دے اور حب کو دلیل ایمان اور بغض کو دلیل نفاق
و شقاق ٹھہرا دے اور ایسے شخص کو اپنے کمالات کا آئینہ کر دے کہ جس میں رائی کا انعکاس شئی
مرئی میں علی وجہ الکمال ہو جائے۔

بہ ادنیٰ تعمق و تفحص مطالعہ کتب سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ذات بابرکات مرتضوی کس درجہ جامع و
حاوی کمالات و کرامات مصطفوی تھی اعدا کی مخالفت اور اُن سے جہاد صلح حدیبیہ و صلح صفین کا
تقابل مباہلہ میں مؤانست فقر و فاقہ کی زندگی علوم و اوصاف کا تماثل وغیرہ وغیرہ سب اسی قبیل سے تھے
اور یہی امور باعث حصول مرتبۂ ولایت بعد اختتام مرتبۂ نبوت بھی ہوئے۔ حدیث اثبت الاخبار واصح
الاسانید و متفق علیہا ما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ لکنہ لا نبی
بعدی سے اسی طرف اشارہ ہے چونکہ نبوت کا اختتام ذات گرامی حضرت سید المرسلین پر ہو چکے
بعد افتتاح مرتبۂ ولایت ضروری تھا۔ لہذا ازل ہی سے فاتح باب ولایت محمدی موافق کشف و شہود حضرات
صوفیہ جناب علی مرتضیٰ منتخب ہوئے۔ نبوت کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے اور ولایت کا باطن سے اور نبی
ان دونوں جہتوں کا حامل ہوتا ہے اُس سے بوجہ غلبۂ ظاہر امور ظاہری کا علی وجہ الکمال ظہور ہوتا
رہتا ہے اور امور باطن یعنی ولایت سے وہ خود متکیف ہوتا رہتا ہے اور اُسکے اصحاب حسب استعداد کمتر مرتبہ
ولایت سے فیضیاب ہوتے ہیں چنانچہ امم سابقہ میں انبیائے ماسبق کی نبوت و رسالت کے زمانہ میں کمتر
نظیر اسکی ملتی ہے بخلاف حضرت رسالت پناہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضور اپنے دونوں مرتبوں

میں کامل تھے اور چونکہ ناسخ ادیان و ملل واقع ہوئے تھے لہذا دونوں جہوں کا پورے طور پر ظہور ہوا۔ اشاعت اسلام و اوامر و نواہی و اعلاء کلمۃ اللہ پورے طور پر ہوا اور فیضان ولایت نے اسقدر نشوونما پایا اور ایسی تعمیر باطن و صفائی قلوب کی کہ جسکی نظیر کوئی زمانہ نہ لاسکا اور اس کامیابی کا سہرا جناب امیرؑ ہی کے سر رہا کہ انکی اتباع و محبت دلیل ایمان و بغض و عناد دلیل نفاق ہوا اور لایحبہ الامومن ولایبغضہ الامنافق دستور العمل قرار پاگیا۔

جو صنادید قریش اور دیگر کفار جناب امیرؑ کے ہاتھ سے مختلف غزوات وغیرہ میں قتل ہوئے تھے اُنکے اعزّہ بروقت غلبۂ اسلام مسلمان ہوتے گئے مگر باوجود اسلام لانے کے ایسی تمام ہستیاں عرب کے دیرینہ عادت قصاص سے متاثر رہیں اور ظاہر و باطن اسی جذبہ کے ماتحت حضرت علی مرتضےٰؑ کے خلاف کام کرتی رہیں بعد انقضائے عہد رسالت زمانۂ خلافت جناب امیرؑ میں وہ جذبہ جو بہت سے لوگوں میں اتنی مدت سے پردہ میں کام کررہا تھا ظاہر ہوگیا کچھ لوگ خطائے اجتہادی میں مبتلا ہوئے اکثر سے خطاء فحش و منکر سرزد ہوئی اور کچھ خارج از ایمان ہوئے غرضکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی رہ گیا۔

رسول اللہ کے اس عالم سے تشریف لیجانے کے بعد اولاً صحابہ کرام نے جمع قرآن میں سعی بلیغ کی جسکی ابتدا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد سے ہوئی اور بروایت ابن سیرین جناب علی مرتضیٰؑ نے اسکی ابتدا کی اور اس امر میں پوری پوری کامیابی حضرت عثمان ذی النورینؓ کو ہوئی اُنکی اس بہترین خدمت کی نظیر نہیں ہوسکتی۔ چونکہ کلام الٰہی کے بعد احادیث نبوی کا مرتبہ ہے صحابۂ کرام نے اپنے ہادی برحق کے ہر ہر قول و فعل و عمل کو اسطرح محفوظ رکھا اور اُسکی نشر و اشاعت ایسی فرمائی کہ جسکی کوئی مثال امم سابقہ میں کیا عالم میں نظر نہیں آتی۔ جمع و تدوین حدیث کا ثبوت صحابہ کرام کے وقت سے بخاری شریف سے ملتا ہے کہ جناب امیرؑ کے پاس ایک صحیفہ تھا جسمیں احکامات رسول مندرج تھے جسکو وہ اپنے تلوار کے میان میں رکھا کرتے تھے یا عبد اللہ ابن عمر ابن العاصؓ آنحضرتؐ کے ارشادات کو لکھا کرتے جسکا ثبوت حضرت ابوہریرہؓ کے ارشاد مندرجہ بخاری شریف سے ملتا ہے۔ انکے علاوہ دیگر اصحاب بھی ارشادات کے نشر و اشاعت میں کافی طور پر انہماک رکھتے تھے۔ جمع و تدوین نے اگرچہ

صحابہ کے وقت میں درجۂ کمال حاصل نہیں کیا تھا لیکن مضبوط بنیاد ضرور قایم کر لی تھی تابعین میں امام زہری اول شخص گذرے ہیں جنھوں نے بحکم شہنشاہ وقت فن حدیث میں پہلی تصنیف کی جسکے بعد سے لوگ برابر اس امر میں کوشاں رہے یہاں تک کہ یہ ایک نہایت جامع و مانع جملہ امور کو حاوی مستقل فن ہوگیا عبادات معاملات واقعات۔ ارشادات وغیرہ وغیرہ اس سب مجموعہ کا نام فن حدیث ہوا چونکہ کلی تمام افراد اور جزئیات کو شامل ہوا کرتا ہے۔ لہذا علمائے کبار نے اس سے جزئیات مستخرج کرنا شروع کئے اور ہر ایک جزو کو کل کی حد تک پہونچا دیا۔ فن تفسیر یعنی تاویل القرآن الگ ہوا۔ مناقب یعنی ارشادات نبوی دربارۂ صحابہ کرام وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے صورت جدید اختیار کی ملاحم وفتن و حوادث الگ ہوئے۔ احکامات متعلق بہ عبادات و معاملات علم فقہ کے نام سے موسوم ہوئے جنھیں خاص طور

عبد اللہ ابن مسعود و عبد اللہ ابن عمر اور فقہائے اربعہ امام مالک و امام ابو حنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل نے شایع کیا علماء میں سے لوگوں نے جدا جدا فنون لئے اور ان میں بیش بہا یادگاریں چھوڑیں تفسیر کو کلبی و مقاتل نے لیا جس میں حضرت عبد اللہ ابن عباس موافق ارشاد نبوی اللھم علمہ تاویل القرآن امام المفسرین ہوئے۔ ملاحم وفتن کو محمد ابن اسحاق و علامہ واقدی نے رجدیا مناقب نے خوارج و روافض کے زور پکڑتے ہی بالبدگی شروع کی ایک طرف اگر روافض خلفائے ثلثہ و صحابہ کبار پر لعن وطعن کرتے دوسری طرف خوارج جناب علی مرتضی کا کفر ثابت کرتے نواصب شام و اعیان بنی امیہ عاملہم اللہ بعدلہ برسر منبر سب و شتم کرتے اور خوارج کے ہمنوا ہوتے دوسری طرف صحابہ کرام ارشادات نبوی تردید میں پیش کرتے جس سے اُن کو خائب و خاسر ہونا پڑتا مناقب میں بھی اکثر ائمۂ و علما و اکابر قوم نے کتابیں تصنیف فرمائیں ایک جماعت نے اُن کتابوں کی اور اُنکے مصنفین کی توثیق و توصیف بھی کی متعصبین نے باوجود تعصب لائق استناد بھی قرار دیا۔ امام زہری کے تلامذہ میں سے دو شخصوں نے فن سیرت میں نہایت شہرت حاصل کی اور یہی دو شخص ہیں جن پر اس فن کا سلسلہ ختم ہوتا ہے موسی بن عقبہ اور محمد ابن اسحاق۔ موسی ابن عقبہ خاندان زبیر کے غلام تھے انھوں نے عبد اللہ ابن عمر کو دیکھا تھا فن حدیث میں امام مالک انکے شاگرد ہیں اور نہایت مداح ہیں۔ محمد ابن اسحاق نے

اس فن میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی ایسا کہ وہ امام فن کے نام سے مشہور ہیں سیرت ابن ہشام اسی کا نقش ثانی ہے یہ دونوں حضرات موسیٰ ابن عقبہ و محمد ابن اسحاق تابعین سے تھے۔ مخصوص سیرت اہلبیت پر حسب ذیل کتابیں ہوئیں۔

کتاب المناقب للامام احمد ابن حنبل۔ خصائص للنسائی۔ منقبۃ المطہرین و ما نزل من القرآن فی علی للحافظ ابو نعیم اصفہانی۔ مناقب ابن مردویہ۔ مسند فاطمہ للحافظ دار قطنی۔ مناقب لطراز المحدثین ابوبکر ابن مردویہ۔ جواہر العقدین فی فضل الشرفین شرف العلم و النسب للسید نور الدین ابو الحسن سمہودی شافعی۔ کتاب الآل لابن خالویہ۔ معالم العترۃ للحافظ ابی الحسن جنابذی۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ للعلامہ محب طبری صاحب ریاض النضرۃ۔ فرائد السمطین فی فضائل المرتضیٰ و البتول و السبطین للعلامہ ابراہیم الحموینی۔ مناقب للاخطب الخطباء خوارزمی شافعی۔ مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول لمحمد ابن طلحہ شافعی۔ فصول المہمہ فی احوال الائمہ لابن الصباغ المالکی۔ مودۃ القربیٰ للسید علی الہمدانی۔ مفتاح النجا و نزل الابرار لمیرزا محمد معتمد خاں بدخشانی۔ کتاب المناقب لابن المغازلی مالکی۔ ینابیع المودۃ للشیخ سلیمان بلخی۔ جزء فضائل اہلبیت للحافظ البزار۔ مناقب السادات للقاضی شہاب الدین دولت آبادی۔ شرف النبوۃ للعلامہ ابو سعید۔ اسعاف الراغبین للعلامہ محمد ابن علی الصبان۔ تذکرۂ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی۔ روضۃ الندیہ لمحمد ابن اسمٰعیل صلاح الامیر یمانی صنعانی۔ مناقب ائمہ اثنا عشر للشیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب للعلامہ شمس الدین محمد جزری صاحب حصن حصین۔ فضائل حضرت فاطمہ للحافظ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری صاحب المستدرک۔ نور العین فی مشہد الحسین لابو اسحاق الاسفرائینی۔ نور الابصار للشیخ شبلنجی شافعی۔ قول الجلی فی فضائل علی و ثغور الباسمہ فی مناقب الفاطمہ و احیاء المیت و عرف الوردی للسیوطی۔ کفایۃ الطالب لمحمد ابن یوسف شافعی۔ معارج الوصول الی معرفۃ فضل آل الرسول للعلامہ محمد ابن یوسف الزرندی المدنی۔ صراط السوی فی مناقب آل النبی للعلامہ محمود ابن محمد شیخانی قادری۔ معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ لمحمد صدر عالم۔ توضیح الدلائل لمحمد شہاب الدین احمد۔ خصائص العلویہ لابی الفتح محمد ابن علی نطنزی۔ فتح المطالب للحافظ شمس الدین محمد ذہبی۔ سر الشہادتین لمولانا شاہ عبد العزیز دہلوی۔ مرآۃ المومنین

للمولوی ولی اللہ فرنگی محلی۔ وسیلۃ النجاۃ للمولوی محمد مبین فرنگی محلی۔ درر السمطین للجمال الدین محمد یوسف الزرندی۔ مناقب حیدریہ للشیخ احمد ابن علی انصاری یمنی۔ عقد اللآل فی فضائل الآل للشیخ عبد اللہ العیدروس۔ مناقب لحافظ الدین محمد ابن احمد عجمی۔ فضائل اہلبیت للسید عبد الرحمن اجہوری شافعی۔ الشرف المؤبد لآل محمد للشیخ یوسف ابن اسماعیل نبہانی۔ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابیطالب للشیخ جمال الدین احمد معروف بہ ابن عقبہ۔ ریاض الفضائل للشیخ محمد واعظ ہروی۔ وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل للشیخ احمد بن الفضل باکثیر مکی شافعی۔ کتاب الصفوۃ بمناقب بیت آل النبوۃ لعبد الرؤف المناوی۔ فتح المبین فی فضائل اہلبیت سید المرسلین للعلامہ رشید الدین خان دہلوی۔ ذخیرۃ المآل فی شرح عقد جواہر اللآل للشیخ احمد ابن عبد القادر عجیلی شافعی۔ تنقید العقود السنیۃ للشیخ رضی الدین محمد ابن علی۔ دعاۃ الہداۃ الیٰ اداء حق الموالات لعبید اللہ ابن عبد اللہ حسکانی۔ اسنی المطالب للشیخ ابراہیم ابن عبد اللہ وصابی یمنی شافعی۔ مشرع الروی فی مناقب سادات آل ابی علوی للعلامہ محمد ابن ابی بکر شلی۔ سعادت الکونین لمولوی اسلام الدین اکبر آبادی۔ ذخیرۃ العقبیٰ لمولوی عاشق علیخان لکاکوروی۔ فقہ الاکبر عن علوم اہلبیت الاطہر لمولوی حسن الزمان محمد ترکمانی حیدرآبادی۔ شہادت الکونین فی شہادت الحسنین مشہور بشہادت نامہ لمولانا حافظ شاہ علی نور الکاکوری۔ ارجح المطالب لمولوی عبید اللہ بسمل امرتسری۔ المرتضیٰ للحافظ عبد الرحمن لاہوری۔

ان کتابوں کی اور انکے مصنّفین کی ایک جماعت علماء عالی مرتبت نے توثیق و توصیف کی ہے کتب اکابر قوم مثل تذکرۃ الحفاظ ذہبی طبقات الشافعیہ للشیخ تقی الدین سبکی و تاریخ امام یافعی و ابن خلکان وغیرہ سے مصنفین کی ثاقت و اعتبار و جلالت شان ظاہر ہو سکتی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ قریب قریب تمام محدثین و مفسرین و مؤرخین نے حالات و مرویات اہلبیت خصوصاً جناب علی مرتضیٰ و حضرات حسنین علیہما السلام اپنے تصانیف میں درج کئے ہیں، جن میں سے مشہور حضرات کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابن شہاب زہری استاد امام مالک جنھوں نے سب سے اول حدیث کو مدون کیا اور ۱۲۵ھ میں

وفات پائی۔

(۲) ابن اسحاق صاحب السیرت متوفی سنہ ۱۵۱ھ جنھوں نے سیر ومغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا جنکے متعلق زہری کا قول ہے کہ من اراد المغازی فعلیہ بابن اسحٰق

(۳) کلبی متوفی سنہ ۱۸۱ھ صاحب تفسیر وعلم نسب استاد سفیان ثوری۔

(۴) امام مالک صاحب مؤطا متوفی سنہ ۱۷۹ھ

(۵) عبداللہ ابن مبارک تلمیذ امام مالک متوفی سنہ ۱۸۱ھ

(۶) وکیع ابن الجراح مفسر متوفی سنہ ۱۹۶ھ

(۷) عبداللہ ابن وہب صاحب مؤطا متوفی سنہ ۱۹۷ھ

(۸) سُفیان ابن عیینہ مفسر متوفی سنہ ۱۹۷ھ

(۹) امام شافعی متوفی سنہ ۲۰۴ھ

(۱۰) ابو داؤد طیالسی صاحب مسند متوفی سنہ ۲۰۴ھ

(۱۱) واقدی صاحب المغازی متوفی سنہ ۲۰۷ھ

(۱۲) عبدالرزاق اُستاد امام احمد ابن حنبل صاحب التفسیر والمسند متوفی سنہ ۲۱۱ھ

(۱۳) الفریابی صاحب تفسیر متوفی سنہ ۲۱۳ھ

(۱۴) حمیدی صاحب مسند متوفی سنہ ۲۱۹ھ

(۱۵) آدم ابن ایاس صاحب تفسیر متوفی سنہ ۲۲۰ھ

(۱۶) ابو عبیدہ صاحب غریب الحدیث وشواہد متوفی سنہ ۲۲۴ھ

(۱۷) سعید ابن منصور صاحب تفسیر متوفی سنہ ۲۲۷ھ

(۱۸) ابن سعد صاحب طبقات کبیر متوفی سنہ ۲۳۲ھ

(۱۹) ابن ابی شیبہ اوستاد امام بخاری صاحب تفسیر ومسند ومصنّف متوفی سنہ ۲۳۵ھ

(۲۰) اسحاق ابن راہویہ صاحب تفسیر ومسند متوفی سنہ ۲۳۸ھ

(۲۱) امام احمد ابن حنبل صاحب مسند و زہد و مناقب متوفی سنہ ۲۴۱ھ

(۲۲) ابن ابی عمر عدنی صاحب مسند متوفی سنہ ۲۴۳ھ

(۲۳) ابن منیع صاحب مسند متوفی سنہ ۲۴۴ھ

(۲۴) دارمی صاحب مسند متوفی سنہ ۲۵۵ھ

(۲۵) امام المحدثین اسمٰعیل بخاری صاحب جامع الصحیح والتاریخ والادب متوفی سنہ ۲۵۶ھ

(۲۶) زبیر ابن بکار صاحب اخبار المدینۃ والموافقیات متوفی سنہ ۲۵۶ھ

(۲۷) امام مسلم صاحب صحیح متوفی سنہ ۲۶۱ھ

(۲۸) ابوداؤد صاحب السنن والناسخ والمنسوخ متوفی سنہ ۲۷۵ھ

(۲۹) ترمذی صاحب الجامع والشمائل متوفی سنہ ۲۷۹ھ

(۳۰) ابن ماجہ صاحب السنن متوفی سنہ ۲۷۹ھ

(۳۱) ابن ابی الدنیا صاحب مصنف متوفی سنہ ۲۸۱ھ

(۳۲) حارث ابن ابی اسامہ صاحب مسند متوفی سنہ ۲۸۲ھ

(۳۳) قاضی اسمٰعیل صاحب کتاب فضل الصلوٰۃ علی النبی متوفی سنہ ۲۸۳ھ

(۳۴) ابن ابی عاصم صاحب مسند متوفی سنہ ۲۸۷ھ

(۳۵) حکیم ترمذی صاحب نوادر الاصول متوفی سنہ ۲۸۵ھ

(۳۶) عبداللہ ابن امام احمد ابن حنبل صاحب زوائد فی المسند متوفی سنہ ۳۸۵ھ

(۳۷) بزار صاحب مسند تلمیذ بخاری متوفی سنہ ۲۹۲ھ

(۳۸) نسائی صاحب سنن و خصائص متوفی سنہ ۳۰۳ھ

(۳۹) ابویعلیٰ صاحب مسند و معجم متوفی سنہ ۳۰۷ھ

(۴۰) ابن جریر طبری صاحب تفسیر و تاریخ متوفی سنہ ۳۱۰ھ وبقولے سنہ ۳۰۱ھ

(۴۱) ابوبشر دولابی صاحب کتاب الکنیٰ والاسماء متوفی سنہ ۳۱۰ھ

(۴۲) ابن خزیمہ صاحب الصحیح متوفی ۳۱۱ھ

(۴۳) ابوالقاسم بغوی صاحب معجم صحابہ متوفی ۳۲۲ھ

(۴۴) ابن المنذر صاحب تفسیر و الاوسط متوفی ۳۱۷ھ

(۴۵) طحاوی صاحب مشکل الآثار متوفی ۳۲۱ھ

(۴۶) عُقیلی صاحب کتاب الضعفا متوفی ۳۲۲ھ

(۴۷) ابن ابی قتیبہ دینوری صاحب کتاب المعارف متوفی ۳۲۲ھ

(۴۸) ابوبکر ابناری متوفی ۳۴۰ھ

(۴۹) ابن ابی حاتم صاحب تفسیر متوفی ۳۲۷ھ

(۵۰) المحاملی صاحب الامالی متوفی ۳۳۵ھ

(۵۱) ابن قانع صاحب معجم متوفی ۳۳۷ھ

(۵۲) ابوبکر شافعی صاحب غیلانیات متوفی ۳۵۴ھ

(۵۳) ابن حبان صاحب صحیح و ثقات و ضعفا متوفی ۳۵۴ھ

(۵۴) ابن السکن صاحب معرفۃ الصحابہ متوفی ۳۵۳ھ

(۵۵) طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ متوفی ۳۶۰ھ

(۵۶) آجری صاحب اربعین متوفی ۳۵۹ھ

(۵۷) ابن السنی تلمیذ نسائی صاحب عمل الیوم و اللیلہ و طب نبوی متوفی ۳۶۴ھ

(۵۸) ابن عدی صاحب کامل متوفی ۳۶۵ھ

(۵۹) ابوالشیخ صاحب التفسیر و العظمۃ والوصایا متوفی ۳۶۹ھ

(۶۰) ابوبکر اسماعیلی صاحب صحیح و معجم متوفی ۳۷۱ھ

(۶۱) ابن شاہین صاحب سنن و ترغیب ترہیب متوفی ۳۸۵ھ

(۶۲) دارقطنی صاحب سنن وغیرہ متوفی ۳۸۵ھ

(۶۳) خطابی صاحب غریب الحدیث متوفی ۳۸۸ھ

(۶۴) ابن مندہ صاحب معرفۃ الصحابہ متوفی ۳۹۵ھ

(۶۵) حاکم صاحب مستدرک و تاریخ متوفی ۴۰۵ھ

(۶۶) ابن مردویہ صاحب تفسیر و مناقب و مستخرج علی البخاری متوفی ۴۱۵ھ

(۶۷) تمّام صاحب فوائد متوفی ۴۱۴ھ

(۶۸) لالکائی صاحب السنۃ متوفی ۴۱۸ھ

(۶۹) ابونعیم استاذ خطیب صاحب الحلیہ و معرفۃ الصحابہ و غیرہ متوفی ۴۲۳ھ

(۷۰) ثعلبی صاحب تفسیر متوفی ۴۲۷ھ

(۷۱) بیہقی صاحب سنن و شعب الایمان وغیرہ متوفی ۴۵۸ھ

(۷۲) خطیب البغدادی صاحب تاریخ و جامع متوفی ۴۶۳ھ

(۷۳) ابن عبدالبر صاحب استیعاب متوفی ۴۶۳ھ

(۷۴) واحدی تلمیذ ثعلبی صاحب تفسیر متوفی ۴۶۸ھ

(۷۵) بغوی صاحب معالم التفسیر و شرح السنۃ متوفی ۵۱۶ھ

(۷۶) دیلمی کبیر صاحب فردوس الاخبار متوفی ۵۰۹ھ

(۷۷) دیلمی صغیر صاحب مسند الفردوس

(۷۸) سلفی صاحب تاریخ متوفی ۵۷۶ھ ۔

(۷۹) ابن عساکر صاحب تاریخ متوفی ۵۷۶ھ

(۸۰) ابن اثیر جزری صاحب کامل التاریخ و اسد الغابہ متوفی ۶۲۱ھ

(۸۱) خوارزمی ابن اخت ابوجعفر محمد ابن جریر طبری صاحب مناقب

ان مصنفین اور تصنیفات کی توصیف و توثیق بھی ایک جماعت علمائے کرام مثل ذہبی و عسقلانی و صفدی و ابن خلکان و ابن الوردی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے کی ایسا کہ یہ کتابیں مستند اور

لائق حجت قرار پاگئیں اور علوم وفضائل اہلبیت ابو الائمۃ الاطہار سلام اللہ علیہ دام اللیل والنہار کا
کا بیش بہا ذخیرہ ان سے اخذ ہوا جس نے تمام جزئیات کا اپنے اندر احاطہ کر لیا۔

ان میں سے اکثر کتابیں تو شائع ومشہور ہیں اور بیشتر ایسی بھی ہیں جنکے وجود کا پتہ بڑے بڑے
کتبخانوں میں چلتا ہے۔ اور وہ بوجہ اپنی ندرت کے ہر ایک کے لئے نظر افروز نہیں ہوسکتیں۔

ان تمام کتابوں کی جامع وحاوی کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال مصنفہ شیخ علی متقی
برہان پوری ہے جو بوجہ اپنی بے انتہا خوبیوں کے سد جہ متفرد وبےمثیل ہے کہ جسکی مثال نہیں ملتی۔ گو در
اصل سیوطی کی جمع الجوامع کی تہذیب وترتیب ہے۔ اور بقول ابو الحسن بکری للسیوطی منۃ
علے العالمین وللمتقی منۃ علیہ کا پورا پورا مصداق ہے۔ سیوطی کی جمع الجوامع تو النادر
کالمعدوم کا مصداق ہے کنز العمال البتہ اپنی گرانقدر خوبیوں سے ضیابخش عالم ہو رہی ہے۔

اس بندۂ عاجز محرر سطور کو اس کتاب مسطورہ میں اس ذخیرہ سے بہت مدد ملی مرویات ومناقب
کا استخراج ارشادات وفضائل کا استقصا جسقدر اس کتاب سے ہوسکا ویسا اور کسی کتاب سے نہیں ہوا۔
حقیقت یہ ہے کہ احادیث وآثار وحالات صحابہؓ پر یہ ایک تنہا کتاب جمیع کتب احادیث کو حاوی
اور جامع ہے۔

اسکے علاوہ کتب تفاسیر میں معالم ومدارک وکشاف وتفسیر کبیر ودر منثور وتفسیر حسینی۔ اور احادیث میں
صحاح ستہ ومسند امام احمد ابن حنبل ومستدرک ومجمع الزوائد وجامع الاصول وتلخیص الجبیر ونوادر الاصول اور
نفس مناقب اہلبیت میں خصائص امام نسائی۔ مطالب السئول۔ فصول المہمہ۔ اسعاف الراغبین ینابیع المودۃ
نزل الابرار۔ شرف المؤبد لآل محمد۔ ریاض النضرۃ۔ زرقانی علی شرح المواہب۔ روضۃ الاحباب مناقب
مرتضوی۔ مدارج النبوۃ روضۃ الصفا حبیب السیر شمس التواریخ ارجح المطالب المرتضی سیرت ابن ہشام
خلفائے راشدین ازالۃ الخفا اور اسماء الرجال میں اسد الغابہ۔ تہذیب التہذیب فصل الخطاب
میزان الاعتدال لسان المیزان طبقات ابن سعد میرے پیش نظر رہیں۔ تاریخی واقعات میں سے
تاریخ طبری ابن خلدون وابن اثیر وتاریخ یافعی وتاریخ الخمیس تاریخ ابن خلکان وتاریخ ابو الفدا ومروج الذہب

مسعودی و تاریخ اعثم کوفی و وقعۃ الصفین من کتاب نصر ابن مزاحم و عیون الابنا فی طبقات الاطبا و مستطرف و عقد الفرید و حیوۃ الحیوان و تاریخ حل الایام و تحفہ اثنا عشریہ صواعق محرقہ و النصائح الکافیہ سے اخذ کئے ہیں۔

ان کتابوں کو دیکھنے سے ناظرین کو یہ پتہ چلجائے گا کہ میں نے کسی شیعہ مؤرخ یا مصنف کی تالیف سے کوئی مدد نہیں لی ہے۔ اور نہ کسی حصہ کتاب میں ایسی کسی مصنف یا مورخ سے اخذ ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ وقتاً فوقتاً کتب اہل تشیع میرے مطالعہ میں ہیں لیکن ہر امر کو جہانتک ممکن ہوسکا میں نے تحقیق و تنقید سے لکھا۔ اللہ تعالیٰ اس بندۂ احقر کو اپنی رحمت محضہ سے خدام و موالی اہلبیت کے زمرہ میں محشور کرے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

یا رسول عربی قبلۂ حاجات روا		مستغیث آمدہ ام چارۂ کارم فرما	
بہر زہرا و علی و حسن و بہر حسین		نظر لطف بحالم بکن اے عقدہ کشا	



آغاز سیرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ

ولادت جناب امیر کرم اللہ وجہہ بزمان سلطنت پرویز ابن ہرمز شہنشاہ فارس سنہ ۹۲ فارسی اسکندری مطابق سنہ ۳۰ بعد واقعہ عام الفیل ۱۳ رجب المرجب یوم جمعہ کو پیدا ہوئے ۔ محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السئول میں ۲۳ رجب شب یکشنبہ تاریخ ولادت لکھتے ہیں متفق علیہ درمیان اہلسنت والجماعت و امامیہ تاریخ ولادت ۱۳ رجب ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیرؑ سے عمر میں تیس سال بڑے تھے واقعہ عام الفیل یعنی جب ابرہۃ الاشرم حاکم یمن نے ہاتھیوں کی فوج لیکر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تھی سنہ ۵۷۰ء میں ہوا تھا اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی اسی حساب سے عیسوی سنہ ولادت جناب امیرؑ سنہ ۶۰۰ء ہوتا ہے ۔ سال ولادت میں شدید اختلاف ہے تاریخ الخمیس و شواہد النبوۃ میں ہے کہ جناب امیرؑ سنہ میں بعد واقعہ عام الفیل پیدا ہوئے مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ اس حساب سے جناب امیرؑ آنحضرتؐ سے سات سال چھوٹے ہوتے ہیں نیز یہ اس روایت کے خلاف پڑتا ہے جو مطالب السئول میں ہے کہ آنحضرتؐ جب حضرت خدیجہ سے نکاح کر چکے تو اسکے تین سال کے بعد جناب امیرؑ پیدا ہوئے حضرت خدیجہ کا نکاح سنہ ۵۹۴ء میں ہوا تھا اس حساب سے آنحضرتؐ کی عمر یوم ولادت جناب امیرؑ اٹھائیس سال کی ہوتی ہے آنحضرتؐ نے اپنے عمر کے چالیسویں سال سنہ ۶۱۰ء میں دعوت نبوت کیا تھا ۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بقول راجح جناب امیر کرم اللہ وجہہ دس سال قبل بعثت نبوی پیدا ہوئے

واقعات ولادت حضرت فاطمہ بنت اسد آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میں حاملہ تھی اور حمل کو چار مہینہ گذر چکے تھے آنحضرتؐ ایک مرتبہ مجھے دیکھ کر کہنے لگے کہ اے میری ماں تم روز بروز زرد کیوں پڑتی جاتی ہو میں نے کہا کہ میں حاملہ ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا اگر لڑکی ہو تو اس سے میرا نکاح کر دینا ۔ ابوطالب نے کہا اگر لڑکا ہوا تو بھی تمہارے لئے ہے تم بمنزلہ غلام کے سمجھنا اگر لڑکی ہوئی تو وہ بھی تمہاری کنیز ہوگی ۔ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں کہ جب میرے لڑکا پیدا ہوا تو میں نے اسے ایک کپڑے میں لپیٹ دیا ۔ ابوطالب

کہنے لگے جبتک محمد الیں اسکو نہ کھولنا وہ آکر خود اپنے حق کو لے لینگے اتنے میں آنحضرت آئے اور آتے ہی انھوں نے اُس کپڑے کو کھولا اسمیں سے ایک خوبصورت لڑکے کو نکالا اور اپنے ہاتھ سے اُسے غسل دیا اور اسکا نام علیؑ رکھا اور اسکے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا وہ لڑکا انکی زبان کو چوسنے لگا اور چوستے چوستے سو گیا۔ دوسرے روز ہمنے ایک دودھ پلانے والی عورت بلائی اُس لڑکے نے اس عورت کا دودھ منہ میں نہ لیا پھر ہمنے آنحضرتؐ کو بلایا اُنھوں نے آکر اپنی زبان اُسکے منہ میں دی وہ چوستے چوستے سو گیا (راحۃ ذوی الصلاۃ فی محبۃ الصحابۃ مصنفہ امام فقیہ حسین المالکی و عروۃ الوثقیٰ فی خصائص المرتضیٰ۔ مولفہ مولوی عبداللہ بسمل امرتسری)

حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ ہم کربلا معلی کی زیارت کرتے تھے ایک مرتبہ وہاں بہت سی عورتیں بھی تھیں اُن میں سے ایک عورت بڑھ کر ہمارے پاس آئی ہمنے پوچھا کہ تم کون ہو اُسنے کہا کہ میں قبیلۂ بنی ساعدہ سے ہوں میرا نام زیدہ بنت العجلان ہے۔ ہمنے کہا کہ اگر کوئی واقعہ یاد ہو تو بیان کرو وہ کہنے لگی کہ مجھ سے عمارہ بنت عبادہ بنت نضلہ ابن مالک عجلان ساعدی کہتی تھیں کہ میں ایک روز عرب کی عورتوں میں موجود تھی اتنے میں ابو طالب تشریف لائے انکے چہرے سے آثار حزن نمایاں تھے، میں نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے وہ کہنے لگے کہ فاطمہ بنت اسد درد زہ میں مبتلا ہیں پھر وہ انکا ہاتھ پکڑ کر کعبہ میں لیگئے اور کہنے لگے کہ خدا کا نام لیکر یہیں بیٹھ جاؤ وہ اچھی طرح سے بیٹھنے بھی نہ پائی تھیں کہ ایک پاکیزہ اور خوش رو لڑکا اُنکے پیدا ہوا اُس حسن و جمال کا لڑکا ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا ابو طالب نے اسکا نام علیؑ رکھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے اور فاطمہ بنت اسد کے ساتھ اسکو اٹھا کر گھر لے گئے۔ حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ ہمنے اس سے بہتر کبھی اور کوئی بات نہیں سُنی (مناقب فقیہ ابن المغازلی شافعی)

حضرت فاطمہ بنت اسد بیان فرماتی تھیں کہ مدت حمل منقضی ہو چکی تھی کہ ایک روز میں طواف کعبہ کے لئے گئی طواف میں مشغول تھی کہ یکایک درد زہ شروع ہو گیا آنحضرتؐ بھی اُسوقت تشریف رکھتے تھے میری حالت غیر دیکھ کر اُنھوں نے مجھ سے خیریت پوچھی میں نے بیان کیا کہ درد زہ شروع ہو گیا ہے جس

میں بیچین ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جلد طواف ختم کرو میں نے کہا کہ مجھ میں اسکی طاقت نہیں فرمایا اچھا کعبہ کے اندر چلی جاؤ خدا مشکل آسان کرنیوالا ہے۔ میں کعبہ کے اندر چلی گئی وہاں علیؑ پیدا ہوئے۔
(مناقب مرتضوی قلمی مولفہ محمد صالح حسینی ترمذی متخلص بہ کشفی)

مولد شریف جناب امیرؑ خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں بحوالہ مستدرک حاکم لکھتے ہیں کہ یہ خبریں بحد تواتر پہونچ چکی ہیں کہ فاطمہ بنت اسد نے جناب امیرؑ کو جوف کعبہ میں جنا ہے

وَلدته فی حرم المعظم امه		طابت وطاب ولیدها والمولد
جناب امیرؑ کو انکی والدہ نے حرم محترم میں جنا		مولود اور والدہ اور جائے ولادت سب پاک ہیں
گوہر چو پاک بود و صدف نیز پاک بود کعبش ز فیض کعبہ صفا داشت لاجرم	ےق	آمد میانۂ حرم کعبہ در وجود بر دوش سید دو جہاں جلوہ می نمود

(کشفی) ہے

با شیر خدا کسے چہ محرم باشد سریست درین کہ کعبہ اش مولد شد		ذاتش بہ نبی قریب و ہمدم باشد یعنی کہ علی امام عالم باشد	(فرد)

اسماء مبارک وجہ تسمیہ کتب سیر و مناقب میں جناب امیرؑ کے تین نام مرقوم ہیں اسد۔ حیدر۔ علیؑ ان سب کی وجہ تسمیہ درج ذیل ہے۔

(۱) **اسد** علما اس امر میں مختلف ہیں کہ جناب امیرؑ کا صحیح نام کیا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ جناب امیرؑ جب پیدا ہوئے تو ابو طالبؑ موجود نہ تھے کہیں باہر گئے ہوئے تھے آپ کی والدہ نے آپکا نام اسد رکھا۔ ابو طالب جب سفر سے واپس آگئے تو انھوں نے علیؑ نام رکھا۔ ابو عمر زاہدی یواقیت میں ابن الاعرابی کا قول لکھتے ہیں کہ ولادت کے وقت ابو طالبؑ موجود تھے بعد ولادت آپکی والدہ نے آپ کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا تھا تاکہ والد کا نام اس وجہ سے زندہ رہے ابو طالب نے آکر نام بدلا۔

(۲) **حیدر** شیر کو عربی میں اسد کہتے ہیں اور شیر بچہ جو نہایت دلیر ہوتا ہے وہ حیدر کہلاتا ہے چونکہ

جناب امیرؑ سے کفار کے مقابلہ میں کمال درجہ کی جرأت اور شجاعت ظاہر ہوتی رہی اسلئے آپ حیدر کے نام سے بھی مشہور ہیں جو درحقیقت اسد کا دوسرا نام ہے چنانچہ خیبر کی لڑائی میں جناب امیر نے اپنا نام حیدر فخریہ بیان بھی فرمایا تھا سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ عطا کا قول ہے کہ جناب امیرؑ کی والدہ نے اُنکا نام حیدر رکھا اس دلیل سے کہ خیبر کے روز جناب امیرؑ نے رجز میں فرمایا تھا انا الذی سمیتنی امی حیدرہ (میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا) سیرت حلبیہ میں حافظ علی ابن برہان الدین حلبی شافعی لکھتے ہیں کہ جناب امیرؑ کا اپنے رجز میں اپنے آپ کو حیدر کہنا یہ ایک کشفی امر تھا کہ اسی رات میں مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ مجھ کو ایک شیر نے پھاڑ ڈالا ہے۔ لہذا جناب امیرؑ نے بھی اُسکو خوف دلانے کیلئے اسکا ذکر کیا کہ میں وہ شیر ہوں جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے اس واقعہ کو ابو حاتم نے تفسیر میں اور مسلم نے صحیح کے کتاب الجہاد میں بھی لکھا ہے۔ ابوبکر نجم الدین فخر الاسلام مناقب الصحابہ میں لکھتے ہیں کہ بعضوں کا قول ہے کہ جب جناب امیرؑ پیدا ہوئے تھے تو ابو طالب مکان پر موجود نہ تھے والدہ نے حیدر رکھا اس نام رکھنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جناب امیر ابھی دودھ پیتے بچہ ہی تھے اور تنہا گھر میں تھے والدہ گھر سے باہر کسی کام کو گئی ہوئی تھیں اُنکا گھر مکہ میں ایک پہاڑ کے پہلو میں تھا ایک سانپ پہاڑ سے اترا اُسنے جناب امیرؑ کے کاٹنا چاہا جناب امیرؑ نے ہاتھ بڑھا کر اسکو مضبوط پکڑ لیا وہ آنکے ہاتھ میں مر گیا اتنے میں اُنکی والدہ باہر سے تشریف لائیں اور سانپ کو مرا ہوا ہاتھ میں دیکھ کر کہنے لگیں حیاک اللہ یا حیدر دلے میرے شیر خدا تجھے زندہ رکھے۔ اسلئے حیدر نام ہو گیا۔

(۳) علیؑ جناب امیرؑ کے علی نام ہونے کی وجہ تسمیہ میں علما کو اختلاف ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ آپکی والدہ نے وقت ولادت علی ہی نام رکھا تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ آپ جب آنحضرتؐ کے دوش اقدس پر کعبہ کے بت توڑنیکے لئے سوار ہوئے تو اُسوقت سے بوجہ شرف علو و رفعت علیؑ کے نام سے پکارے گئے ابن عباس کا قول ہے کہ جناب امیرؑ کی والدہ ایام حمل میں جسوقت ہبل کی پرستش کیلئے جاتیں اور سجدہ کرنیکا ارادہ کرتیں تو جناب امیرؑ اُنکے پہلو کیطرف چڑھ جاتے اور اُنکو سجدہ کرنیسے باز رکھتے اسلئے علی اُنکا نام رکھا گیا (تذکرہ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی)

بعض کے نزدیک خود ابو طالب نے جناب امیر کا نام علی رکھا علامہ محمد ابن یوسف گنجی شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور اسکی تائید میں اپنی کتاب کفایۃ الطالب میں ابو طالب کا یہ شعر لکھتے ہیں ؎

سمیتہ بعلی کی یدوم لہ		عز العلو فخر العز ادومہ

میں نے انکا نام علی اسلیئے رکھا تاکہ سربلندی کی عزت انکے لیئے ہمیشہ رہے اور عزت کا فخر انکو ہمیشہ اپنے ساتھ لیئے رہے

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ابو طالب آپکو دیکھنے کیلئے گئے آپنے ہاتھ بڑھا کر (جسطرح کہ بچے ہاتھ مارتے ہیں) ابو طالب کے چہرہ پر ہاتھ مارا انھوں نے اپنی بی بی سے پوچھا تمنے اسکا نام کیا رکھا انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے والد کے نام پر اسد رکھا ہے۔ ابو طالب کہنے لگے کہ اسکا نام ہمارے جدّ اعلیٰ جامع قبائل عرب قصیّ کے نام پر زید رکھنا چاہیئے اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے انھوں نے نام کے متعلق پوچھا ابو طالب نے زید اور فاطمہ بنت اسد نے اسد نام بتلایا آنحضرت نے فرمایا نہیں علی نام رکھنا چاہیئے۔ فاطمہ بنت اسد کہنے لگیں کہ بخدا میں نے ایک روز ہاتف سے بھی یہی نام سنا تھا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپکے نام رکھنے کیلئے ابو طالب و فاطمہ بنت اسد میں گفتگو ہوئی دونوں فیصلہ کیلئے کعبہ میں گئے۔ فاطمہ بنت اسد نے آسمان کیجانب سر اٹھا کر کہا اے پروردگار اس لڑکے کے نام کے متعلق جو تیری مرضی ہو اس سے مجھے آگاہ کر۔ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ اس کا نام علی ہے جو مشتق علا سے ہے اور وہ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔

(روضۃ الشہداء از ملا حسین واعظ کاشفی)

ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ جب پیدا ہوئے تو ابو طالب نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہنا شروع کیا کہ اے صاحب اندھیری رات کے اور مالک صبح روشن کے ہمسے اپنی رضا کا حکم کر اور اس لڑکے کا جو نام مناسب ہو رکھ ناگاہ غیب سے آواز آئی کہ تو نے ہمسے اس پاک اور مہذب اور ستودہ لڑکے کے نام کے متعلق پوچھا تو اسکا نام آسمان کی بلندیوں میں علی ہے اور وہ مشتق علا سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے (مناقب الصحابہ لفخر الاسلام نجم الدین ابو بکر مرندی)

کنیت | احادیث میں جناب امیرؑ کی کنیتیں حسب ذیل ہیں ۱ ابو الحسن۔ ابو الحسین۔

ابو الریحانتین۔ ابو السبطین۔ ابو محمد۔ ابو تراب ہر ایک کی وجہ علیحدہ علیحدہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

(۱) ابو الحسن حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو کان البحر مدادا والاشجار اقلاما والانس کتابا والجن حسابا ما احصوا فضائلک یا ابو الحسن اگر تمام دریا سیاہی اور درخت قلم اور انسان کاتب اور جن محاسب بنجائیں تو اے ابو الحسن تمہارے فضائل نہ شمار ہوسکیں (مسند الفردوس للدیلمی و کفایۃ المہمہ لمولوی عبید اللہ بسمل امرتسری)

(۲) ابو الحسنین جناب امیرؑ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حسن مجھ کو ابا الحسین اور حسین ابا الحسن کہا کرتے تھے یہ دونوں مجھے اپنا باپ نہیں سمجھتے تھے بلکہ آنحضرتؐ کو اپنا باپ سمجھا کرتے تھے جب آنحضرتؐ رحلت فرما گئے تو ان دونوں نے مجھے ابا حسن و ابا حسین کہنا چھوڑ دیا (مناقب خوارزمی و کفایۃ المہمہ)

(۳) ابو الریحانتین حضرت جابر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو وفات سے تین روز پہلے جناب امیرؑ سے فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ابو الریحانتین تم پر سلام ہو میں تمکو اپنے دونوں پھول کے پودوں کے لئے دنیا میں وصیت کرتا ہوں عنقریب تمہارے دونوں رکن جاتے رہیں گے اور اللہ میرے عوض تمہارا نگہبان رہیگا۔ جب آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا تو جناب امیرؑ فرمانے لگے کہ یہ ان دونوں رکنوں میں سے جنکے متعلق آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا پہلا رکن تھا۔ پھر جب حضرت فاطمہ کی وفات ہوئی تو فرمایا یہ دوسرا رکن تھا (مسند احمد ابن حنبل و مناقب ابوبکر ابن مردویہ)

(۴) ابو السبطین حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ نے ممبر پر خطبہ پڑھا پہلے خدا کی حمد و ثنا کی پھر نصائح فرمائی لوگوں کو آخرت کا خوف دلایا اور وعید الٰہی سے ڈرایا پھر رُکے اور فرمایا کہ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں جناب امیرؑ جلدی سے آکر سامنے گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آنحضرتؐ نے انکو نزدیک بلایا جب وہ نزدیک گئے تو پھر اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور آبدیدہ ہوئے ایسا کہ رخسار مبارک پر آنسو بہنے لگے پھر بآواز بلند

ارشاد فرمایا اے گروہ اہل اسلام یہ علی ابن ابی طالب شیخ المہاجرین و الانصار میرے بھائی میرے ابن عم میرے داماد میرا گوشت اور میرا خون ہیں یہ ابو السبطین یعنی حسنؑ و حسینؑ کے باپ ہیں جو سرداران شباب اہل جنت ہیں یہ مجھ سے تکلیف کو دور کرنیوالے اور خدا کی زمین پر خدا کے شیر ہیں اور خدا کے دشمنوں کیلئے خدا کی برہنہ شمشیر ہیں انکے دشمنوں پر اللہ اور اسکے فرشتہ لعنت کرتے ہیں اللہ انکے دشمنوں سے بیزار ہو اور میں بھی بیزار ہوں اگر کوئی خدا کی اور میری بیزاری چاہتا ہو وہ ان سے بیزاری اختیار کرے۔ حاضرین میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ غائبوں کو بھی اس امر سے آگاہ کر دے (شرف النبوۃ لابو سعد عبد الملک ابن ابی عثمان محمد الواعظ الخرکوشی و کفایۃ المھمہ)

(۵) ابو محمدؐ خوارزمی مناقب میں لکھتے ہیں کہ جناب امیرؑ اس کنیت سے بھی پکارے جاتے تھے کیونکہ ابن الحنفیہ کا نام محمد تھا جنکے پیدا ہونیکی بشارت آنحضرتؐ نے جناب امیر کو دی تھی (ملاحظہ ہو جلد دوم کتاب ہذا موسوم نفائس اللسن فی ذکر فضائل ابی الحسن)

(۶) ابو تراب محبوب ترین کنیت جناب امیرؑ کی ابو تراب تھی صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں بروایت سہل ابن سعد ساعدی منقول ہو کہ ایک مرتبہ آنحضرت حضرت فاطمہ کے یہاں تشریف لائے جناب امیرؑ موجود نہ تھے دریافت فرمایا کہاں ہیں حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ میرے اور انکے کچھ تکرار ہو گئی ہو وہ مجھ سے غصہ ہو کر چلے گئے آنحضرتؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ جاؤ دیکھو کہاں ہیں وہ گیا تلاش کی اور پتہ لگا کر حاضر ہوا عرض کرنے لگا کہ مسجد میں سو رہے ہیں آنحضرتؐ مسجد میں تشریف لیگئے دیکھا کہ آپ فرش خاک پر چادر بچھائے سو رہے ہیں چادر سمٹ گئی ہو اور زمین کی مٹی آپکی پیٹھ میں بھر گئی آنحضرتؐ آپکے پاس بیٹھ گئے اور بکمال شفقت اپنے ہاتھ سے پیٹھ جھاڑی اور فرمایا کہ قم یا ابا تراب یعنی اے ابو تراب اٹھو۔

حضرت عمار ابن یاسر سے مروی ہو کہ غزوہ عشیرہ میں جو ۲ھ میں ہوا تھا میں اور آپ ایک ساتھ رہتا تھا۔ آنحضرتؐ بھی وہیں مقیم تھے ہمنے دیکھا کہ چند لوگ قبیلہ مدلج کے اپنے چشمہ اور کھجوروں میں کام کر رہے ہیں آپنے مجھ سے فرمایا کہ آؤ ان کسانوں کا کام دیکھیں میں آپکے ساتھ وہاں گیا کچھ دیر تک ہم لوگ کام

دیکھتے رہے پھر نیند معلوم ہوئی جاکر ہم لوگ ایک کھجور کے جھنڈ میں زمین پر لیٹ رہے اور بیخبر سوگئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وہاں تشریف لائے تو ہمکو جگایا ہمنے آنکھ کھولکر دیکھا کہ آنحضرتؐ پائے مبارک سے ہمکو جگا رہے ہیں ہم دونوں خاک اور دھول میں لتھڑے ہوئے تھے آنحضرتؐ نے آپ سے مخاطب ہوکر فرمایا اے ابوتراب میں تمسے بدترین اشخاص کا ذکر کرتا ہوں ایک وہ سرخ رنگ والا جو قوم ثمود سے تھا جسنے اونٹنی ہلاک کی تھی دوسرا بدبخت اے علی تمھارا قاتل ہو (مناقب امام احمد و خصائص نسائی)

ابن اسحاق اس کنیت کے بارہ میں اسطرح ناقل ہیں کہ جناب امیرؑ جب کسی بات پر حضرت فاطمہ سے ناخوش ہوتے تو بخوف ملال و دلشکنی اپنی بانو سے کچھ نہ کہتے غصہ ضبط کرتے اور اپنے سر پر خاک ڈال لیتے آنحضرتؐ کو آپکی یہ عادت معلوم ہوگئی تھی جب آپ سر پر خاک دیکھتے تو سمجھ لیتے کہ دونوں میں کچھ شکر رنجی ہوگئی ہے اُسکے دفعیہ کی کوشش کرتے اور آپ کو بخطاب ابوتراب یاد فرماتے یہ کنیت آپ کو بہت پسند تھی جب کوئی ابوتراب کہتا تو بہت خوش ہوتے۔

خوارزمی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے مہاجرین اور انصار میں اخوت قائم کرائی اس طور پر کہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت عمرؓ کا اور حضرت عثمانؓ کو عبدالرحمن ابن عوفؓ کا اور طلحہؓ کو زبیرؓ کا اور ابوذر غفاریؓ کو مقدادؓ کا بھائی بنایا جناب امیرؑ باقی رہگئے انکا بھائی کسی کو نہ بنایا آپ نہایت غمگین ہوکر جاکے زمین پر لیٹ رہے اور اپنے ہاتھ کا تکیہ کرکے زمین پر سوگئے ہوا نے مٹی اُڑا کر آپکے بدن کو گرد آلود کردیا آنحضرتؐ آپ کو ڈھونڈھنے نکلے جب آپ کو اس حال میں پایا تو اپنے پاؤں سے ٹھکرا کر فرمایا اُٹھو تم نے اپنے لئے ابوتراب بننے میں کیا اچھی مصلحت دیکھی کہ اس امر سے غمگین ہوکر کہ میں نے مابین مہاجرین و انصار اخوت قایم کرائی تم کو کسی کا بھائی نہ بنایا تم نے یہ حالت کرلی کیا اس امر سے تم راضی نہیں کہ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے کہ ہارون موسیٰ کیلئے تھے لیکن میرے بعد مرتبہ نبوت نہیں جو شخص تم سے محبت رکھیگا وہ امن میں رہیگا اور بایمان اٹھیگا اور جو تمسے بغض رکھیگا خدا اُسکو کافر کی موت دیگا۔ جناب امیرؑ کی یہی کنیت بہت مشہور ہوئی کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

به فقر دو جهان فرد انتخاب علیست	به بحر کون و مکان گوهر خوش آب علیست

در اصل و فرع به بین تمیز مرتب کن	ابوالبشر بود آدم ابوتراب علیست

القاب جناب امیرؑ کے حسب ذیل القاب احادیث میں وارد ہیں۔ امیر المومنین امام المتقین ولی المتقین۔ مولی المومنین۔ سید الصادقین۔ سید المسلمین۔ سید المومنین۔ سید العرب۔ سید فی الدنیا والآخرہ۔ قاید الغر المحجلین۔ یعسوب المومنین یعسوب الدین۔ صدیق الاکبر۔ فاروق الاعظم۔ خاتم الوصیین۔ خیر الوصیین۔ الوصی امام البررہ۔ قاتل الفجرہ۔ صاحب الرایہ۔ مقیم الحجۃ۔ اسد اللہ۔ حجۃ اللہ۔ رایۃ الہدیٰ۔ ولی اللہ۔ صفوۃ اللہ۔ خلیفۃ الرسول۔ شیخ المہاجرین والانصار۔ قسیم الجنۃ والنار۔ وارث الرسول۔ منار الایمان۔ امام الاولیا۔ الہادی۔ صاحب اللواء ناصر رسول اللہ۔ صالح المؤمنین۔ ولی المومنین۔ منجز الوعد۔ قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین۔ المرتضیٰ۔ الشاہد۔ الشہید۔ الراکع۔ الساجد۔ الصفی۔ الامین۔ باب حطہ۔ مثیل ہارون۔ نفس الرسول۔ سیف اللہ۔ ذو الاذن الواعی۔ قاضی دین رسول اللہ۔ وزیر رسول اللہ۔ خیر البشر۔ ذو القرنین خاصف النعل۔ الطاہر۔ الصادق المؤمن۔ الانزع والبطین۔ العابد الزاہد کاسر اصنام الکعبۃ۔ الساقی۔ الحبیب۔ القاری۔ بیضۃ البلد۔ المہدی طود النہی۔ دابۃ الجنۃ۔ ایلیاء۔ قتال اہل الفتنۃ۔ امیر النحل۔ ذو البرقۃ مثیل عیسیٰ۔ القرم۔ ہدایت الہدیٰ۔ الشریف۔ المہتدی۔ ابو قصم۔ یعسوب الامۃ۔

احادیث متعلقہ بہ القاب جلد سوم کتاب ہذا موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں ناظرین ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں پر حسب ضرورت القاب پر اکتفا کی گئی۔

نسب جناب امیرؑ کا نسب وہی ہے جو آنحضرتؐ کا تھا آپکی والد ابو طالب جنکا اصلی نام عبد مناف تھا وہ عبد المطلب بن ہاشم ابن عبد مناف ابن قصی ابن کلاب بن مرہ بن کعب ابن لوی کے بیٹے تھے جنکا

سلسلۂ نسب عدنان تک متفق علیہ ہے اور تمام حدیث کی کتابوں میں موجود ہے یہ آنحضرتؐ کے حقیقی چچا تھے انکا نکاح اپنے چچا کی بیٹی فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم ابن عبد مناف کے ساتھ ہوا تھا اور یہ دونوں ہاشمی تھے اسلئے جناب امیرؑ نجیب الطرفین ہاشمی ہیں آپ سے قبل کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ آپ کے بعد اولاد میں اکثروں کو یہ شرف حاصل ہوا۔ خاندان بنی ہاشم قریش میں شریف ترین قبائل سے مانا جاتا تھا جناب امیر کے پردادا ہاشم کعبہ کے متولی تھے اس خصوصیت سے بنی ہاشم خاندان قریش کے دوسرے قبائل سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ عموماً عرب اور خصوصاً قریش میں جو وقعت و عظمت حاصل تھی وہ محتاج اظہار نہیں خانۂ کعبہ کی خدمت اور اسکا اہتمام بنو ہاشم کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا اس شرف کی وجہ سے انکو تمام عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت بنی ہاشم کہلانے پر فخر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسمٰعیلؑ کو منتخب کیا اور اسمٰعیلؑ کی اولاد بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو پھر قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو برگزیدہ کیا جناب امیرؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت آمنہ کے بعد آنحضرتؐ کی پرورش ماں کی طرح کی انکے متعلق خود آنحضرت فرماتے تھے کہ یہ میری ماں ہیں اُن ماں کے بعد جنھوں نے مجھے پیدا کیا۔ مستند روایات کے مطابق یہ مسلمان ہوئیں اور ہجرت کر کے مدینہ گئیں حالات خاندانی و متعلقین جناب امیرؑ ناظرین جلد ششم کتاب ہذا میں بالتفصیل ملاحظہ فرمائینگے۔

حلیۂ مبارک جناب امیرؑ فربہ بدن میانہ قد مائل بہ قصر بزرگ شکم گندم گوں زرگ سر سیاہ چشم تھے نہایت خوبصورت قد کے متعلق بعض روایات میں ہے کہ میانہ قد سے کسی قدر دراز تھا فربہی بحد اعتدال تھی۔ آنکھیں سرمگیں بڑی بڑی جن میں سیاہی و سفیدی بکمال خوبی موجود تھی ابرو پیوستہ سر مبارک پر اگلے حصّہ میں بال بہت کم تھے البتہ پچھلا حصہ بالوں سے بھرا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ سر پر بالوں کی لکیریں تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے انگلیوں سے خط بنا دئیے ہیں۔ سر کے بال سفید براق تھے چہرہ بہت خوبصورت تھا خندہ پیشانی و شگفتہ رو تھے ریش مقدس دراز و عریض تھی بال گھنے گنجان اور سفید تھے ایک روایت میں زرد خضاب کا لگانا بھی پایا جاتا ہے سینہ پر بال بکثرت تھے دوش مبارک نرم اور درمیان

میں جوڑ تھے دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا ایک دوسرے سے علیحدہ قوی و مضبوط تھا شانہ کی ہڈی مضبوط اور ایسی چوڑی تھی جیسے شیر کی ہوتی ہے بازو اور کلائی بھری ہوئی تھی دونوں یکساں تھے دونوں میں گوشت گویا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا بازو اور کلائی میں کچھ فرق نہ تھا یہ سب قوت اور شجاعت کی علامتیں ہیں اگر آپ کسی کا بازو پکڑ لیتے تھے تو وہ چھڑا نہ سکتا تھا عضلہ ساعد پر سخت موٹا پر گوشت سر پتلا اور عضلہ بازو چوڑا تھا عضلہ ساق قوی اور مضبوط اوپر موٹا نیچے سے پتلا خوبصورت تھا کف دست و کف پا خوبصورت سڈول پر گوشت و نرم تھے گردن صراحی دار تھی غرضکہ جملہ اعضا و مفاصل وغیرہ نہایت قوی اور مضبوط تھے جن میں خداداد طاقت بھری تھی رفتار مستانہ تھی کفار کے مقابلہ میں نکلتے تو جھپٹ کر چلتے مگر نہایت اطمینان اور ثبات قلب سے کسی نوع کی پریشانی و بدحواسی طاری نہ ہوتی بعض کے نزدیک آپ کے اکثر حصہ جسم میں بال تھے اور دو گیسو بھی تھے (کامل ابن اثیر و تاریخ الخمیس و اسد الغابہ و استیعاب و ریاض النضرہ و مطالب السؤل و فصل الخطاب و مناقب الصحابہ وغیرہ بروایت ابن عباس و قیس ابن عباد و امام محمد باقر و ابی لبید و ابو اسحاق سبیعی و سعد ضبی و قدامہ بن عتاب و ابو الحجاج شعبی)

غرضکہ جناب امیرؑ کو جسطرح اللہ تعالے نے جملہ کمالات باطنی سے آراستہ و پیراستہ کیا تھا ویسی ہی حسن و خوبی و جمال ظاہری بھی عطا فرمایا تھا آنحضرتؐ نے آپکے جمال باکمال کے نظارہ کو عبادت فرمایا ہے حدیث میں ہے۔ النظر الی وجہ علیؑ عبادۃ (علی کے منہ کیطرف دیکھنا عبادت ہے)

منقول ہے کہ جناب امیرؑ جب گھر سے نکلتے تو جن لوگوں کی نظر اُنکے رُوئے مبارک پر پڑتی وہ کہتے لا الٰہ الا اللہ ما اشرف ھذا الفتیٰ لا الٰہ الا اللہ ما اکرم ھذا الفتیٰ لا الٰہ الا اللہ ما اشجع ھذا الفتیٰ یعنی نہیں ہے کوئی سوائے اللہ کے معبود یہ جوان کیسا بزرگ ہے کیسا سخی ہے کیسا بہادر ہے گویا جناب امیرؑ کی صورت کو دیکھنا کلمہ پڑھنے کا باعث ہوتا (اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد چہارم)

زمانۂ طفولیت کیفیت پرورش | جناب امیرؑ نے چار سال تک اپنے والدین کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی جب پانچ سال کی عمر ہوئی تو مکہ معظمہ میں قحط پڑا مخلوق تباہ و خستہ حال ہوگئی قریش میں جو مالدار تھے اُن کی گذر بسر تو اچھی طرح سے ہو جاتی۔ مگر نادار صاحب عیال نہایت پریشانی کے عالم میں تھے۔ چونکہ ابو طالب نہایت

کثیر العیال تھے معاش کی تنگی نے اُن کو بہت پریشان کر رکھا تھا۔ قحط و خشک سالی نے اس مصیبت میں اور
بھی اضافہ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی عسرت سے متاثر ہو کر حضرت عباس ابن عبد المطلب سے
فرمانے لگے کہ اسوقت کی گرانی بہت ہی پریشانی کن ہے کنبہ میں جو غربا ہیں اُن کو دیکھ کر بہت قلق ہوتا ہے
ابو طالب کثیر العیال ہیں گذر مشکل سے ہوتی ہے چلئے ہم اور آپ کچھ اُنکا ہاتھ بٹائیں حضرت عباسؓ رضی
ہو گئے دونوں ابو طالب کے پاس گئے اور اُن سے اپنا ارادہ ظاہر کیا ابو طالب نے کہا کہ عقیل اور طالب
کو میرے پاس رہنے دو بقیہ کے متعلق تمکو اختیار ہے حضرت عباس نے حضرت جعفر کی پرورش اپنے ذمہ
لی اور آنحضرتؐ کی نگاہ انتخاب نے آپ کو پسند کیا اسوقت سے آپ برابر آنحضرت کے ساتھ رہے
آنحضرتؐ نے آپ کی پرورش بکمال شفقت مثل اولاد کی فرمائی اور سفر و حضر میں ساتھ رکھا (سیرۃ ابن ہشام و
زرقانی و مطالب السؤل و ریاض النضرۃ)

تعلیم و تربیت

عرب میں اس زمانہ میں کوئی مخصوص درسگاہ نہ تھی جہاں تعلیم حاصل کیجا سکتی۔ اہل عرب
شاعری و ادب کے دلدادہ تھے زبان عربی تو مادری تھی۔ بنی ہاشم تمام عرب میں افصح سمجھے جاتے تھے۔ آنحضرتؐ
ابو طالب۔ حضرت عباسؓ ایسے فصیح اللسان۔ خود جناب امیرؑ کے خاندان میں موجود تھے انکے علاوہ
حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ و دیگر صحابہ متقدمین مہاجرین جن میں سے ہر ایک کتابت و شعر و
شاعری و علوم و فنون وغیرہ میں ضرب المثل سمجھا جاتا تھا ہم صحبت و جلیس رہتے تھے جن سے بجز حصول
فوائد و منافع متعلق بہ علم و عمل اور دوسرا مطمح نظر ہی کیا ہو سکتا تھا۔ جناب امیرؑ کی تمام تر تربیت ظاہری و
باطنی خود آنحضرتؐ نے کی آپکے کمالات ظاہری، باطنی و مدارج روحانی ہی اسی لاثانی تربیت کے نتیجہ ہیں
آنحضرتؐ سا معلم مشفق و مربی آپکے لئے نہ کوئی دوسرا ہو سکتا تھا نہ ہوا تعلیم کی یہ کیفیت تھی کہ آپ فرماتے
تھے کہ جب میں آنحضرتؐ سے کوئی بات دریافت کرتا تو آپ اُسکا جواب دیتے اور اگر میں خاموش بیٹھا
رہتا تو آپ خود مجھ سے گفتگو شروع فرماتے۔ ظاہر ہے ایسے شخص کی تعلیم اور کمالات ظاہری اور باطنی کی
کیا انتہا ہو سکتی ہے جسکا رسول اللہ سا مہربان و مربی و مشفق استاد ہو۔ اسی تعلیم اور خداداد قابلیت و لیاقت
ذہانت و ذکاوت سے آپ مدینۃ العلم ہوئے خود آنحضرتؐ کا ارشاد ہے انا مدینۃ العلم و علی بابہا

فمن اراد العلم فلیات بھذا الباب (فضائل علی جلد دوم کتاب ہذا موسوم بہ نفائس المنن نے
ذکر فضائل ابی الحسن میں ملاحظہ ہوں)

اسلام آنحضرتؐ کے کنارِ عاطفت میں پرورش پانے کا یہ اثر ہوا کہ آنحضرتؐ نے جب اپنے عمر کے
چالیسویں سال ۶۱۰ء میں دعوائے نبوت کیا تو جناب امیرؑ فوراً ایمان لائے۔ ترمذی شریف کی روایت سے
معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ دوشنبہ کے دن مبعوث ہوئے آپ نے منگل کے دن اُنکے ساتھ نماز پڑھی۔ رافعؓ
آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ میں دوشنبہ کے دن نبی ہوا۔ خدیجہؓ اُسی روز آخر دن اسلام لائیں اور
میرے ساتھ نماز پڑھی دوسرے روز منگل کو علیؑ پھر زید ابن حارثہ پھر ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے متعدد روایتوں سے
آپکا اول اسلام لانا ثابت ہے جسکے متعلق ہم آئندہ لکھیں گے۔

چونکہ زمانہ طفولیت سے آپ ہر وقت آنحضرتؐ کے ساتھ رہے اسلئے قدرتاً آپ کو سب سے اول مناظرِ اسلام
کا نظر آنا اور اسلام میں آپکی سبقت خلاف توقع اور قابل بحث نہیں ہو سکتی ایک روز آپ نے آنحضرتؐ اور حضرت
خدیجہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بعد نماز استعجاب سے آنحضرت سے پوچھنے لگے کہ آپ دونوں کیا کر رہے تھے آنحضرت
نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کر رہا تھا خداوند تعالیٰ نے مجھے مرتبۂ نبوت عطا فرمایا ہے اور لوگوں کو اُسکی دعوت
دینے کا حکم دیا ہے پھر کفر و شرک و بت پرستی کی مذمت بیان کرکے فرمایا کہ میں تمکو بھی اس دین کی دعوت دیتا
ہوں آپنے چونکہ کبھی ایسی باتیں سنی نہ تھیں لہذا متحیر ہوکر کہنے لگے میں اپنے والد ابوطالب سے اسکے متعلق دریافت
کرلوں میں نے بجز آپ کی اور کسی سے ایسی باتیں نہیں سنیں ہیں اُنسے پوچھ کر جواب دونگا آنحضرتؐ کو چونکہ اعلان
عام منظور نہ تھا اسلئے فرمایا کہ اگر تمھیں تامل ہے تو خود غور کرو کسی سے اسکا ذکر نہ کرنا اُسوقت یہ گفتگو ختم ہوگئی
رات میں جناب امیرؑ نے غور کرنا شروع کیا عرصہ خیال میں حق و باطل کی معرکہ آرائی ہوتی رہی بالآخر حق کامیاب
ہوا اللہ تعالیٰ نے آپکا دل نورِ ہدایت سے منور اور قبول اسلام کیلئے آپکا سینہ کشادہ کردیا صبح کو حاضر ہوکر
اسلام کی خواہش کی آنحضرتؐ نے کلمہ تلقین فرماکر مشرف بہ اسلام کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ بوقت عرضِ اسلام
آپ یہ کہہ کر چلے کہ میں والد سے جاکر مشورہ کر آؤں اس ارادہ سے روانہ ہوئے کہ خود بخود خیال آیا کہ والد
نے تو کہدیا تھا کہ جس بات کو کہیں بلا تامل منظور کر لینا اب دریافت کرنیکی کیا ضرورت ہے اس خیال کے

آتے ہی واپس آئے اور اسلام قبول کیا اور طریقۂ وضو و نماز سیکھا (ریاض النضرہ و اسد الغابہ)

مبحث اولیت اسلام | جناب امیرؑ کے سابق الاسلام ہونے پر شدید اختلاف چلا آتا ہے بہت سے لوگ حضرت ابوبکر کو سابق الاسلام سمجھتے ہیں ابن ہشام اور ابن اثیر اور ابو الفدا و دیگر مستند مورخین کی تحقیقات یہ ہے کہ آنحضرت کے اظہار نبوت پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں پھر حضرت علی ابن ابی طالب پھر حضرت خدیجہؓ کے غلام زید ابن حارثہؓ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ اس سبقت ایمانی پر مصنف سیرت حلبی نے ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ امتوں میں سبقت کرنیوالے تین شخص گذرے جنھوں نے خدا کی درگاہ میں کبھی کفر نہیں کیا اول خرقیل مومن آل فرعون جو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے دوسرے حبیب نجار رفیق اتباع عیسیٰ یہ انطاکیہ میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تیسرے علی ابن ابی طالب یہ امر دانۂ بھی درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت خدیجہ پندرہ برس آنحضرتؐ کی راست بازی و دیانت داری کا تجربہ کر چکی تھیں اور جناب امیرؑ کی پرورش بچپن سے آنحضرتؐ کے سایۂ عاطفت میں ہوئی تھی پھر انکے اول قبول اسلام میں کیا کلام ہو سکتا ہے خود جناب امیرؑ نے اپنی سبقت اسلامی شعر میں فخریہ بیان کی تھی ؎

غلاما ما بلغت اوان حلمی	سبقتکم الی الاسلام طرا

میں سب سے پہلے مسلمان ہوا درانحالیکہ نابالغ لڑکا تھا (ابو الفدا)

معاذۂ عدویہ کہتی ہیں کہ میں نے جناب امیرؑ کو بصرہ کے ممبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں ابوبکرؓ سے پہلے ایمان لایا اور ان سے قبل میں نے اپنے اسلام کو ظاہر کیا (معارف ابن ابی قتیبہ) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں آنحضرتؐ کا بھائی اور وزیر ہوں تم بخوبی جانتے ہو میں تم سب سے پہلے خدا اور رسول پر ایمان لانے میں مقدم ہوں میرے بعد گروہا گروہ داخل اسلام ہوئے میں آنحضرتؐ کا ابن عم اور نسب میں شریک ہوں اور انکے بچوں کا باپ ہوں اور سردار نساء اہل جنت کا شوہر ہوں (بروایت ابی عمر زاہدی) امام ابی حنیفہ نے اگرچہ نہایت عاقلانہ طریق سے اس قضیۂ اولیت کے رفع کی کوشش کی جو ایک گونہ سلیم الطبع شخص کیلئے تسلی بخش تو ہو سکتی ہے لیکن اس سے مطلق اولیت پورے طور پر واضح نہیں ہوتی وہ لکھتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا اور

بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید ابن حارثہ اسلام لائے (مسند امام احمد ابن حنبل و تاریخ الخلفا) ذیل میں اولاً ہم اُن احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن سے جناب امیرؑ کی سبقت فی الاسلام ظاہر ہوتی ہے اسکے بعد بطور محاکمہ متعلق بہ سابقیت ایک بحث لکھیں گے اور اس امر کو ثابت کرینگے کہ جناب امیرؑ کی عمر اسلام لانے کے وقت کیا تھی اور اسلام میں حقیقتاً سابقیت کسکو حاصل تھی۔

احادیث متعلق بہ سبقت اسلام جناب امیرؑ | صحابۂ کرام نے جناب امیرؑ کی سبقت اسلام کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حسب ذیل ارشادات سنے جنکو علمائے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا۔

(۱) حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے اول اس امت کا حوض پر وارد ہونے والا اور سب سے اول اس امت کا ایمان لانے والا علی ابن ابی طالب ہے۔
(استیعاب لابن عبد البر نمری مالکی)

(۲) حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ میرے بعد خیر الامت سب سے اول اس امت کا ایمان لانیوالا علی ابن ابی طالب ہے (کنز العمال للشیخ علی متقی)

(۳) حضرت سلمان فارسی و حضرت ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ آنحضرت نے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ وہ ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور یہ اس امت کے حق و باطل کو جدا کرنے والا ہے یہ مومنوں کا یعسوب (امیر) ہے اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرنے والا ہے اور یہ صدیق اکبر ہے (طبرانی و دیلمی)

(۴) حضرت ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا کہ آپ جناب امیرؑ سے فرما رہے تھے کہ تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے اور تم نے میری تصدیق کی (مستدرک علی الصحیحین للحاکم)

(۵) حضرت زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔
(مسند امام احمد و ترمذی انھوں نے اس حدیث کی تصحیح بھی کی۔

(حضرت عمر فاروقؓ فرماتے تھے کہ آنحضرت جناب امیر سے کہتے تھے کہ تم اسلام لانے میں سب

مسلمانوں میں اول ہو اور مجھ پر ایمان لانے کی وجہ سے سب سے مقدم ہو اور تم سب سے زیادہ خدا کے عہد کو پورا کرنے والے ہو اور سب سے زاید رعیت پر مہربان ہو اور سب میں برابر تقسیم کرنے والے ہو اور خدا کے نزدیک سب سے بڑے مرتبہ والے ہو (مسند امام احمد ابن حنبل)

(۸) حضرت ابو سعید خدری و معاذ ابن جبل کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ اے علی تم میں سات خصلتیں ایسی ہیں کہ قیامت کے دن اُن میں کوئی تم سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تم خدا پر ایمان لانیوالوں میں سب سے اول ہو۔ اور خدا کے عہد کو پورا کرنیوالوں میں سب سے برتر ہو۔ اور رعایا پر مہربانی کرنے میں سب سے زاید مہربان ہو۔ اور برابر کی تقسیم کرنیوالوں میں سب سے اچھی تقسیم کرنیوالے ہو۔ اور قضایا کے فیصلہ کرنے میں سب سے زیادہ عالم ہو۔ اور قیامت کے روز خدا کے نزدیک سب سے زیادہ مرتبہ والے ہو۔

(فردوس الاخبار للدیلمی بروایت ابو سعید خدریؓ مستدرک حاکم بروایت معاذ ابن جبل)

(۹) حضرت عباس ابن عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں نے عمر ابن الخطاب کو لوگوں سے کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ علی کی غیبت کرنے سے باز ہو میں نے آنحضرت سے سنا کہ علی میں تین خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو میرے لئے وہ اُن سب چیزوں سے بہتر تھی کہ جس پر آفتاب کی روشنی پڑتی ہے میں معہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عبیدہ ابن الجراح اور چند اصحاب کے آنحضرت کی خدمت میں موجود تھا۔ آنحضرت نے جناب امیرؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے فرمایا اے علی تم اسلام لانے میں سب سے مقدم اور ایمان لانیوالوں میں سب سے اول ہو اور تمہارا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ ہارون کا مرتبہ موسیٰ کے یہاں تھا اے علی وہ بالکل جھوٹا ہے جسے یہ گمان ہو کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے او تم سے عداوت رکھے (طبری و کتاب الموافقہ لابن السمان و کفایۃ المہمۃ)

(۱۰) حضرت سعد ابن ابی وقاص و ابو سعید خدری و جابر ابن عبد اللہ و ام سلمہ و اسماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے اے علی تم سب مسلمانوں سے پہلے ایمان لائے (دیلمی و کفایۃ المہمۃ)

(۱۱) لیلیٰ غفاریہ کہتی ہیں کہ میں آنحضرت کے ساتھ غزوات میں زخمیوں کے علاج کرنے کے لئے جایا کرتی تھی۔ چنانچہ جنگ جمل میں بھی جناب امیر کے ساتھ گئی تھے جناب امیر جب اس جنگ سے فارغ

ہوئے تو میں رات کو زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئی ان سے کہا کہ اگر تمنے رسول اللہ کی زبان سے جناب امیر کے حق میں کچھ سنا ہو تو بیان کرو وہ کہنے لگیں کہ ایک روز میں آنحضرتؐ کی خدمت میں گئی دیکھا کہ آنحضرت اور حضرت عائشہ ایک بستر پر لیٹے ہیں اور دونوں پر ایک کھیس کی ایسی چادر پڑی ہو مجھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ آنحضرت فرمانے لگے کہ علی ایمان لانے میں سب سے اول اور قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے ملنے والے اور میری موت کے وقت سب سے آخر مجھ سے بات کرنیوالے ہیں (یواقیت لابی عمر زاہدی)

(۱۲) حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب امیر حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے ایمان لائے۔ ابو عمر کا قول ہو کہ اس حدیث کی سب سندیں صحیح ہیں کسی شخص کو اس حدیث کی روایت میں طعن کی گنجائش نہیں (استیعاب ابن عبدالبر)

(۱۳) امام ثعلبی اپنی تفسیر میں آیہ کریمہ والسابقون الاولون کے تحت میں لکھتے ہیں کہ درحقیقت تمام علماء کا اسپر اتفاق ہو کہ حضرت خدیجہ کے بعد مردوں میں سب سے اول آنحضرتؐ پر جناب امیرؑ ایمان لائے ہیں یہی قول حضرت ابن عباس اور سلمان فارسی اور ابوذر غفاری اور جابر ابن عبداللہ انصاری اور زید ابن ارقم اور خباب ابن الارت اور محمد ابن المنکدر اور ربیعۃ الرائی کا ہو (کفایۃ المہمہ)

(۱۴) حضرت عائشہ رضی سے مروی ہو کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ سابق الاسلام تین آدمی ہیں حضرت موسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے یوشع ابن نون اور حضرت عیسیٰ کی طرف صاحب الیاسین اور میری طرف علی ابن طالب ہیں (دیلمی)

(۱۵) حضرت ابن عباس آیہ کریمہ والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یوشع ابن نون نے حضرت موسیٰ کی طرف اور صاحب الیاسین نے حضرت عیسیٰ کی طرف اور علی ابن ابی طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کی ہو (طبرانی و ضحاک و ابن مردویہ)

(۱۶) حضرت ابن عباس آیہ کریمہ من یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئك

رفیقا (یعنی جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی وہ لوگ اُنکے ساتھ ہیں جن پر کہ خدا نے نعمت نازل
کی ہے یعنے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ اور یہ لوگ اُنکے اچھے رفیق ہونگے) کی تفسیر میں
روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم آپ کو جنت میں بھی
اُسی طرح دیکھ سکتے ہیں جسطرح کہ دنیا میں دیکھتے ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی ہر نبی کیلئے ایک رفیق
ہوتا ہے جو اُس نبی پر امت کے لوگوں میں سب سے پہلے اسلام لاتا ہے پھر آنحضرتؐ نے جناب امیر سے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے سوال کا جواب نازل فرمایا اور تجھ کو میرا رفیق بنایا ہے اسلئے کہ تو سب سے پہلے اسلام
لایا اور تو ہی صدیق اکبر ہے (تفسیر درمنثور)

(١٧) سعید ابن عمرو ابن سعید ابن العاص کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عیاش ابن ربیعہ سے پوچھا
کہ اے چچا کیا تم مجھے ابوبکر و علی کے حالات سے خبردار نہیں کر سکتے اسلئے کہ حضرت ابوبکر کہن سال تھے
اور آنحضرتؐ کے ساتھ اسلام میں سبقت بھی رکھتے تھے پھر ایسی کیا بات تھی کہ لوگ جناب امیر کیطرف
دوڑتے تھے اُنھوں نے جواب دیا کہ اے میرے بھتیجے جو تم دریافت کرنا چاہتے ہو اُسکا جواب یہ ہے کہ
علی علم و فضل میں بہت اعلیٰ تھے نسب میں آنحضرتؐ سے بہت قریب اور آنحضرتؐ کے داماد تھے اسلام
میں سابق قرآن کے عالم اور سنت میں فقیہ اور جنگ میں بہت بہادر اور سخاوت میں بہت ہی صاحب جود
تھے (امام ذہبی نے اس حدیث کی تخریج بھی کی)

(١٨) ابو ہارون عبدی کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدری کے پاس جا کر پوچھا کیا آپ جنگ بدر
میں حاضر تھے کہنے لگے ہاں میں نے اُن سے کہا کہ کیا آپ مجھے وہ باتیں بتا سکتے ہیں جو آپنے آنحضرتؐ
سے جناب امیر کے متعلق سنی ہوں جواب دیا ہاں میں تمھیں سناتا ہوں کہ جب آنحضرتؐ بیمار ہوکر بہت ضعیف
ہوگئے تو حضرت فاطمہ آپکی عیادت کیلئے تشریف لائیں میں حضرتؐ کے داہنی جانب بیٹھا ہوا تھا وہ آنحضرت
پر ضعف کا غلبہ دیکھ کر رونے لگے روتے روتے اُنکی ہچکی بندھ گئی اور آنسو رخسار مبارک پر بہنے لگے۔
آنحضرتؐ نے پوچھا کہ فاطمہ کیوں روتی ہو کہنے لگیں کہ آپکے بعد اپنی حالت سے ڈرتی ہوں آنحضرتؐ
فرمانے لگے اے فاطمہ اللہ تعالیٰ نے اہل ارض کو اچھی طرح سے دیکھ کر اُن میں سے تمھارے باپ کو منتخب کیا

پھر دوبارہ دیکھ کر تمہارے شوہر کو منتخب کیا پھر میرے پاس وحی بھیجی کہ میں نے تمہارا نکاح اُس سے کر کے اُسکو اپنا وصی بنایا کیا تم اس بات کو نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا خاص مہربانی کی ہے۔ تمہارا شوہر سب سے زیادہ علم والا سب سے زیادہ حلیم اور اسلام لانے میں سب سے مقدم ہے یہ سنکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خوش ہو کر مسکرائیں آنحضرت صلعم نے چاہا کہ ان کو اور زیادہ اس سے خوش کریں اور اس امر سے مطلع کریں کہ اللہ نے محمد و آل محمد کو کیا عطا فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے فاطمہ علی ؑ کے چھ مناقب ہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانا اور حکمت اور زوجہ اور دونوں بیٹے حسنؑ و حسینؑ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اے فاطمہ ہم اہلبیت کو چھ باتیں ایسی عطا ہوئیں کہ ہمارے علاوہ ہم سے پہلے نہ کسی کو ملیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو حاصل ہو سکتیں ہیں۔ ہم میں نبی تمام نبیوں سے بہتر ہے اور وہ تمہارا باپ ہے اور ہمارا وصی سب کے وصیوں سے افضل ہے اور وہ تمہارا شوہر ہے اور ہمارا شہید سب شہیدوں سے برتر ہے اور وہ حمزہ ابن عبد المطلب ہے جو تمہارے باپ کا چچا ہے اور اس امت کے سبطین تیرے دونوں بیٹے یعنی حسنؑ و حسینؑ ہیں اور ہمیں میں سے اس امت کا مہدی بھی ہے جسکی اقتدا میں حضرت عیسیٰ ؑ نماز پڑھینگے پھر آنحضرت صلعم نے حضرت امام حسینؑ کے دوش مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ مہدی اس سے ہوگا (دار قطنی)

(۱۹) حضرت ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلعم کی علالت کو طوالت ہوئی تو حضرت فاطمہ ؑ بغرض عیادت تشریف لائیں آنحضرت صلعم کے ضعف اور تکلیف کی شدت کو دیکھ کر رونے لگیں ایسا کہ رخسار مبارک پر قطرات اشک جاری ہو گئے یہ کیفیت دیکھ کر آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس کو نہیں جانتی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں کیا خاص مہربانی کی ہے تمہارا شوہر وہ شخص ہے جو اسلام لانے میں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حلیم ہے اللہ تعالیٰ اہل ارض کو اچھی طرح سے ملاحظہ فرما کر مجھے انتخاب کیا اور مجھے نبی مرسل بنا کر بھیجا پھر دوبارہ دیکھ کر تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے وحی بھیجی کہ میں تمہارا نکاح اُس سے کروں اور اُسکو اپنا وصی بناؤں (دار قطنی)

(۲۰) حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ بریدہ اُٹھو اور چلو تاکہ فاطمہ کی عیادت کریں بریدہ کہتے ہیں کہ جب ہم آنحضرت صلعم کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پہونچے تو وہ آنحضرت صلعم کو

دیکھ کر رونے لگیں آنحضرتؐ نے پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو عرض کیا کہ قلت طعام و کثرت غم و شدت بیماری کی وجہ سے آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم کیا جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ اس سے بہتر نہیں ہے جسکی کہ تم تمنا کرتی ہو تمہارا شوہر تمام امت سے بہتر اور اسلام لانے میں سب سے مقدم اور علم میں سب سے زیادہ اور حلم میں سب سے بزرگ ہے اور تمہارے دونوں لڑکے نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں (مناقب خوارزمی)

(۱۲) معقل ابن یسار کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے آنحضرتؐ کو وضو کرایا بعد وضو آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تمہارا ارادہ ہے کہ ہم فاطمہؑ کی عیادت کیلئے چلیں میں نے عرض کیا بہتر ہے آنحضرتؐ مجھ پر سہارا دیکر اُٹھے اور حضرت فاطمہؑ کے پاس گئے آنحضرتؐ نے پوچھا کہ اے فاطمہ یہ تمہاری کیا حالت ہے وہ کہنے لگیں کہ مجھ پر غم کا غلبہ ہے اور فاقوں نے مجھے ستایا ہے آنحضرتؐ نے ارشاد کیا کہ تم اس سے خوش نہیں ہو کہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص کیساتھ کر دیا ہے کہ جو میری امت میں اسلام لانے میں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حلیم ہے (مناقب احمد ابن حنبل)

محاکمہ متعلق بہ سابقیت

متعلق بہ سابقیت اسلام جناب امیرؑ ہم احادیث اوپر لکھ چکے ہیں نفس سابقیت میں شدید اختلاف ہے بعض حضرت ابوبکر صدیق کو بوجوہ ذیل سابق سمجھتے ہیں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے کسی پر اسلام پیش نہیں کیا مگر اس نے انکار کیا اور مجھ سے بحث کی سوائے ابن ابی قحافہ کے کہ وہ بغیر قیل و قال میرے کہنے سے اسلام لائے علامہ بیہقی اسکے ذیل میں لکھتے ہیں چونکہ ابوبکر قبل اسلام لانے کے آنحضرتؐ کی نبوت کو علامت و دلائل سے خوب غور کر کے آپکے برحق ہونے کی تصدیق دل سے کر چکے تھے۔ لہذا وقت دعوت اسلام اُن کو کسی قسم کا تردد باقی نہ تھا اُنھوں نے اسلام قبول کیا۔ میمون ابن مہران کا قول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سابق الاسلام ہیں اسلئے کہ جب بحیرا راہب سے ملے تب اسلام لائے اور آنحضرتؐ کا نکاح حضرت خدیجہ سے کرایا۔ زید ابن ثابت کہتے ہیں کہ سب سے اول آنحضرتؐ کے ساتھ ابوبکرؓ نے نماز پڑھی۔ امام ترمذیؒ و ابن حبان حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا کیا میں خلافت کا حقدار نہیں کیا میں اول اسلام لانے والا نہیں طبرانی اپنی کتاب معجم کبیر میں اور عبداللہ ابن احمد ابن حنبل

زوائد مسند میں شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ اسلام میں سابق کون ہے انھوں نے کہا ابوبکر پھر حسان ابن ثابت کے اشعار سنائے جسمیں انھوں نے اولیت اسلام ابی بکرؓ کو نظم کیا انھیں روایات سے حضرت ابوبکر کا سابق الاسلام ہونا ثابت کیا جاتا ہے قبل اسکے کہ اس بحث پر کچھ لکھا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ ان میں کون سی روایت واقعی نفس مبحث پر روشنی ڈالتی ہے اور کون سی نہیں پہلی روایت سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے بلا حجت وقیل وقال اسلام قبول فرمایا اولیت کے متعلق اس روایت سے بالکل پتہ نہیں چلتا بلا حجت اسلام قبول کرنا اور سابق الاسلام ہونا دونوں ایک چیز نہیں دوسری روایت پر اگر استدلال صحیح سمجھا جائے تو پھر اولاً تو ورقہ ابن نوفل سابق الاسلام ہوتے ہیں نہ کہ حضرت ابوبکر دوم یہ کہ اسوقت تک آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث برسالت نہیں ہوئے تھے اور نہ آپ نے خلق کے سامنے اسلام پیش کیا تھا اسلئے سابق الاسلام ہونیکی بحث میں اسپر استدلال صحیح نہیں تیسری روایت سے بھی سابق الاسلام ہونا ثابت نہیں ہوتا اب صرف دو آخری روایتیں ایسی رہتی ہیں کہ جن پر اس معاملہ میں استدلال ایک حد تک صحیح ہے چوتھی روایت خود حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ہے اور اسپر استدلال جائز ہے مگر قطعی فیصلہ محض اس روایت پر نہیں کیا جا سکتا اگر اور معتبر روایات اسکے خلاف نہ ملیں تو یہ روایت البتہ قابل استدلال بدرجہ قوی ہو سکتی ہے ورنہ اسپر صرف ضعیف استدلال ہو سکتا ہے پانچویں روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے مگر اس میں بھی یہ بات غور طلب ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اشعار حسان ابن ثابت کو ثبوت میں پیش کیا ہے خود اپنا علم بیان نہیں کیا جس سے یہ امر اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد انھیں اشعار پر مبنی تھا اسکی تائید حدیث نمبر ۱۸-۱۹ سے بھی ہوتی ہے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے سابق الاسلام ہونیکے متعلق ایک خود انکی روایت ہے اور ایک حضرت ابن عباس کی برخلاف جناب امیرؑ کے کہ انکا سابق الاسلام ہونا انکی روایت کے علاوہ متعدد روایات سے ثابت ہے اسی وجہ سے جناب امیرؑ کے سابق الاسلام ہونے پر اجماع ہوا ہے۔ مناقب مرتضوی مصنفہ شیخ محمد صالح کشفی سے معلوم ہوتا ہے کہ دربارۂ سابقیت اسلام حضرت ابوبکر حضرت عمر[1] عتبہ[2]۔ ابوسعید[3]۔ حسان[4] ابن ثابت سے منقول ہے

کہ ابوبکر سب سے اول اسلام لائے۔ اور حضرت ابوذر غفاری، سلمان فارسی، مقداد ابن الاسود، جناب
ابن الارت، جابر ابن عبداللہ، خزیمہ ابن ثابت، زید ابن ارقم، انس ابن مالک، حضرت عباس اور
خود جناب امیر سے روایات متعددہ ثابت ہیں کہ سابق الاسلام جناب امیر ہی ہیں۔ محمد ابن جریر طبری اپنی
تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ابو حازم و محمد ابن المنکدر و ربیعہ ابن عبدالرحمن اور کلبی کا قول ہے کہ علی سب سے
اول اسلام لائے۔ ابو اسحاق کا قول ہے کہ مردوں میں جو شخص کہ سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لایا اور جس نے
آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور جس نے پہلے آنحضرتؐ کے ارشادات کی تصدیق کی وہ علی ابن ابی طالب
ہیں۔ ابن اثیر اس بارہ میں ائمہ کبار کے خلاف ہیں وہ لکھتے ہیں کہ ظاہر حال شاید ہے کہ آنحضرتؐ کے
گھر والے سب سے پہلے لائے۔ حضرت خدیجہ، جناب امیر، زید ابن حارثہ اور انکی بی بی ام ایمن اور ورقہ ابن نوفل
یہ سابقین میں ہیں اپنے اس دعوے کی تائید میں ابن اثیر حضرت سعد ابن ابی وقاص کا یہ قول پیش
کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر سے قبل پانچ آدمی اسلام لا چکے تھے بلکہ اس سے زیادہ اسکے علاوہ وہ جو حدیثیں
در بارہ سابقیت اسلام حضرت ابی بکر روایت ہوئیں وہ اُن احادیث کے (جو در بارہ سابقیت اسلام
جناب امیر ہیں) معارض پڑتی ہیں خصوصاً حضرت ابن عباس والی روایت کے اس روایت کے متعلق سمجھ
لینا چاہئے کہ وہ از قبیل احاد ہے۔ امام فخر الدین رازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ وہ حدیث کہ جس سے
لوگ اس امر کا استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا اسلام جناب امیر کے اسلام سے اول ہے وہ حدیث احاد
میں سے ہے جناب امیر کے سابق الاسلام ہونے پر تقریباً اجماع ہو چکا ہے۔ علامہ ابن حجر ہیثمی مکی صواعق
محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس اور انس ابن مالک اور ایک گروہ صحابہ کا یہ قول ہے کہ جناب امیر سب سے
اول اسلام لائے اور بعض راویوں سے منقول ہے کہ اسی پر اجماع ہو چکا ہے۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب
میں لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی و ابوذر غفاری و مقداد ابن الاسود و عمار ابن یاسر و جابر ابن عبداللہ و
حذیفہ ابن الیمان و ابو سعید خدری و زید ابن ارقم سے روایت ہے کہ جناب امیر سب سے اول اسلام لائے۔
تابعین میں ابن شہاب زہری و قتادہ و ابن اسحاق کا بھی یہی قول ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے جناب
امیر اسلام لائے۔ حضرت امام ابی حنیفہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ سالم ابن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے امام

ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ کیا صحابہ کرام میں سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ اسلام لائے ہیں اُنھوں نے کہا نہیں
محمد ابن کعب قرظی سے کسی نے پوچھا کہ اول جناب امیرؑ اسلام لائے یا ابو بکر صدیقؓ اُنھوں نے جواب دیا
سبحان اللہ ان دونوں میں سے جناب امیرؑ پہلے اسلام لائے ہیں لیکن لوگوں کو شبہ ہو گیا اسلئے کہ جناب
امیرؑ نے ابو طالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کا اسلام فوراً ہی ظاہر ہو گیا۔
اس وجہ سے لوگوں نے شبہ میں پڑکر حضرت ابو بکرؓ کو سابق الاسلام مشہور کر دیا۔ یہ ضرور ہے کہ حضرت ابو بکرؓ
اسلام لانے کے بعد لوگوں کو اسلام کی ترغیب دیتے تھے چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی تحریک سے حضرت
عثمانؓ ابن عفان۔ زبیر ابن العوام۔ طلحہ ابن عبید اللہ۔ سعد ابن ابی وقاص۔ عبد الرحمن ابن عوف داخل
اسلام ہوئے جیسا کہ شرح مقاصد میں ہے کہ ان لوگوں کا اسلام لانا حضرت ابو بکرؓ کی تحریک سے تھا اسکی وجہ یہ
بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کبرائے قریش میں ایک ذی ثروت اور با اثر صاحب خصائل پسندیدہ شخص تھے
جنکے اثر سے یہ لوگ اسلام لائے تھے۔ برخلاف جناب امیرؑ کے کہ اُس زمانہ میں وہ نہ اکابر میں شمار ہوتے
تھے نہ ذی ثروت و با اثر مانے جاتے تھے جنکے کہنے کا کچھ اثر لیا جاتا۔ غربت کا یہ حال تھا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنکی پرورش و پرداخت اپنے ذمہ لی تھی۔ رسول اللہ کے سب سخت دشمن ہو رہے تھے
اُنکے کہنے کا اثر نہ ہوتا تھا جناب امیرؑ چونکہ زیر تربیت آنحضرتؐ تھے لہذا اُنکا کہنا کیا وقعت رکھتا ہوگا
ترغیب اور تحریک سے سبقت فی الاسلام حاصل نہیں ہوتی ہاں اگر اوپر لکھی ہوئی حدیثیں جن میں آنحضرتؐ کا
خود ارشاد متعلق بہ سبقت صاف اور صریح طور سے موجود ہے سب موضوع قرار دیدئے جائیں تو کوئی
بحث باقی نہیں رہتی۔ رہا یہ امر کہ جناب امیرؑ نے ابو طالب کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا اس
امر میں بھی لوگوں نے دھوکا کھایا اصل یہ ہے کہ جناب امیرؑ نے بخوف ابو طالب اسلام کو مخفی نہیں کیا تھا بلکہ
بحکم آنحضرتؐ مخفی کیا تھا چنانچہ علامہ ابن اثیر جزری اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے مبعوث برسالت
ہونیکے بعد جناب امیرؑ نے جب آنحضرتؐ اور حضرت خدیجہؑ کو نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھنے لگے کہ یہ آپ
کیا کر رہے تھے آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا کہ یہ خدا کا دین ہے جسکو اُسنے اپنی ذات کیلئے منتخب کر لیا ہے
اور نبیوں کو اسی کیلئے مبعوث فرمایا میں تمھیں خدا کے دین کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اُسکی عبادت

کرنے کیلئے کہتا ہوں لات اور عزیٰ سے روگردانی اختیار کرو جناب امیرؑ فرمانے لگے کہ ایسی بات میں نے آج کے سوا اور کبھی سنی نہیں میں اپنے فعل میں مختار نہیں جبتک ابوطالب سے پوچھ نہ لوں آنحضرتؐ کو یہ امر پسند ہوا کہ قبل حکم یہ ظاہر کیا جائے جناب امیرؑ کو ممانعت فرمائی کہ اگر تم ایمان نہیں لاتے ہو تو اس امر کو مخفی رکھو جناب امیرؑ نے اسی حال میں رات گذاری کہ اُنکے دل میں خدا نے اسلام کی محبت القا فرمائی دوسرے روز صبح کو آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ کل آپنے مجھ سے جو فرمایا تھا میں قبول کرتا ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پڑھو اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ یعنی اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اسکا شریک نہیں اور تمام بتوں لات اور عزیٰ سے بیزار ہو جاؤ جناب امیرؑ نے ایسا ہی کیا اور اسلام سے مشرف ہو گئے ان سب باتوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ سابقیت اسلام میں جناب امیرؑ ہی کو ہے

بحث متعلق بہ اظہار اسلام | علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ مجاہد کا قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق صحیح تر امر یہ ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے اظہار اسلام کیا ہے لیکن اکثر احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے اول اظہار اسلام بھی جناب امیرؑ ہی سے ہوا چنانچہ امام احمد ابن حنبل و امام نسائی و علامہ ابن جریر طبری عفیف کندی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مرتبہ مکہ معظمہ گیا اور حضرت عباس ابن عبد المطلب کے یہاں مقیم ہوا جب آفتاب بلند ہوا اور وسط آسمان سے ڈھلا اسوقت میں کعبہ کیطرف دیکھ رہا تھا اتنے میں ایک جوان آیا اسنے آگے بڑھ کر آسمان کی طرف دیکھا اور قبلہ کی جانب بڑھا اور اسکی طرف منہ کرکے کھڑا ہو گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکا آیا وہ اس جوان کے داہنے بازو پر کھڑا ہو گیا پھر ایک عورت آئی وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی پھر اس جوان نے رکوع کیا ساتھ ہی دونوں نے رکوع کیا پھر جوان نے سر اٹھایا ان دونوں نے بھی سر اٹھایا پھر اسنے سجدہ کیا ان دونوں نے بھی سجدہ کیا میں نے عباس سے کہا کہ یہ ایک نئی بات ہے وہ مجھ سے کہنے لگے کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں میں نے کہا نہیں کہنے لگے یہ محمدؐ ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب میرے بھتیجے ہیں اے عفیف تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لڑکا کون ہے میں نے کہا نہیں کہنے لگے کہ یہ بھی میرا بھتیجہ علی ابن ابی طالب ہے اور اس عورت کو

جانتے ہو کہ یہ کون ہے انھوں نے کہا نہیں حضرت عباسؓ کہنے لگے کہ یہ خدیجہ بنت خویلد میرے بھتیجے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بی بی ہے یہ جوان مجھ سے کہتا ہے کہ میرا پروردگار آسمان و زمین کا پروردگار ہے اسی نے مجھے یہ دین بتایا ہے ابھی ان تین آدمیوں کے سوا اور کوئی اس دین پر نہیں ہے علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں اسکے بعد اتنا اور روایت کیا ہے کہ عفیف کندی اسلام لانے کے بعد کہا کرتے تھے کاش میں ان تینوں کے ساتھ چوتھا ہوتا امام احمدؒ کی روایت میں اسقدر زائد ہے کہ عفیف کہا کرتے تھے کہ اگر اس روز اللہ تعالی مجھے ایمان نصیب کرتا تو میں جناب امیرؑ کے بعد دوسرے درجہ پر ہوتا حضرت عباسؓ کے اس قول سے کہ ما علی الارض کلھا احد علی ھذا الدین غیر ھؤلاء الثلثۃ یعنی روئے زمین پر ان تین شخصوں کے علاوہ اور کوئی دوسرا اس دین پر نہیں ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اسوقت تک ایمان نہیں لائے تھے اور جناب امیرؑ کا اسلام لانا حضرت عباسؓ اور عفیف کندی پر ظاہر ہو چکا تھا جملہ ھؤلاء الثلثۃ کے اور عفیف کندی کی اس قول سے کہ کاش اگر میں اسوقت اسلام لے آتا تو اسلام کا چوتھا رکن ہوتا یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسوقت تک حضرت ابو بکرؓ مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے ورنہ حضرت عباسؓ ھؤلاء الثلثۃ نہ کہتے اور عفیف بجائے کنت رابعًا کے کنت خامسًا کہتے اس واقعہ سے کسی طرح یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ یہ راز حضرت عباس کو معلوم ہوگیا ہوگا اور ابو طالب سے مخفی رہا ہوگا۔

عمر بوقت عرض اسلام | اس امر میں اختلاف ہے کہ جناب امیر کی عمر بوقت عرض اسلام کیا تھی، ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک آٹھ سال کی عمر تھی بعض کے نزدیک دس سال کی عمر تھی قول راجح دس سال ہے اسی کو زرقانی نے بھی لکھا ہے ابن ہشام کا بھی یہی قول ہے۔ ابو الفدا لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک نو برس کی عمر تھی اور بعض کے نزدیک گیارہ سال کی صواعق محرقہ میں ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ آٹھ سال سے کم تھے بعض کہتے ہیں کہ نو برس کی تھی شواہد النبوۃ میں پانچ قول ہیں۔ اٹھارہ[18] - پندرہ[15] دس[10] - نو[9] - سات[7]۔ ذخائر العقبیٰ میں ہے کہ جناب امیرؑ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے بروایت ابن اسحاق دس[10] سال کی عمر تھی بعضوں کے نزدیک تیرہ[13] یا چودہ[14] یا پندرہ[15] یا سولہ[16] سال کی عمر تھی صاحب استیعاب لکھتے ہیں

کہ اگرچہ بعض کے نزدیک اسلام لانے کے وقت جناب امیرؑ پندرہ یا سولہ سال کے تھے لیکن سب سے زیادہ معتبر اس بارہ میں عبداللہ ابن عمر کا قول ہے کہ اُس وقت جناب امیرؑ تیرہ سال کے تھے ابو عمر تابعی نے اسی کو معتبر مانا ہے۔ اسد الغابہ سے بروایت حضرت محمد ابن الحنفیہ جناب امیرؑ کی عمر وقت وفات ۶۵ سال کی معلوم ہوتی ہے حضرت معروف کرخی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے جناب امیرؑ کی عمر اتنی ہی روایت کی اور صاحب مطالب السئول نے اسکو صحیح مانا ہے۔ اس حساب سے جناب امیرؑ کی عمر بوقت اسلام ساڑھے بارہ سال کی ہوتی ہے کیونکہ آنحضرتؐ بلا اختلاف وحی کے بعد ۲۳ سال تک زندہ رہے اور آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد جناب امیرؑ ساڑھے انتیس سال زندہ رہے پینسٹھ سال سے ساڑھے باون سال نکال لینے کے بعد ساڑھے بارہ برس رہتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ قریب البلوغ اسلام لائے نہ کہ بچپن میں اور یہ بھی اُس وقت کہ جناب امیرؑ کی عمر بوقت انتقال پینسٹھ سال مانی جائے۔ عمر میں بھی اختلاف ہے صحیح قول یہ ہے کہ جناب امیرؑ کی عمر وقت وفات موافق عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترسٹھ سال کی تھی اس حساب سے دس سال عمر بوقت قبول اسلام ہوتی ہے نیز اس سے بھی کہ بالاتفاق یہ امر ثابت ہے کہ جناب امیرؑ بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے روایۃً و درایۃً دس سال کی عمر کا ہونا زائد راجح ہے۔

متعلق فضل اسلام | جناب امیرؑ کے سبقت اسلام کو تسلیم کر لینے کے بعد اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کا اسلام بمقابلہ مشائخ قریش افضل نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت آپ ہنوز بالغ نہیں ہوئے تھے۔ یہ اعتراض حقیقتاً خود اپنی کمزوری کی بیّن اور صریح دلیل ہے اگر بنظر غور دیکھا جائے تو قبول اسلام کا شرف بچہ بالغ بوڑھے سب کے لئے یکساں ہے یہ کہنا کہ چونکہ ایک شخص نے بچپن میں اسلام قبول کیا ہے اور دوسرے نے بڑھاپے یا جوانی میں اسلئے اس بوڑھے یا جوان کو اس بچے پر اسلام کی حیثیت سے فوقیت ہے غلط ہے اسلئے کہ قبول اسلام کا شرف دونوں کیلئے مساوی حیثیت رکھتا ہے اب رہا یہ امر کہ بچہ بوجہ اپنی کم سنی کے وہ باتیں انجام نہیں دے سکتا جو ایک جوان آدمی کے امکان اور طاقت میں ہیں اس سے قبول اسلام کے شرف میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی اسلام نے جو مساوات کا مسئلہ رکھا ہے وہ اسی اصول پر مبنی ہے اعمال بعد قبول اسلام مراتب ذاتی اور اجر لئے اعمال میں فرق پیدا کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں مگر یہ کہنا کہ ان اعمال کا اثر

قبول اسلام کے شرف میں کوئی امتیازی بات کرسکتا ہے صریح غلطی ہے اب ہمیں یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ بلوغ اور عدم بلوغ کا کوئی اثر قبول اسلام پر پڑتا ہے یا نہیں یعنی بالفاظ دیگر نابالغ کا اسلام قابل قبول ہے یا نہیں اسمیں شک نہیں کہ اگر نابالغ کا اسلام قابل قبول نہیں ہوسکتا تو پھر مشائخ قریش کا جناب امیرؑ سے فائق و برتر ہونا لازمی ولابدی ہے ہم اوپر دکھلا چکے ہیں کہ جناب امیرؑ کی عمر میں شدید اختلافات ہیں سب سے کم عمر جو روایات سے معلوم ہوتی ہے وہ نو برس ہے اگر بحث کیلئے یہ مان لیا جائے کہ آپکی عمر اسوقت ۹ برس کی تھی تو پھر ہمیں دیکھنا پڑے گا کہ نو برس کی عمر کے آدمی کا اسلام قابل قبول ہے یا نہیں احادیث احادیث معتبرہ سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ عبداللہ ابن زبیر و عبداللہ ابن جعفر و جعفر ابن زبیر سے سات برس کے سن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت اسلام لی حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ و عبداللہ ابن عباس کی بیعت بھی صغرسنی ہی میں قبل بلوغ ہوئی تھی جیسا کہ حافظ ابونعیم و ابن عساکر و طبرانی نے بروایت امام باقرؑ لکھا ہے اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نابالغ لڑکے کے قبول اسلام کو مقبول سمجھتے ہیں اسلئے اگر جناب امیرؑ نو برس کے سن میں ایمان لائے تو پھر کس دلیل پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا اسلام قابل قبول نہ تھا، اور کس بنا پر مشائخ قریش کے اسلام کو افضل کہا جاتا ہے۔ عرب کے نشو و نما کے لحاظ سے دس سال کی عمر حالت طفلی و صغرسنی میں شمار نہیں کیجا سکتی۔ عرب کا نشو و نما ہی جداگانہ ہوتا ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا دس سال کا لڑکا شرعاً مکلف سمجھا جاتا ہے جسکے لئے شرع میں حکم ہے کہ اسکو نماز سکھاؤ اگر نہ پڑھے تو مارو۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قحط میں جب آنحضرتؐ سے متعلق یہ بسر برد خاندان ابوطالبؑ حضرت عباسؓ سے گفتگو ہوئی دونوں ابوطالبؑ کے پاس گئے اور آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو اپنے ذمہ لیا اسوقت جناب امیرؑ کی عمر تقریباً پانچ سال کی تھی پانچ سال کی عمر سے وہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہے دس سال کی عمر میں آنحضرتؐ کی بعثت ہوئی جب پانچ سال قبل بعثت کے ساتھ رہنا ثابت ہوتا ہے تو ان پانچ سال کے حالات کا اظہار جناب امیرؑ نے اس شعر سے

غلاما ما بلغت آوان حلمی	سبقتکم الی الاسلام طراً

میں لوگوں میں اسوقت اسلام لایا جبکہ میری مسیں بھیگ رہی تھیں اور میں بالغ نہیں ہوا تھا

میں فرمایا ہوگا نہ کہ اسلام لانے کے وقت کا۔ بلحاظ عرب کی آب و ہوا کے دس سال کی عمر میں بالغ ہوجانا یا قریب بہ بلوغ ہونا بعید نہیں معلوم ہوتا اسلئے کہ بلوغ حقیقتاً کسی عمر پر موقوف نہیں قوت و حرارت طبعی پر لحاظ کیا جاتا ہے عرب کے لوگ عموماً محرور المزاج ہوتے ہیں کتب سیر سے ثابت ہے کہ حضرت عایشہ رضہ نو سال کی عمر میں بالغ ہوگئیں تھیں اسی عمر میں زفاف ہوا تھا جیسا کہ زرقانی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے یہ ضرور ہے کہ عورتوں اور مردوں کے مزاج میں فرق ہوتا ہے امام ابی حنیفہ نے جو مدت بلوغ مرد و عورت کی ہیجدہ سال مقرر کی ہے بنظر احتیاط انتہائے مدت رکھی ہے کہ اس عمر میں انسان ضرور بالغ ہوجاتا ہے شرح مسلم الثبوت سے معلوم ہوتا ہے کہ اقل مدت سات سال ہے اگر بلحاظ اختلاف روایت و بخیال قوت و نشو و نما و حرارت و شجاعت جناب امیر انکا اسلام بعمر دس سال موافق قول راجح بحالت بلوغ تسلیم کر لیا جائے تو اس سے کوئی حرج لازم نہیں آتا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ جناب امیرؑ اسلام لانیکے وقت بالغ نہیں تھے تو اسپر کوئی دلیل شرعی موجود نہیں کہ قبل از بلوغ ایک ہوشیار ہونہار ذکی الطبع لڑکے کا اسلام نہ قبول کیا جائے اسیوجہ سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک عاقل لڑکے کا اسلام اگرچہ وہ بالغ نہوا ہو مقبول ہے۔ شیخ قاسم قطلوبغا حنفی مسند ابی حنیفہ میں لکھتے ہیں کہ ہم سے اسمعیل ابن ادریس نے بیان کیا اور اُنھوں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے کہ مجھ سے حسن ابن زید ابن حسن ابن علی ابن ابیطالب بیان کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے جناب امیر کو اسلام کی دعوت دی وہ نو برس یا کچھ کم کے تھے اور اُنھوں نے بچپن میں بھی بتوں کی پرستش نہیں کی تھی اس روایت کے بعد شیخ قاسم ابن قطلوبغا لکھتے ہیں کہ اگر صغیر السن لڑکے کا اسلام مقبول نہوتا تو آنحضرتؐ جناب امیر کو کبھی اسلام کی دعوت نکرتے اسیطرح سے آنحضرتؐ نے صحابہ کے اکثر لڑکوں کو اسلام کیطرف مدعو کرکے انکا اسلام قبول فرمایا تھا اس سب کے علاوہ یہ امر بھی جناب امیرؑ کی فضیلت کا کافی ثبوت ہے کہ آپ ایسی عمر میں اسلام لائے کہ جس عمر میں لڑکوں کی طبیعت اکثر لہو و لعب کی طرف مائل ہوتی ہے توحید کے غوامض کا سمجھنا اور منشاء نبوت کے مطابق عمل کرنا اور معاد کی حقیقت تک پہونچنا اُنکے عقول سے باہر ہوتا ہے۔ بس ایسے سن و سال میں جناب امیرؑ کا اسلام لانا اس امر پر دال ہے کہ آپ عہد طفولیت ہی میں عقل خداداد کے وسیلہ سے ایسے امور کی تہ کو پہونچگئے تھے جنکے سمجھنے سے بڑے بڑے مشائخ قریش کی عقلیں دنگ تھیں،

وجہ لقب کرم اللہ وجہہ جناب امیرؑ نے کبھی بت پرستی نہیں کی اسی وجہ سے آپ کا لقب کرم اللہ وجہہ ہوا
حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ تینوں شخصوں نے کبھی کفر نہیں کیا مومن آل یاسین
و علی ابن ابی طالبؑ و آسیہ زوجہ فرعون (ابن عدی ابن عساکر در منثور سیوطی)

حسن مدائنی کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے بچپن سے بتوں کی پرستش نہیں کی اسی وجہ سے اُنکے نام
کیساتھ کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں یعنی خدا نے اُنکے منہ کو بزرگ کیا تھا کہ وہ بتوں کے سامنے نہیں جھکے
یہ لقب آپکے سوا اور کسی صحابی کے حق میں استعمال نہیں کیا جاسکتا (طبقات ابن سعد استیعاب ابن عبدالبر و مسند
ابی حنیفہ ابن قطلوبغا و نزل الابرار علامہ بدخشی)

حسن ابن زید سے مروی ہے کہ جناب امیرؑ نے صغر سنی میں بت پرستی نہیں کی اسی وجہ سے اُنکے
حق میں کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے یعنی اللہ نے اُن کی ذات کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھا
(صواعق محرقہ)

جناب امیرؑ کا بچپن میں یہ طریقہ تھا کہ جب ابو طالبؑ اُنکو لات (بت) پر دودھ چڑھانے کو دیتے تو
یہ خود اُسکو پی جاتے تھے اور لات پر پیشاب کر دیتے تھے (مستطرف)

ابتدائی نمازوں میں شرکت جناب امیرؑ قبول اسلام کے بعد پہاڑوں میں آنحضرتؐ کے ساتھ مخفی طور سے نماز
پڑھا کرتے تھے ایک مرتبہ ابو طالب کو بھی اسکی خبر ہوگئی اس موقعہ پر جو سوال و جواب چچا بھتیجے اور باپ بیٹے
میں ہوئے وہ آپکے ثابت قدمی کا ایک عمدہ نمونہ ہے لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو آنحضرتؐ مکہ کے
غاروں میں جاتے اور جناب امیرؑ اپنے باپ چچاؤں اور قوم سے چھپکر اُنکے پاس پہونچ جاتے اور دونوں
ملکر وہاں نمازیں پڑھتے جب شام ہوتی تو واپس آجاتے کچھ دنوں تک اسی طرح پر کرتے رہے آخر ایک دن
ابو طالب اس حال میں اُنکے پاس جا پہونچے اور آنحضرتؐ سے پوچھا کہ تم نے یہ کونسا دین اختیار کیا ہے۔
آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ دین خدا کا اور اُسکے ملائکہ اور پیغمبروں اور ہمارے باپ ابراہیم کا ہے مجھ کو خدا نے اسلئے
بھیجا ہے کہ میں اُسکے بندوں کو ہدایت کروں اور میری رائے میں آپ سب کو اول دین حق قبول کرنا اور اُسکی
اشاعت میں میری مدد کرنا اپنا فرض اولین سمجھنا چاہئے ابو طالب نے کہا کہ میں اپنے باپ دادا کا مذہب

نہیں چھوڑ سکتا لیکن اس سے خاطر جمع رکھو کہ جبتک زندہ ہوں تم کو کوئی نقصان نہ پہونچنے دونگا پھر جناب امیر سے پوچھا کہ تم نے کیا یہ دین اختیار کیا ہو انھوں نے کہا ہاں میں آنحضرتؐ پر ایمان لے آیا ہوں اور انکی نبوت کو میں نے سچ مان لیا ہو اُنکے ساتھ نماز پڑھتا ہوں اور اُنکے دین کا پیرو ہوں ابوطالب کہنے لگے کچھ مضائقہ نہیں تم اُن کی پیروی کرو یہ تمکو بھلائی کے سوا برائی کی طرف نہیں بلائیں گے (سیرت ابن ہشام وکتاب الموافقہ لابن السمان)

منقول ہو کہ آنحضرتؐ جب خفیہ طریق پر نماز ادا کیا کرتے تھے اُس زمانہ میں جب نماز کا وقت آجاتا تو آنحضرتؐ جناب امیر کو ساتھ لیکر آبادی سے نکلجاتے اور کسی محفوظ مقام میں جہاں لوگوں کی آمد ورفت نہو تی خود اور جناب امیرؑ نماز پڑھتے۔ ایک روایت میں ہو کہ جب آنحضرتؐ نماز پڑھتے تو جناب امیر اِدھر اُدھر دیکھا کرتے کہ کہیں کوئی دشمن تو نہیں ہو جو غافل پاکر آنحضرتؐ کو صدمہ پہونچائے ایک روز ابوطالب جناب امیر کی تلاش میں تھے انکی بیوی فاطمہ بنت اسد کہنے لگیں کہ علی ہر وقت مثل سایہ کے آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے ہیں مجھکو اندیشہ ہو کہ انکی صحبت میں رہکر کہیں اپنا دین آبائی ترک کر کے نئے مذہب کو نہ اختیار کرلیں اور مفت میں ہاتھ سے جائیں پھر کچھ بنائے نہ بن پڑے گی ابوطالب نے یہ سنکر انکو تسلی دی اور کہا کہ میرا لڑکا بغیر مجھسے صلاح ومشورہ کے کوئی کام نہیں کرتا وہ بہت نیک اور مطیع ہو تم اطمینان رکھو ایسا نہوگا (مدارج النبوۃ وازالۃ الخفا)

مروی ہو کہ ایک روز ابوطالب حضرت جعفر طیار کے ہمراہ کسی ضرورت سے مکہ معظمہ کے باہر پہاڑیوں پر ہوکر گذرے ایک جگہ دیکھا کہ آنحضرتؐ اور جناب امیرؑ نماز پڑھ رہے ہیں جناب امیرؑ آنحضرتؐ کے بازو سے لگے ہوئے کھڑے ہیں ابوطالب نے حضرت جعفر سے کہا کہ تم بھی اپنے چچازاد بھائی کے دوسرے بازو سے ملکر کھڑے ہو جاؤ چنانچہ حضرت جعفر موافق اشارہ ابوطالب آنحضرتؐ کے دوسرے پہلو سے ملکر کھڑے ہوگئے اور نماز میں شریک ہوئے ابوطالب اِن دونوں کو چھوڑکر جب مکان واپس آئے تو فاطمہ بنت اسد نے جناب امیرؑ کے متعلق پوچھا کچھ پتہ چلا ابوطالب نے پوچھا کیوں انھوں نے کہا کہ خادمہ نے مجھسے آکر بیان کیا کہ وہ آنحضرتؐ کے ساتھ جاتا ہو اور مکہ کے جنگلوں وگھاٹیوں میں چھپکر نماز پڑھتا ہو تمکو کیا یہ امر پسند ہو کہ تمھارا لڑکا

عاصی اور نافرمان اور بیدین ہو جائے۔ ابو طالب کہنے لگے چپ ہو تمام عالم میں محمدؐ کا ایسا کوئی نہیں، علی اگر انکی متابعت کرے تو کیا قصور ہے میر افضل اجازت نہیں دیتا اور نہ دین آبائی کے ترک راضی ہے ورنہ میں بھی انکا پیرو ہو جاتا اور انکا دین قبول کر لیتا ابو طالب کی گفتگو شدہ شدہ قریش کے کانوں تک پہنچی انکو سخت ناگوار ہوا وہ ابو طالب سے خائف رہنے لگے (معارج النبوۃ)

مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ اور جناب امیرؑ حسب معمول مصروف عبادت تھے کہ اتفاق سے ابو طالب آ گئے انھوں نے ان دونوں کو مصروف عبادت دیکھا پوچھنے لگے کیا کرتے ہو آنحضرتؐ نے جب انھیں کلمۂ حق کی دعوت دی تو کہنے لگے کوئی حرج نہیں لیکن مجھ سے نہیں ہو سکتا حبہ عرنی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ منبر پر تھے عین حالت خطبہ میں اسقدر ہنسے کہ دندان مبارک کھلگئے نواجذ (کچلیاں) دکھائی دینے لگیں میں نے اس سے قبل اسطرح پر آپ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا تھا فرمانے لگے کہ اس وقت مجھ کو میرے والد کا قول یاد آ گیا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ بطن نخلہ میں نماز پڑھ رہا تھا یکایک ابو طالب ادھر سے گذرے اور آنحضرتؐ سے پوچھنے لگے کہ تم دونوں یہ کیا کر رہے تھے آنحضرتؐ نے اسکے جواب میں ان کو اسلام کی دعوت دی اور نماز وغیرہ نیز اور ارکان اسلام کی ہدایت کی ابو طالب کہنے لگے کہ تم دونوں جو کام کرتے ہو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں لیکن واللہ میرے سرین تو اسطرح اوپر کو نہ اٹھینگے۔ حبہ عرنی کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ کو ہنسی اسی بات کے یاد آنے پر آئی تھی پھر آپ نے فرمانے لگے کہ خداوندا میں نہیں جانتا کہ میرے اور تیرے رسول کے سوا مجھ سے پہلے اس امت میں کسی نے تیری عبادت کی ہو اس کلمہ کو تین بار ارشاد فرمایا اسکے بعد فرمایا قبل اسکے کہ اور لوگ نمازیں پڑھیں میں نے سات سال تک نمازیں پڑھیں (مسند امام احمد ابن حنبل و ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفا)

عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ میں نے اول بات آنحضرتؐ سے یہ سیکھی کہ ایک مرتبہ میں ایک کام کیلئے اپنے چچاؤں کے ساتھ مکہ گیا وہاں عباس ابن عبد المطلب سے ملاقات کی اسوقت وہ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے ہم بھی انکے پاس جا کر بیٹھ گئے اتنے میں باب صفا سے ایک سرخ و سفید رنگ کا آدمی آیا جسکے رخسار سرخ اور گھونگھر والے بال کانوں کی نصف لو تک تھے ناک نہایت اونچی تھی اور دانت

بہت سفید تھے آنکھیں بڑی بڑی نہایت سیاہ تھیں اور ڈاڑھی بہت گھنی تھی غرضکہ اس میں تمام اسباب خوبصورتی کامل طور پر جمع تھے اُنکے ساتھ ایک لڑکا اور ایک بیوی تھیں جو اپنا منہ چھپائے ہوئے تھیں اس جوان نے بڑھ کر حجر اسود کا بوسہ لیا اور لڑکا اور بیوی نے بھی اُسکو چُوما پھر وہ جوان سات مرتبہ بیت اللہ کے گرد پھرا اور اُنکے ساتھ وہ لڑکا اور بیوی بھی گرد پھریں۔ میں نے حضرت عباس سے کہا اے ابو الفضل میں نے تو ایسا طریقہ کبھی نہیں دیکھا شاید کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہو وہ کہنے لگے کہ یہ میرے بھتیجے محمدؐ ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہیں۔ اور یہ لڑکا علی بن ابی طالب ہو اور یہ عورت، خدیجہ بنت خویلد اس جوان کی بیوی ہو واللہ ان تین شخصوں کے سوا اور کوئی دوسرا روئے زمین پر ایسے دین کا نہیں ہو (مناقب امام احمد ابن حنبل و معجم کبیر طبرانی مسند عبداللہ ابن مسعود و کنز العمال)

احادیث متعلق باولیت نماز (۱) حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ میں چار باتیں ایسی تھیں جو آپکے سوا کسی میں نہ تھیں آپ عربی و عجمی سے پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے تمام لڑائیوں میں جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہوئیں آنحضرت کا علم آپکے ہاتھ میں رہا اور آپنے سختی کے دن آنحضرتؐ کیساتھ اپنی جان سے صبر کیا (اس سے اشارہ غالبًا واقعۂ شب ہجرت کیطرف ہے جسکا بیان آیندہ آئیگا) اور آپنے آنحضرتؐ کو غسل دیا اور قبر میں اُتارا (ترمذی شریف)

(۲) حضرت انس کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ دوشنبہ کیدن مبعوث ہوئے اور منگل کے دن آپنے آنحضرتؐ کیساتھ نماز پڑھی (مصابیح السنہ بغوی) (تاریخ الخطیب)

(۳) ابو رافع کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ خدیجہؓ نے دوشنبہ کے روز نماز پڑھی اور علیؑ نے منگل کے روز قبل اسکے کہ لوگوں میں سے کوئی شخص ہمارے ساتھ شرکت کرتا (مناقب امام احمد)

(۴) ابو رافع سے مروی ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ دوشنبہ کیدن صبح کو مجھے نبوّت عطا ہوئی اور خدیجہ نے اُسی روز آخر حصّہ دن میں نماز پڑھی اور علی نے منگل کے دن نماز پڑھی اور علیؑ سات سال چند ماہ تک قبل اسکے کہ کوئی ہمارے ساتھ پڑھتا پوشیدہ نماز پڑھتے رہے (معجم کبیر طبرانی)

(۵) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھ کو دوشنبہ کیدن نبوّت ملی اور علیؑ نے منگل کے روز

سے ہمارے ساتھ نماز پڑھی (طبرانی)

(۶) حضرت ابن عباسؓ و حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے سات برس مجھ پر اور علیؑ پر ملائکہ درود پڑھتے رہے اسلیئے کہ علیؑ میرے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے اور ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تھا (مسند الفردوس دیلمی)

(۷) زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کیساتھ سب سے پہلے جناب امیرؑ نے نماز پڑھی (نسائی بحذف)

(۸) عباد ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب امیرؑ کو فرماتے سنا کہ میں خدا کا بندہ اور اسکے رسول کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں میرے سوا جو کوئی اس کا دعوےٰ کرے وہ جھوٹا ہے میں نے سب سے سات برس پہلے نماز پڑھی (مناقب امام احمد و خصائص نسائی و مستدرک حاکم و مصنف ابن ابی شیبہ و ابن ابی عاصم و عقیلی)

(۹) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ مجھ پر اور علیؑ پر سات برس فرشتہ درود بھیجتے رہے ہیں اسوجہ سے کہ بجز میرے اور علیؑ کے آسمان کیطرف کسی کے لا الہ الا اللہ پر شہادت دینے کی آواز بلند نہیں ہوتی تھی (مناقب خوارزمی)

(۱۰) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں نے خدا کی عبادت سات برس قبل کی جب کوئی عبادت نہیں کرتا تھا (ریاض النضرہ)

(۱۱) حبہ عرنی کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیرؑ کو فرماتے سُنا ہے کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جو اسلام لایا اور جس نے پہلے آنحضرتؐ کیساتھ نماز پڑھی (مسند امام احمد و نسائی)

(۱۲) مجاہد ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ (یعنی نماز قایم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع کرو) خاصکر آنحضرتؐ و جناب امیرؑ کے شان میں نازل ہوئی کیونکہ انھیں دونوں حضرات نے پہلے نماز پڑھی اور رکوع کیا (طبرانی و مناقب فقیہ ابن المغازلی و حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جناب امیرؑ ہی نے آنحضرتؐ کیساتھ نماز پڑھی اور آپ ہی ارشاد اوّل من صلّٰی کے پورے پورے مصداق ہوئے۔

مکہ کی زندگی وبیان اشاعت حالات نبوّت

اسلام قبول کرنے کے بعد جناب امیرؑ کی زندگی کے تیرہ سال مکہ معظمہ میں بسر ہوئے۔ آپ رات و دن آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے کوئی مشورہ کی مجلس تعلیم وارشاد کا مجمع کفار و مشرکین سے بحث اور معبود حقیقی کی عبادت و پرستش ایسی نہوتی تھی جس میں آپ شریک نہ رہتے ہوں۔ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے سرزمین مکہ میں مسلمانوں کیلئے خدا کا نام لینا اور اسکی پرستش وعبادت کرنا تقریباً ناممکن تھا آنحضرتؐ چھپ چھپ کر خدا کی عبادت کیا کرتے آپ بھی غیر معمولی مخلصانہ عبادتوں میں شریک ہوتے۔ ایام حج میں چونکہ مکہ کی سرزمین قبائل عرب کا مرجع ہوتی تھی اسلئے آنحضرت حضرت ابوبکرؓ کو جو اعیان و اشراف قریش میں ایک باا ثر شخص تھے ہمراہ لیکر عام مجمعوں میں تشریف لیجاتے اور تبلیغ اسلام کا فرض ادا کرتے تھے اُسوقت جناب امیر اگرچہ بوجہ اپنی طفولیت کے کوئی اہم خدمت انجام دینے کے قابل نہ تھے تاہم ساتھ ہوتے اکثر آنحضرتؐ کیساتھ خانہ کعبہ تشریف لیجاتے اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر عیب دار کر دیتے تھے (مسند امام احمد ابن حنبل و کنز العمال)

انتظام دعوت وعطائے خلعت وصایت ونیابت ووراثت

منصب نبوت عطا ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے تین سال علانیہ دعوت اسلام نہیں فرمائی خفیہ طور پر خاص خاص لوگوں کو اسکی ترغیب و دعوت دیتے رہے چوتھے سال حکم ہوا کہ اسلام کا اعلان عام کرو اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں سے ابتدا کرو چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی وانذر عشیرتك الاقربین یعنی اپنے قریبی اعزہ کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ آنحضرتؐ نے اس حکم کے موافق کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کے سامنے دعوت اسلام کی صدا بلند کی لیکن مدت کا زنگ ایک دن کے صیقل سے دور نہو سکتا تھا ابولہب نے کہا تبالك اسی لیئے تم نے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا۔ اسکے بعد ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے پھر اپنے خاندان میں تبلیغ اسلام کی کوشش کی اور اپنے خاندان والوں کو کھانے کی ایک دعوت دی اور اس تقریب سے سب کو جمع کیا اور جناب امیرؑ کو انتظام دعوت پر مامور کیا آپ کی عمر اُس وقت چودہ یا پندرہ سال کی تھی آپ نے نہایت عمدہ انتظام کیا دعوت میں تمام خاندان شریک تھا جسکی تعداد چالیس تھی حضرت حمزہ و حضرت عباس و ابوطالب ابولہب بھی شریک تھے جب لوگ کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرتؐ نے اُٹھ کر فرمایا اے بنی عبدالمطلب خدا

کی قسم تمہارے سامنے میں دنیا و آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ میرا معاون و مددگار رہو سب لوگ چپ رہے لیکن جناب امیر نے اُٹھ کر کہا اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے اور میری ٹانگیں پتلی ہیں تاہم میں آپ کا مددگار اور دست بازو بنوں گا۔ آنحضرت نے اُن سے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ اور یہ کہہ کر پھر لوگوں کی طرف تخاطب کیا لیکن کسی نے کچھ جواب نہ دیا جناب امیر ہی پھر اُٹھے آنحضرت نے اس مرتبہ پھر انکو بٹھا دیا یہاں تک کہ جب تیسری دفعہ بھی اس بارگراں کا اُٹھانا کسی نے قبول نکیا اور حسب معمول اس مرتبہ بھی جناب امیر ہی نے جانبازی کے لہجہ میں اُنھی الفاظ کا اعادہ کیا تو ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور میرا **وارث** ہے (تاریخ طبری و مسند امام احمد ابن حنبل)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ بعد فراغت طعام آنحضرت نے اپنی رسالت کا ذکر چھیڑا اور حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے کہ اے اولاد عبد المطلب میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز لایا ہوں جس میں بلاشبہ دنیا و آخرت کی بہتری ہے اور مجھ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تمکو اُسکی اطاعت کیطرف بلاؤں لہذا تم میں ایسا کون ہے جو اس امر عظیم میں میرا ہاتھ بٹائے اور میرا بھائی اور **وصی** اور **خلیفہ** بنے حاضرین میں سے کسی نے کچھ جواب نہ دیا لیکن آپ سے اس حقارت آمیز سکوت کی برداشت نہو سکی آپ کھڑے ہوگئے اور نہایت ہی ہمت و جرأت سے کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اگرچہ اس مجمع میں میں سب سے کم عمر ہوں مگر میں آپکا **وزیر** ہوں یعنی اس مشکل کام کے بجالانے کو تیار ہوں آنحضرت نے تین مرتبہ تقریر فرمائی اور تینوں مرتبہ جناب امیر نے یہی جواب دیا آنحضرت نے یہ جواب سنکر نہایت شفقت سے جناب امیر کی گردن پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ بیشک یہ تم میں میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا نائب ہے پس تم لوگ اسکی بات سنو اور جو حکم دے اسکی اطاعت کرو لوگ اس تقریر کے سنتے ہی قہقہہ لگا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب سے کہنے لگے کہ تمکو علی کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم ہوا ہے۔ یہ واقعہ جسطرح کہ معالم التنزیل میں لکھا ہے امام نسائی محدث و علامہ ابن اثیر و ابوالفدا وغیرہ مورخین کے نزدیک بھی مسلم و متحقق ہے خصائص امام نسائی میں خود جناب امیر سے مروی ہے کہ لوگوں نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ آپ اپنے چچازاد بھائی کے وارث ہوئے باپ دریچا

کے وارث نہیں ہوئے تب آپ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے اولاد عبدالمطلب کی دعوت کی اور تھوڑا سا کھانا پکوایا اس کھانے میں اللہ نے ایسی برکت دی کہ سب نے آسودہ ہوکر کھایا اور کھانا پھر بھی بچ رہا۔ اُسکے بعد ایک چھوٹے پیالہ میں پانی آیا اور سب کو سیراب کر چکنے کے بعد بچ رہا پھر آنحضرتؐ نے سب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے بنی عبدالمطلب میں عموماً سب پر اور خصوصاً تم پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں تم نے اور لوگوں کا حال دیکھ لیا اب تم میں سے کون میری بیعت کر کے میرا وارث میرا دوست اور میرا جانشین ہونا چاہتا ہے اُس مجمع سے کوئی نہ بولا میں سب سے چھوٹا تھا اُٹھ کھڑا ہوا آنحضرتؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور تین مرتبہ یہ کلمات فرمائے ہیں ہر مرتبہ کھڑا ہوا اور ہر مرتبہ آنحضرتؐ نے مجھ کو بٹھا دیا تیسری مرتبہ آنحضرتؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اِسلئے میں آنحضرتؐ کا وارث ہوں۔

شفقت و عنایت آنحضرتؐ جناب امیرؑ زمانۂ طفولیت ہی سے آنحضرتؐ کی خدمت میں اسطرح سے رہے اور ایسا اپنے آپ کو ہمہ تن آنحضرتؐ کے مرضیات کا تابع کر دیا کہ والدین سے برائے نام ہی تعلق رکھا جو کچھ تعلق یا واسطہ رکھتے وہ آنحضرتؐ ہی سے رکھتے آنحضرتؐ کی توجہ مُبارک آپ پر جیسی کچھ تھی اور جس طرح سے واقعات و معاملات میں آپ آنحضرتؐ کیساتھ رہتے اور اُسکی وجہ سے جو ترقی توجہ و عنایت میں یوماً فیوماً ہوتی رہتی وہ آیندہ کے واقعات سے ظاہر ہوگی آنحضرتؐ آپ کو اسقدر چاہتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ کو کہیں بھیجا تھا تو یہ دعا مانگی تھی کہ اللّٰھم لا تمتنی حتیٰ تریني عليًا یعنی اے اللہ مجھے موت نہ دے جبتک کہ علیؑ کو صحیح و سالم دکھا نہ دے۔ توجہ و خیال کی یہ کیفیت تھی کہ آنحضرتؐ جب کبھی حالت غضب میں ہوتے تھے اُسوقت کسی کی جرأت بات کرنے کی نہوتی تھی البتہ جناب امیرؑ اُسوقت بھی بات کرتے اور کاروبار خانگی میں شریک رہتے تھے۔ آنحضرتؐ کی شفقت و محبت کا اظہار اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ جبتک آپ کو دیکھ نہ لیتے پریشان رہتے اور جب آپ کو آتے ہوئے دیکھتے تو بوجہ کمال مسرت کھلجاتے۔ تربیت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے خدمت اور اطاعت اُسپر اور چار چاند لگا دیتی ہے اسی بناپر آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ علیٌ منّی و انا منہ یعنی علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں۔ مولانائے رومی نے خوب کہا ہے ؎

اے وصی مصطفےٰ مولا ولی	اے شہ مردان و سرداران علی
لافتا الا علی المرتضیٰ	انت منی و انا منک ای فتیٰ
لایق ایں سرتوئی اے ہوشیار	یار خاصی سر قدسی گوش دار
تواز آن ماو ما ھم زان تو	کرم اللہ وجہہ درشان تو

سچ تو یہ ہے کہ بقول شاعر ہ

جو کچھ ملا ہمیں قسمت سے انتخاب ملا	نبی جہان میں احمد سا اور علی سا امام

عام حالات زمانۂ قیام مکہ

سنہ ۵ نبوت میں جب آنحضرتؐ نے دعوت اسلام عام طور پر شروع کردی اور کفار کے مذہب اور اُنکے بتوں کو برا کہنا شروع کیا تو کفار آپکے اور آپکے رفقا کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح کی ایذا رسانی کے درپے ہوئے۔ آنحضرتؐ نے ان حالات کو دیکھ کر رفقا سے ارشاد فرمایا کہ ملک حبشہ کو ہجرت کر جاؤ اور جبتک کوئی صورت امن و آسایش کی نہ پیدا ہو تب تک وہیں رہو۔ ۸۰ مرد اور گیارہ عورتوں نے ہجرت کی مگر جناب امیر اس زمانہ میں بھی آنحضرتؐ کیساتھ ہی رہے۔ اُنھوں نے ہجرت نہیں کی۔

سنہ ۶ نبوت میں حضرت حمزہؓ و حضرت عمر فاروقؓ ایمان لائے جب سے علانیہ عبادت شروع ہوئی آنحضرتؐ نے حضرت حمزہؓ و جناب امیرؑ و حضرت ابو بکرؓ وغیرہ کو ساتھ لیکر کعبہ میں جاکر کچھ مقابلہ کے بعد نماز ادا فرمائی اُسوقت تک کفار چنداں متعرض نہوتے تھے ہجرت حبشہ و اسلام حضرت حمزہؓ و حضرت عمرؓ سے انکے آگ لگ گئی ابتدا میں ابو طالب کی حمایت کی وجہ سے دبے رہتے تھے اس حالت میں اُنھوں نے ابو طالب کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔

سنہ ۷ میں ابو طالب اور آنحضرتؐ کو اور جملہ بنی ہاشم کو محصور کر لیا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں تین سال محصور رکھا۔

سنہ ۱۰ میں بڑی لڑائیوں کی وجہ سے بالآخر قریش کے منصوبے سب درہم برہم ہوگئے اور بنی ہاشم کی جان بچی اس محاصرہ کے زمانہ میں بھی جناب امیرؑ برابر ساتھ رہے۔

سنہ ۱۰ میں ابوطالب و حضرت خدیجہؓ نے انتقال کیا آنحضرتؐ ان دونوں کے انتقال سے بہت مغموم ہوئے اس سال کا نام آپ نے عام الحزن رکھا جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد نے انتقال کیا تو میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے چچا نے انتقال کیا یہ سنکر آپ رونے لگے اور مجھ کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور ان کو غسل دو اور کفن پہنا کر دفن کر دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ تو مشرک مرے ہیں انکی تجہیز و تکفین میں میں کیسے شریک ہوں ارشاد ہوا جاؤ اور دفن کر آؤ خدا اُن کی مغفرت کریگا میں نے حسب ارشاد انکی تجہیز و تکفین و تدفین کی بعد فراغت جب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضرتؐ نے مجھے بہت تسلی دی اور میرے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ تم بھی غسل کر لو آنحضرتؐ کے فرمانے سے میں نے بھی غسل کر لیا۔ راوی کا قول ہے کہ جناب امیرؑ جب کسی مردے کو نہلاتے تو خود بھی غسل کر لیتے ابوطالب کے وفات کے بعد کفار قریش کی زیادتیاں جب حد سے بڑھ گئیں تب آنحضرتؐ نے چاہا کہ طائف جا کر لوگوں کو دعوت دیں چنانچہ اس ارادہ سے سفر بھی کیا جب اس سفر میں کامیابی نہ ہوئی اور مزید تکالیف کا سامنا ہوا تو آپ مکہ واپس آ گئے اور کچھ مدت تک گوشہ نشین رہے اس عرصہ میں حج کے موقعہ پر جب غیر ملکوں کے لوگ آکر جمع ہوتے تو آپ ان کو دین اسلام کی تلقین فرماتے۔

سنہ ۱۱ میں مدینہ کے چھ آدمی آنحضرتؐ کے حضور میں اسلام لائے یہ انصار سے تھے۔

سنہ ۱۲ میں بارہ آدمیوں نے آکر اسلام قبول کیا یہ بھی بنی اوس و خزرج سے تھے۔

سنہ ۱۳ میں ایک دم سے ۷۳ مرد اور دو عورتوں نے اسلام قبول کیا اور آنحضرتؐ سے مدینہ شریف تشریف لیجانے کی خواہش کی اسی سنہ میں اولاً تمام صحابہ نوبت بہ نوبت مدینہ روانہ ہونا شروع ہو گئے جو لوگ کہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے وہ بھی اس خبر کو سنکر مدینہ کی جانب عازم ہوئے صحابہ کی ہجرت کے بعد آنحضرتؐ مکہ معظمہ میں ہجرت کی اجازت کے انتظار میں ٹھہرے رہے اُس وقت مکہ میں جناب امیرؑ و حضرت ابوبکرؓ کے سوا اور کوئی صحابی باقی نہ تھا (سیرت ابن ہشام و تاریخ الخمیس و ازالۃ الخفا و مسند امام احمد ابن حنبلؒ)

حالات زمان ہجرت صحابہ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرتے دیکھ کر قریش کو اندیشہ ہوا کہ ابتک مکہ کے لوگ

تنہا تھے اب اہل مدینہ بھی ان میں شامل ہو نگے ممکن ہے کہ یہ سب ملکر ہم پر حملہ کر دیں اور اپنی سابقہ تکالیف
کا بدلہ لیں اسلئے اکابر قریش نے مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ چند جری و بہادر لوگ مختلف خاندانوں
کے منتخب کر کے آنحضرتؐ کے قتل پر متعین کئے جائیں تاکہ سب ایکبارگی حملہ کر کے اُن کو قتل کر ڈالیں اگر
ایک شخص کسی خاندان کا قتل کریگا تو بنی ہاشم اُس سے اور اُسکے خاندان سے انتقام ضرور لیں گے
اور ایسی صورت میں تمام اہل مکہ سے بدلہ لینے کی جرأت بنی ہاشم کو نہ ہو سکے گی اگر خون بہا پر راضی
ہو گئے تو ہم سب ملکر انکو دیت دیدینگے ۔ کفار قریش میں سے حسب ذیل نو آدمی قتل کیلئے مقرر کئے گئے ۔
(۱) ابو جہل ہشام ابن المغیرہ (۲) حکم ابن ابی العاص پدر مروان (۳) عقبہ ابن ابی معیط (۴) نضر ابن الحارث
(۵) امیہ ابن خلف (۶) ابن عیطلہ (۷) طلحہ ابن عدی (۸) ابو لہب (۹) ابی ابن خلف ۔ جس رات
کفار نے قتل کا ارادہ کیا تھا آنحضرتؐ پر وحی آئی کہ آج ہی رات مکہ چھوڑ کر مدینہ کیطرف ہجرت کر جاؤ ۔
ہجرت کی اجازت ملنے پر آنحضرتؐ نے یہ تجویز کی کہ حضرت ابو بکر اس سفر میں ساتھ رہیں اور جناب امیرؑ آپکے
بستر پر شب بسر کریں تاکہ کفار کو روانگی کا حال نہ معلوم ہو محمد ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب کفار نے بوقت
شب آنحضرتؐ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیلؑ نے آکر آپ کو آگاہ کر دیا کہ آج رات میں اپنے بستر پر
شب باشی نہ کریں جب رات کا اندھیرا کافی طور پر ہو گیا تو کفار قریش آنحضرتؐ کے مکان کے گرد جمع
ہوئے اور انتظار کرنے لگے کہ آنحضرتؐ سو جائیں تو ہم اُن پر حملہ کریں جب آنحضرتؐ کو یہ حال معلوم
ہوا تو آپنے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ یہ میری سبز چادر جسکو میں اوڑھتا ہوں تم اوڑھ کر بستر پر سو رہو تمھیں
کوئی خطرناک بات پیش نہ آئیگی خدا تمھارا حافظ و ناصر ہے اہل مکہ کی جو امانتیں میرے پاس ہیں وہ تمھارے
سپرد کرتا ہوں میرے جانیکے بعد جو امانت جسکی ہے اُسکو دیدینا اور مدینہ چلے آنا آنحضرتؐ اس انتظام کے
بعد نکلے اور ایک مٹھی بھر خاک کفار پر ڈالی اللہ تعالی نے اُن سب کی آنکھیں بند کر دیں آنحضرتؐ اُن کے
سامنے سے گذرتے ہوئے چلے گئے اور حضرت ابو بکر کے مکان پر پہونچکر اُنکے ساتھ غار حرا ہوتے ہوئے مدینہ
منورہ تشریف لیگئے (سیرت ابن ہشام)

جناب امیر کی جاں نثاری کا عدیم النظیر کارنامہ

جناب امیرؑ کی عمر اُسوقت زیادہ سے زیادہ سولہ یا سترہ سال کی ہوگی

اس عنفوان شباب میں اپنی زندگی کو قربانی کیلئے پیش کرنا جناب امیرؑ ہی کا کام تھا حسب الحکم سبز چادر اوڑھ کر نہایت ہی سکون اور اطمینان کیساتھ بستر مبارک پر سوئے تمام رات کفار کا محاصرہ رہا ہر طرف برہنہ تلواروں کی جھنکار اور چمک سے ظلمت شب میں عدو برق کا دھوکا ہوتا تھا۔ محاصرہ کی حالت میں کفار سے ایک شخص نے آکر کہا کہ آنحضرتؐ نکل گئے تم کس دھوکہ میں ہو اُن لوگوں نے کواڑوں کی دراز سے جھانک کر دیکھا تو جناب امیرؑ آنحضرتؐ کی سبز چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو ابھی تک سوئے ہیں مشرکین تمام رات اسی دھوکہ میں رہے صبح کیوقت جناب امیرؑ بستر پر سے اٹھے تو کفار اُن کو دیکھ کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم جس نے ہمکو محمدؐ کے جانے کی خبر دی تھی وہ سچا تھا (سیرت ابن ہشام)

مستدرک و مطالب السئول و کفایۃ الطالب میں ہے کہ آپ آنحضرتؐ کے چلے جانے کے بعد بیخوف و خطر بستر مبارک پر سوئے کفار رات بھر پتھر پھینکتے رہے آپ ذرا بھی مضطر و غمگین نہ ہوئے۔ صبح کے وقت کفار حسب قرارداد اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے جب اندر آئے تو دیکھا کہ آنحضرتؐ کے بجائے آپ سوئے ہیں مشرکین اپنی غفلت پر سخت خجل ہوئے آپ سے پوچھا کہ آپ کے دوست کہاں ہیں آپ نے لاعلمی ظاہر کی اُنھوں نے غلط سمجھ کر مجادلہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سب نے مل کر مارا اور قید رکھا لیکن آپ نے نہ بتایا پھر آپ کو چھوڑ کر آنحضرتؐ کی تلاش میں چلے گئے جناب امیرؑ کی زندگی میں یقیناً یہ سب سے پہلا واقعہ ہے کہ جو وعدہ آپ نے بنی ہاشم کے مجمع میں آنحضرتؐ کی امداد اور اطاعت کا کیا تھا اسکو سچ کر دکھایا آنحضرتؐ کی سلامتی ذات کے لئے اپنی جان تک قربان کرنا قبول کیا اس سے بڑھ کر اور کیا محبت ہوگی اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو قوت و شجاعت و شہامت و ثبات نفس کے ساتھ مخصوص نہ فرمایا ہوتا تو یقیناً آپ باوجود ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہولناک موقعہ پر مضطرب ہو جاتے، اگرچہ مخبر صادق کے ارشاد کے موافق آپ کفار کی ایذا رسانی سے بے خطر تھے لیکن نفوس بشری ایسے مواقع پر

لہ حاکم کا قول ہے کہ یہ حدیث بحیثیت اسناد صحیح ہے شیخین نے اسکی تخریج نہیں ابو داؤد طیالسی نے بزیادت الفاظ ابی عوانہ اسکی روایت کی ۱۲

مضطرب ہوجایا ہی کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود درجۂ نبوت اور ارشاد باری خوف آگیا تھا
جناب امیرؑ کو بوجہ کمال موہبت آلہی اضطراب بھی نہوا ایسے خوفناک حالت میں تنہا دشمنوں کی جماعت
میں جو قتل کے درپے دین کے سخت دشمن تھے سونے کیلئے آنحضرتؐ کا یہ ان الفاظ حکم دینا کہ ہرگز تم کو کوئی
امر مکروہ پیش نہ آئیگا بہ تقاضائے نفس بشری لائق اضطرار و اضطراب ضرور تھا مگر اضطرار و اضطراب نہونے سے یہ امر
پورے طور پر واضح ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوہر شجاعت سے مخصوص کردیا تھا اور آنحضرتؐ کے ساتھ
اتنی محبت عطا فرمادی تھی کہ آپ اپنی جان کو آنحضرتؐ کے معاملہ میں کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے۔ کلام مجید
میں بھی اس ارادہ قتل اور کفار کی ایذا رسانی اور آنحضرتؐ کے اس سے نجات پانیکا مختصر طور پر ذکر ہے
ارشاد ہی کہ واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك ویمکرون
ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (یعنی اے پیغمبر اُس وقت کو یاد کرو جبکہ کافر تم پر داؤں چلانا چاہتے تھے
تاکہ تم کو گرفتار کریں یا مار ڈالیں یا جلا وطن کردیں اُس وقت کافر اپنا داؤں کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤں
کر رہا تھا اور اللہ سب داؤں کرنیوالوں سے بہتر داؤں کرنیوالا ہی) مفسرین اور اہل سیر اسپر متفق ہیں کہ

۱ے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یوں ہی کہ اُن سے ارشاد ہوا تھا کہ اے موسیٰ خوف نکر اپنے عصا کو پھینکدو اُنھوں
نے عصا پھینکا وہ سانپ بنکر چلا حضرت موسیٰؑ خوف زدہ ہوکر بھاگے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ ڈرو مت اسکو پکڑلو ہم ابھی اسکو
اُسکی سابقہ حالت کیطرف لوٹا دینگے چونکہ حضرت موسیٰؑ اس حکم کی مخالفت نہیں کرسکتے تھے اُنھوں نے چادر کا کونہ ہاتھ
پر لپیٹکر اُسکو پکڑنا چاہا اللہ جلشانہ نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ تمھیں کیا ہوگیا ہی اگر ہم تمھاری ایذا کا اسے حکم دیں تو کیا تمھارا
کپڑا تم کو اُسکی ایذا سے بچاسکتا ہی حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں مگر میں ضعیف اور ضعف سے پیدا ہوا ہوں اور نفوس
بشریہ کا خاصہ حالت مصیبت میں ایسا ہی ہوا کرتا ہی حضرت موسیٰؑ باوجود ارشاد آلہی مضطرب ہوگئے تھے اُنکی والدہ کا قصہ ہی کہ
اللہ تعالیٰ نے اُنکو حکم دیا کہ تم اپنے لڑکے کو دریا میں پھینکدو اور کسیطرح کا غم و اندیشہ مت کرو ہم اسکو پھر تمھارے پاس پہنچا دینگے
جب اُنھوں نے حضرت موسیٰؑ کو دریا میں ڈالدیا تو بتقاضائے نفس بشری اُنکے دل میں اضطراب پیدا ہوگیا قریب تھا کہ یہ امر
ظاہر ہوکر باعث فضیحت و رسوائی ہوجاتا لیکن خدا کی مہربانی نے اُنکو بچالیا کہ وہ باوجود دلی اضطراب کے نہ بول سکیں ۱۲ مؤلف

اس آیت میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ کفار کی مشاورت دربارۂ قتل آنحضرتؐ تھی جب آنحضرتؐ کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ اُن کو مغالطہ میں ڈالنے کے واسطے جناب امیرؑ کو اپنے بستر پر لٹا گئے یہ تمام رات بغیر کسی فکر و اضطراب کے آنحضرتؐ کے بستر پر لیٹے رہے۔ لیلۃ المبیت یعنی جس رات جناب امیرؑ آنحضرتؐ کے بستر مبارک پر سوئے اور آنحضرتؐ نے مکہ سے ہجرت فرمائی وہ شب پنجشنبہ یکم ربیع الاول ۱۳ بعثت تھی یعنی بعثت کا تیرھواں[۱] سال تھا (سیرت النبویہ)

امام ابو اسحاق ثعلبی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور جناب امیرؑ کو امانتیں ادا کرنے کیلئے مدینہ میں چھوڑا اور اُن کو اپنے بستر پر سونے کیلئے حکم دیا اور فرمایا کہ تم ہمارے سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر سو رہو تمہیں ہرگز کوئی امر مکروہ اُن لوگوں کے ہاتھ سے نہ پہونچیگا اور کفار تمام شب مکان کو گھیرے رہے تھے اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ سے فرمایا کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور تم دونوں میں سے ایک کی عمر دوسرے سے زائد بنائی ہے تم میں سے کون ایسا ہے کہ اپنی عمر کا حصّہ اپنے دوسرے بھائی کو دیدے مگر وہ اسپر راضی نہوئے ارشاد ہوا کہ تم دونوں ہرگز علیؑ کے مثل نہیں ہو میں نے اسکو اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی بنایا دیکھو وہ اپنے بھائی کے بستر پر سو رہا ہے اور اپنی جان کو میرے رسول پر قربان کرنا چاہتا ہے تم دونوں زمین پر جاکر اسکو اُسکے دشمنوں سے بچاؤ جبرئیلؑ جناب امیر کے سرہانے اور میکائیلؑ پائینتی کھڑے تمام رات انکی محافظت کرتے رہے اُنکے سوا اور فرشتے کہتے تھے سبحان اللہ اے علی ابن ابی طالب تیرا کوئی

---

[۱] جناب امیرؑ کے سن ولادت سے لیکر وفات تک کے واقعات میں بقدر اختلافات ہیں کوئی کچھ لکھتا ہے کوئی کچھ جس سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ آپ کی عمر بوقت بعثت یعنی بوقت اسلام قبل ہجرت بوقت نکاح حضرت فاطمہؑ تحقیقی طور پر کیا تھی وقت وفات تک برابر اختلاف ہوتا چلا آیا ہے مورخین سیرت نگار عمر کی تعداد کچھ لکھتے۔ واقعات سے کچھ ظاہر ہوتا ہے اس احقر نے واقعات کا تتبع کیا ہے جیسا کہ ناظرین کتاب خود دیکھ کر اندازہ کر سکتے ہیں اختلاف کو بھی لکھدیا ہے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب ۱۲ مؤلف۔

شل نہیں خدا اور اسکے فرشتے تجھ پر فخر کرتے ہیں آنحضرتؐ مدینہ تشریف جارہے تھے کہ جناب امیرؑ کی
شان میں آنحضرتؐ پر یہ آیت نازل ہوئی ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات
الله والله رؤف بالعباد یعنی کون شخص ہے جو اپنی جان کو خدا کی خوشی کیلئے بیچے اللہ اپنے
بندوں پر مہربان ہے حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ شخص جس نے اپنی جان کو خدا کے لئے بیچا وہ
علی ابن ابی طالب ہیں جناب امیرؑ نے اس رات میں چند اشعار تصنیف فرمائے جنکا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے
اپنی جان کے عوض میں اُس شخص کو بچایا جو پاؤں سے کنکریاں روندنے والوں اور بیت العتیق اور
حجر اسود کے طواف کرنیوالوں میں سب سے بہتر ہے رسول خدا کو اندیشہ ہوا کہ کفار اُن کو تکلیف پہونچائیں گے
پس اللہ تعالیٰ جو صاحب فضل واکرام ہے اُس نے اُنکے مکر سے اپنے پیغمبر کو بچا لیا اور رسول اللہ نے
غار میں دشمنوں سے بچ کے خدا کی حفاظت اور پناہ میں تمام رات امن سے کاٹی تین دن ٹھہرے رہے
پھر ناقوں کو مہار دیگئیں جو ایسے تیز رفتار تھے کہ جسطرف کو رخ کریں پتھروں اور کنکریوں کو روندتے
چلے جائیں اور میں نے دشمنوں کے انتظار میں رات کاٹی کفار مجھے پریشان کر رہے تھے لیکن مجھے زخمی
اور گرفتار نہ کرسکے کیونکہ درحقیقت قتل اور قید سے نہ ڈرنا میری جبلی عادت ہے میں نے سب کام محض
دین الٰہی کی امداد کی نیت سے ہر چیز سے قطع نظر کرکے کئے اور آئندہ کیلئے بھی یہی ٹھان لیا ہے کہ جبتک
کہ قبر میں تکیہ لگا کر لیٹوں یہی کرونگا. صاحب روضۃ الاحباب نے بھی اس واقعہ کے متعلق جناب امیرؑ کے
یہ اشعار نقل کئے ہیں اسکے علاوہ تاریخ الخمیس و معارج النبوۃ میں بھی موجود ہیں اور امام غزالیؒ نے بھی
احیاء العلوم میں اس رات کو حضرت جبرئیلؑ و میکائیلؑ کا جناب امیرؑ کی حفاظت کیلئے اور اللہ تعالیٰ کا اس
خدمت کے صلہ میں قبولیت کیساتھ جناب امیرؑ کے حق میں آیۂ کریمہ مذکور کا نازل فرمانا لکھا ہے. مسند امام احمد
وسنن نسائی میں ہے کہ عمر ابن میمون کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ چند لوگ اُنکے
پاس آکر جناب امیرؑ کی غیبت کرنے لگے ابن عباسؓ انکی طرف لوٹ پڑے اور فرمایا کہ جب آنحضرتؐ نے
ہجرت اختیار کی تو جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ کا کپڑا اوڑھ لیا اور اُنکے بستر پر سو رہے کفار اُن پر پتھر پھینکتے
رہے وہ صبح تک اپنے سر کو چادر سے چھپائے رہے. تاریخ طبری میں ہے کہ محمد ابن کعب کو قرظی کہتے ہیں کہ

جناب امیرؑ جب آنحضرتؐ کے بستر پر سے اُٹھے اور قریش نے قریب آ کر اُن کو پہچانا تو اُن سے پوچھا کہ تمہارے دوست کہاں ہیں جناب امیرؑ نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا کہ کہاں ہیں کیا میں اُن پر نگہبان تھا تم نے اُن سے چلے جانے کے لئے کہا وہ چلے گئے پھر قریش نے جناب امیرؑ کو مارا اور بہت برا بھلا کہا اور ایک گھنٹہ تک کعبہ میں اُن کو قید رکھا۔

روانگی جناب امیر جانب مدینہ بعد روانگی آنحضرتؐ جناب امیرؑ تین دن تک مکہ میں ٹھہرے اس عرصہ میں جس قدر اموال امانت آپ کی سپردگی میں تھے وہ سب آپ نے اُنکے مالکوں کے سپرد کر دئے اور بعد ادائے امانات فارغ البال ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ کفار مکہ نے آنحضرتؐ کے چلے جانیکے بعد آپ کیساتھ سخت بدسلوکی کی تھی اسی لئے آپ نے مدینہ کا سفر پیادہ پا اختیار کیا کفار مکہ سے پوشیدہ ہو کر چلے تھے تنہا سفر دشمنوں سے اندیشہ رات میں چلتے دن کو کسی محفوظ مقام پر اس خیال سے پوشیدہ ہو جاتے کہ کہیں دشمن گرفتار نہ کر لیں شوق دل رہبر تھا جذب محبت آنحضرتؐ سے سرشار تھے پیادہ پائی اور منزلوں کے طے کرنیکا کبھی اتفاق نہوا تھا راہ دشوار گذار تھی اور قدم قدم پر کانٹے تھے جنکی وجہ سے پائے مبارک زخمی ہو گئے تھے اور چھالے پڑ گئے تھے اس حالت میں بھی چلنے سے باز نہ رہے سترہ یا اٹھارہ ربیع الاول کو آنحضرتؐ کی خدمت میں پہونچے اُسوقت آنحضرتؐ موضع قبا میں جو مدینہ سے دو میل ہے حضرت کلثوم ابن ہدم کے مکان پر مقیم تھے آنحضرتؐ جناب امیرؑ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے پانوں کے زخم دیکھ کر تاسف فرمایا اور بکمال شفقت زخموں پر ہاتھ پھیرا جس کی برکت سے اُسی وقت زخم اچھے ہو گئے اور کسی قسم کا درد یا تکلیف یا نشان سفر باقی نہ رہا آنحضرتؐ کے دست مبارک کی برکت سے پھر کسی قسم کا درد ہی نہوا اور زخم سے تکلیف ہی نہ پہونچی۔ علامہ ابن اثیر اسد الغابہ میں حضرت ابو رافع سے اس واقعۂ ہجرت میں روایت کرتے ہیں کہ جب آپ مدینہ پہونچے اور آنحضرتؐ کو آپکے پہونچنے کی خبر ملی تو فرمایا کہ علیؑ کو ہمارے پاس لاؤ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ حاضر ہونے سے معذور ہیں آنحضرتؐ خود تشریف لائے اور اُن سے بغل گیر ہوئے اور اُنکی حالت دیکھ کر بوجہ کمال شفقت آبدیدہ ہوئے اُنکے پاؤں کو دیکھا کہ ورم کر آئے تھے اور اُن سے خون ٹپک رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اُنکے پاؤں پر ملا اور

عافیت کی دعا مانگی جناب امیرؑ اچھے ہوگئے پھر کبھی شہادت کے وقت تک پاؤں کے درد کی ان کو شکایت نہ ہوئی۔ اس واقعہ ہجرت کو تمام محدثین و مفسرین و علماء سیر و تاریخ نے روایت کی مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کا یہ سفر جون کے مہینہ میں ہوا تھا جس میں گرمی شدت سے ہوتی ہے ایسے گرم موسم میں کئی سو میل تک کا پیادہ پا سفر کرنا اور دشمنوں کے ملک کو تنہا عبور کرنا ایسا واقعہ ہے جس کی نظیر زمانہ میں کمتر ملیگی اس واقعہ سے آپ کے ایمان و صبر و سکون تسلیم و توکل جرأت و ہمت و شجاعت و شہامت کا پتہ چلتا ہے ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

سنہ ۱ھ

قیام مدینہ و عقد مواخات سنہ ۱ھ میں مدینہ کے قیام کے زمانہ میں جب آنحضرتؐ کلثوم ابن ہدم کے مہمان تھے اور جناب امیرؑ بھی وہیں جا کر مقیم ہوئے تھے آنحضرتؐ نے باہم مہاجرین و انصار میں مواخات کرائی اور جناب امیرؑ کو اپنا بھائی بنایا (طبقات ابن سعد) مواخات کے متعلق تمام حدیثیں ذکر فضائل جلد دوم کتاب ہذا موسومہ بنفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن میں آئینگے یہاں پر مختصر الصورت تذکرہ بیان ضروری معلوم ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے مدینہ میں پہونچکر مابین مہاجرین و انصار مدینہ موافقت زیادہ ہونیکی غرض سے صیغۂ اخوت قایم کیا تھا تاکہ وہ رنج و راحت میں ایک دوسرے کے شریک ہوں جو لوگ اسلام کی محبت میں اپنے وطن مالوف اور عزیز و اقارب کو چھوڑ کر آنحضرتؐ کے ساتھ آگئے تھے وہ مہاجر کہلاتے تھے اور جن لوگوں نے اس مصیبت کیوقت اسلام کی اعانت کی تھی وہ انصار کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ ۴۵ مہاجر اور ۴۵ انصار یا ہر دو فریق سے پچاس پچاس آدمی منتخب ہوئے تھے ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے مسجد نبوی میں بیٹھکر ان میں مواخات قائم کرائی تھی بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ ایک واقعہ مواخات صرف مابین مہاجرین ہوا تھا انصار کا اسمیں کچھ دخل نہ تھا اکثر لوگ عقد مواخات کے دو مرتبہ ہونے کے قائل ہوئے ہیں ابن حجر عسقلانی کی تحقیق یہ ہے کہ پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں قبل ہجرت صرف مابین مہاجرین اخوت قایم کیگئی تھی اور دوسری مرتبہ مدینہ طیبہ میں بعد ہجرت مابین مہاجرین و انصار مواخات کرائی گئی اسکے متعلق تحقیق قدما کی سیر و تاریخ کی

کتابوں نیز تفریح الاذکیا و سیرت النبی مولوی شبلی میں موجود ہے قول فیصل کسی میں نہیں کہ آیا یہ دو مرتبہ ہوا یا ایک مرتبہ اور مختلف مقامات پر ہوا یا ایک جگہ اس امر پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مدینہ طیبہ میں ہوا۔ لہٰذا میں نے اسی بنا پر اسکو واقعات بعد ہجرت کے تحت میں لکھا۔ اس واقعہ مواخات میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے اور حضرت عثمانؓ و عبدالرحمن ابن عوفؓ کے اور حضرت طلحہ حضرت زبیرؓ کے بھائی بنائے گئے تھے مگر جناب امیرؑ کسی کے بھائی نہیں تجویز ہوئے تھے۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ جب آنحضرتؐ نے صحابہ میں مواخات قایم کرائی تو جناب امیرؑ آنحضرتؐ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپنے اپنے دوستوں میں برادری قائم کرا دی مگر میرے واسطے کوئی بھائی تجویز نہ کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

تعمیر مسجد قبا | مدینہ شریف میں مسلمان مکہ معظمہ کی طرح بے بس و مجبور نہ تھے یہ آزادی و حریت کی سرزمین تھی یہاں ہر شخص خدا کی علانیہ پرستش کر سکتا تھا اور احکام شرعیہ کا نہایت اطمینان کیساتھ پابند ہو سکتا تھا چونکہ مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی اسلئے آنحضرتؐ کو ہجرت کے چھٹے یا ساتویں مہینہ کے بعد ہی ایک مسجد تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوا جس کی بنیاد رکھی گئی اور آنحضرتؐ نے خود اپنے رفقا کے ساتھ اسکی تعمیر میں حصہ لیا تمام صحابہ جوش کے ساتھ شریک کار تھے جناب امیرؑ اینٹ اور گارا لا لا کر دیتے تھے اور جوش کے ساتھ یہ رجز پڑھتے تھے کہ جو مسجد تعمیر کرتا ہے کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقت کو برداشت کرتا ہے اور جو گرد و غبار کی وجہ سے اس کام سے جی چراتا ہے وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے (زرقانی شرح مواہب)

سنہ ۲ھ

غزوات | آنحضرتؐ کے مدینہ میں داخل ہونے کے بعد سے وقت وفات تک جو کل گیارہ برس میں کفار مکہ اور عرب کے یہود و نصاریٰ کیساتھ کئی مرتبہ لڑائیوں کا اتفاق ہوا جملہ غزوات میں باستثناء تبوک جناب امیرؑ آنحضرتؐ کے ساتھ رہے اور داد شجاعت دی منجملہ اور عملی کارناموں کے اور

آنحضرتؐ کی خدمت گذاریوں کے اس معاملہ میں بھی جناب امیرؑ سب سے اول نظر آتے ہیں۔ لہذا ہم بعثت کے حالات نیز غزوات میں جو مدارج و ترقیات حاصل ہوتے رہے اور آنحضرتؐ کی شفقت و رافت میں جو توفیر ہوتی رہی اُن سب کو تفصیلاً علیحدہ علیحدہ بیان کرینگے اور ہر سنہ کے واقعات بھی ساتھ ہی ساتھ ماتحت غزوات درج کرتے جائیں گے حالات بحساب سنین آنحضرتؐ کی حیات تک نیز خود جناب امیرؑ کے ابتدائے خلافت سے وفات تک تفصیلی طور پر معلوم ہوسکیں گے۔

غزوۂ بدر | غزوات میں سب سے اول غزوۂ بدر واقع ہوا جسوقت بہادران اسلام غزوۂ بدر کیلئے تیار ہوچکے تو آنحضرتؐ نے ماہ رمضان کی تیسری یا نویں یا بارھویں یا تیرھویں تاریخ یوم شنبہ کو معہ لشکر ظفر پیکر مدینہ منورہ سے نکلکر قریب نزدگاہ بدر پڑاؤ ڈالا آنحضرتؐ کے ساتھ تین سو سترہ و بروایتے تین سو تیرہ اصحاب تھے آگے آگے دو سیاہ رنگ کے علم تھے جنمیں ایک جناب امیرؑ کے ہاتھ میں تھا۔ قبل آغاز جنگ رات کے وقت آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو معہ چند منتخب جانبازاں مثل حضرت زبیر و حضرت سعد ابن ابی وقاص وغیرہ کے بغرض دریافت حال نقل و حرکت کفار قریش بھیجا اُنھوں نے نہایت خوبی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ راستہ میں اُن کو قریش کے کچھ غلام ملے جو اونٹوں پر پانی کی مشکیں لیے جارہے تھے اُن لوگوں کو دیکھتے ہی اور تو سب بھاگ کھڑے ہوئے صرف دو غلام پکڑے گئے جو آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر کئے گئے اور قریش کے حالات لشکر کی تعداد اور سرداروں کے نام دریافت کرنیکے بعد چھوڑ دئے گئے حالات معلوم کر لینے کے بعد مجاہدین نے پہلے پہونچکر اہم مقاموں پر قبضہ کیا قریش تعداد میں ایک ہزار تھی جس میں بڑے بڑے جنگ آزما شہسوار بہادر لوگ تھے جنگ کی ابتدا بر قول صحیح سترھویں رمضان یوم جمعہ کو ہجرت کے اٹھارھویں مہینہ میں ہوئی اُسوقت جناب امیرؑ کی عمر تقریباً بیس اکیس سال کی ہوگی یوم بدر جناب امیرؑ نے بیخوف دل و ثابت قدمی سے اسطرح دشمنوں کے سر قلم کرتے کہ باید و شاید۔ جب دونوں فوجیں میدان میں آئیں تو لڑائی کی ابتدا حسب دستور عرب انفرادی معاملہ سے شروع ہوئی لشکر کفار سے اولاً عتبہ و شیبہ و ولید مقابلہ کیلئے نکلے آنحضرتؐ نے انکے مقابلہ کیلئے گروہ انصار سے تین جوانوں کو منتخب کیا یہ جب میدان میں آئے تو کفار بآواز بلند کہنے لگے اے محمدؐ ہماری قوم کے لوگوں کو ہمارے مقابلہ

کیلئے بھیجو تب آنحضرتؐ نے حضرت حمزہ ابن عبد المطلب اور جناب امیرؑ اور عبیدہ ابن حارثؓ ابن عبد المطلب کو مقابلہ کیلئے بھیجا جب یہ لوگ مقابلہ کو نکلے تو کفار نے نام پوچھے ان حضرات نے نام بتائے وہ کہنے لگے کہ ہاں تم ہمارے برابر کے ہو حضرت عبیدہؓ اور عتبہ ابن ربیعہ سے مقابلہ ہوا حضرت حمزہ اور شیبہ ابن ربیعہ سے جناب امیرؑ اور ولید ابن عتبہ سے حضرت حمزہ اور جناب امیرؑ نے ایک ایک ہاتھ میں شیبہ اور ولید کو ختم کر دیا حضرت عبیدہ اور عتبہ میں دو دو ہاتھ چلے جس سے دونوں زخمی ہوئے حضرت حمزہ اور جناب امیرؑ نے ملکر عتبہ کو بھی ختم کر دیا پھر جنگ مغلوبہ ہو گئی جناب امیرؑ نے چند کفار کو تنہا اور چند کو دیگر صحابہ کیساتھ ملکر قتل کیا اسلام میں یہ پہلی لڑائی تھی جس میں مومنین کی قلت اور کفار کی کثرت کیوجہ سے مسلمانوں کی حالت معرض امتحان میں تھی اور جناب امیرؑ کیلئے یہ پہلا موقعہ جنگ کا تھا جس میں اُنھوں نے اپنے شجاعت کے جوہر دکھلائے۔ غزوۂ بدر میں ستر مقتول ہوئے جسمیں نصف جناب امیرؑ نے قتل کئے باوجودیکہ اس غزوہ میں سب سے خُرد سال آپ ہی تھے خود جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ عین جنگ میں جب لڑائی بہت زوروں پہ تھی میں آنحضرتؐ کو دیکھنے آیا دیکھتا ہوں کہ آپ ہمہ تن دعا میں مصروف ہیں اور یا حیؐ یا قیوم ورد زبان ہے پھر میدان جنگ میں جاکر تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا پھر آنحضرتؐ کو اسیطرح مشغول پایا اور میں برابر لڑتا رہا اور کافروں کو مارتا رہا بروایت ابو صالح جناب امیرؑ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بدر کے روز مجھ سے اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تھا کہ تم دونوں کا محافظ خدا ہے تمھاری حفاظت کیلئے جبرئیل و میکائیل تمھارے داہنے اور بائیں موجود رہتے ہیں اور اسرافیل بھی تمھارے لشکر میں ہیں تفسیر کشاف میں ہے کہ حضرت جبرئیل پانچسو فرشتوں کے ساتھ لشکر اسلام کی داہنی جانب اور حضرت میکائیل بائیں جانب تھے۔ جناب امیرؑ کے دست مبارک سے حسب ذیل کفار قتل ہوئے۔ ولید ابن عتبہ ابن ربیعہ (یہ معاویہ کا ماموں تھا اور نہایت شجاع و جری) عاص ابن سعید ابن عاص ابن امیہ۔ عامر ابن عبد اللہ نوفل ابن خویلد ابن اسد یہ شخص شیاطین قریش سے تھا اسکو آنحضرتؐ سے سخت عداوت تھی قریش اسکو ہر امر میں مقدم کرتے اور اپنا پیشوا سمجھتے آنحضرتؐ نے اسی کو دیکھ کر دعا کی تھی کہ خداوندا اسکے شر سے محفوظ رکھ اسی دعا کی برکت سے جناب امیرؑ نے اسکو قتل کیا۔ طعیم ابن عدی ابن نوفل سردار قریش نضر

ابن حارث ابن کلدہ ۔ عبداللہ ابن منذر ابن ابی رفاعہ ابن عایذ ۔ حاجب ابن سائب ۔ عاص ابن منبہ ابن
حجاج ۔ ابوالعاص ابن قیس ابن عدی سہمی اوس ابن مغیرہ حجمی ۔ معاویہ ابن عامر ۔ حرملہ ابن عمر ۔ حرملہ ابن اسد ۔
مسعود ابن المغیرہ ۔ ابوالقیس ابن الفاکہہ ۔ عقبہ ابن ابی معیط ۔ عمر ابن عثمان ۔ عمر ابن قیس ۔ قبیس ابن الولید ۔
ابن المغیرہ ۔ حنظلہ ابن ابوسفیان برادر معاویہ ۔ عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدالشمس ۔ زمعہ ابن اسود ۔ عقیل ابن اسود ۔ یہ
سب عرب کے نہایت بہادر قوی لوگوں میں تھے اس میں نوفل ابن خویلد بہت ہی بدبخت شخص تھا اُسنے حضرت
ابوبکر صدیقؓ و حضرت طلحہ کو وقت اظہار اسلام رسی سے باندھ کر لٹکا دیا تھا اور اُن کو ترک اسلام پر مجبور
کیا کرتا تھا ۔ کفار نے ان سرداروں کے قتل ہو جانے کے بعد جب معرکہ کا رنگ بدلا دیکھا تو انھوں نے اپنی
قوم کو بھاگنے پر آمادہ کیا آمادہ کرنیوالا نوفل ابن خویلد تھا اُسنے بدحواس ہوکر مسلمانوں سے کہنا شروع
کیا کہ اے بہادران قوم و انصار تم کو ہمارے مارنیسے کیا فائدہ کیا تم کو اونٹ درکار نہیں وہ اسی شور و غل
میں تھا کہ جبار ابن صخر ابن امیہ انصاری نے اُسے کسی ترکیب سے قید کر لیا اُسنے تمام ترکیبیں قید سے نکلجانے
کی کیں لیکن نہ نکل سکا جبار ابن صخر اسی قید کئے لئے جاتے تھے کہ راستہ میں جناب امیرؑ ملگئے نوفل نے
جبار ابن صخر سے پوچھا کہ یہ کونسا بہادر شخص ہے انھوں نے نام بتایا نوفل سنکر کہنے لگا کہ یہ قتل کرنے میں
بہت ہتھ چھٹ ہیں یہ اپنی قوم کو مثل چیونٹی کے مسل ڈالتے ہیں قرابت اور عزیز داری کا انھیں مطلق
خیال نہیں ہوتا اب انکے ہاتھ سے بچنا مشکل ہے وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ جناب امیرؑ نے ایک ہاتھ اُس پر
چھوڑ دیا اُسنے سپر سامنے کی تلوار سپر میں چمٹ گئی جناب امیرؑ نے بزور و قوت تلوار سپر سے نکال لی اور
دوسرے وار میں پاؤں قلم کر ڈالے تیسرے وار میں بالکل خاتمہ کر دیا پھر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے
آنحضرتؐ اُسوقت دریافت فرما رہے تھے کہ کسی کو نوفل ابن خویلد کا حال بھی معلوم ہے جناب امیرؑ نے
عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اُسے قتل کر دیا ہے آنحضرتؐ یہ سنکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمدللہ
میری دعا قبول ہوئی نضر ابن حارث کے قتل کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ جب بعد فتح و ظفر واپس ہوئے
تو تمام قیدی آنحضرتؐ کی حضور میں پیش ہوئے آنحضرت نے نضر ابن حارث کو بہت غور سے دیکھا نضر
اپنے رفیق مصعب ابن عمیر سے کہنے لگا کہ اسوقت محمدؐ کی نظر مجھ پر اسطرح پڑی کہ جس سے مجھے اسکا یقین

ہوگیا کہ وہ مجھے زندہ نہ چھوڑینگے تم میری سفارش کرو میرے قریبی رشتہ دار ہو اوروں کے ساتھ جو معاملہ
کیا جاوے وہی میرے ساتھ بھی ہو لیکے جواب میں حضرت مصعب کہنے لگے کہ اوروں کی تمھاری کیا
برابری تمھاری ذات سے صحابہ رسول کو بہت تکلیفیں پہونچیں جبکا آنحضرت کو بہت صدمہ ہے تمنے کلام اللہ
پر بہت سے طعن کئے نضر نے اپنے خلاف مزاج جواب پاکر اُن سے کہا کہ تم بہت خشک مزاج آدمی معلوم
ہوتے ہو اگر تم قریش کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے تو میں تمھارا دوست بنکر تم کو چھڑا لیتا مگر تم مجھے صاف جواب
دیتے ہو حضرت مصعب نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے مگر اب میں تمھارا ایسا نہیں رہا اسلام نے جملہ عہد و پیمان
حالت کفر کے اور تمام تعلقات ورسم منقطع کر دئے جب آنحضرت نے نضر ابن حارث کے قتل کا حکم دیا
تو مقداد ابن الاسود نے سفارش کی اور یہ عرض کیا کہ یہ میرا قیدی ہے اسکی جان بخشی فرمائی جائے آنحضرت صلعم
نے مناجات کی خداوندا مقداد کو اپنے فضل و کرم سے بے نیاز فرما پھر جناب امیر سے فرمایا کہ اُٹھو اور
نضر کی گردن مارو۔ اس جنگ میں ستر قتل ہوئے اور ستر ہی قید ہوئے جس وقت مال غنیمت تقسیم ہوا تو
منبہ ابن حجاج کی تلوار جسکا نام ذوالفقار تھا وہ آنحضرت کے حصہ میں آئی آنحضرت نے وہ حضرت علی
کو دیدی اور مال غنیمت سے ایک زرہ ایک اونٹ اور ایک تلوار بھی آپ کو ملی تھی منقول ہے کہ کفار
نے طیش میں آکر جب عام حملہ کر دیا تھا اور مجاہدین بھی نعرۂ تکبیر کیساتھ کفار کے نرغہ میں گھس گئے تھے
اُسوقت جناب امیر نے بڑھ بڑھکر اسطرح صفوں کی صفیں اُلٹیں جس سے کفار کے قدم اُکھڑ گئے۔
حسن بصری کا غزوۂ بدر کے متعلق کیا خوب مقولہ ہے کہتے ہیں کہ طوبیٰ لجیش امیرھم رسول
اللہ ومبارزھم اسد اللہ وجہادھم طاعۃ اللہ ومددھم ملائکۃ اللہ و
ثوابھم رضوان اللہ یعنی اُس لشکر کی خوبی کا کیا پوچھنا جسکے سردار رسول اللہ اور مبارز یعنی
لڑنے والے اسد اللہ لقب جناب امیر ہوں لشکریوں کا جہاد خدا کی طاعت ہو اور ملائکہ مدد کیلئے موجود
ہوں اور صلہ میں خدا کی خوشنودی حاصل ہو۔ جب آنحضرت غزوۂ بدر سے واپس ہوئے تو اثناء راہ میں
ٹھہر گئے جب ایک مقام پر آنحضرت صلعم صحابہ کرام کو نظر نہ آئے تمام صحابہ نہایت پریشان ہوئے اسی تردد
میں لشکر بھی ٹھہر گیا اور آنحضرت کا انتظار ہونے لگا اتنے میں آنحضرت صلعم جناب امیر کے ساتھ آتے ہوئے نظر آئے

سب لوگ فرطِ شوق سے دوڑ پڑے اور آنحضرتؐ سے عرض کرنے لگے کہ آپ کے نہ ملنے سے ہم لوگ سخت پریشان تھے معلوم نہیں کہ آپ کہاں تشریف لیگئے تھے آنحضرت نے فرمایا کہ علیؑ کے پیٹ میں درد و پیچ ہونے لگا تھا یہ بغرض رفع حاجت ٹھہر گئے تھے میں بھی انکے انتظار میں رہ گیا انکے تنہا چھوڑنے کو میرے دل نے گوارا نہ کیا (تفسیر کشاف سیرت ابن ہشام تاریخ طبری تاریخ الخمیس مطالب السئول کفایۃ الطالب روضۃ الاحباب معارج النبوۃ ازالۃ الخفا وغیرہ)

نکاح با حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ

اسی سال یعنی ۲ھ میں آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو دامادی کا شرف بخشا یعنی اپنی محبوب ترین صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؑ سے انکا نکاح کر دیا۔ حضرت فاطمہ سے عقد کی درخواست سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ نے کی تھی لیکن آنحضرتؐ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جواب میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فاطمہ ابھی کمسن ہے ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا تھا کہ فاطمہ کا عقد خدا کے حکم پر موقوف ہے جناب امیرؑ نے حسب تحریک حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت سعد ابن ابی وقاص جب خواہش کی تو آنحضرت نے فرمایا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے جناب امیر نے عرض کیا کہ ایک گھوڑے اور ایک زرہ کے سوا اور کچھ نہیں آنحضرت نے فرمایا کہ گھوڑا تو لڑائی کیلئے ہے زرہ کو فروخت کر ڈالو جناب امیرؑ نے زرہ کو چار سو اسی درہم پر فروخت کیا حضرت عثمانؓ نے اُسے خرید انقد قیمت دیکر زرہ پر قبضہ کر لیا بعد اتمام عقد بیع حضرت عثمانؓ نے جناب امیر سے فرمایا کہ اب میں زرہ کا مالک ہو گیا مجھے اختیار ہے میں جسے چاہوں اُسے دوں جناب امیرؑ نے فرمایا کہ ہاں اختیار ہے آپ اُسکے مالک ہو گئے تب حضرت عثمان فرمانے لگے کہ مجھ سے زائد اسکے حقدار تم ہو میں نے بطور ہبہ شرعی یہ زرہ تم کو دی جناب امیرؑ حضرت عثمان کی سخاوت سے بہت خوش ہوئے اور شکریہ ادا کر کے زرہ معہ نقد لیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب کیفیت بیان کی آنحضرتؐ نے حضرت عثمان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ بازار سے عطر اور خوشبو کی چیزیں خرید لاؤ پھر خود نکاح پڑھ کے دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کے دعاء خیر و برکت فرمائی اور مختصر سا جہیز جس میں ایک پلنگ معہ بستر اور ایک چادر دو چکیاں اور ایک مشکیزہ اور ایک توا ایک پیالہ دو گھڑے اور دو بازو بند نقرئی تھے

دیکر رخصت فرمایا نکاح کے دس بارہ مہینے کے بعد رخصتی ہوئی رخصتی سے قبل جناب امیر آنحضرتؐ کیساتھ رہتے تھے رخصتی کے وقت آنحضرتؐ نے اُنسے فرمایا کہ ایک مکان کرایہ پر لیلو چنانچہ حارثہ ابن النعمان کا مکان ملا جناب امیر حضرت فاطمہ کو رخصت کرا کے اس مکان میں لے آئے حضرت فاطمہ کو اپنے گھر سے جو سامان ملا تھا وہ اُنکی زندگی بھر رہا جناب امیر اس میں کچھ اضافہ نہ کر سکے زندگی نہایت زاہدانہ اور فقیرانہ بسر کی خود آنحضرتؐ کے حضور میں رہتے تھے ذاتی ملکیت میں صرف ایک اونٹ تھا جس کے ذریعہ سے اذخر (گھانس) کی تجارت کرتے تھے اسی تجارت سے دعوت ولیمہ کیلئے کچھ رقم جمع کرنے کا ارادہ تھا حضرت حمزہ نے ایک روز شراب کے نشہ میں (اُس زمانہ تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی) اُس اونٹ کو بھی کباب سیخ بنا دیا اب جناب امیرؑ کے پاس اُس رقم کے سوا جو زرہ کی قیمت میں سے مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہی تھی اور کچھ نہ تھا چنانچہ اسی سے دعوت ولیمہ کا سامان ہوا دسترخوان پر صرف کھجور جو کی روٹی پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربا تھا جو اس سادگی میں بھی اُس زمانہ کے لحاظ سے تکلف تھا۔ حضرت اسماء کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں اُس سے بہتر ولیمہ نہیں ہوا ایک روایت میں ہے کہ بعد عقد آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ ولیمہ کرنا چاہیئے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ روغن اور خرمہ لائے اور ملیدہ تیار ہوا ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے مویز و خرمے عنایت فرمائے ایک روایت میں ہے کہ سعد ابن معاذ نے ایک فربہ دنبہ دیا تھا اور صحابۂ انصار چند صاع جو لے آئے تھے جس سے ولیمہ تیار ہوا۔ یہ عقد ماہ رجب یا صفر میں ہوا تھا۔

وقت نکاح جناب امیرؑ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ اور حضرت فاطمہؑ کی عمر پندرہ سال چھ ماہ کی تھی۔

(بخاری شریف زرقانی شرح مواہب لدنیہ اصابہ تاریخ الخمیس روضۃ الاحباب مدارج النبوۃ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء وغیرہا من الاحادیث والسیر والتاریخ)

مسکن جناب امیرؑ | کتب احادیث و سیر سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ قبل نکاح آنحضرتؐ کے ساتھ رہتے تھے بعد ہجرت مدینہ میں آنحضرتؐ کلثوم ابن ہدم کے مکان پر قیام فرمایا تھا وہاں سے پھر مسجد نبویؐ کی تعمیر کے بعد مسجد میں تشریف لائے مسجد کے گرد ازواج مطہرات کے حجرہ بنے ہوئے تھے جنمیں آنحضرتؐ قیام فرماتے تھے حضرت فاطمہؑ کے نکاح کے بعد جناب امیرؑ حارثہ ابن النعمان کے مکان میں رہے۔ پھر

آنحضرتؐ کے گھروں کے درمیان جناب امیرؑ کا گھر ہوا جسکے متعلق احادیث میں صحابہ کرام کے متعدد ارشادات وارد ہیں اس امر کا کہیں سے پتہ نہیں چلتا ہے کہ آنحضرتؐ نے کس زمانہ میں مکان تبدیل کیا بہرصورت آنحضرتؐ جہاں رہے جناب امیرؑ ساتھ رہے سمہودی وفا الوفا میں لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا گھر موضع زور (زیارت گاہ) جائے خروج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور وہ گھر حضرت عائشہ کے گھر سے متصل تھا سلیمان نے کہا مسلم کا قول ہے کہ اس طرف نماز پڑھنے میں جو تمہارا فائدہ ہے اسکو نہ بھولو کیونکہ یہ باب فاطمہ ہے کہ علیؑ انکے پاس اسی طرف سے جاتے تھے اور میں نے حسن ابن زید کو اسی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام نسائی خصائص میں عزار سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن عمر سے پوچھا کہ کیا آپ حضرت عثمان اور جناب امیر کے مراتب مجھے بتا سکتے ہیں انہوں نے کہا ہاں دیکھو یہ جناب امیر کا گھر رسول اللہ کے گھر کے پاس ہے تم کو انکے علاوہ اور کسی کا گھر وہاں نہیں ملیگا حضرت عثمان کے متعلق جو پوچھتے ہو تو ان سے یوم احد ایک عظیم گناہ سرزد ہو گیا تھا خدا نے اسے معاف کر دیا اور تم لوگوں نے ان کو معمولی خطاؤں میں شہید کر ڈالا۔ امام بخاری و امام نسائی سعید ابن ابی عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے ایک شخص نے جناب امیرؑ کے متعلق سوال کیا حضرت ابن عمر فرمانے لگے کہ انکے بارہ میں مت پوچھو انکا یہ گھر دیکھ لو کہ آنحضرتؐ کے گھروں کے بیچ میں ہے بخاری کی روایت میں اسقدر زاید ہے کہ اسکے بعد حضرت ابن عمر اس سے کہنے لگے کہ شاید یہ بات تجھے بری معلوم ہوئی ہوگی اسنے کہا ہاں حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ جا خدا تجھ کو ذلیل و خوار رکھے اور تجھ کو تیرے رنج میں مارے (نسائی کی روایت میں ہے کہ اس شخص نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ میں جناب امیرؑ سے بغض رکھتا ہوں حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ خدا تجھ سے بغض رکھے امام بخاری حضرت نافع کی روایت سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر فرماتے تھے کہ علیؑ آنحضرتؐ کے ابن عم ہیں نافع کہتے ہیں کہ پھر ابن عمر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ انکا گھر ہے جسے تم دیکھ رہے ہو یعنی رسول اللہ کے گھروں کے درمیان میں ہے۔

واقعہ سد ابواب جب آنحضرتؐ نے مسجد نبوی تعمیر فرمائی تو صحابہ کبار نے اپنے مکانات بھی مسجد سے

ملصق بنائی تھے اور دروازے ان مکانات کے مسجد میں رکھے تھے تاکہ مسجد کی آمد و رفت میں آسانی ہو اس آمد و رفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ ہر حالت میں مسجد نبوی میں آنے جانے لگے جس سے حرمت مسجد نبوی میں فرق پڑنے لگا اسلئے یہ حکم ہوا کہ تمام صحابہ سوائے جناب امیر علیہ السلام کے اپنے مکانات کے دروازے جو مسجد کی طرف ہیں بند کرلیں۔ ذیل میں ہم وہ احادیث درج کرتے ہیں جو اس واقعہ سے متعلق ہیں۔

احادیث متعلق بہ سدّ ابواب یعنی، سدّوا ھٰذہ الابواب الا باب علی

(۱) زید ابن ارقم و برا ابن عازب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے اصحاب میں سے چند لوگوں کی آمد و رفت کیلئے مسجد میں دروازہ تھے ایک روز آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ علیؑ کے دروازہ کے علاوہ سب دروازہ بند کئے جائیں لوگوں نے اس میں گفتگو شروع کی آنحضرت صلعم نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ پڑھا جسمیں بعد حمد و ثنا کے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو سدّ ابواب کا حکم دیا کہ سوائے علی کے دروازہ کے اور سب بند ہو جائیں تم کو اس امر میں گفتگو ہے تو واللہ نہ میں نے کسی چیز کو بند کرایا اور نہ کھلوایا مجھ کو جیسا حکم دیا گیا ویسا ہی میں نے تم کو حکم دیا (مسند امام احمد و نسائی و حاکم) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خصوصیت جناب امیر علیہ السلام کو مطابق امر الٰہی حاصل ہوئی تھی۔

(۲) سہیل ابن صالح اپنے والد سے اور وہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے تھے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جناب امیر علیہ السلام کو تین باتیں ایسی حاصل ہوئیں کہ اگر مجھے حاصل ہو جاتیں تو مجھے سرخ اونٹ سے زائد محبوب ہوتیں اول مسجد میں آنحضرت کے ساتھ رہنا دوسرے حضرت فاطمہ کا شوہر ہونا تیسرے خیبر کے روز علم بردار ہونا (مسند امام احمد)

(۳) ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ علی کو تین باتیں ایسی عطا ہوئیں ہیں کہ اگر اُن میں سے ایک بھی مجھے دیجاتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹ سے زائد محبوب ہوتی ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ وہ تین باتیں کون سی ہیں فرمانے لگے کہ آنحضرت صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کی ایسی زوجہ کا ملنا اور مسجد میں جائے قیام حاصل ہونا اُس حالت میں کہ جس حالت میں ہمکو

جائز نہیں (اس سے مراد یہ ہو کہ جناب امیر کی سوا بحالت جنابت اور کسی کیلئے مسجد میں جانا اور رہنا جائز نہ تھا) اور خیبر میں علمدار ہونا (کتاب الموافقہ لابن السمان وکفایۃ الطہمہ)

(۴) حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ سب لوگوں میں بہتر حضرت ابوبکر و حضرت عمرؓ ہیں مگر جناب امیر کو ایسی تین چیزیں عطا ہوئیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹ سے زائد محبوب ہوتی اول آنحضرت کی صاحبزادی کا اُنکے نکاح میں ہونا اور اُس سے اولاد ہونا دوسرے مسجد میں اُنکے دروازے کے علاوہ سب کے دروازوں کا بند ہونا تیسرے یوم خیبر اُنکا علم بردار ہونا (مسند امام احمد)

(۵) سعد ابن مالک سے مروی ہو کہ آنحضرت نے تمام صحابہ کی آمد و رفت کے دروازہ بند کرا دیئے صرف جناب امیر کا دروازہ چھوڑ دیا تھا (مسند امام احمد)

(۶) سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ کے ایسے فضائل ہیں کہ وہ دوسرے کو حاصل نہ تھے اُنکا گھر مسجد میں تھا خیبر میں اُنکو علم دیا گیا تھا اُنکے دروازہ کے سوا سب کے دروازہ بند کئے گئے تھے (مسند امام احمد و مناقب فقیہ ابو الحسن ابن المغازلی)

(۷) سعد ابن ابی وقاص کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے دروازوں کے بند کرنیکا حکم دیا اور جناب امیر کے دروازہ کو چھوڑ دیا تو حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ نے ہمارے دروازے بند کرا دئے اور علیؑ کے دروازہ کو چھوڑ دیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے نہیں بند کرائے خدا نے بند کرائے (مسند امام احمد نسائی و طبرانی)

(۸) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے سب کے دروازوں کو سوائے جناب امیرؑ کے دروازہ کے بند کر دینے کا حکم دیا جناب امیر اُسی دروازہ سے بحالت جنابت مسجد میں آیا جایا کرتے تھے اور مسجد کے سوا اُنکے گھر کا اور کوئی دوسرا راستہ ہی نہ تھا (مسند امام احمد و ترمذی و نسائی و طبرانی و مناقب فقیہ ابن المغازلی)

(۹) حرب ابن مالک کہتے ہیں کہ میں نے مکہ میں جاکر سعد ابن ابی وقاص سے ملاقات کی اور میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ نے جناب امیرؑ کی کوئی منقبت سُنی ہو وہ کہنے لگے کہ ہم آنحضرت کیساتھ

مسجد میں رہا کرتے تھے ایک رات ہم لوگوں سے با آواز بلند کہا گیا کہ آنحضرتؐ اور جناب امیرؑ اور ان کے آل کے سوا سب مسجد سے نکل جائیں چنانچہ ہم سب نکل گئے جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ کے چچا آگر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچا اور اصحاب کو مسجد سے نکال دیا اور اس لڑکے کو رکھ لیا آنحضرتؐ فرمانے لگے کہ میں نے یہ حکم نہیں دیا بلکہ خدا نے حکم دیا (خصائص امام نسائی)

(۱۰) جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ مسجد میں سوائے علیؑ کے دروازے کے اور سب کے دروازے بند کر دو اس حکم پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے صرف اتنی جگہ عطا فرمائیے کہ جس سے مسجد میں آجا سکوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے اسکا حکم نہیں دیا گیا پھر اس شخص نے التجا شروع کی اور کہا کہ اچھا مجھے صرف اتنی جگہ دیجائے کہ جس سے میرا سر نکل سکے اسکے جواب میں بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہمیں اسکا بھی حکم نہیں وہ شخص نہایت غمگین ہو کر روتا ہوا واپس ہو گیا پھر آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ علیؑ کے دروازے کے سوا سب کے دروازے بند کر دو چنانچہ اکثر جناب امیرؑ اس دروازہ سے بحالت جنابت گذرا کرتے (طبرانی و کنز العمال و کفایۃ المہمۃ)

(۱۱) علاء ابن عرار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے حضرت عثمانؓ و جناب امیرؑ کے فضائل کے بارہ میں پوچھا وہ کہنے لگے کہ جناب امیرؑ کے بارہ میں کسی سے کچھ مت پوچھو اور اُنکی منزلت کو آنحضرتؐ کے حضور میں اس امر سے سمجھ لو کہ آنحضرتؐ نے ہم سب کے دروازے جو مسجد کی طرف تھے بند کرا دیئے اور اُنکے دروازے کو برقرار رکھا حضرت عثمانؓ کے متعلق یہ ہے کہ بروز اُحد اُن سے ایک عظیم گناہ سرزد ہو گیا تھا جسے خدا نے معاف کر دیا مگر تم نے معمولی خطاؤں پر اُنکو قتل کرا دیا (نسائی)

(۱۲) حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری مسجد ہر حائض عورت اور جنب مرد پر حرام ہے سوائے میرے اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے کہ ان پر حرام نہیں۔ (بیہقی و طبرانی)

(۱۳) عثمان ابن عبد اللہ ایک حدیث طویل میں بیان کرتے ہیں کہ جس روز حضرت عثمانؓ سے بیعت ہوئی تھی اس روز جناب امیرؑ نے خطبہ پڑھا تھا اور اُس میں لوگوں کو قسم دیکر پوچھا تھا کہ کیا تم میرے

علاوہ اور کسی کو جانتے ہو جو بحالت جنابت مسجد میں آجا سکتا ہو سب نے کہا کہ خدا گواہ ہے کوئی نہیں جاسکتا تھا (ابن عساکر)

(۱۴) ناصح ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے بجز جناب امیرؑ کے گھر دروازے کے سب دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے لئے صرف اتنی جگہ چھوڑ دیجئے کہ جہاں سے میں تنہا داخل ہو سکوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے اسکا حکم نہیں پھر سب دروازے بند کرا دئے (طبرانی)

(۱۵) عمر ابن سہیل کہتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ جاکر لوگوں سے کہدو کہ اپنے اپنے دروازے بند کردیں میں نے جاکر کہدیا سب نے تو دروازے بند کر دئے صرف حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب نے دروازہ نہیں بند کیا میں نے یہ جاکر آنحضرتؐ سے عرض کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حمزہ سے جاکر کہو کہ وہ اپنے دروازہ کا رُخ پھیر دیں میں نے اُن سے جاکر کہا پھر انھوں نے اپنے دروازہ کا رُخ پھیر لیا۔ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس گیا اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے بعد فراغت آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اب اپنے گھر واپس جاؤ (مسند بزار)

(۱۶) حبہ عرنی کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ نے مسجد کے دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تو لوگوں کو یہ حکم بہت شاق گذرا حبہؒ کہتے ہیں کہ اب تک وہ حالت میری نگاہ میں ہے کہ میں نے حضرت حمزہ کو دیکھا کہ وہ سُرخ لنگی اوڑھے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے آنحضرتؐ سے عرض کرنے لگے کہ آپ نے اپنے چچا اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عباسؓ کو مسجد سے نکالدیا اور اپنے چچازاد بھائی کو رہنے دیا آنحضرتؐ کو جب معلوم ہوا کہ یہ بات ان لوگوں کو شاق گذری ہے تو آنحضرتؐ نے نماز جماعت کی مُنادی کرائی اور ممبر پر تشریف لاکر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ تمجید و تحمید میں ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا گیا تھا حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو نہ میں نے ان دروازوں کو بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے اور نہ تم کو نکالا ہے اور نہ اسکو یعنی علیؑ کو رکھا ہے پھر آنحضرتؐ نے یہ چند آیتیں پڑھیں والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی (یعنی قسم ہے

ڈوبتے ستارے کی کہ تمہارا صاحب گمراہ ہوا نہ بھٹکا اور نہ اپنی خواہش سے بولتا ہی مگر جب کہ اُس پر وحی بھیجی جاتی ہی اور سخت قوتوں والا اُسکو سکھاتا ہی (مسند ابوبکر ابن مردویہ)

(۱۷) حذیفہ ابن اُسید غفاری کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کے اصحاب مدینہ میں آئے تو چونکہ شب باشی کیلئے مکانات نہ تھے اسلئے مسجد میں سو رہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تم مسجد میں مت سویا کرو کیونکہ تم جنب ہوجاتے ہو تب صحابہ نے مسجد کے گرد گھر بنا لئے اور اُنکے دروازہ مسجد میں رکھے پھر آنحضرتؐ نے معاذ ابن جبل کو حضرت حمزہ کے پاس بھیجا کہ اُن سے کہو دروازہ بند کرلیں اُنھوں نے دروازہ بند کرلیا جناب امیرؑ بھی اس حکم سے متردد ہوئے کیونکہ آنحضرتؐ نے اُنکا گھر اپنے گھروں کے بیچ میں بنوایا تھا آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا کہ تم مسجد میں طاہر اور مطہر ہو کر رہو جب حضرت حمزہ کو یہ معلوم ہوا تو اُنھوں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہمکو نکالتے ہیں اور بنی عبدالمطلب کے چھوکروں کو رہنے کا حکم دیتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کیا مطابق حکم کے کیا خدا کی قسم یہ مرتبہ خدا کے سوا کسی نے اُسکو نہیں دیا اور وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک بہترین شخص ہی (مناقب ابوبکر ابن مردویہ مناقب فقیہ ابن المغازلی و مناقب مرتضوی)

(۱۸) عدی ابن ثابت سے روایت ہی کہ ایک روز آنحضرت باہر نکلکر فرمانے لگے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ سے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے لئے مسجد بناؤ جس میں تمہارے اور ہارون اور اُنکے بیٹوں کے سوا اور کوئی نہ رہے اسی طرح خدا نے مجھ سے فرمایا کہ میرے لئے مسجد بنا جس میں تیرے اور علی اور اُنکے بیٹوں کے سوا کوئی نہ رہے (مناقب فقیہ ابن المغازلی و مناقب مرتضوی)

(۱۹) حضرت سعد ابن وقاص سے منقول ہی کہ ایک رات ہم سے پکار کر کہا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیرؑ کے سوا سب لوگ مسجد سے نکلجائیں۔ صبحکو حضرت حمزہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے اپنے اصحاب و اعمام کو نکالکر اس لڑکے (علی) کو رکھ لیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ خدا نے موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک مسجد بنائیں جس میں موسیٰ و ہارون و ابنائے ہارون کے سوا اور کوئی رہنے نہ پائے ایسا ہی خدا نے مجھے بھی حکم دیا کہ ایک مسجد بناؤں جس میں میرے اور علی اور

حسنین کے سوا اور کوئی رہنے نہ پائے۔ تم لوگ عذاب نازل ہونے سے پہلے اپنے اپنے دروازہ کو بند کر دو
لوگ دوڑ کر دروازے بند کرنے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت حمزہ اپنا سرخ کھیس اوڑھے ہوئے، اور
آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے باہر نکلے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو نکالکر اپنے بھائی کو رکھ
لیا۔ آنحضرت فرمانے لگے نہ میں نے تم کو نکالا اور نہ ان کو رکھا بلکہ اُن کو خدا نے رکھا ہے (شرف النبوۃ
للشیخ ابو سعد خرکوشی)

بحث لطیف متعلق بہ سد ابواب

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں سد ابواب کے متعلق ایک
دلچسپ بحث یہ لکھی ہے کہ جو دروازہ مسجد کے گرد تھے اور جنکے متعلق بند کئے جانے کا حکم صادر ہوا تھا جن کے
متعلق بہت سی حدیثیں بھی ہیں ان میں سے ایک حدیث سعد ابن ابی وقاص کی ہے جسکو امام احمد ابن حنبل
اور امام نسائی نے روایت کی اسکی سب سندیں قوی ہیں اور طبرانی نے بھی اس حدیث کو اور ثقہ راویوں سے
روایت کیا ہے اور ایک حدیث زید ابن ارقم کی ہے جسکو امام احمد اور امام نسائی نے روایت کیا اس کے
بھی سب رجال ثقہ ہیں اور ایک حدیث جابر ابن سمرہ کی ہے جسکو طبرانی نے روایت کیا اور ایک روایت
ابن عمر کی ہے جسکو امام احمد نے روایت کیا ہے ان دونوں حدیثوں کے راوی حسن یعنی اچھے ہیں ابن عمر
والی حدیث کو امام نسائی نے جو علا ابن عزار کے طریقہ سے روایت کیا ہے تو اسکے رجال عزار کے علاوہ
اور سب متفقہ طور پر ثقہ ہیں مگر عزار کو یحییٰ ابن معین نے ثقہ مانا ہے غرضکہ یہ تمام حدیثیں بحیثیت اسناد ایک
دوسرے سے قوی ہیں علاوہ مجموعہ کے ہر ایک طریقہ احتجاج کی صلاحیت رکھتا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے
اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ حدیث اس صحیح حدیث کی خلاف ہے جو حضرت ابو بکر
کے دروازہ کے متعلق وارد ہوئی ہے علامہ ابن جوزی کے اس اعتراض کا جواب مفصل طور پر علامہ ابن
حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے اگر یہ بات تھوڑی دیر کیلئے مان بھی لیجائے کہ یہ حدیث
محض اس وجہ سے کہ عزار نے اسکو روایت کیا ہے موضوع کہی جا سکتی ہے تب بھی اس سے نفس معاملہ
پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ واقعہ سد ابواب مختلف احادیث سے ہے جنکے سب راوی متفقہ طور پر ثقہ مانے
گئے ہیں ثابت ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ ان احادیث کا مضمون اس حدیث کے خلاف ہے جو حضرت ابو بکرؓ

کے مکان کے دروازہ کے متعلق ہو اسکے متعلق حافظ احمد ابن عمر عبد الخالق صاحب المسند تلمیذ بخاری نے مفصل طریقہ پر بحث کی ہو صورت یہ تھی کہ جب پہلی مرتبہ حکم سد ابواب ہوا تو سب صحابیوں کے مکان کے دروازہ بہ استثنا جناب امیر بند کرا دئے گئے مگر صحابہ نے مسجد میں کھڑکیاں قائم کر لیں تاکہ جماعت کا وقت دیکھ کر مسجد میں آجائیں دوبارہ پھر ان کھڑکیوں کے بند کرنیکا حکم ہوا اور سوائے حضرت ابو بکر کی کھڑکی (خوخہ) کے اور سب کھڑکیاں بند کر دیگئیں ابو جعفر طحاوی نے مشکل الآثار میں اس طریقہ کو جمع کیا ہو اور انھوں نے اسکی تصریح بھی کر دی ہو کہ مسجد میں ابو بکر کا خوخہ تھا اور دروازہ مسجد سے علحدہ تھا اور جناب امیر کا دروازہ مسجد ہی کی طرف تھا۔

محاکمہ متعلق بہ خوخۂ ابی بکر و باب علی

پہلی حدیث یعنی خوخۂ ابی بکر والی حدیث کو بخاری روایت کرتے ہیں اور اسی کو صحیح کہتے ہیں۔ دوسری حدیث یعنی باب علی والی حدیث کو امام احمد و نسائی و طبرانی وغیرہما روایت کرتے ہیں اور محدثین مثل طحاوی و حافظ ابن حجر و علامہ عینی اسی بھی قوی و حسن صحیح بتلاتے ہیں اگرچہ اس تعارض کو علامہ طحاوی مشکل الآثار میں بوجہ حسن دفع کر کے تطبیق دیتے ہیں اور حافظ ابن حجر و عینی بھی انکے ہمزبان ہیں۔ مگر بخاری کی روایت مجروح معلوم ہوتی ہو اول اسلئے کہ اس میں فی الجملہ اضطراب ہو کہیں خوخہ کا لفظ آیا ہو کہیں باب کا اور دونوں کے معنے میں فرق ہو۔ دوسرے اسلئے کہ بخاری کی ایک روایت ابو سعید خدری کی ہو جس میں تیسرے راوی فلیح ہیں جو سخت مجروح ہیں یحیی ابن معین و ابو حاتم و ابو داؤد کا قول ہو کہ عاصم ابن عبید اللہ و ابن عقیل و فلیح حدیث میں احتجاج کے قابل نہیں ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں نسائی کا قول ہو کہ ضعیف ہیں ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ غرائب روایت کرتے ہیں طبری کہتے ہیں کہ منصور نے ان کو صدقات پر والی کیا تھا انھوں نے بنی حسن کو قید کیا (تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۳۰۴) دوسری روایت بخاری کی ابن عباس کی ہو یہ بھی دیگر اکابر محدثین کے نزدیک پایۂ صحت سے ساقط ہو اسلئے کہ اس میں عکرمہ ابن عباس سے راوی ہیں اور وہ امام مالک وغیرہ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں انپر دروغگوئی و ناصبی و خارجی ہونے کے جرح ہو جیساکہ عامۂ کتب رجال و نیز تاریخ ابن خلکان میں اسکی تفصیل ہو اسکے علاوہ مسند وغیرہ میں خود حضرت ابن عباس

کی روایت اسکے خلاف ہے تیسرے بخاری کی روایت درایت کے بالکل خلاف ہے اسلئے کہ حضرت ابوبکر کا کوئی مکان ایسا جو مسجد کے متصل ہو تھا جسپر کھڑکی اور دروازہ کہاں سے آئیگا ہجرت کے بعد وہ بنی عبد عوف میں رہتے تھے حضرت عائشہ کا زفاف وہیں ہوا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے اور عینی وغیرہ شراح حدیث نے تصریح کر دی ہے کہ درمیان اُنکے اور درمیان مسجد نبوی کے ایک میل کا فاصلہ تھا وہیں عبد اللہ ابن زبیر پیدا ہوئے تھے حضرت ابوبکر وہیں رہتے تھے اُنکے ساتھ اُنکی بیٹی اسماء بھی تھیں حضرت ابوبکرؓ نے خارجہ انصاری کی بیٹی سے نکاح کرنیکے بعد وہیں سکونت کر لی تھی (عینی جلد ۲ صفحہ ۶) اور آنحضرت کے مرض الموت میں وہ عوالی کے موضع سنح[1] میں رہتے تھے آنحضرت کی رحلت کیوقت مدینہ میں موجود بھی نہ تھے اپنے مسکن سنح میں اُن کو یہ روح فرسا خبر پہونچی وہاں سے وہ آئے اور بعض روایتوں میں ہے گھوڑے پر سوار آئے خود بخاری نے روایت کی مات وابوبکر بالسنح (کتاب الصلوٰۃ والمناقب) و اقبل ابوبکر علی فرسہ من مسکنہ بالسنح (جلد ا باب الجنائز) جناب امیر کا مسکن یعنی حجرہ فاطمہ بالکل مسجد سے ملا ہوا حجرہ عائشہ کے بغل میں تھا سمہودی نے وفاء الوفا میں اسکو لکھا ہے اور خود بخاری نے بھی روایت کی کہ عبد اللہ ابن عمر نے فرمایا ھو ذاک بیتہ اوسط بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب المناقب جلد ا) اور یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیرؑ کیلئے حجرہ سے باہر ہونیکا کوئی راستہ بجز توسط مسجد نہ تھا لہذا خوخہ ابی بکر و باب ابی بکر کی روایت بالکل خلاف درایت معلوم ہوتی ہے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی عظمت و جلالت و رفاقت و صحبت کا ہرگز کوئی انکار نہیں کر سکتا مگر جناب امیر کی قربت اور قرابت آنحضرتؐ کیساتھ بہ اعتبار ان لوگوں کے بہت زیادہ تھا روزانہ نماز پنجگانہ کی شرکت و برکت صحبت سے جناب امیر ہی زیادہ مستفیض ہوا کئے جیسا کہ خود صحیح بخاری کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ دیگر مہاجرین جو قبا و عوالی میں مقیم ہو گئے تھے وہ ایکدن ناغہ کرکے حضور میں حاضر ہوتے

[1] سنح اُس بستی کا نام ہے جو عوالی مدینہ میں ہے جسمیں بنو حارث بن خزرج رہتے تھے بنو عمر ابن عوف کے یہاں سے حسب خواہش بنو نجار حضرت ابوبکر بنو خزرج کے یہاں رہے اور یہیں قیام کیا آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مسجد نبوی میں آئے جیسا کہ بخاری سے ثابت ہوتا ہے ۱۲

تھے حضرت عمر وغیرہ کی بھی یہی حالت تھی صحیح بخاری باب العلم و باب النکاح وغیرہ میں متعدد احادیث اس بارہ میں موجود ہیں جناب امیرؑ کا گھر حضرت عائشہ کے حجرہ کے متصل تھا ہر نماز میں شریک ہر واقعہ میں موجود ہوتے تھے ایسا ہی مولوی شبلی نعمانی نے الفاروق میں بھی لکھا ہے

غزوۃ الکدر | یہ غزوہ ماہ شوال میں ہوا ابن اثیر تاریخ کامل میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت کو اطلاع ملی کہ بنی سلیم ایک کنوئیں پر جسکا نام کدر ہے جمع ہو رہے ہیں یہ سنکر آنحضرتؐ انکی طرف لشکر لے گئے جنگ کی نوبت نہ آئی وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے آنحضرتؐ اونٹ اور بکریاں غنیمت میں لیکر وہاں سے لوٹے اس غزوہ میں بھی علم جناب امیرؑ کے ہاتھ میں تھا۔

۳ھ

غزوۂ احد | یہ لڑائی ۳ھ میں ہوئی اس جنگ میں جناب امیرؑ نے جس شجاعت و جواں مردی سے کفار کا مقابلہ کیا وہ انھیں کا حصہ تھا ایسا استقلال انھوں نے برتا اسکی نظیر نہیں ملتی اس لڑائی کی ابتداء ۷ شوال یوم شنبہ سے ہوئی پہلے مسلمانوں نے باوجود قلت تعداد کے غنیم کو بھگا دیا تھا لیکن عقب کے محافظ تیر اندازوں کا اپنے جگہ سے ہٹنا تھا کہ کفار پیچھے سے ٹوٹ پڑے اس ناگہانی حملہ سے مسلمانوں کے حواس جاتے رہے اسی حالت میں آنحضرتؐ کے زخم لگا دندان مبارک شہید ہوگئے اور آنحضرت ایک خندق میں گر پڑے اس لڑائی میں آنحضرتؐ کے لشکر کے علمبردار مصعب ابن عمیر تھے یہ کفار کو آنحضرت تک پہونچنے سے روکتے تھے۔ جنگ کی تفصیلی کیفیت سیرۃ ابن ہشام میں یوں مرقوم ہے کہ لڑائی میں جب مصعب ابن عمیر قبیصہ ابن قمیہ کے ہاتھ سے شہید ہوگئے تو ایک فرشتہ بصورت مصعب بحکم خداوندی علم بردار ہوگیا تاکہ مسلمان بوجہ قتل مصعب پریشان نہوں وہ فرشتہ علم لئے لڑائی میں موجود تھا آنحضرت نے اس سے فرمایا کہ اے مصعب آگے بڑھو فرشتہ نے کہا کہ میں مصعب نہیں ہوں اسوقت آنحضرت نے پہچانا کہ یہ فرشتہ بشکل مصعب ہے اور مصعب شہید ہوگئے پھر آنحضرتؐ نے فوج کا علم جناب امیرؑ کو مرحمت فرمایا یہ علم لیکر مسلمانوں کیساتھ لڑتے رہے جب لڑائی تیز ہوگئی تو آنحضرتؐ انصار کے علم کے

تیغے تشریف فرما ہو گئے اور جناب امیرؑ کو حکم دیا کہ تم علم لیکر دشمن کی فوج پر حملہ آور ہو جب یہ علم لیکر میدان میں آئے تو اُس وقت کفار کے لشکر کا علم بردار ابو سعد ابن طلحہ مسلمانوں سے کہنے لگا کہ میں صف شکن ہوں تم میں سے کون میرے مقابلہ کیلئے نکلیگا۔ مگر کوئی نہ نکلا تب وہ بآواز بلند کہنے لگا اے رفقائے محمدؐ تم کو یہ گمان تھا کہ ہمارے مقتول بہشت میں جائینگے اور تمہارے دوزخ میں لات و عزیٰ کی قسم اس بات میں تم جھوٹے ہو اگر تم اسکو سچ سمجھتے تو تم میں سے ضرور کوئی میرے مقابلہ کیلئے آتا یہ سنکر جناب امیرؑ انا ابو القصم کہتے آگے بڑھے قصم کے معنی صف شکن کے ہیں جناب امیرؑ نے لفظ ابو القصم سے اپنی کمال شجاعت و جوانمردی کا اظہار کیا ابو سعد بن طلحہ نے یہ سنکر ہنسا اور کہا کہ یا تم مجھ سے لڑوگے جناب امیرؑ نے فرمایا ہاں لڑونگا جسکو اپنی طاقت پر غرور ہو وہ میری تلوار کا مزہ چکھے غرض دونوں میدان میں نکلے اور تلوار چلی جناب امیرؑ نے ایک ہی وار میں اُسکو قتل کر دیا ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ نے ایک ہاتھ مارا کہ وہ زخمی ہو کر گرا جناب امیرؑ پلٹے صحابہ نے پوچھا کہ آپ نے زخمی کیوں چھوڑ دیا جناب امیرؑ نے فرمایا کہ وہ ایسا بدحواس ہو کر گرا کہ اُسکا ستر کھلگیا مجھے اُسکی حالت زبونی پر ترس آگیا میں سونچا کہ سخت زخمی ہو ہی چکا ہے خود مر جائیگا اسیطرح لشکر کفار کے آٹھ علمدار یکے بعد دیگرے جناب امیرؑ کے ہاتھ سے قتل ہوئے جس سے کفار کے پیر اکھڑ گئے فتح ہونیکو تھی کہ مسلمان لوٹ میں مصروف ہو گئے پچاس تیرانداز جو حملہ آوروں کی روک تھام کیلئے گھاٹی پر معین تھے اور جنکو آنحضرتؐ کا حکم تھا کہ اپنے مورچہ کو ہرگز نہ چھوڑیں اُن میں سے بھی لوگ مورچہ چھوڑ کر لوٹ میں شریک ہو گئے کفار نے اس حالت کو غنیمت سمجھکر مسلمانوں کو گھیر لیا اور بہادران اسلام کو سخت نقصان پہونچایا آنحضرتؐ بھی زخمی ہو کر ایک گڈھے میں گر پڑے لوگوں نے مشہور کر دیا کہ رسول اللہ شہید ہو گئے اس خبر سے لشکر اسلام میں کھلبلی پڑ گئی صحابہ ادھر اُدھر متفرق ہو گئے آنحضرتؐ کی شہادت کی خبر مدینہ تک پہونچی وہاں سے حضرت فاطمہؑ اور بہت سے لوگ آ گئے خود جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ جنگ احد میں جب لڑائی سخت ہو گئی اور آنحضرتؐ میری نگاہ سے غائب ہو گئے میں غمگین اور پریشان ہو کر آنحضرتؐ کو مقتولین کے مجمع میں تلاش کرتا پھرتا تھا اور اپنے دل میں یہ کہتا جاتا کہ افسوس آنحضرتؐ

کا کہیں پتہ نہیں لگتا مجمع کفار سے بھاگ جاتا کسیطرح عقل میں نہیں آتا آنحضرتؐ ایسے نہیں کہ جو کفار
سے بھاگ جائیں ان لاشوں میں بھی نظر نہیں آتے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہماری شامت
اعمال سے ہم پر غضب نازل فرمایا کہ اپنے پیغمبر کو اپنے پاس آسمان پر بلالیا پھر دل نے کہا کہ اب اس سے
بہتر اور کوئی بات نہیں کہ مجمع کفار میں جاکر خدا کی راہ میں جان دیدی جائے یہ سوچکر میں نے تلوار
نکالی اور خدا کا نام لیکر بیخوف وخطر مجمع کفار میں گھس پڑا آنِ واحد میں وہ مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا اور
آنحضرتؐ مجھ کو صحیح وسلامت نظر آئے خدا کا شکر بجالایا معلوم ہوا کہ حافظ حقیقی نے فرشتوں کو بھیجکر
آنحضرتؐ کی حفاظت کی منقول ہے کہ جب غلبۂ کفار سے مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی تو لوگ آنحضرتؐ
کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے آنحضرتؐ نے اِدھر اُدھر جو نظر کی تو جناب امیرؑ کو اپنے پاس پایا۔
آنحضرتؐ اُن سے فرمانے لگے کہ اے علیؑ تم اپنے بھائیوں سے کیوں نہ ملگئے جناب امیرؑ نے عرض کیا کہ
مجھے آپ کی متابعت کرنا تھی اسی اثنا میں چند کافروں نے آنحضرتؐ کی طرف بڑھنے کا قصد کیا۔
آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ دیکھو یہ لوگ آتے ہیں انکی خبر لو حضرت علیؑ اُدھر متوجہ ہوئے ایک ہی حملہ میں
آپ نے انکی جماعت منتشر کردی پھر دوسری جماعت نے رُخ کیا اُسکو بھی دفع کیا صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرتؐ
کے پاس صرف سات آدمی قریش و انصار میں سے رہ گئے تھے۔ جناب امیرؑ بدستور میدان جنگ
میں جمے رہے جب معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ زندہ ہیں تو صفوں کو چیرتے پھاڑتے آنحضرتؐ کیخدمت
میں پہونچگئے پھر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور چند مہاجرین بھی آگئے تھے۔ فتح الباری میں ہے کہ
اس لڑائی میں اصحاب مہاجرین سے حضرات ابوبکرؓ۔ علیؑ۔ عبدالرحمن ابن عوف۔ سعد ابن ابی وقاص۔
طلحہ۔ زبیر۔ ابو عبیدہ ابن الجراح۔ اور اصحاب انصار میں سے حضرات ابو دجانہ۔ حباب بن المنذر
عاصم۔ حرث۔ سہل بن حنیف۔ سعد بن معاذ۔ اسید ابن حضیر آنحضرتؐ کیساتھ میدان جنگ میں قائم
رہے۔ یہ لڑائی مسلمانوں کیلئے مصیبت ناک لڑائی ہوگئی تھی اس میں جناب امیرؑ کا سا استقلال اور
کسی سے ظاہر نہیں ہوا اس لڑائی میں فوج کفار کی تعداد تین ہزار تھی اور مسلمان سات سو تھے جناب
امیرؑ سے مروی ہے کہ اُحد کے دن میرے داہنے ہاتھ میں ضرب آگئی تھی جس سے علم گر پڑا تھا آنحضرتؐ

نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ علم اُسکے بائیں ہاتھ میں دیدو یہ دنیا و آخرت میں میرا علم بردار ہی محمد ابن
اسحاق کا قول ہی کہ اس جنگ میں جناب امیرؑ نے اتنے کافروں کو قتل کیا۔ طلحہ ابن ابی طلحہ۔ ابو سعید
کلدہ۔ عبداللہ ابن حمید ابن زہرہ۔ ابو الحکم ابن اخنس بن شریک ثقفی۔ ولید ابن ابی خدیفہ ابن مغیرہ۔ امیہ
ابن ابی خدیفہ۔ ارطاۃ ابن شرجیل۔ ہشام ابن امیہ۔ عمر ابن عبداللہ جمحی۔ بشر ابن مالک۔ صواب
مولی بنی عبدالدار۔ عبداللہ ابن حمیل ابن عبدالدار۔ سبا ابن عبدالعزیٰ۔ ابو امیہ ابن المغیرہ۔ حضرت ابن عباس
سے مروی ہی کہ اُحد کے دن طلحہ ابن طلحہ جو مشرکوں کے فوج کا علمبردار تھا۔ فوج سے نکلکر کہنے لگا اے اصحاب
محمدؐ تم میں کون شخص میرا مقابلہ کر سکتا ہی جناب امیرؑ مقابلہ کیلئے گئے اور آپنے ایک تلوار اسکے ماری
وہ تلوار کھاتے ہی زمین پر گر پڑا۔ حضرت امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کرتے
ہیں کہ یوم احد مشرکین کے نو علمبردار اسطرح سے جناب امیرؑ نے قتل کئے اور کفار کی جماعت کو بالکل
منتشر کر دیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اُسوقت جناب امیرؑ کی تسلی کرنا چاہئے آنحضرت
نے فرمایا کہ انہ منی وانا منہ یعنی وہ میرا ہی اور میں اُسکا ہوں حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا انا منکما
میں تم دونوں کا ہوں پھر ایک آواز سنائی دی لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار[1]۔
اس ارشاد سے مراد یہ بھی کہ تسلی کی ضرورت شخص غیر کو ہوتی ہی اور جسکا خود معاملہ ہو اُسکو تسلی کی حاجت
نہیں ہوتی صاحب معاملہ اپنا معاملہ سدھارنے اور درست کرنے کے لئے کسی تشفی اور تسلی کا محتاج نہیں ہوتا

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں بعد واقعہ لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار کے لکھتے ہیں کہ
معلوم ہوتا ہی کہ واقعہ ناد علی اسی معاملہ اور اسی معرکہ میں واقع ہوا مگر کتب حدیث میں اسکا ذکر نہیں ناد علی یہ ہی۔ ناد علیا
مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب کل ہم وغم سینجلی۔ بنبوتک یا محمد بولایتک
یا علی۔ محدثین علما و مشائخ کا یہ معمول رہا موافق اقوال مشائخ اسکے منافع بہت ہیں اعمال ہیں یہ شیخ محمد غوث گوالیاری
کے وقت سے آئی اُسوقت سے علما کے یہاں خدا اجازت کا دستور رہا چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے شیخ حدیث
مولانا ابو طاہر مدنی سے اسکی اجازت لی ۱۲ مؤلف

آنحضرتؐ نے اس ارشاد سے یہ ظاہر فرمادیا کہ جناب امیرؑ میں اور آپ میں کوئی دوئی نہ تھی آنحضرتؐ کا یہ ارشاد جناب امیرؑ کی یگانگت کا بہترین ثبوت ہے۔ ازالۃ الخفا میں ہے کہ عین لڑائی میں جناب امیرؑ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ سے جب عرض کیا تو آنحضرتؐ نے اپنی تلوار ذوالفقار عنایت فرمائی تلوار لیکر جناب امیر اس ہمت و شجاعت سے لڑے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی اپنی تعریف سن رہے ہو فرشتہ آسمان پر کہہ رہا ہے لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ اس بشارت عظمیٰ کو سنکر میں اسقدر خوش ہوا کہ ذوق و شوق کیوجہ سے میرے آنسو نکل پڑے میں شکر الٰہی بجالایا۔ حافظ محمد عبدالعزیز جنابذی کتاب معالم العترۃ النبویہ میں مرفوعاً قیس ابن سعد سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے کہ اُنھوں نے جناب امیر کو فرماتے سنا کہ احد کے دن ستر زخم میرے ایسے لگے تھے کہ ان میں سے چار زخموں میں میں زمین پر گرنے کے قریب ہوگیا۔ دوسری روایت میں جناب امیرؑ سے یوں مروی ہے کہ اس جنگ میں میرے سولہ زخم لگے تھے ہر زخم ایسا کاری تھا کہ جسکے صدمے سے میں زمین پر گر پڑتا تھا اور ہر مرتبہ ایک جوان خوبصورت میرا بازو پکڑ کر مجھ کو کھڑا کردیتا اور مجھ سے کہتا کہ جاؤ کافروں کو مارو تم خدا کے اور اُسکے رسول کے کام میں ہو اور وہ دونوں تم سے راضی ہیں جناب امیرؑ کہتے ہیں جب لڑائی ختم ہوئی تو میں نے یہ واقعہ آنحضرتؐ سے عرض کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے اُس مرد کو پہچانا بھی کہ کون تھا میں نے عرض کیا کہ پہچانا تو نہیں مگر اتنا یاد ہے کہ وہ شخص دحیہ کلبی سے مشابہ تھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا تمھاری آنکھیں روشن کرے وہ جبرئیلؑ تھے بعد ختم جنگ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو بدریافت حال کفار روانہ فرمایا اور ہدایت کی کہ دیکھو اُن کا گروہ کس طرف جاتا ہے اگر وہ لوگ اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو کوتل چھوڑے ہوے ہیں تو سمجھ لو کہ مکہ معظمہ کیطرف جاتے ہیں اور اگر گھوڑوں پر سوار ہیں اور اونٹوں کو خالی ساتھ لئے ہوئے ہوں تو سمجھ لینا کہ مدینہ جاتے ہیں اگر وہ مدینہ کا رُخ کرینگے تو میں ایسی حال میں اُنکے سر پر پہونچوں گا اور اُنکا کام تمام کردونگا جناب امیر کفار کے تعاقب میں روانہ ہوے دیکھا کہ اونٹوں پر سوار مکہ جارہے ہیں یہ دیکھ کر واپس ہوئے اور آنحضرتؐ سے بیان کیا جب کفار کیطرف سے ہر طرح کا اطمینان ہوگیا تو زخموں کے مرہم پٹی

کی تدبیریں ہونے لگیں مدینہ منورہ سے عورتیں اپنے اپنے اعزہ و مردوں کی خیریت دریافت کرنے اور انکے علاج کرنے کیلئے پہونچگئی تھیں منجملہ انکے حضرت فاطمہ بھی پہونچیں آنحضرتؐ کو زخمی دیکھ کر رونے لگیں آنحضرتؐ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے جناب امیر خون دھونے کیلئے اپنی ڈھال میں پانی بھر کر لائے بخاری شریف میں ہے کہ جناب امیرؑ آنحضرتؐ کے زخموں پر ڈھال سے پانی ڈالتے اور حضرت فاطمہؓ زخموں کو خون سے پاک صاف کرتیں جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ خون کسی طرح بند نہیں ہوتا بلکہ پانی ڈالنے سے اور زیادہ نکل رہا ہے تو ایک بوریہ کا ٹکڑا جلا کر اسکی راکھ زخموں پر چھڑک دی خون بند ہوگیا ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ جب مکان واپس تشریف لائے تو آپ نے اپنی تلوار حضرت فاطمہ کے حوالہ کی اور فرمایا کہ یہ خون آلودہ ہے اسکو خوب دھوڈالو آج اس تلوار نے مجھ کو سچا کیا جناب امیر علیہ السلام نے بھی اپنی تلوار حضرت فاطمہؓ کو دی اور فرمایا کہ اسکو بھی دھولینا اس نے مجھ کو بھی سچا کیا اور خوب کام دیا۔

(بخاری و مسلم و سیرت ابن ہشام و تاریخ ابن اثیر و کفایۃ الطالب و معارج النبوۃ و ازالۃ الخفا وغیرہ)

ولادت حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام اسی سنہ ۳ھ میں ۱۵ رمضان میں حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے۔

سنہ ۴ھ

قصہ بنو نضیر اس سنہ میں آنحضرتؐ نے بنو نضیر کی سرکوبی کیلئے لشکر روانہ کیا جسکے علمبردار جناب امیر تھے جو وہاں سے کافی مال غنیمت لیکر واپس ہوئے۔

ولادت حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام اس سنہ میں حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے قتادہ تابعی کا قول ہے کہ آپ بعد ولادت حضرت امام حسنؑ چھ مہینہ کے بعد پیدا ہوئے آنحضرتؐ نے آپ کا نام حسینؑ رکھا۔

سنہ ۵ھ

غزوۂ خندق اسکا دوسرا نام جنگ احزاب ہے یہ جنگ سنہ ۵ھ میں ہوئی کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی

مطالب السئول میں لکھتے ہیں کہ جنگ احزاب کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کو خبر ملی کہ قریش کے تمام قبائل
مجتمع ہوئے ہیں جنکا سردار ابو سفیان ہے اور بنی غطفان بھی اُن سے متفق ہو گئے ہیں انکا سپہ سالار عینیہ بن
حصین ہے اور یہ لوگ بنی نضیر کے یہودیوں کے ساتھ متفق ہو کر مدینہ کے محاصرہ کا قصد رکھتے ہیں آنحضرتؐ
نے یہ سنکر مدینہ کی حفاظت کیلئے خندق کھدوائی جب خندق سے فراغت ہو گئی تو قریش کنانہ کے
حبشیوں اور اہل تہامہ کو ساتھ لیکر اور غطفان اہل نجد کی دس ہزار جمعیت کیساتھ مسلمانوں کو گھیر کر اُترے
اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو سورۂ احزاب میں بیان فرمایا ہے مشرکین کو اپنی جمعیت اور یہودیوں کے
اتفاق کی وجہ سے مسلمانوں کی بیخکنی کا خیال خام پیدا ہو گیا تھا۔ اس لڑائی میں کفار قریش نے
خندق عبور کر کے مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا اس لڑائی میں جناب امیرؑ سے جو جوہر شجاعت ظاہر ہوئے
وہ نہایت قابل قدر ہیں۔ مروی ہے کہ عمر ابن عبدود عرب میں نہایت سر برآوردہ پہلوان تھا جنگ بدر
میں غازیان اسلام کے ہاتھ سے زخمی ہو کر بھاگا تھا اُسنے منت مانی تھی کہ جبتک محمد صلی اللہ علیہ
وسلم سے بدلہ نہ لیلوں گا بدن میں تیل نہ لگاؤں گا جنگ اُحد میں بوجہ انھیں زخموں کے لڑنے کے
قابل نہو سکا اس موقع پر تندرست ہو کر اپنے خیال میں منت پوری کرنے کیلئے آیا۔ غرضکہ یہ میدان
میں بہت شان و شوکت سے نکلا اور اپنا مقابل طلب کیا آنحضرتؐ اسکی یاوہ گوئی سنکر فرمانے لگے
کہ کوئی ایسا ہے جو اسکا کام تمام کر دے جناب امیرؑ صف سے نکلے اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو
میں لڑنے جاؤں آنحضرتؐ خاموش ہو رہے عمر ابن عبدود نے دوبارہ پھر للکار کر مبارز طلب کیا تو
جناب امیر نے پھر اجازت چاہی آنحضرتؐ نے فرمایا ٹھہرو دیکھتے نہیں ہو کہ یہ کون شخص ہے یہ عمر ابن عبدود
ہے تیسری مرتبہ وہ بہت بلبلایا اور صحابہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو
میرے مقابلہ کیلئے نکلے تمہاری وہ جنت کیا ہوئی اور وہ تمہارے دعوے کہاں گئے آنحضرتؐ نے تینوں
مرتبہ صحابہ سے کہا مگر مقابلہ کیلئے کسی کی ہمت نہ پڑی ہر مرتبہ جناب امیرؑ ہی تیار ہوئے اس بار اُس نے
جب بہت کچھ بکنا شروع کیا تو جناب امیرؑ کو تاب نہ رہی آنحضرتؐ سے پھر اجازت چاہی اور عرض کیا
کہ اسکے طعنے اب سنے نہیں جاتے آپ اجازت دیجئے ابھی اسکو قتل کر کے آتا ہوں آنحضرتؐ نے اجازت

دی اپنی تلوار عطا کی زرہ اتار کر پہنائی اور اپنے سر اقدس سے عمامہ اتار کر جناب امیرؑ کے سر پر باندھا اور
فرمایا کہ اسی شان سے جاؤ اور خود آنحضرتؐ یہ مناجات کرنے لگے خداوندا عبیدہ ابن حارث کو بدر کے
روز تو نے اپنے پاس بلا لیا اور حمزہ کو روز احد تو نے مجھ سے جدا کیا اب علیؑ تیرا خاص بندہ میرا بھائی میرا
دوست میرے چچا کا لڑکا ہے اسکو میں تیری پناہ میں دیتا ہوں رب لا تذرنی فردا و انت خیر
الوارثین یعنی اے پروردگار تو مجھ کو اکیلا نہ چھوڑ کیونکہ تو سب وارثوں سے بہتر ہے عمر ابن عبدود یہ
رجز پڑھ رہا تھا کہ میری آواز تم لوگوں کو ھل من مبارز پکارتے پکارتے تھک گئی جسوقت بہادر اظہار
نامردی کرتا تھا میں دلیروں کی صف میں اسیطرح کھڑا تھا میں اسیطرح ہمیشہ ان لوگوں کی طرف دوڑتا تھا
جوانمردوں کیلئے شجاعت و سخاوت بہت عمدہ چیز ہے جناب امیرؑ کو آنحضرتؐ نے پیادہ میدان جنگ
میں عمر ابن عبدود کے مقابلہ کو روانہ فرمایا آپؑ رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں پہونچے اے عمر ابن
عبدود کافر جلدی نہ کر میں تیری آواز سنتے ہی تیرے سر پر مثل پیام اجل آ پہونچا میری نیت تو ہی ہر
قواعد جنگ سے واقف ہوں اور اپنی ہمت و حوصلہ میں سچا ہوں مجھے پورا یقین ہے کہ ابھی اسی وقت
رونے والیاں تیری نعش پر روئیں گی اور تیری سادی شیخی تلوار کے ایک وار میں نکلجائے گی ایک
ایسا ہاتھ ماروں گا جسکا ذکر عرصہ تک لوگوں میں رہیگا اور لڑائیوں میں بہادر لوگ میری ضرب کی
تعریف کرینگے۔ عمر ابن عبدود نے جناب امیرؑ سے پوچھا کہ تم کون ہو جو اس بیباکی سے میرے سامنے
اپنی تعریف کر رہے ہو جناب امیرؑ نے کہا کہ میں علی ہوں اُسنے کہا کہ علی ابن عبد مناف آپنے فرمایا کہ
علی ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب ہوں رسول اللہ کا ابن عم اور داماد ہوں عمر یہ سنکر کہنے لگا کہ تمہارے والد میرے
دوست تھے مجھے یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ میرا نیزہ تم کو جھپٹ لیجائے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اس تذکرہ کو
چھوڑو میں نے سنا کہ تمہارا قول ہے کہ اگر قریش تم کو تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی طرف بلائینگے
تو تم مان لوگے اُسنے جواب دیا کہ ہاں میرا یہ قول ضرور ہے جناب امیرؑ فرمانے لگے کہ میں اُن تین باتوں
میں سے کسی ایک بات کی طرف تم کو بلاتا ہوں مان لو۔ اول یہ کہ کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ وہ کہنے
لگا کہ اسکی امید مجھ سے نہ رکھو پھر جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اچھا دوسری بات مان لو جو تمہارے حق میں

بہتر ہو وہ یہ کہ بغیر جنگ کئے اپنے گھر واپس چلے جاؤ اور ان کفار کے ساتھ ہمارا مقابلہ نہ کرو اگر ہماری فتح ہوئی تو اُس وقت کا تمہارا نہ لڑنا گویا ہماری مدد ہوگی اور اگر قریش غالب آئے اور ہم کو شکست ہوئی تو تمہارا مقصد حاصل ہو گیا اسطرح پر بغیر لڑے بھی تمہارا مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ عمر نے کہا تم کہتے تو ٹھیک ہو لیکن اسوقت بغیر جنگ کئے واپس جانا میرے حق میں بُرا ہوگا عورتیں مجھ پر طعنہ کریں گی اور کہیں گی کہ بڑے بہادر تھے منت پوری نہ کر سکے بغیر لڑے واپس آئے جناب امیر کہنے لگے کہ تیسری بات یہ ہے کہ گھوڑے سے اُتر کر مجھ سے لڑو وہ کہنے لگا کہ تم ابھی کمسن ہو نوجوان ہو میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا تم اپنے کسی چچا کو بھیجو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ مجھ کو تمہارا قتل کرنا پسند ہے اور میں تمہارے خون کا پیاسا ہوں عمر ابن عبدود یہ سنکر غصہ سے کانپنے لگا تلوار نکالکر ایک ہاتھ آپ پر چھوڑ ہی دیا آپ نے وار خالی دیکر فرمایا یہی بہادری ہے کہ تم سوار ہو اور میں پیادہ ہوں اگر بہادر ہو تو گھوڑے سے اُترو ہمارے تمہارے دو دو ہاتھ ہو جائیں یہ سُنکر وہ گھوڑے سے اُترا اور غصہ سے گھوڑے کے پیر قلم کر دیئے اور منہ زخمی کر دیا پھر جناب امیر کیجانب متوجہ ہوا دونوں میں لڑائی ہونے لگی اس سے اسقدر گرد وغبار بلند ہوا کہ دونوں اُس میں چھپ گئے تھوڑی دیر کے بعد نعرہ اللہ اکبر بلند ہوا لوگ سمجھے کہ جناب امیرؑ نے اُسکو قتل کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ابن عبدود نے غصہ میں پوری قوت سے جناب امیرؑ کے ایک ہاتھ تلوار کا مارا آپ نے سپر سامنے کر دی تلوار نے سپر کاٹی سر پر زخم آیا جناب امیرؑ نے نہایت استقلال و بہادری سے اُس وار کا جواب دیا اور ایک ہاتھ ذوالفقار کا ایسا بھرپور مارا کہ گردن کٹکر الگ گری اور جسم زمین پر تڑپنے لگا پھر اسکا بیٹا حسل سامنے آیا اُسکو بھی جناب امیرؑ نے قتل کیا۔ عکرمہ ابن ابی جہل یہ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا تکبیر کی آواز سنکر آنحضرتؐ سمجھے کہ عمر ابن عبدود مارا گیا کفار جناب امیرؑ پر ٹوٹ پڑے ضرار ابن خطاب اور ہبیرہ ابن ابی وہب حملہ آور ہوئے ادھر سے حضرت عمرؓ و حضرت زبیرؓ آپہونچے دونوں نے جناب امیرؑ کے ساتھ ہو کر کفار کو قتل کرنا شروع کیا ضرار جیسے ہی جناب امیرؑ کے سامنے آیا آنکھ ملتے ہی فوراً بھاگا لڑائی کے بعد جب لوگوں نے اُس سے وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ جناب امیرؑ کے چہرہ سے مجھ کو خوف معلوم ہوا مجھے اپنی موت نظر آنے لگی میں اپنی جان لیکر بھاگا ہبیرہ کچھ دیر تک لڑتا رہا مگر تلوار کا چرکا کھا کر وہ بھی اپنی زرہ

آپ کی طرف پھینک کر بھاگا پھر عبداللہ ابن مغیرہ مخزومی سامنے آیا وہ ایک ہی وار میں ختم ہوا۔ ایک روایت میں ہی کہ حضرت زبیرؓ نے اُسکو قتل کیا نوفل ابن عبداللہ بد حواس ہو کر جو بھاگا تو خندق میں گر پڑا مسلمانوں نے اُسپر پتھر مارنا شروع کئے وہ چیخ کر کہنے لگا کہ اسطرح کتے کی موت نہ مارو جناب امیرؑ نے پہونچکر اسکی کمر پر تلوار ماری دو ٹکڑے ہو گئے۔ بعد قتل عمر ابن عبدود جناب امیرؑ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُسوقت آپکے سر سے خون بہہ رہا تھا آنحضرتؐ نے بکمال مسرت فرمایا کہ قتل علی لعمرو ابن عبد ودّ افضل من عبادة الثقلين یعنی علی کا عمر ابن عبدود کو قتل کرنا دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہی حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب امیر کا عمر ابن عبدود کو قتل کرنا بالکل حضرت داوُد اور جالوت کے قصہ سے مشابہ ہی جسکا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں کیا ہی کہ فھزموھم باذن اللہ وقتل داؤد جالوت یعنی وہ لوگ خدا کے حکم سے بھاگ گئے اور داوُد نے جالوت کو مار ڈالا حضرت عبداللہ ابن مسعود اس آیت وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا کو اسطرح پڑھا کرتے تھے وکفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ قویا عزیزا یعنی لڑائی میں مومنین کیلئے اللہ نے علی کیوجہ سے کفایت کی اور اللہ غالب و مہربان ہی فضل اللہ ابن روزبہان کشف الغمہ میں ناقل ہیں کہ جمہور اہل سیر روایت کرتے ہیں کہ جب جناب امیرؑ عمر ابن عبدود کے مقابلہ کیلئے نکلے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پورا ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہی۔ ابو الحسن مدائنی روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے جب عمر ابن عبدود کو مارا اور یہ خبر اُسکی بہن کو پہونچی تو وہ پوچھنے لگی کہ اس پر کسکا قابو چل گیا لوگوں نے کہا کہ علی ابن ابی طالب کا کہنے لگی کہ اُسکی موت اپنے بزرگ بھائی بند کے ہاتھ سے ہوئی سلے بنی عامر میں نے اُن سے زیادہ صاحب فخر نہیں دیکھا ایک روایت میں ہی کہ اُسکی بہن نعش پر روتی ہوئی آئی دیکھا تو ہتھیار سب موجود تھے کہنے لگی کہ اس کا قاتل کوئی مرد کریم النفس اُسکا ہم قوم عالی مرتبت معلوم ہوتا ہی لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب ہیں پھر اس نے دو شعر کہے جنکا ترجمہ یہ ہی کہ اگر میرے بھائی کا قاتل علی کے سوا کوئی اور ہوتا تو مجھ کو ہمیشہ کیلئے اپنے بھائی کے غم میں رونا اور ماتم کرنا زیبا تھا لیکن اُسکا قاتل تو ایسا شخص ہی جسپر کوئی الزام بھی نہیں لگ سکتا ۔۔

شخص ہمیشہ سے بلقب بیضتہ البلد یعنی مرجع اہل شہر مشہور رہی جناب امیرؑ سے خود چند اشعار عمر ابن عبدودّ کی لڑائی کے متعلق منقول ہیں جنکا ترجمہ یہ ہی کہ وہ شخص اپنی حماقت سے بتوں کی مدد مانگ کر میرے مقابل ہوا میں نے آنحضرتؐ سے اور خدا سے مدد چاہی میں بعنایت آلہی اُسکو قتل کر کے میدان سے واپس ہوا میں اُس کافر کو مثل ایک تنہ کھجور کے ناہموار پست و بلند زمین پر چھوڑ آیا اور اُسکے ہتھیاروں اور کپڑوں سے میں نے اپنی آنکھ بند کر لی اگر میں مقتول ہوتا تو وہ کافر میرے سب کپڑے اتار لیجاتا اے گروہ کفار تمھارا یہ خیال ہی کہ اللہ اپنے دین کو رسوا کریگا اور اپنے رسول کی کچھ عزت نہ رکھے گا ہرگز ایسا نہوگا بلکہ خدا تمکو ذلیل اور بے اعتبار کر دیگا (سیرت ابن ہشام و تاریخ کامل ابن اثیر و روضتہ الاحباب و ازالۃ الخفا و مطالب السئول و معارج النبوۃ وغیرہ)

غزوۂ بنی قریظہ | اسی سنہ میں غزوہ بنی قریظہ واقع ہوا اس میں بھی جناب امیرؑ کی کوشش و ہمت نے نیا رنگ دکھایا مروی ہی کہ جب آنحضرتؐ بطرف بنی قریظہ عازم ہوئے تو اولاً جناب امیرؑ کو لشکر کا علمبردار کر کے اُسطرف روانہ کیا جناب امیرؑ حسب ارشاد آنحضرتؐ لشکر سے پہلے قلعہ کے قریب پہونچگئے اور اپنا علم زیر قلعہ نصب کر دیا جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ جب میں قلعہ کے پاس پہونچا تو ایک شخص مجھکو دیکھکر غل مچانے لگا کہ لوگو ہوشیار ہو جاؤ عمر ابن عبدودّ کا قاتل یہاں بھی آپہونچا دوسرے نے کہا کہ علی نے عمرو ابن عبدودّ کو کیا قتل کیا کہ ایک شہباز بلند پرواز کو شکار کیا ہم لوگوں کی پیٹھ توڑ ڈالی جس کام کا ارادہ کیا اُسکو تمام ہی کر کے چھوڑا جناب امیرؑ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ الحمد للہ اسلام غالب اور شرک مغلوب ہوا جناب امیرؑ نے جب زیر قلعہ علم نصب کیا تو یہودیوں نے قلعہ سے آنحضرتؐ کو سخت و سست کہنا شروع کیا جناب امیرؑ نے ان کلمات کو سنکر علم کو ابو قتادہ کی حفاظت میں چھوڑا اور خود آنحضرتؐ کی خدمت میں واپس آئے راستہ میں آنحضرتؐ تشریف لاتے ہوئے ملے جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ آپ قلعہ سے دور رہیں تو بہتر ہے آنحضرتؐ فرمانے لگے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اُن سے کچھ سخت باتیں سنی ہیں جب وہ مجھے دیکھ لیں گے پھر نہ کہیں گے۔ ابن اسحاق سیرت میں لکھتے ہیں کہ جب محاصرہ کو مدت گذری اور یہودی قلعہ سے نیچے نہ اترے تو جناب امیرؑ اور حضرت زبیرؓ

دونوں آگے بڑھ گئے اور قلعہ کے پاس پہونچکر آپ نے فرمایا کہ بغیر حملہ کئے واپس نہ ہونگا یا قلعہ کو فتح کرونگا
یا جان دیکر حضرت حمزہ سے ملوں گا اہل قلعہ جناب امیرؑ کے تیور دیکھ کر ڈر گئے اور آنحضرتؐ کی دہائی
دینے لگے پھر جناب امیرؑ نے قلعہ پر قبضہ کر کے اس کے صحن میں نماز عصر ادا کی (سیرت ابن ہشام و زرقانی)

سنہ ۶ھ

غزوۂ فدک اس سنہ میں آنحضرتؐ کو خبر ملی کہ بنی سعد نے لشکر جمع کر لیا ہے اور یہود خیبر کی مدد کا قصد
کر رہے ہیں آنحضرتؐ نے بہادروں کی ایک جماعت کو بہ سرداری جناب امیرؑ فدک کی جانب روانہ کیا یہ
رات کو سفر کرتے اور دن کو کسی پوشیدہ مقام پر ٹھہر جاتے یہاں تک کہ بمقام ہمج پہونچے وہاں ایک
مشرک ملا جس سے جناب امیرؑ نے کافروں کا حال دریافت کیا اُسنے جواب دیا کہ مجھ کو امان دو تو میں تمکو
ایسے راستہ سے لیچلوں کہ کسی کو بالکل خبر نہ ہو اور تم اپنا کام کر لو جناب امیرؑ نے اُسکے کہنے کو منظور کیا
وہ شخص راہبر ہوا جناب امیرؑ بحالت بیخبری کافروں کے سر پر پہونچ گئے اور قتل و غارت شروع
کر دی بنی سعد مقابلہ نہ کر سکے تمام مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اس لڑائی میں پانچ سو
اونٹ اور دو ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جناب امیرؑ نے اُن اونٹوں میں سے چند افضل اونٹ
آنحضرتؐ کیلئے منتخب کر لئے اور بقیہ اونٹ اور بکریاں غازیوں پر تقسیم کر دیں اور بخیر و خوبی مدینہ
واپس آگئے (زرقانی جلد ۲)

صلح حدیبیہ اسی سنہ میں صلح حدیبیہ ہوئی حدیبیہ مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے آنحضرتؐ
حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے جناب امیرؑ بھی ساتھ تھے اور چودہ یا پندرہ سو صحابہ کا
لشکر تھا جب بمقام حدیبیہ پہونچے تو اولاً قریش مزاحم ہوئے آخر کار صلح پر آمادہ ہو گئے اس موقعہ پر جو
صلح نامہ لکھا گیا وہ جناب امیرؑ ہی نے لکھا اور اسپر گواہی بھی کی جناب امیرؑ نے صلحنامہ میں آنحضرتؐ کے
نام کے ساتھ جب لفظ رسول اللہ لکھا تو کفار بہت بگڑے بعد بحث خود آنحضرتؐ نے اپنے دست
مبارک سے اس لفظ کو مٹا دیا اور جناب امیرؑ سے فرمانے لگے کہ اے علی تم کو بھی ایسا ہی معاملہ کسی وقت

پیش آئیگا اس ارشاد کا ظہور جنگ صفین میں ہوا جو ما بین جناب امیرؑ و معاویہ ہوئی تھی (بخاری شریف)
بیعت الرضوان | صلح سے پیشتر اتفاقیہ ایسا معاملہ پیش آگیا تھا جس سے لڑائی کا قوی احتمال تھا اسوقت
آنحضرتؐ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھکر صحابہ سے ثبات عزم و استقلال کی بیعت لی تھی جو بیعت الرضوان
کے نام سے مشہور ہوئی جناب امیرؑ بھی اس بیعت میں شامل تھے بیعت کرنیوالوں کی فضیلت کلام مجید
میں یوں مذکور ہی کہ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما
فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحاً قریباً یعنی اے پیغمبر جب مسلمان
ایک درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے تھے تو خدا یہ حال دیکھکر ان مسلمانوں
سے خوش ہوا اور اس نے انکی دلی عقیدت کو جان لیا اور اُن کو اطمینان قلب عنایت کیا اور اسکے
بدلہ میں اُن کو اسوقت فتح دی (زرقانی)

سنہ ۷ھ

غزوۂ خیبر | خیبر نہایت وسیع اور آباد ملک تھا اس میں متعدد مضبوط قلعہ تھے یہ مدینہ منورہ سے
تین منزل کے فاصلہ پر واقع تھا شروع سنہ ۷ھ میں آنحضرتؐ نے اس جگہ فوج کشی کی اس جنگ
میں جو کارنمایاں جناب امیرؑ سے ظاہر ہوئے وہ نہایت عجیب و غریب اور بہت مشہور و معروف ہیں اس
موقعہ پر جو ناموری اور خصوصیت جناب امیرؑ کو حاصل ہوئی وہ ابتدائی لڑائیوں سے بدرجہا زائد تھی منقول
ہی کہ لشکر اسلام جب خیبر میں پہونچا تو باشندگان خیبر اپنے قلعوں کی مضبوطی پر نازاں ہو کر اندرون قلعہ
بیٹھ رہے۔ ایک مہینہ تک اُن سے برابر لڑائی ہوتی رہی اس دوران میں اگرچہ دو یا تین چھوٹے چھوٹے
قلعہ فتح بھی ہوگئے مگر قلعہ قموص جو مضبوط ترین قلعہ تھا نہ فتح ہوسکا باوجودیکہ صحابہ نوبت بہ نوبت فوج
لیکر برابر جاتے رہے۔ ایک روایت میں ہی کہ جسوقت آنحضرتؐ معہ لشکر بقصد جہاد خیبر تشریف لیجانے
لگے تو جناب امیرؑ اسوقت بوجہ آشوب چشم چلنے پھرنے سے معذور تھے ساتھ نہ جاسکے بعد روانگی
آنحضرتؐ مدینہ میں تنہا گھبرائے اور اپنی آنکھوں کے درد کا مطلقاً خیال نہ کرکے خیبر کی طرف دائم

ہو گئے۔ بعد طے مسافت آنحضرتؐ کی خدمت میں پہونچے یہاں یہ حال تھا کہ مجاہدین قلعہ قموص کا محاصرہ
کئے ہوئے تھے اور تقریباً بیس راتیں گذر چکی تھیں کہ روزانہ جنگ ہوتی تھی اور قلعہ فتح نہیں ہوتا تھا
ایام محاصرہ میں خود آنحضرتؐ بوجہ درد شقیقہ معرکہ جنگ میں تشریف نہ لیجا سکتے تھے روزانہ صحابہ
میں سے کسی کو علم عنایت فرماتے۔ ایک روز آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر صدیق کو اپنا علم دیکر قلعہ پر بھیجا
اُنھوں نے سخت مقابلہ کیا مگر بغیر فتح واپس آئے دوسرے روز حضرت عمر کو روانہ کیا اُنھوں نے
بھی بہت کوشش کی مگر بلا فتح واپس ہوئے جب قلعہ کی فتح میں اسقدر تاخیر ہوئی تو آنحضرتؐ نے
فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دونگا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہو اور خدا اور رسول اُسکو
دوست رکھتے ہیں اُسی کے ہاتھ سے خدا اس قلعہ کو فتح کرائیگا اس ارشاد پر صحابہ نے تمام رات اس
فکر میں بسر کی کہ دیکھیں صبح کو علم کسے عطا ہوتا ہو اور یہ شرف کس کے لئے ہو۔ صبح ہوتے ہی سب
صحابہ حاضر خدمت ہوئے ہر ایک اس آرزو میں تھا کہ علم مجھ کو عنایت ہو جناب امیرؑ کے متعلق کسی کو خیال
بھی نہ تھا کیونکہ وہ آنکھوں کے درد میں مبتلا تھے جسکی وجہ سے وہ مدینہ میں رہ گئے تھے صبح ہوتے ہی اتفاق
سے آگئے تھے آنحضرتؐ نے پوچھا کہ علی کہاں ہیں صحابہ نے عرض کیا وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔
آنحضرتؐ نے اُن کو بلایا جب وہ آئے تو اپنا لعاب دہن اُنکی آنکھوں میں لگایا اور دعا کی وہ فوراً
اچھے ہو گئے گویا کبھی بیمار ہی نہوئے تھے پھر علم اُن کو عنایت کیا جب علم عطا ہوا تو جناب امیرؑ نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں اُن کو یہاں تک ماروں کہ وہ مثل میرے مسلمان ہو جائیں آنحضرتؐ
نے فرمایا کہ تم سیدھے چپ چاپ اُنکی طرف چلے جاؤ جب اُنکی حد میں پہونچو تو اوّلاً اُن کو اسلام کی دعوت
دو خدا کی قسم اگر ایک بھی کافر تمھارے ذریعہ سے اسلام قبول کرلے تو تمھارے لئے سُرخ اونٹوں کی
قطار سے زیادہ بہتر ہوگا۔ ایک روایت میں ہو کہ جناب امیرؑ اپنے خیمہ میں پٹی باندھے پڑے تھے اور
اپنے دل میں کہہ رہے تھے کہ خداوندا جسکو تو دے اُسکو کوئی روکنے والا نہیں اور جسکو تو روک دے
اُسکو کوئی دینے والا نہیں صبح کو جب طلبی ہوئی تو حضرت سلمہ ابن الاکوعؓ آپ کا ہاتھ پکڑ کر آنحضرتؐ
کی خدمت میں لائے آپ آنکھ کے درد سے بیچین تھے آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ خود جناب امیرؑ

سے منقول ہے کہ جب میں آنحضرتؐ کے پاس پہونچا تو آنحضرتؐ نے میرا سر اپنی آغوشِ مبارک میں رکھ لیا اور
آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا فوراً آنکھیں اچھی ہوگئیں اور تاروں کی طرح چمکنے لگیں اُسوقت سے
پھر کبھی میری آنکھ میں درد نہیں ہوا پھر آنحضرتؐ نے میرے حق میں دعائے خیر فرمائی کہ خداوندا اس سے
سردی و گرمی کا ضرر دفع کر چنانچہ یہ دعا بھی میرے حق میں قبول ہوئی اسکے بعد آنحضرتؐ نے اپنی زرہ
اپنے ہاتھ سے مجھے پہنائی تلوار دی اور علم عنایت کر کے فرمایا جاؤ بحکم خدا تمھارے نام پر فتح ہی سلمہ
ابن الاکوع بیان کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ جھپٹ کر قلعہ کیطرف چلے میں بھی ساتھ ہو لیا یہاں تک کہ
جناب امیرؑ نے زیر قلعہ پہونچکر علم نصب کیا ایک یہودی نے قلعہ پر سے جھانک کر پوچھا کہ تم کون ہو جو در سے یہاں
شخص ہو کہ جو بیخوف و خطر ہماری سرحد میں چلے آئے اُنھوں نے فرمایا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں
یہودی یہ نام سنکر چیخ اُٹھا کہ اے لوگو خبردار ہو جاؤ توریت کی قسم کہ تم سب لوگ مغلوب اور تباہ و برباد
ہو گئے جنگ کیلئے سب سے پہلے مرحب کا بھائی حارث معہ چند بہادروں کے قلعہ سے نکلا ادھر سے
دو تین آدمی مقابلہ کیلئے گئے اور اُسکے ہاتھ سے شہید ہو گئے پھر جناب امیرؑ سے مقابلہ ہوا آپنے
ایک ہی ہاتھ میں اُسکو ختم کیا مرحب یہ دیکھ کر جوشِ خون ضبط نہ کر سکا بھائی کا بدلہ لینے اس ہیئت سے
میدان میں آیا کہ دوہری زرہیں پہنے ہوئے تھا دو تلواریں لگائے ہوئے بھاری خود سر پر بہت بھاری نیزہ
ہاتھ میں لئے یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا "خیبر والے خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں ہتھیار بند آزمودہ کار
لڑائی میں کبھی دشمن پر نیزہ مارتا ہوں کبھی تلوار چلاتا ہوں جب لڑائی کی آگ شعلہ مار کر مشتعل ہو جاتی ہے
تو اُس وقت میری تلوار سے کوئی نہیں بچ سکتا" جناب امیرؑ نے جواب یہ دیا "کہ میں وہ ہوں کہ میری
ماں نے میرا نام حیدر رکھا میں شیرِ بیشۂ شجاعت ہوں میں وہ شیر ہوں جسکے دیکھنے سے بہادروں کے کلیجے
خوف کے مارے پانی ہو جاتے ہیں میں وہ شیر ہوں جسکی کلائیاں اور گردن پُر گوشت و قوی ہیں مجھ پر جو
حملہ کرتا ہے میں اُسکا کام تمام کر دیتا ہوں" مرحب نے اس جنگ سے قبل خواب میں دیکھا کہ مجھے شیر نے
پھاڑ ڈالا جناب امیرؑ کو بنورِ فراست و کشفِ باطن معلوم ہو گیا تھا لہٰذا رجز میں جناب امیرؑ نے اسی مضمون
کے اشعار پڑھے تاکہ اسپر ہیبت طاری ہو پھر مرحب نے نہایت جوش سے جناب امیرؑ پر تیغ زنی شروع

کی جناب امیرؑ نے ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ معہ خود کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک روایت میں ہے کہ تلوار کمر تک اُتر آئی ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ نے جب مرحب کے تلوار ماری تو اُسنے سپر پر لی تلوار سپر کو کاٹتی ہوئی مغفر پر پہونچی مغفر کو اور اُسکے اندر کے لوہے کی گول ٹکڑے اور دستار کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک پہونچی پھر لشکر اسلام ٹوٹ پڑا خوب تلوار چلی جناب امیرؑ نے اس جنگ میں آٹھ مشہور پہلوانوں کو قتل کیا کفار کے قدم اُکھڑ گئے وہ بھاگ کر قلعہ میں جا چھپے جناب امیرؑ نے اُنکا تعاقب کیا قلعہ کے دروازہ تک پہونچ گئے اسی اثنا میں ایک یہودی نے آپکے ہاتھ پر تلوار ماری جسکے صدمہ سے ڈھال چھوٹ کر گر گئی تھی پھر جناب امیرؑ نے قلعہ کا آہنی دروازہ بزور قوت خداداد اکھاڑ کر بجائے سپر ہاتھ میں لے لیا اور اسیطرح لڑتے رہے جب قلعہ فتح ہو گیا تو اُس کواڑ کو آپنے پھینک دیا وہ دور جا کر گرا ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ نے اُس دروازہ کو بجائے پل کے خندق پر رکھدیا جسکے ذریعہ سے مسلمان داخل قلعہ ہوئے ابو رافع مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آدمیوں کے ساتھ وبقول بعض چالیس آدمیوں کے ساتھ اُسکو اُٹھانا چاہا مگر اُسکو جنبش نہوئی ستر آدمی بمشکل اُسکو اپنی جگہ پر لگا سکے کواڑ بہت زائد وزنی تھا خود جناب امیرؑ فرماتے تھے کہ میں نے اُسکو جسمانی طاقت سے نہیں اکھاڑا تھا بلکہ روحانی قوت اور خداداد طاقت سے اُسکو اُٹھایا تھا مروی ہے کہ اُس دروازہ کو جب چالیس آدمی نہ اُٹھا سکے تو جناب امیرؑ کو اپنے دل میں اس اپنی زور و قوت پر ناز ہوا فوراً حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور آنحضرتؐ سے اُنھوں نے کہا کہ جناب امیر کو حکم دیجیے کہ وہ ایک ہاتھ سے دروازہ کو اُٹھالیں آنحضرتؐ نے حکم دیا جناب امیرؑ نے ہر چند زور لگایا مگر دروازہ کو جنبش نہوئی حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے علی میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ اُس دروازہ کو اُٹھا لیتے بلکہ میں نے اسکو اُٹھایا تھا جب قلعہ فتح کر کے جناب امیرؑ واپس ہونے لگے تو آنحضرتؐ نے بکمال مسرت استقبال کیا ملے اور فرمایا کہ تمھاری ہمت مجھے معلوم ہے خدا کے یہاں تمھاری یہ سعی مشکور ہوئی میں تم سے بہت خوش ہوں جناب امیرؑ یہ سنکر فرط مسرت سے رو پڑے آنحضرتؐ نے سبب جو پوچھی تو فرمانے لگے کہ آپ کی خوشی سے فرط مسرت میں مجھے رونا آگیا پھر آنحضرت نے فرمایا کہ خدا اور تمام ملائکہ مقربین تم سے راضی ہوئے (صحیح بخاری و صحیح مسلم و دیگر کتب احادیث و سیرت ابن

ہشام و تاریخ الخمیس و ابن اثیر و روضۃ الاحباب شواہد النبوت وغیرہ)

عمرۃ القضا | اسی سنہ میں باہ ذی القعدہ آنحضرت صلعم نے معہ اُن اصحاب کے جو گذشتہ سال صلح حدیبیہ میں بہ نیت عمرہ آئے تھے اور بغیر ادائے عمرہ واپس گئے عمرہ کیا منجملہ اُنکے جناب امیرؑ بھی تھے اس عمرہ میں جناب امیرؑ کو خلعت معیت و اتحاد عطا ہوا تھا جسکے متعلق مروی ہے کہ عمارہ بنت حضرت حمزہ مکہ معظمہ میں اپنی والدہ سلمہ بنت عمیس کے پاس رہتی تھیں جناب امیرؑ نے اُنکے بارہ میں آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپکے چچا کی بیٹی مشرکوں میں رہتی ہیں اُن کو کافروں کے یہاں چھوڑنا اچھا نہیں میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ اُن کو اپنے ساتھ لے چلئے آنحضرت صلعم نے اسکا کچھ جواب نہ دیا جسوقت آنحضرت معہ صحابہ کے مکہ معظمہ سے روانہ ہونے لگے تو عمارہ آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے چچا چچا پکارتی ہوئی دوڑیں جناب امیر علیہ السلام نے اُن کو حضرت فاطمہ کے اونٹ پر بٹھا لیا جب مدینہ منورہ پہونچی تو جناب امیرؑ میں اور حضرت جعفر اور زید ابن حارثہ میں دربارۂ پرورش عمارہ گفتگو ہونے لگی جناب امیرؑ کہتے تھے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے میں اسکو لایا ہوں حضرت جعفر کہتے تھے کہ علاوہ چچازاد بہن ہونے کے مجھ میں یہ خصوصیت زیادہ ہے کہ اُسکی خالہ میرے نکاح میں ہے زید ابن حارثہ اس امر کے مدعی تھے کہ یہ میری بھتیجی ہے اور میں حمزہ کا وصی بھی ہوں ان تینوں میں یہاں تک گفتگو بڑھی کہ آنحضرتؐ تک خبر پہونچی آنحضرت صلعم نے سب کو بلا کر فیصلہ کیا کہ عمارہ اپنی خالہ کے پاس رہے کیونکہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے چنانچہ حضرت جعفر نے اُن کو لے لیا پھر جناب امیرؑ سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور ہم تم دونوں ایک ہیں حضرت جعفر سے ارشاد ہوا کہ تم شکل و شمائل میں میرے مشابہ ہو حضرت زید سے فرمایا کہ تم میرے دوست اور بھائی ہو (صحیح بخاری)

۸ ھ

فتح مکہ | اس سنہ میں آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کا مصمم ارادہ کیا سامان سفر درست ہونے لگا حاطب ابن ابی بلتعہ نے ایک خط بنام کفار قریش مشعر بر اطلاع قصد آنحضرت ام سارہ کے ہاتھ جو قریش کی کنیز تھی روانہ کیا اُسنے اس خط کو اپنی چوٹی میں رکھ لیا اور مکہ کیطرف روانہ ہو گئی خداوند تعالی نے آنحضرتؐ کو اس حال سے

آگاہ کر دیا آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ اور حضرت زبیر اور مقداد ابن الاسود کو حکم دیا کہ تم مکہ کیطرف جاؤ بمقام
خاخ تم کو ایک عورت ملیگی اُس سے خط لے آؤ جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ ہم تینوں آدمی سوار ہو کر اُس عورت
کو گرفتار کرنے مدینہ سے نکلے جس مقام کا آنحضرتؐ نے پتہ دیا تھا وہاں پر ایک عورت اونٹ پر سوار ملی ہمنے
اُس سے خط مانگا اُسنے کہا کہ میرے پاس نہیں ہے ہمنے اُسکا اونٹ بٹھلایا اور اُسکی جامہ تلاشی لی مگر خط نہ
ملا پھر ہمنے اُس عورت سے کہا تعجب ہے کہ آنحضرتؐ کا فرمانا کبھی غلط نہیں ہوتا کیا بات ہے جو خط کا پتہ نہیں
چلتا اگر تو خط حوالہ کر دے تو خیر ورنہ ہم ابھی تجھے برہنہ کر کے خط ڈھونڈھینگے اُسنے جب دیکھا کہ اس سے
پیچھا چھڑانا مشکل ہے تو مجبوراً اُسنے اپنی چوٹی سے خط نکالکر ہمارے حوالہ کر دیا ہم وہ خط لیکر آنحضرتؐ
کی خدمت حاضر ہوئے آنحضرتؐ نے حاطب کو بلا کر خط بھیجنے کیوجہ دریافت کی اُنھوں نے کہا میں سچا دیندار
مسلمان ہوں میں نے محض اس خیال سے کہ میرے بال بچے قریش میں ہیں اطلاع دینے سے وہ میرے
احسانمند ہونگے اور میرے مال اور عزیزوں کی حفاظت کرینگے یہ خط لکھا یا رسول اللہ میں منافق یا مرتد
نہیں ہوں آنحضرتؐ نے یہ سنکر فرمایا کہ خیر کچھ مضائقہ نہیں جب آنحضرتؐ نے مکہ پر چڑھائی کی تو اُسوقت دس ہزار
آدمی ہمراہ تھے۔ ابتداءً آنحضرتؐ نے سعد ابن عبادہ کو علمدار لشکر مقرر کیا اُنھوں نے مکہ میں داخل ہوتے
وقت کہا کہ آج قتال عظیم ہوگا اور کعبہ بے حرمت کیا جائیگا آنحضرتؐ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپنے
اُن سے علم لیکر جناب امیرؑ کو دلوایا اور فرمایا کہ آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے تم سعد ابن عبادہ سے علم لے کر
معہ فوج شہر میں داخل ہو چنانچہ وہ کدار کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے جس سے مکہ بغیر کسی خونریزی کے
فتح ہو گیا جب آنحضرتؐ مسجد حرم میں داخل ہوئے تو جناب امیرؑ کے پاس خانہ کعبہ کی کنجی تھی جو وہ عثمان
ابن طلحہ کے پاس سے لائے تھے اُنھوں نے عرض کیا کہ پانی پلانیکی خدمت مجھ کو پہلے ہی سے سپرد تھی۔
کلید برداری کی خدمت بھی عنایت کیجئے آنحضرتؐ نے عثمان ابن طلحہ کو بلوا کر کنجی اُنکے حوالہ کر دی اور فرمایا
کہ آج کا دن نیکی اور وفاءِ عہد کا ہے بعد فتح مکہ آنحضرتؐ قریش کے بتوں کو توڑتے رہے جب دیواروں کے
بُت باقی رہ گئے جہاں ہاتھ نہ پہونچ سکتا تھا اُنکے توڑنے کے لئے جناب امیرؑ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر
حکم دیا کہ ان کو توڑ دو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بحوالۂ امام نسائی اس واقعہ کو یوں لکھتے ہیں کہ جناب امیرؑ فرماتے

تھے کہ میں اور آنحضرت جب کعبہ میں گئے تو اولاً آنحضرت ؐ میرے کندھے پر چڑھے اور کھڑے ہو گئے پھر
جب آنحضرت ؐ نے میری کمزوری دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا آنحضرت ؐ اتر آئے اور مجھ سے فرمانے
لگے کہ اب تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ چنانچہ میں آپکے کندھے پر بیٹھ گیا آپ مجھے اٹھا کر کھڑے ہو گئے
یعنی کعبہ پر چڑھ کر دیکھا تو تانبے یا پیتل کی مورتیں نظر آئیں میں انکو اکھاڑنے کی کوشش کرتا رہا جب اکھاڑنے
میں کامیاب ہو گیا تو آنحضرت ؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ان کو گرادو میں نے گرا کر انھیں چور چور کر دیا پھر آپ کے
کندھے سے اتر آیا ایک روایت میں ہے کہ جناب امیرؑ بلحاظ ادب میزاب کیطرف سے کود پڑے جب نیچے
آگئے تو ہنسنے لگے آنحضرت ؐ نے وجہ پوچھی عرض کیا کہ مجھے ہنسی اس بات پر آئی کہ اس قدر بلندی سے
میں نے جست کی مگر مجھے صدمہ نہیں ہوپنچا آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ تم کو محمد ؐ نے اوپر چڑھایا اور جبرئیلؑ نے
نیچے اتارا پھر تمھیں چوٹ اور صدمہ کیسے پہونچتا بخاری میں قصہ یوں مرقوم ہے کہ جب مکہ بلا کسی خونریزی کے
فتح ہو گیا اور وہ وقت آگیا کہ خانۂ کعبہ بتوں کی آلائش سے پاک صاف ہو اسوقت کعبہ میں تین سو
ساٹھ بت نصب تھے آنحضرت ؐ نے سب سے پہلے اس فریضہ کو ادا کیا کہ جسقدر بت تھے سب کو لکڑی سے
ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے جاتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل
کان زھوقا پھر کعبہ کے اندر سے حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی مورتوں کو الگ کر دیا اور تطہیر کعبہ
کے بعد اندر داخل ہوئے۔ حاکم نے واقعہ بت شکنی ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ اسلئے تمام بتوں کے باوجود تانبے
کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا تھا جو لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اور بہت بلند تھا
پہلے آنحضرت ؐ نے جناب امیرؑ کے کندھوں پر چڑھ کر اسکے گرانے کی کوشش کی لیکن وہ جسم اطہر کا بار
برداشت نہ کر سکے اسلئے آنحضرت ؐ نے ان کو اپنے شانۂ اقدس پر چڑھا کر اسکے گرانے کا حکم دیا انھوں
نے سلاخ سے اکھاڑ کر حسب ارشاد نبوی پاش پاش کر ڈالا جس سے کعبہ کی تطہیر کامل ہو گئی (صحیح بخاری
و سنن نسائی و مستدرک علی الصحیحین و ازالۃ الخفا)

قصۂ بنو جذیمہ | اسی سنہ میں بماہ شوال بعد فتح مکہ آنحضرت ؐ نے حضرت خالد ابن الولید کو بنو جذیمہ کیطرف
تبلیغ اسلام کیلئے روانہ فرمایا انھیں حکم دیدیا تھا کہ صرف اسلام کی دعوت دینا اور جنگ نہ کرنا حضرت خالد

ابن الولید جب اس قبیلہ میں پہونچے تو قبیلہ والے مسلح ہو کر آئے انھوں نے سب کو قید کر لیا اور بے احتیاطی کیوجہ سے چند قیدی قتل بھی کر ڈالے فتح الباری میں جو نقل یہ لکھی ہو کہ حضرت خالد ابن الولید نے جب توحید کی دعوت دی تو وہ اپنی جہالت اور بدویت کی سبب سے اسلمنا کا لفظ اچھی طرح ادا نکرسکے اور صبانا صبانا کہنے لگے حضرت خالد نے غضبناک ہو کر سب کو قید کر لیا اور بہتوں کو قتل کر ڈالا آنحضرت کو خبر ہوئی تو نہایت متاثر ہوئے اور جناب امیرؑ کو اس غلطی کی تلافی کیلئے روانہ فرمایا جناب امیرؑ نے پہونچکر تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور مقتولین کے عوض خونبہا دیا ایک روایت میں ہو کہ آنحضرت نے اسی زمانہ میں خواب دیکھا تھا کہ میں نے ملیدہ کا ایک لقمہ کھایا جو حلق میں اٹک گیا علی رضؓ نے اپنی انگلی ڈالکر اسے حلق سے نکالا آنحضرت نے اپنا یہ خواب جب صحابہ سے بیان کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے یہ تعبیر دی کہ آپ کسی جگہ لشکر روانہ کرینگے جو آپکے خلاف مرضی کوئی کام کر گزریگا پھر حضرت علیؓ کی ذات سے اُسکی اصلاح ہو جائیگی اس خواب کے بعد ہی یہ واقعہ پیش آیا آنحضرت کو جب معلوم ہوا تو آپ نے جناب امیرؑ کو اُس قوم کے پاس بھیجا اور اُنکے ساتھ مال بھی کر دیا جناب امیرؑ نے جا کر بعد دریافت حال جو لوگ بلا قصور قتل ہوئے تھے اُنکی دیت ادا کی اور جسکا جو مال ضایع ہوا تھا اسکا معاوضہ دیا پھر سب کا معاوضہ دیا پھر سب کا معاوضہ و دیت ادا کر چکنے کے بعد دریافت کیا کہ اب کسی کا کوئی حق تو باقی نہیں ہا جب سب نے اپنے حقوق مل چکنے کا اقرار کر لیا تو جناب امیرؑ نے بقیہ مال بھی اُنھیں لوگوں کو دیکر فرمایا کہ جس کسی کا حق نادانستگی میں رہ گیا ہو اس مال کو اُسی کے عوض میں سمجھ لے اس اصلاح و انتظام کے بعد جناب امیرؑ آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے اور تمام کیفیت بیان کر دی آنحضرتؐ نے فرمایا تم نے خوب کیا (بخاری و فتح الباری و طبقات ابن سعد)

غزوہ حنین اسی سنہ میں غزوہ حنین ہوا جسمیں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار اور کفار کی تعداد آٹھ ہزار تھی بعض مسلمانوں کو کفار کی قلت پر غرور ہو گیا تھا خدا کی قدرت کہ پہلے دہلہ میں بلا وہم و گمان مسلمانوں کو شکست ہوئی اور سب بھاگ کھڑے ہوئے جسکا ذکر کلام مجید میں ہو اس لڑائی میں آنحضرتؐ کے ساتھ صرف سات آدمی رہ گئے تھے جسکی تفصیل معارف ابن ابی قتیبہ میں حسب ذیل ہو جناب امیر حضرت

عباس حضرت سفیانؓ ابن حارث ابن عبدالمطلب فضلؓ ابن عباس ابن ام ایمنؓ ربیعہؓ ابن حارث اسامہ ابن زید۔ آنحضرتؐ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو حضرت عباس سے جو خچر کی لگام پکڑے کھڑے تھے فرمایا کہ اے عباس اصحاب السمرہ (بیعت الرضوان) کو بلاؤ حضرت عباس نے پکارا وہ سب پلٹے پھر انصار کو بلوایا وہ آگئے سفیان ابن حارث رکاب پکڑے تھے جب لڑائی شروع ہوئی تو ایک شخص قوم ہوازن کا جو سرخ اونٹ پر سوار تھا اور سیاہ نشان اُسکے ہاتھ میں تھا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے آیا تھا جس مسلمان پر وہ قابو پاتا اُسکو قتل کرتا جو ہٹ جاتے اُنکا تعاقب کرتا جناب امیرؑ نے ایک ہاتھ اُسکے مارا اونٹ کے پیر قلم ہو گئے وہ نیچے گرا پھر دوسرے ہاتھ میں اُسکا کام تمام کر دیا پھر ابو جرول جو نہایت مشہور پہلوان تھا مقابلہ میں آیا جناب امیرؑ نے اُسکو بھی قتل کیا اس جنگ میں جناب امیرؑ کے ہاتھ سے چالیس آدمی مارے گئے (سیرت ابن ہشام و مستدرک)

غزوہ طایف | اسی سنہ میں جب آنحضرت محاصرہ طائف میں مصروف تھے تو جناب امیر کو معہ چند صحاب کبار گردونواح میں اس غرض سے روانہ فرمایا کہ جہاں کہیں بتخانہ ملے اُسکو مسمار کر ڈالیں جناب امیر بغرض تعمیل ارشاد روانہ ہوئے اور قبیلۂ بنی ضیغم میں پہونچے اُس قوم میں ایک بڑا بہادر شخص لڑائی کیلئے آمادہ ہوا ہمراہیوں میں سے کوئی شخص مقابلہ کیلئے نہ نکلا جناب امیر آمادہ ہوئے ابو العاص ابن الربیع نے روکا کہ آپ سردار لشکر ہیں نہ جائیں جناب امیرؑ نے نہ مانا اور تشریف لیگئے ایک ہی ہاتھ میں اسکو ختم کیا پھر بتوں کو توڑا اور بتخانے گروا دئیے اور مدینہ منورہ تشریف لائے۔

سنہ ۹ھ

بتخانہ فلس | بنی طے کے بت کا نام فلس تھا اس سنہ میں جناب امیر بحکم آنحضرتؐ معہ دو سو یا سو جوانان انصار بجانب فلس روانہ ہوئے وہاں پہونچکر جناب امیرؑ نے بتخانہ کھدوا ڈالا اموال غنیمت میں بہت سی لونڈی غلام اونٹ اور بکریاں اور تین تلواریں ملیں یہ سب جناب امیر آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے اس میں سے ایک تلوار آنحضرتؐ نے جناب امیر کو عطا فرمائی۔ عدی بن حاتم اس قبیلہ سے ملک شام

بھاگ گئے انکی بہن سفانہ بنت حاتم قیدیوں کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آنحضرتؐ نے ان کو چھوڑ دیا جسکی وجہ سے عدی ابن حاتم خود آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔

خلافت غزوۂ تبوک و حدیث منزلت

اسی سنہ میں آنحضرتؐ نے جب غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا تو جناب امیرؑ کو اہلبیت کی حفاظت کیلئے مدینہ میں چھوڑا۔ بخاری کتاب المغازی میں مسلم کتاب المناقب میں براء ابن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ غزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہونے لگے تو جناب امیرؑ کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر کیا جناب امیرؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑتے ہیں آنحضرتؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات پر رضامند نہیں ہو کہ مجھ سے ایسا تعلق رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ہارون حضرت موسیٰؑ کے بھائی تھے اور اپنے زمانہ میں پیغمبر تھے جناب موسیٰ نے کوہ طور پر تشریف لیجاتے وقت حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا اس حدیث میں حضرت ہارون کیساتھ جناب امیرؑ کی مشابہت کی دو وجہیں ہیں اول قرابت جیسے حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی دوسرے اپنے قوم پر خلافت مشابہت میں جو چیز کہ باعث فرق تھی اسکو خود آنحضرتؐ نے اپنے ارشاد میں ظاہر کر دیا کہ ہارون نبی بھی تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہو گا اس حدیث کو حدیث منزلت کہتے ہیں اسکی مفصل توضیح مع تمام طرق مرویہ وغیرہ کے ہم جلد سوم کتاب ہذا باب المناقب موسومہ بہ مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ میں بیان کرینگے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے جب جناب امیرؑ کو خانگی انتظامات وغیرہ کیلئے مدینہ میں چھوڑا تو منافقین نے جناب امیرؑ سے کہنا شروع کیا کہ آنحضرتؐ آپ کو بار گراں سمجھ کر اپنی سبکدوشی کے لئے چھوڑ گئے ان کے علاوہ اور بہت کچھ طعن اور تشنیع شروع کی جناب امیرؑ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو ہتھیار لگا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں روانہ ہوئے اور بمقام جرف آنحضرتؐ سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ منافقوں کا گمان یہ ہے کہ آپ مجھ کو بار گراں سمجھ کر اپنی سبکدوشی کے لئے چھوڑتے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا وہ جھوٹے ہیں۔ میں نے تم کو اسواسطے نہیں چھوڑا ہے بلکہ گھر کے انتظام کیلئے چھوڑا ہے۔ واپس جاؤ اور میرے کنبہ اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرو (سیرت ابن ہشام)

نیابت در تبلیغ فرمان | اسی سنہ میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر صدیق کو امیر الحاج مقرر کر کے مکہ معظمہ بھیجا انکی روانگی کے بعد اول آیات سورۂ "برات" نازل ہوئیں اسوقت آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو حضرت ابوبکر صدیق کی روانگی کے بعد روانہ فرمایا۔ مروی ہے کہ جناب امیرؑ کو جب یہ حکم ملا تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس امر کیلئے آپ کسی لسان تیز زبان خوش بیان کو روانہ فرمائیں میں نہ خوش تقریر ہوں نہ خطیب مجھ سے یہ کام انجام نہ پا سکیگا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر تم نہ جاؤ گے تو مجھے جانا پڑیگا کیونکہ علاوہ میرے اور تمھارے تیسرا شخص اس کام کو نہیں کرسکتا۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ میری طرف سے صرف میرے خاندان کا آدمی اسکی تبلیغ کرسکتا ہے جناب امیرؑ نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہے تو میں جاتا ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا جاؤ خدا تمھاری زبان ثابت رکھیگا اور تمھارے دل کو راہ حق دکھلائے گا پھر جناب امیرؑ کے رخ مبارک پر دست اقدس پھیر کر رخصت فرمایا ایک روایت یوں ہے کہ جب سورۂ برائت نازل ہوئی اور آنحضرتؐ نے یہ آیات اہل مکہ کو سنانا چاہیں تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ کسی کی ذریعہ سے انکو حضرت ابوبکر صدیق کے پاس بھجوا دیجئے وہ موسم حج میں لوگوں کو پڑھ کر سنا دینگے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ کام تو میرا ہی ہے میں خود جاؤں یا میرے اہلبیت میں سے کوئی جائے پھر جناب امیر کو بلا کر اور اپنی خاص اونٹنی پر جسکا نام عضباء تھا سوار کر کے مکہ معظمہ بھیجا اور فرمایا کہ جسوقت لوگ منیٰ میں جمع ہوں تو سورۂ برات کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر سنا دینا اور یہ بھی کہدینا کہ آیندہ سے کوئی مشرک حج کو نہ جائے اور برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے جسکا جو عہد ہوگا وہ بعد انقضائے چار ماہ میعاد معینہ منسوخ ہو جائیگا جناب امیرؑ تعمیل ارشاد کیلئے روانہ ہوئے راستہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات ہوئی انھوں نے پوچھا کہ کیا تم امیر الحاج مقرر ہو کر آئے ہو جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر آپ ہیں میں آپ کا تابع ہوں محض تبلیغ احکام کے لئے آیا ہوں حضرت صدیق اکبر ہی امیر حج رہے اور تمام عرب نے بدستور حج کیا (سیرت ابن ہشام) ترمذی باب تفسیر القرآن میں یوں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے پہلے حضرت ابوبکر کو آیات سورۂ برائت دیکر مکہ بھیجا پھر ان کو واپس بلا لیا اور فرمایا کہ کسی آدمی کو میرے اہلبیت کے سوا مناسب نہیں کہ یہ پیغام پہونچائے پھر جناب امیرؑ کو سورۂ برائت کی آیتیں دیکر بھیجا اسکے متعلقہ احادیث بضمن فضائل حصہ دوم

کتاب ہذا موسومہ بہ نفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن بیان ماثلت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحت عنوان حدیث لا یوٴدی الا انا وعلی میں دیکھنا چاہیئے۔ غرضکہ دسویں ذی الحجہ کو اولاً جناب امیر نے کھڑے ہو کر وہ آیتیں پڑھیں پھر دیگر احکام نبوی سنائے اور مشرکین کیلئے یہ حکم سنایا کہ آج سے چار ماہ کے اندر جسکو جہاں جانا ہو چلا جائے اسکے بعد عہد نہ ہوگا اور مسلمانوں کو جو مخالفت کفار پر دست اندازی کی گئی ہے وہ باقی نہ رہے گی اور جس کے عہد کی مدت مقرر ہو چکی ہے اسکا عہد و ذمہ تا انقضائے میعاد معینہ باقی رہے گا اسکے بعد حضرت ابوبکر و جناب امیر مدینہ منورہ واپس آئے جناب امیر سے آنحضرت نے سورۂ برات کی تبلیغ بطور نیابت کرائی جیسا کہ مرقومہ قصہ سے بخوبی واضح ہے۔

سنہ ۱۰ھ

امارت یمن | امارت سے مراد حکومت ہے اس سنہ میں آنحضرت صلعم نے جناب امیر کو یمن کا امیر مقرر کر کے بھیجا تھا اس مہم پر پہلے حضرت خالد ابن الولید مامور ہوئے تھے لیکن وہ چھ مہینہ کے مسلسل جد و جہد کے باوجود اشاعت اسلام میں کامیاب نہ ہو سکے اسلئے ماہ رمضان میں آنحضرت صلعم نے جناب امیر کو حکم دیا انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ایک ایسی قوم میں بھیجا جاتا ہوں جس میں مجھ سے زیادہ معمر اور تجربہ کار لوگ موجود ہیں انکے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا میرے لئے نہایت دشوار کام ہوگا آنحضرت نے انکے سینہ پر دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی کہ خداوندا اسکی زبان کو راست گو بنا اور اسکے دل کو نور ہدایت سے منور کر پھر اپنے دست اقدس سے انکے سر پر عمامہ باندھا اور سیاہ علم دیکر معہ تین سو آدمیوں کے یمن روانہ فرما دیا جناب امیر کا یمن پہونچنا تھا کہ ایک عظیم انقلاب ہوا جو لوگ حضرت خالد کی ششماہہ سعی و کوشش سے بھی اسلام کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے تھے وہ جناب امیر کی صرف چند روزہ تعلیم و تلقین سے اسلام کے شیدائی ہو گئے اور قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا جناب امیر کچھ عرصہ تک یمن میں مقیم رہے غالباً یہی وہ زمانہ ہوگا کہ جب آنحضرت صلعم دعا فرماتے تھے کہ اللہ مجھے موت نہ دے جبتک تو علی کو نہ مجھے

دکھادے۔ حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بھیجا تھا جس میں جناب امیر علیہ السلام بھی تھے جب ہی میں نے آنحضرت صلعم کو یہ دعا مانگتے سنا کہ اللھم لا تمتنی حتی تریني علیاً مطلب یہ ہے کہ اے اللہ علی کو خیر عافیت سے واپس لائیو کہ میں انکو صحیح و سالم دیکھوں اس حدیث سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت کو آپ سے کسقدر محبت تھی اور آپ کی دوری آنحضرت کو کسقدر شاق ہے یمن میں رہکر جناب امیر علیہ السلام نے نہایت خوبی سے مہمات نظم و نسق انجام دئے آپ کی کوشش و سعی سے بہت کچھ فتوحات غازیان اسلام کو حاصل ہوئیں۔

مروی ہے کہ جناب امیر جب یمن میں داخل ہوئے تو جو لوگ کہ اسلام نہ لائے تھے اُن کو دعوت اسلام دی وہ تعلیم و تلقین سے راہ راست پر آئے جتنے لوگ یمن میں مسلمان ہوئے اُنکی اطلاع جناب امیر نے آنحضرت کو دی بعض مورخین لکھتے ہیں کہ یمن میں رہ کر جناب امیر علیہ السلام نے گرد و نواح میں لشکر روانہ فرمایا جب وہ لشکر فتح و ظفر کیساتھ واپس آیا تو جسقدر مخالفین باقی رہ گئے تھے اُنکے مقابلہ کے لئے جناب امیر خود تشریف لیگئے گروہ مخالفین سے مقابلہ ہوا جناب امیر نے ہر چند اُن کو فہمائش کی اور اسلام کی ترغیب دی مگر انھوں نے نمانا بالآخر جنگ کی ٹھہری گروہ مخالفین یعنی قبیلہ بنی مذحج سے ایک مشہور پہلوان اسود خزاعی مقابل ہوا جناب امیر نے تلوار کے ایک وار سے اسکو ہمیشہ کے لئے ملک عدم بھیجدیا اُسکے مرتے ہی سب بدحواس ہو کر بھاگے جناب امیر علیہ السلام کے رعب کیوجہ سے پھر کوئی مقابل نہوا یہ تلوار کھینچکر اُس مجمع میں جا پڑے بیس آدمیوں کو مارا باقی ماندہ لوگ بھاگ نکلے جناب امیر نے اُنکا تعاقب کیا جب وہ ہر طرح سے مجبور ہوئے تو اُنھوں نے امان مانگی اور اسلام لائے

(ترمذی و فتح الباری و زرقانی شرح مواہب)

حجۃ الوداع اسی سنہ میں آنحضرت صلعم نے حج کیا چونکہ یہ حج آنحضرت صلعم کا آخری حج تھا اسلئے اس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں جب آنحضرت صلعم نے بقصد ادائے حج مدینۂ منورہ سے سفر کیا اور احرام باندھا اور جناب امیر علیہ السلام اسوقت یمن میں تھے اُن کو بھی اطلاع دی کہ حج میں آؤ جناب امیر علیہ السلام مکہ معظمہ روانہ ہوئے اور اس نیت سے احرام باندھا کہ جو رسول اللہ کی نیت ہو گی وہ میری نیت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب

امیرؑ یمن سے چلکر آنحضرتؐ کے پہونچنے سے قبل مکہ معظمہ پہونچگئے تھے یمن سے بہت سے اونٹ بغرض قربانی بھی اپنے ساتھ لائے تھے آنحضرتؐ نے اپنی قربانی میں جناب امیرؑ کو شریک کیا تھا جب آنحضرتؐ سے اور جناب امیرؑ سے ملاقات ہوئی تو آنحضرتؐ نے اُن سے پوچھا تم نے کیا نیت کی ہے جناب امیرؑ نے عرض کیا مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ آپنے احرام بغرض عمرہ باندھا ہے یا بقصد حج میں نے یہ نیت کی تھی کہ جو رسول اللہ کی نیت ہو وہی میری نیت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے حج کی نیت سے احرام باندھا ہے اُسی احرام پر قائم ہوں تم بھی احرام سے باہر نہونا۔ صحیح مسلم میں عبداللہ ابن حارث کندی سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت کے ساتھ حجۃ الوداع کیا دسویں تاریخ اُس میدان میں جہاں قربانی ہوتی ہے جب آنحضرتؐ تشریف لیگئے تو آپنے جناب امیرؑ کو بُلوایا اور فرمایا کہ تم نیزہ کو نیچے سے پکڑو خود آنحضرتؐ نے نیزہ کو اس سے اوپر پکڑا اور دونوں نے اونٹ کے سینہ پر مارا جب قربانی سے فراغت ہوئی تو آنحضرتؐ اپنے خچر پر سوار ہوے اور جناب امیرؑ کو پس پشت بٹھالیا اس حج میں آنحضرتؐ نے بہت سے مواعظ و نصائح حاضرین کو فرمائے تھے جناب امیرؑ ہر موقع پر آنحضرتؐ کے ساتھ رہے۔

غدیرخم: یہ مقام مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان جحفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اس کا اصلی نام خم تھا جہاں ایک چشمہ یا تالاب تھا جسکو عربی میں غدیر کہتے ہیں جب بعد فراغت حجۃ الوداع آنحضرت مدینہ تشریف لیجا رہے تھے تو بعض صحابہ نے اس سفر میں اور بعض نے اس سے قبل مکہ معظمہ میں جناب امیرؑ کی شکایتیں متعلق بہ امارت یمن کی تھیں۔ چونکہ وہ شکایتیں غلط فہمی پر مبنی تھیں اسلئے اثناء سفر میں آنحضرتؐ نے بمقام غدیرخم اٹھارہ ذیحجہ کو قیام فرمایا اور بعد نماز ظہر ارشاد فرمایا کہ میں عنقریب دنیا سے کوچ کرنیوالا ہوں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جو ایک دوسرے سے عزّت و مرتبہ میں بڑی ہیں ایک کتاب اللہ (قرآن شریف) اور دوسری میری اولاد (اہلبیت) دیکھونگا کہ تم میرے بعد ان سے کیسا معاملہ رکھتے ہو یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہوں گے آپس میں ملے رہیں گے اور قیامت کے روز حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے اگر تم ان سے تمسّک کروگے تو میرے بعد گمراہ نہوگے (اس حدیث کی اتنے جزو کو حدیث ثقلین کہتے ہیں اسکے مروی طرق آئندہ بیان فضائل اہلبیت میں آوینگے) خداوند تعالی ہر امر کا مولی ہے اور میں ہر مرد دیندار

کا مولی ہوں۔ پھر جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑکر فرمایا جسکا میں ولی ہوں اُسکے یہ بھی ولی ہیں خداوندا تو بھی اُسکا ولی ہو جا جسکے ولی علی ہوں اور جو ان سے عداوت رکھے تو بھی اُسکا مدعی و دشمن ہو جا۔ امام احمد ابن حنبل نے اس تقریر کو یوں نقل کیا ہے کہ جب آنحضرتؐ غدیر خم پر اُترے تو جناب امیر کا ہاتھ پکڑکر فرمایا لوگو کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمانوں کو مجھے اپنی جان سے زائد عزیز رکھنا چاہیئے سب نے کہا ایسا ہی ہے پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہر مومن کو مجھے اپنی جان سے زائد عزیز رکھنا چاہیئے سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے پھر فرمایا خداوند جسکا میں مولی ہوں علی بھی اُسکا مولی ہے جو علی کو دوست رکھے تو بھی اُسکو دوست رکھ اور جو علی سے عداوت رکھے تو بھی اُس سے عداوت رکھ حضرت عمر فاروقؓ نے جناب امیرؑ کو اسکی مبارکباد دی اور فرمایا کہ اے ابو طالب کے بیٹے تم کو مبارک کہ تم تمام مسلمانوں کے مولے ہوئے (مشکوۃ شریف وازالۃ الخفا) جناب امیرؑ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک روز صحابہ سے دریافت کیا کہ غدیر خم میں جو آنحضرتؐ کا ارشاد سننے والے اس مجمع میں جسقدر موجود ہوں وہ بیان کریں تیس آدمی کھڑے ہو گئے اور اُنھوں نے گواہی دی کہ آنحضرت نے یوم غدیر خم فرمایا کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ (مسند امام احمد و نزل الابرار) اس حدیث کو حدیث ولایت و حدیث غدیر کہتے ہیں اسکی کافی تحقیق و بیان طرق مرویہ و اسماء صحابہ و تابعین و محدثین رواۃ حدیث ناظرین حصہ سوم کتاب ہذا موسومہ بہ مناقب المرتضے من مواہب المصطفے میں ملاحظہ کرینگے یہاں پر بضمن واقعات مختصراً بیان کر دیا گیا بعض علما کا قول ہے کہ بریدہ نے جناب امیرؑ کی شکایت آنحضرتؐ سے کی تھی تب آنحضرتؐ نے یہ فرمایا تھا غرضکہ کوئی وجہ بھی ہو مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ اس سفر میں جو معیت و فضیلت جناب امیر کو حاصل ہوئی وہ اور کسی کو حاصل نہوئی ۔

(حذب)

انت فی الدنیا وجیہ انت فی العقبی وجیہ | لا امثالک یا علی بعد النبی لا ریب فیہ

اسی تقریب پر اہل تشیع کے یہاں عید غدیر ہوتی ہے جس میں وہ مثل اعیاد مشروعہ خوشیاں مناتے ہیں۔

مباہلہ اسی سنہ میں آنحضرتؐ نے نجران کے عیسائیوں کے نام خط بغرض دعوت اسلام بھیجا ان میں سے کچھ چند لوگ آنحضرتؐ کے پاس آگئے مگر اُنھوں نے قبول اسلام سے انکار کیا آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا اگر تم

سچے ہو تو مباہلہ کرو۔ مباہلہ یہ ہے کہ دو شخص جو آپس میں کسی امر پر نزاع رکھتے ہوں اپنے اپنے بال بچوں کو لیکر میدان میں جائیں اور خدا کی درگاہ میں دعا کریں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو خدا اُسے تباہ کرے آنحضرت اس قرار داد کے موافق جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرت امام حسن و حضرت امام حسین کو لیکر نکلے اور ان سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہتے جانا عیسائی یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرینگے جزیہ دینے پر راضی ہوگئے اس واقعہ مباہلہ کے متعلق حضرات اہل تشیع کے کتابوں میں چوبیس ذی الحجہ مرقوم ہے اسی تاریخ پر انکے یہاں عید مباہلہ کی تقریب ہوتی ہے اس مباہلہ کا ذکر کلام مجید میں بھی ہے فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين یعنی اے محمد جو کوئی تم سے جھگڑا کرے اس امر میں کہ تم کو بعد علیسےٰ کے نبی ہونے کا علم ہو گیا ہے تم اُس سے یہ کہو کہ آؤ ہم تم دونوں اپنے لڑکوں اور عورتوں کو بلالیں اور خود بھی موجود ہوں پھر عاجزی کے ساتھ دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔ امام مسلم لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے جناب امیر اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین کو بلایا اور فرمایا کہ یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ اس جگہ ابناء نا سے مراد حضرات حسنین اور نساء نا سے حضرت فاطمہ اور انفسنا سے خود آنحضرت اور جناب امیر مراد ہیں عرب کے محاورہ میں چچازاد بھائی کو نفس کہتے ہیں صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ اس آیت سے زیادہ قوی دلیل حضرات علی و فاطمہ و حضرات حسنین کی فضیلت کی اور کوئی نہیں انھیں پانچ حضرات کو پنجتن پاک بھی کہتے ہیں یہی چار حضرات بقول صحیح اہلبیت میں شامل ہیں انھیں ذوات مقدسہ کی شان میں چند الفاظ اہلبیت۔ آل۔ آل عبا عترت۔ ذریت۔ ذوی القربیٰ استعمل ہوتے ہیں لہٰذا اسی ضمن میں ہم ان الفاظ کی تحقیق لکھ کر تفصیلاً اہلبیت کے فضائل آیات قرآنی و احادیث نبوی و ارشادات خلفائے راشدین و دیگر صحابہ و تابعین وغیرہ سے لکھتے ہیں۔

بیان اہلبیت و آل و آل عبا و عترت و ذریّت و ذوی القربیٰ

اہلبیت اہلبیت کے معنی گھر والوں کے ہیں یعنی وہ لوگ جو ایک گھر یا ایک نسب میں ہوں اور لغتاً

اھل الرجل سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں جو اُسکے ساتھ ایک گھر یا ایک نسب میں شریک ہوں اور اُسکے قائم مقام ہوں اُسکے دین اور صنعت اور شہر کے لوگ بھی اُسکے اہل کہلاتے ہیں (مفردات امام راغب اصفہانی) اس امر کے متعین کرنے میں کہ اہلبیت نبوی میں کون کون حضرات تھے متقدمین نے اختلاف کیا ہے امام مالک کے نزدیک بنی ہاشم مراد ہیں بعض کے نزدیک بنی قصی اور بعض نے تمام قریش کو شامل کیا ہے۔ زید ابن ارقم کے نزدیک صرف بنی عبد المطلب ہیں سعید ابن جبیر کے نزدیک ازواج مطہرات اور اولاد اہلبیت ہیں۔ مقاتل و ابو سعید خدری و انس ابن مالک حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ کے نزدیک صرف آل عبا ہیں جن کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی "قتادہ وغیرہ" تابعین بھی اسی کی قائل ہیں۔ متاخرین نے ان مختلف اقوال میں ایک طرح کی مطابقت پیدا کر دی ہے کہ ہر شخص کے بیت در حقیقت تین ہوتے ہیں۔ (۱) بیت نسب (۲) بیت سکنی (۳) بیت ولادت۔ بنی ہاشم اور اولاد عبد المطلب جن پر صدقہ حرام ہے یہ لوگ اہلبیت نسبی ہیں جن میں حضرات علی عقیل جعفر۔ عباس۔ حارث کی اولاد بھی شامل ہے عرب میں اولاد جد قریب کو اہلبیت میں شامل کرتے ہیں۔ ازواج مطہرات اہلبیت سکنی ہیں اولاد امجاد اہلبیت ولادت ہیں آل عبا ان میں بسبب زیادہ فضل سب سے مقدم ہیں آیت تطہیر میں باوجود ضمیر جمع مذکر کے ازواج کو اہلبیت سے خارج کرنا سباق آیت کے مخالف ہے اسلیے کہ آیات سابق و لاحق میں انھیں کی طرف خطاب ہے، اور ضمیر عنکم جمع مذکر تغلیب کی وجہ سے ہے کیونکہ رجال یعنی جناب امیر و حضرات حسنین ان میں داخل ہیں لیکن صحیح مسلم میں زید ابن ارقم والی حدیث سے ثابت ہے کہ ازواج اہلبیت میں داخل نہیں زید ابن حیان کہتے ہیں کہ میں اور حصین ابن سبرہ اور عمران ابن حصین زید ابن ارقم کے پاس گئے جب ہم لوگ اُنکے سامنے بیٹھے تو حصین کہنے لگے اے زید آپنے بہت خیر حاصل کی کہ آپ نے آنحضرتؐ کی زیارت کی اور ان سے حدیث سُنی اور اُنکی معیت میں غزوات کیے اور آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھی جو کچھ آپنے آنحضرت سے سنا ہو مجھ سے بھی بیان کیجیے زید کہنے لگے اے میرے بھتیجے میری عمر بہت ہو گئی ہے اور زمانہ گذر گیا اکثر باتیں جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھیں وہ بھول گیا اب جو کچھ میں تم سے بیان کروں اُسکو تم قبول کرو اور جو میں نہ بیان کروں اُس میں مت کلام کرو پھر کہنے لگے کہ ایک روز آنحضرتؐ ایک

چشمہ کے کنارے جسے خم کہتے تھے مابین مکہ مدینہ خطبہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے اولاً خدا کی حمد و ثنا کی پھر وعظ و نصیحت کی اور فرمایا اے لوگو میں بھی ایک بشر ہوں مجھے گمان ہے کہ میرے پاس خدا کا پیغام آئیگا میں اُسے قبول کر لونگا میں تم لوگوں میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک کتاب اللہ جسمیں ہدایت اور نور ہے تم لوگ کتاب اللہ کو پکڑو اور اُس سے متمسک ہو جاؤ اور دوسری چیز اہلبیت ہے میں تم کو اپنے اہلبیت کے بارہ میں خدا کی یاد دلاتا ہوں حصین نے زید سے پوچھا کہ اے زید کیا آنحضرت کے ازواج مطہرات اہلبیت میں نہیں زید کہنے لگے نہیں خدا کی قسم عورت مرد کیساتھ بہت تھوڑے زمانہ تک رہتی ہے جب مرد اسکو طلاق دیدیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کیطرف رجوع کرتی ہے آنحضرت کے اہلبیت میں اُنکے اصل اور خویش ہیں جنپر صدقہ حرام ہے (صحیح مسلم) اس حدیث کی شرح میں امام نودی لکھتے ہیں کہ حصین ابن سبرہ کے اس سوال پر کہ کیا آنحضرت کے اہلبیت میں نہیں زید ابن ارقم کا یہ کہنا کہ نہیں یہ خود ایک دلیل ہے اُس قول کے باطل کرنے کے لئے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ تمام قریش آنحضرت کے اہلبیت ہیں کیونکہ آنحضرت کی بیبیوں میں قرشی بیبیاں بھی تھیں جیسے حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و حضرت ام سلمہ و حضرت سودہ و حضرت ام حبیبہ۔ حضرت ام سلمہ کی روایت سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جسکو ہم آیت تطہیر کے تحت میں بیان کرینگے اسکے علاوہ نزول آیت مباہلہ کے بعد لفظ اہلبیت جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین سے مخصوص ہو گیا اس لفظ سے یہی حضرات مراد ہوتے ہیں آیت مباہلہ کی تشریح میں احادیث آئندہ بیان ہونگے۔

آل۔ لفظ آل کے معنی مطلقاً اولاد کے ہیں لغت میں لفظ آل خاص قرابت داروں و گھر والوں کیلئے بنا ہے کبھی دور کے رشتہ دار بھی اس سے مراد لئے جاتے ہیں بعض کے نزدیک آل اصل میں اہل تھا۔ ہا کو ہمزہ سے بدل دیا جسطرح سے کہ ہیہات و ریہات میں ابدال ہوا پھر بوجہ توالی ہمزتین ایک ہمزہ الف سے بدل گیا اسی لئے اسکی تصغیر اہیل مستعمل ہے۔ کسائی امام نحو کے نزدیک اسکی تصغیر اویل بھی آئی ہے۔ اہل کا اطلاق بہ نسبت آل کے عام ہے اسلئے کہ محاورۂ عرب میں اھل البصرۃ بولا جاتا ہے نہ آل البصرۃ۔ امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں کہ آل اہل سے بنا ہے اسکی اضافت اعلام ناطقین

کیساتھ مخصوص ہے لیے اسما نکرہ اور زمانہ اور مواضع کیطرف مضاف نہیں ہوتا برخلاف لفظ اہل کے
چنانچہ کلام عرب میں آل زید یا آل عمر مستعمل ہے نہ آل رجل اسیطرح سے آل موضع و آل قریہ اور
آل زمان بھی مستعمل نہیں بجائے اسکے اہل رجل و اہل موضع و اہل قریہ و اہل بلدۃ وغیرہ کلام عرب
میں شایع ہے۔ ابی عبید احمد ابن محمد ابن محمد ابن ابی عبید العبدی کتاب الغریبین میں لکھتے ہیں کہ ابن
عرفہ کا قول ہے کہ آل سے وہ قریبی رشتہ دار مراد ہیں جو کسی شخص کے قرابت دار ہوں یہ لفظ اول سے
ماخوذ ہے جسکے معنی رجوع کے ہیں ابن الورید لکھتے ہیں کہ آل سے قریبی رشتہ دار مراد ہوتے ہیں اس
امر کے متعین کرنے میں کہ آنحضرتؐ کے آل میں کون ذوات مقدسہ ہیں۔ علما مختلف ہیں ایک گروہ
کے نزدیک ازواج مطہرات جناب امیر حضرت سیدہ حضرات حسنین سب آنحضرتؐ کے آل امجاد میں داخل
ہیں۔ ایک گروہ نے وہ اشخاص مراد لئے ہیں جنپر زکوۃ حرام ہے یعنی اولاد عبدالمطلب۔ ایک گروہ نے
پیروان دین کو بھی آل میں داخل کیا ہے بربنا رحدیث من سلك علے طريقي فهو الي۔ یعنی جو
شخص میرے طریقہ پر چلے وہ میرے آل میں ہے اس تعمیم میں سب شامل ہو سکتے ہیں۔ ایک گروہ نے
آل سے صرف جناب امیر و حضرت سیدہ و حضرات حسنین کی ذات کو مراد لیا ہے۔ امام راغب مفردات میں
لکھتے ہیں کہ لفظ آل کا استعمال اُس چیز میں کیا جاتا ہے جسے انسان کے ساتھ خصوصیت یا قرابت قریبہ
حاصل ہو یا بحیثیت دوستی اُسے قربت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں آل ابراهيم وآل عمران
وارد کیا اور فرمایا اے آل فرعون تم سخت عذاب میں داخل ہو۔ آل نبی سے آنحضرتؐ کے قریبی رشتہ دار
مراد لئے جاتے ہیں بعض لوگ اُن لوگوں کو بھی مراد لیتے ہیں جو علم کی حیثیت سے آنحضرتؐ کیساتھ خصوصیت
رکھتے ہیں ان سے مراد دیندار لوگ ہوتے ہیں جنکی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو علم الیقین اور عمل محکم کے
ساتھ مخصوص ہیں وہ آل نبی اور امت محمدی کہے جاتے ہیں دوسرے وہ جو بطریق تقلید علم کیساتھ
خصوصیت رکھتے ہیں وہ محض امت کے لوگ کہے جاتے ہیں انپر لفظ آل کا اطلاق نہیں ہوتا اور آنحضرت
کی کل آل آپ کی امت میں شامل ہے اور کل امت آپ کی آل نہیں خود آنحضرتؐ کا ارشاد ہے آلی
کل مومن تقی۔ ابو عبید ہروی لکھتے ہیں کہ میں نے ایک فصیح اعرابی کو یہ کہتے سنا کہ اهل مکۃ

آل اللہ یعنی اہل مکہ خدا کی آل ہیں میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہارا اس سے کیا مطلب ہے وہ کہنے لگا کہ
کیا یہ لوگ مسلمان نہیں اور مسلمان خدا کی آل ہیں جسطرح آل فلاں کہہ کر متبعین مراد لئے جاتے ہیں تو مکہ بھی
اسکے مشابہ ہے کیونکہ وہ ام القریٰ ہے اسی کی مثال ایسی ہے جیسے کہ فرعون کے متبعین باوجود گمراہ ہونیکے
آل کہے گئے پھر میں نے کہا کہ کیا کسی آدمی کا قبیلہ آل کہا جاسکتا ہے اُس نے کہا نہیں بلکہ اُس کے
اہلبیت مخصوص طور پر اسکے آل ہیں اسی کی مؤیدہ حدیث ہے جسکو علامہ بغوی نے شرح السنہ میں لکھا
ہے اور بخاری میں بھی ہے کہ عبدالرحمن ابن ابی لیلےٰ سے مروی ہے کہ مجھ سے کعب ابن عجرہ سے ملاقات ہوئی وہ
کہنے لگے کیا میں تمہارے سامنے وہ ہدیہ پیش کروں جو میں نے آنحضرت سے سنا ہے میں نے کہا ضرور پیش کیجئے کہنے لگے کہ ہم نے
آنحضرتؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم کو آپ کے اہلبیت پر کسطرح درود بھیجنا چاہیئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ
اسطرح اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم وبارک
علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ کمال الدین
ابن طلحہ شافعی مطالب السئول میں اس حدیث کے بعد لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اس حدیث میں ایک
کی دوسرے کے ساتھ تفسیر بیان فرمائی اور مفسر اور مفسر بہ معنی میں برابر ہیں۔ پس آنحضرت کے آل آپکے اہلبیت
ہیں اور اہلبیت آل ہیں اور مآلاً یہ دونوں متحد ہیں اور اسکی حقیقت کا انکشاف اس سے ہوتا ہے کہ آل
اصل میں اہل ہے لہذا ثابت ہوا کہ آل سے مراد اہلبیت ہیں اب رہا یہ امر کہ آل و اہلبیت سے کون کون ذوات
مقدسہ مراد ہیں حدیث مندرجہ ذیل مرویہ علامہ بیہقی تعین کے لئے کافی ثبوت ہوسکتی ہے۔ شہر ابن حوشب
حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں
کو بلا لاؤ وہ بلا لائیں آنحضرتؐ نے اُن کو اپنی چادر اوڑھا دی اور فرمایا بار الٰہا یہ آل محمد ہے اسپر تو اپنی
رحمت و برکت نازل کر جسطرح تو نے ابراھیم و آل ابراھیم پر نازل کی تو ستودہ و برگزیدہ ہے۔ ایک گروہ اپنے
قول کی تائید میں اس حدیث کو پیش کرتا ہے جسکی سند کے صحیح ہونے پر مسلم و نسائی و ابوداؤد کا اتفاق ہے
وہ یہ کہ عبداللہ ابن ربیعہ ابن حارث کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ یہ صدقات لوگوں کے
میل ہیں اور آل محمد پر حلال نہیں۔ تیسرا گروہ جو پیروان دین کو بھی آل میں داخل کرتا ہے وہ اس آیت سے تمسک کرتا ہے

کہ الا آل لوط انا لمنجوھم اجمعین یعنی مگر آل لوط جنھیں ہم سب کو نجات دینے والے ہیں اس امر پر تمام مفسرین متفق ہیں کہ اس آیت میں آل لوط سے بعین حضرت لوط علیہ السلام مراد ہیں۔ ان تمام امور میں کمال الدین محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السئول میں اپنی یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ آل کے تمام معانی ان چار ذوات مقدس علیہم السلام میں مجتمع ہیں کہ یہی آنحضرت کے اہلبیت ہیں اور انھیں پر صدقہ حرام ہے اور یہی آنحضرت کے دین کے پورے پیرو ہیں اور یہی آنحضرت کے طریقہ پر چلنے والے ہیں لہذا آل کا اطلاق انھیں پر حقیقتاً ہو سکتا ہے اور غیر پر مجازاً اور اسی پر علما کا اتفاق ہے حقیقت یہ ہے کہ فضائل اہلبیت میں جسقدر احادیث وارد ہوئے ہیں ان میں کسی جگہ لفظ آل کسی لفظ ذریت کسی جگہ لفظ عترت مستعمل ہوا ان الفاظ کا مفہوم خاص اہلبیت ہی ہو سکتے ہیں تمام مومنین پر آل کا قیاس نہیں ہو سکتا اسکے علاوہ یہ امر تو بالاتفاق ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق سے زیادہ کوئی شخص متبع سنت نبوی نہیں گذرا اگر لفظ آل عام ہوتا اور اُس سے بعین مراد ہوتے تو آنحضرت حضرت ابو بکر سے اوایل سورہ برات واپس لیکر جناب امیر کو نہ دیتے اور یہ نفرماتے کہ اسکو میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی لیجائیگا۔ امام احمد اور امام نسائی حضرت ابن عباس سے باسناد روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت ابو بکر کو سورۂ توبہ دیکر بھیجا انکے بعد جناب امیر کو روانہ کیا انھوں نے حضرت ابو بکر سے اس سورہ کو لے لیا آنحضرت نے فرمایا کہ اسکو اور کوئی نہیں لیجائیگا مگر وہ میرے گھر کا آدمی کہ جو میرا ہو اور میں اسکا ہوں۔ شیخ ابو القاسم حسین ابن محمد ابن مفضل امام راغب اصبہانی محاضرات میں لکھتے ہیں کہ ابو جعفر منصور دوانقی حضرت امام جعفر صادق ابن حضرت امام محمد باقر علیہما السلام سے کہنے لگے کہ ہم اور تم دونوں آنحضرت سے قرابت میں برابر ہیں تم کو ہم پر فضیلت کس بات سے ہے حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت اگر تمھارے خاندان میں نکاح کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے جائز تھا ہم میں وہ نکاح نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح ایک مرتبہ مامون رشید نے ایک علوی سید سے پوچھا کہ تمکو ہم پر عرب ہونے اور آنحضرت کے عزیز قریب ہونے میں کیا فضیلت ہے علوی نے جواب دیا کہ آنحضرت سے ہماری عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نتھی تمھاری عورتوں کو پردہ کی ضرورت تھی۔

(فائدہ بیان مشارکت آل با آنحضرتؐ) امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کے اہلبیت کو پانچ باتوں میں آنحضرتؐ کے مساوی کیا۔

(۱) اہلبیت کو سلام میں آنحضرتؐ کیساتھ شریک کیا آنحضرتؐ کے حق میں ارشاد ہو السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اہلبیت کیلئے ارشاد فرمایا سلام علی آل یاسین۔ سید نور الدین علی بن جمال الدین عبداللہ شافعی جواہر العقدین میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت نے عبداللہ ابن عباس سے یہ روایت کی کہ سلام علی آل یاسین سے مراد آل محمد ہیں۔ کلبی نقاش سے روایت کرتے ہیں کہ آل یاسین سے آل محمد مراد ہیں اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یاسین رکھا جسطرح حضرت یعقوب کا نام اسرائیل رکھا اور احمد و محمد بھی آپکے نام رکھے۔ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ سلام علی الیاسین سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہیں یہ قول بھی سیاق و سباق کے موافق معلوم ہوتا ہے۔

(۲) طہارت میں اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کے حق میں ارشاد فرماتا ہے کہ طٰہٰ (ای یا طاہر) ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ۔ یعنی اے طاہر ہمنے تجھ پر قرآن اسلئے نازل نہیں کیا کہ تو اُس سے تھک جائے اہلبیت کیلئے ارشاد ہوا ویطھرکم تطھیرا یعنی تم کو خوب طاہر کیا۔

(۳) آنحضرتؐ اور اہلبیت پر درود تشہد میں کعب ابن عجرہ سے مروی ہے کہ جب آیت ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما نازل ہوئی تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہمیں تعلیم فرمادیں کہ ہم آپ پر کسطرح درود و سلام پڑھا کریں آنحضرتؐ نے فرمایا یوں کہا کرو کہ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید (بخاری و مسلم) ابو مسعود بدری کہتے ہیں کہ ہم سعد ابن عبادہ کی مجلس میں تھے کہ ہمارے پاس آنحضرتؐ آئے بشیر ابن سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے تو ہم کسطرح سے درود پڑھا کریں یہ سنکر آنحضرتؐ خاموش ہو رہے ایسا کہ ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ کاش بشیر ابن سعد آنحضرتؐ سے یہ سوال نہ کرتے پھر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یوں پڑھا کرو اللھم صل علی محمد و

علےٰ اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم وٰاٰل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علے محمد وٰاٰل محمد کما بارکت علے ابراھیم وٰاٰل براھیم انک حمید مجید۔ یہ روایت امام مسلم کی ہے طبرانی نے یہ حدیث اسطرح پر روایت کی کہ آنحضرتؐ بشیر ابن سعد کے پوچھنے پر خاموش ہوگئے یہاں تک کہ خدا کے یہاں سے آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی پھر آپنے مذکورۂ بالا درود شریف ارشاد فرمایا اسی کے موافق بیہقی کی حدیث جو بذریعۂ شہر ابن حوشب حضرت ام سلمہ سے مروی ہے۔ مذکور ہو چکی رجال مشہور شافعی جواہر العقدین و ینابیع المودۃ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ سے مرفوعاً مروی ہے کہ آپنے فرمایا تم مجھپر ناقص درود نہ پڑھا کرو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ناقص درود کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم لوگ کہتے ہو اللھم صل علی محمد اتنا کہہ کر چپ ہو جاتے ہو بلکہ یوں کہا کرو کہ اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد۔ حافظ ابن حجر عمل الیوم واللیلہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ نماز بغیر قرأت اور تشہد اور آنحضرتؐ اور اُنکے آل پر درود پڑھنے کے نہیں ہوتی ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کہا کرتے تھے جس شخص نے تشہد میں آنحضرتؐ اور اُنکے آلؑ پر درود شریف نہ پڑھا اُسکی نماز نہوئی بیہقی امام شعبی کا قول لکھتے ہیں کہ جس نے تشہد میں آنحضرتؐ اور اُنکے آل پر درود شریف نہ پڑھا اُسکو نماز کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ امام شافعی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم	فرض من اللہ فی القراٰن انزلہ
اے اہلبیت رسول اللہ تمھاری محبت کو خدا نے فرض کیا اور قرآن شریف میں اُسکا حکم دیا (جواہر العقدین)	
کفاکم من عظیم القدر انکم	من لم یصل علیکم فلا صلوٰۃ لہ
تمھاری بزرگی اسیقدر کافی ہے کہ جو شخص	تم پر درود نہ پڑھے اُسکی نماز نہیں ہوتی۔

(۴) صدقہ کا حرام ہونا جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ صدقہ محمدؐ و آل محمدؐ پر حلال نہیں۔ امام مسلم و امام طحاوی حضرت ابی ہریرہؓ کی روایت سے لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؑ نے صدقہ کے پھلوں میں سے ایک پھل لیکر اپنے منھ میں ڈال لیا تھا آنحضرتؐ نے کخ کخ کا کلمہ اظہار نفرت کیلئے فرمایا تاکہ وہ تھوک دیں پھر فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں۔ جواہر العقدین میں حضرت امام حسینؑ سے

مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہم آل محمد ہیں ہمپر صدقہ حلال نہیں۔

(۵) لزوم محبت آنحضرت کیلئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی تم میری اتباع کرو اللہ تم کو دوست رکھیگا اہلبیت کی نسبت ارشاد ہوتا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔ یعنی اے محمد کہدو کہ میں تم سے اسکا کوئی اجر نہیں چاہتا بجز قرابتداروں کی محبت کے۔

آل عبا اس سے بھی اہلبیت ہی مراد ہیں۔ عبا کے معنی کملی کے ہیں۔ حضرت عایشہ و حضرت ام سلمہ والی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے وقت نزول آیت تطہیر حضرت فاطمہؑ جناب امیرؑ و حضرات حسنینؑ کو کملی اڑھائی تھی جسکا تفصیلی بیان تحت آیۂ تطہیر آیندہ آویگا بلحاظ مزید توقیر یہ حضرات آل عبا کہے گئے انکی اولاد یعنی ائمۂ اطہار باختصاص فضل و شرف آل عبا کہی جاتی ہے لفظ آل عبا و اہلبیت اگرچہ مرادف ہے لیکن بہ نسبت اہلبیت کے آل عبا میں صراحت ہے۔

عترت عترت کے معنی اولاد کے ہیں لیث کا قول ہے کہ عترۃ الرجل سے اسکے مددگار مراد ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر کا ارشاد ہے انا عترۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہم آنحضرتؐ کے اعوان و انصار ہیں لیکن بسند صحیح دارقطنی میں معقل ابن یسار سے حضرت ابوبکر صدیق کا یہ ارشاد مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ علی عترت (اولاد) رسول سے ہیں جن سے تمسک کیلئے آنحضرتؐ نے ترغیب دی اور اس امر سے مخصوص کردیا اور یوم غدیر خم فرمادیا (صواعق محرقہ دارقطنی) ابن السکیت کے نزدیک عترت اور رہط کے ایک معنی ہیں رہط قوم اور قبیلہ کو کہتے ہیں جسکا اطلاق عربی زبان میں صرف مردوں پر ہوتا ہے۔ محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السئول میں لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک عترت مرادف عشیرت ہے اور بعض کے نزدیک مرادف ذریت باپ و دادا کی اولاد کو عشیرت اور نسل کو ذریت کہتے ہیں کلبی کا قول ہے کہ عترت سے قریبی اہلبیت اور کبھی دور کے رشتہ دار بھی مراد ہو سکتے ہیں (کتاب الغریبین لابی عبید ہروی) ثعلب ابن الاعرابی سے روایت کرتے ہیں کہ عترت سے صرف ذریت مراد ہے یعنی وہ اولاد جو اسکے صلب سے پیدا ہو اور وہ نسل جو اسکے بعد باقی رہے۔ عرب اسکے سوا اور کسی کو عترت نہیں کہتے۔ ازہری بھی اسی قول کی تائید کرتے ہیں۔

(مصباح المنیر) اسی لئے آنحضرتؐ کی ذریت یعنی اولاد جناب امیرؑ جو حضرت سیدہؑ کے بطن سے پیدا ہوئی وہ آنحضرتؐ کی عترت کہلاتی ہے۔ امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی عترت میں وہ لوگ جن کی نسبت آنحضرتؐ کی طرف کی جاتی ہے یعنی حضرت سیدہؑ کی اولاد جسب ذیل احادیث اس امر کے مؤید ہیں کہ عترت سے اولاد مراد ہے۔

(۱) جناب امیرؑ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بار الٰہا یہ لوگ تیرے رسول کی عترت ہیں انکی بُروں کو انکی نیکیوں کے عوض میں بخشدے اور ان سب کو میرے لئے بخشدے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (سیرت ملا ابو عمر و مناقب مرتضوی والکواکب المضیئہ)

(۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جب مکہ فتح کیا تو پھر طائف کیطرف لوٹے اور اسکا محاصرہ سترہ یا بیس دن تک کیا پھر خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں اپنی عترت کیساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں حوض کوثر تمہارے وعدہ کی جگہ ہے قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو ورنہ تمہاری طرف ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا کہ جو مجھ جیسا ہو وہ تمہاری گردن مار یگا پھر جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ وہ یہ شخص ہے (مصنف ابن ابی شیبہ و ابو یعلیٰ و مستدرک حاکم)

(۳) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ سب سے آخری کلام آنحضرتؐ کا یہ تھا کہ میرے بعد میری عترت یعنی اہلبیت سے نیکی کرو۔ (معجم اوسط طبرانی و کنز العمال و احیاء المیت)

(۴) ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ مومن کا ایمان اُس وقت تک کامل نہو گا جبتک کہ میں اسکو اُسکی ذات سے زیادہ محبوب نہوں اور میری عترت اسکو اپنی عترت سے زیادہ محبوب نہو اور میرے اہل کو اپنے اہل سے زیادہ عزیز رکھے (دیلمی و کنز العمال)

(۵) ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ خدا کا غضب اُس شخص کے بارہ میں سخت ہوتا ہے جو مجھے میری عترت کے متعلق اذیت دیتا ہے (دیلمی و کنز العمال)

جناب امام حسن علیہ السلام کے خطبات سے جو آپ نے بعض زمانوں میں بعض مقامات پر فرمائے تھے اس

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم ہی خدا کا وہ گروہ ہیں جو فلاح پانے والا ہے اور ہم ہی رسول اللہ کے اہلبیت سے طیب طاہر ہیں اور اُن دو میں سے ایک ہیں جنکو رسول اللہ نے اپنے بعد چھوڑا کتاب اللہ دوسری چیز ہے امروج الذہب ۔ اسکے علاوہ حدیث ثقلین میں جو متعدد طرق مروی ہے اور بحیثیت اسناد صحیح بھی ہے اسمیں خود آنحضرتؐ نے عترت کی تشریح اہلبیت سے فرمائی ہے جملہ طرق اسکے آئندہ تحت بیان حدیث ثقلین آوینگے اُن سے ثابت ہوگا کہ عترت سے مراد بھی اہلبیت اطہار ہی ہیں۔

ذریت | ذریت سے بھی اولاد صلبی اور نسل مراد لیجاتی ہے بعض دشمنان اہلبیت کا اعتراض ہے کہ دختری اولاد ذریت میں داخل نہیں ہوتی حالانکہ دختری اولاد کا ذریت میں داخل ہونا کلام مجید سے ثابت ہے و من ذریته داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون وکذٰلك نجزی المحسنین وزکریا ویحییٰ وعیسےٰ والیاس کل من الصالحین یا والحقنا بھم ذریتھم سے سمہودی جواہر العقدین میں حضرت ابن عباس سے آیت والحقنا بھم ذریتھم کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اُن سے اُنکی ذریت کو ملا دیا یعنی اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کا مرتبہ اُسکے ساتھ جنت میں بلند کردیگا اگرچہ وہ اُس مومن سے عمل میں کمتر ہونگے پھر ابن عباس نے یہ آیت پڑھکر فرمایا کہ جب مطلق مومن کی ذریت کا یہ حال ہے تو آنحضرتؐ کی ذریت کا کیا حال ہوگا۔ صواعق محرقہ میں ہے کہ ہارون رشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم سے پوچھا کہ تم اپنے آپکو آنحضرتؐ کی ذریت کیسے کہتے ہو تم تو جناب امیرؑ کی ذریت سے ہو۔ جناب امام نے جواب میں آیت و من ذریته داؤد وسلیمان پڑھی اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ اپنی ماں کی وجہ سے حضرت ابراہیم کی ذریت میں بیان کئے گئے۔ امام شعبی اور قاری عاصم ابن النجود المقری بیان کرتے ہیں کہ حجاج ابن یوسف ثقفی کو معلوم ہوا کہ یحییٰ ابن یعمر تابعی کہتے ہیں کہ حضرات حسنین آنحضرت کی ذریت سے ہیں یحییٰ اُسوقت خراسان میں تھے حجاج نے قتیبہ ابن مسلم والی خراسان کو لکھا کہ یحییٰ ابن یعمر کو میرے پاس بھیجدو قتیبہ نے یحییٰ کو حجاج کے پاس بھیجدیا حجاج نے اُن سے پوچھا کہ کیا یہ تمھارا خیال ہے کہ حسنین آنحضرت کی ذریت سے ہیں یحییٰ نے کہا ہاں مجھے یحییٰ کے بیدھڑک کہدینے پر تعجب ہوا حجاج نے کہا کہ کوئی دلیل واضح کتاب اللہ سے بیان کرو آیت مباہلہ کو دلیل میں نہ پیش کرنا

یحییٰ کہنے لگے اگر میں اس آیت کے سوا دوسری آیت کلام مجید سے واضح طور پر ثابت کر دوں تو تم مجھے امان دو گے یحییٰ نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کون تھے اللہ تعالیٰ نے انکو حضرت ابراہیم کی ذریت میں ملا دیا حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم کے درمیان حضرت حسینؑ اور آنحضرتؐ سے بہت زائد فاصلہ ہے (ابن خلکان وحیوۃ الحیوان للدمیری) حافظ عبد العزیز ابن الاخضر جنابذی لکھتے ہیں کہ ذکوان سیر معاویہ کے غلام نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ معاویہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ ان دونوں لڑکوں یعنی حسنؑ حسینؑ کو کسنے آنحضرتؐ کا بیٹا قرار دیا یہ تو علی کے بیٹے ہیں پھر معاویہ نے مجھ کو دفتر میں اپنی اولاد کے نام لکھنے کا حکم دیا میں نے انکے بیٹیوں اور پوتوں کے نام لکھے نواسوں کے نام چھوڑ دیے اور وہ کاغذ دکھانے معاویہ کے پاس لیگیا معاویہ مجھ سے کہنے لگے کہ تم میرے بڑے بیٹوں کا نام لکھنا بھول گئے ہیں نے پوچھا وہ کون کہنے لگے کہ کیا میری فلاں بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے نہیں ہیں نے کہا اللہ اکبر تمھاری بیٹی کے بیٹے تو تمھارے بیٹے ہو جائیں اور حضرت فاطمہؑ کے بیٹے آنحضرت کے بیٹے نہوں کہنے لگے چپ رہ تجھ سے اب یہ بات کوئی نہ سنے۔ خود آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؑ کی اولاد کی متعلق اُن سے فرمایا جیسا کہ طبرانی میں ہے کہ ہر ایک بنی اب کی نسبت ایک عصبہ کیطرف کیجاتی ہے مگر فاطمہ کی اولاد کا میں ولی اور عصبہ ہوں۔ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بہت سے طریقوں سے مروی ہے بعض بعض سے قوی ہیں۔ حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ ہر بنی اب کیلئے عصبہ ہوا کرتا ہے جنکی طرف وہ منسوب کیا جاتا ہے مگر اولاد فاطمہ کہ جنکا ولی اور عصبہ میں ہوں وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا ہوئے (مستدرک حاکم وتاریخ ابن عساکر ابو صالح و ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں اور ابن السمان کتاب الموافقۃ میں اور مسلم متابعات میں اور دارقطنی سنن میں اور طبرانی معجم اوسط میں اور بیہقی شعب الایمان میں اور ابو الحسن مغازلی مناقب میں اور دولابی ذریت طاہرہ میں حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ ہر ایک سبب و نسب قیامت کے روز منقطع ہو جائیگا مگر میرا نسب اور سبب اور ہر ایک ماں کے بیٹوں کیلئے عصبہ باپ کیطرف سے ہوتے ہیں بجز اولاد فاطمہ کے کہ جنکا باپ اور عصبہ میں ہوں مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عباس ابن عبد المطلب کہتے ہیں

کہ ایک مرتبہ میں آنحضرتؐ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ جناب امیرؑ آئے آنحضرتؐ انھیں دیکھ کر خوش ہو گئے۔
میں نے کہا یا رسول اللہ اس لڑکے کو دیکھ کر آپ کا چہرہ کیوں چمک اُٹھا آنحضرتؐ فرمانے لگے اے چچا
واللہ باللہ مجھ کو اس سے بہت محبت ہے کوئی نبی نہیں گذرا جسکی ذریت اُسکے صلب سے باقی نہ رہی ہو میرے
بعد میری ذریت اسکی صلب سے باقی رہیگی جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ اپنے ناموں اور اپنے ماؤں کے
ناموں سے پکارے جائینگے مگر یہ اور اسکی اولاد اپنے ناموں اور اپنے باپ کے ناموں سے پکاری جائینگے
اسی مضمون کی حدیث کو ابو الخیر حاکمی نے اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن مسعود سے روایت کی ابن
عباس کہتے ہیں کہ اس مجمع میں میں بھی موجود تھا جناب امیرؑ جب آئے تو آنحضرتؐ نے کھڑے ہو کر
معانقہ کیا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ طبرانی نے علاوہ ابن عباس کے حضرت جابر سے بھی اسکو روایت کیا۔
آنحضرتؐ کی نسل بجز حضرت فاطمہ کے منقطع ہو گئی متعدد حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے
حضرت فاطمہ کی نسل کو اپنی نسل اور اپنی ذریت کو صلب جناب امیرؑ سے ظاہر ہونا بیان فرمایا اور متعدد
مرتبہ جناب امیرؑ کو ابو ولدی یعنی میرے بچوں کے باپ فرمایا اور انکی ذریت کو اپنی ذریت فرمایا احادیث
میں یہ لفظ بجز آل عبا کے اور کسی دوسرے کے حق میں وارد نہیں ہوا حضرت امام علی موسی رضا اپنے
آبائے کرام کی سند سے اپنے مسند موسومہ بہ مسند اہلبیت میں جناب امیرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کے
روز چار آدمیوں کو میری شفاعت پہونچیگی ایک وہ جو میری ذریت کی تکریم کرنیوالا ہے دوسرا وہ جو انکی
حاجتوں کو پورا کرتا ہے تیسرا وہ جو اُنکے مشکلات کو دفع کرتا ہے چوتھا وہ کہ جو دل و زبان سے انکو دوست
رکھتا ہے۔ دیلمی جناب امیرؑ کی روایت سے لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے فرمایا اے علی اللہ نے
تمھیں اور تمھاری ذریت اور تمھاری اولاد اور اہل اور تمھارے محبین اور محبین کے محبین کو بخشدیا
تم اس سے خوش ہو یہاں پر ذریت سے نسل مراد لیگئی ہے جیسا کہ فحوائے کلام سے ظاہر ہے عاصم بن
النجود زر ابن حبیش سے اور وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فاطمہ کی عصمت
کی وجہ سے اللہ نے اسکی ذریت پر آگ حرام کردی ایک روایت میں ہے کہ اسی وجہ سے اُن کو اور اُنکی ذریت
کو جنت میں داخل کیا (مسند بزار و معجم کبیر طبرانی و حلیۃ الاولیا ابو نعیم و کنز العمال للشیخ علی متقی) جناب امیرؑ فرماتے

ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ تم جانتی ہو تمہارا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا تو میں نے آنحضرت ﷺ سے اسکی وجہ پوچھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اور اسکی ذریت کو دوزخ سے چھوڑایا ہے (مسند حافظ ابوالقاسم دمشقی و ریاض النضرہ للطبری و مسند اہلبیت) ان تمام بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ذریت سے مطلق اولاد مراد ہے خواہ پسری ہو یا دختری آنحضرت ﷺ نے اپنی دختری اولاد کو اپنی ذریت فرمایا اور جہاں پر حضرت فاطمہ کی ذریت بیان کی وہاں کوئی ایسی تصریح جس سے دختری و پسری اولاد کا فرق ظاہر ہو نہیں فرمائی۔

ذوی القربیٰ | اس سے بھی حضرت اہلبیت ہی مراد ہیں۔ امام ابوالحسن علی ابن احمد الواحدی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہیں جن کی مودت خدا نے ہم پر واجب کی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علی و فاطمہ و حسنین اس حدیث کو امام احمد و ابن ابی حاتم و طبرانی و حاکم و دیلمی و ثعلبی نے روایت کیا۔ زاذان کہتے ہیں کہ جناب امیرؑ فرماتے تھے کہ سورۂ حٰمٓ میں اہلبیت کی شان میں ایک آیت ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ ہم اہلبیت کی مودت کو محفوظ نہیں رکھیگا مگر مرد مومن پھر یہی آیت پڑھی۔ یہ امر ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ آل و آل عبا و عترت و ذریت و ذوی القربیٰ سے اہلبیت عظام ہی مراد ہیں اور لفظ اہلبیت ان چار حضرات علی و فاطمہ و حسنین کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ لہذا اب ہم تفصیلی فضائل اہلبیت آیات قرآنی و احادیث نبوی سے بیان کرتے ہیں اور اپنے لئے حب اہلبیت اطہار پنجتن پاک و ائمہ کبار ذریت صاحب لولاک کو وسیلۂ نجات و ذریعۂ حصول مقاصد گردانتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

محمدؐ گل است علیؑ بوئے گل — بود فاطمہؑ اندراں برگ گل

چو عطرش برآمد حسینؑ و حسنؑ — معطر شد از وے زمین و زمن

آیات دربارۂ فضائل اہلبیت

آیت اول ۔ آیت تطہیر | انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (سورۂ احزاب) ترجمہ ۔ بیشک اے اہلبیت اللہ تم سے ناپاکی دور کرکے تمکو اچھی طرح سے پاک کرنا چاہتا ہے مفسرین کا قول ہے کہ آیت جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین کی شان میں نازل ہوئی ضمیر عنکم جو جمع مذکر کیواسطے ہے وہ اس آیت میں موجود ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ آیت خاص کر ازواج مطہرات کے بارہ میں نازل ہوئی کیونکہ بعد کے الفاظ اسی کی تائید کرتے ہیں نیز اس آیت سے قبل ازواج مطہرات کا قصہ بھی اس امر کا شاہد ہے کہ یہ آیت جو درمیان میں نازل ہوئی یا ازواج مطہرات کے شان میں ہے۔ کتاب المعتصر من المختصر من مشکل الآثار میں بیان اہلبیت میں ہے کہ اہلبیت سے آل عبا یعنی حضرات علی و فاطمہ و حسن و حسین مراد ہیں۔ تخاطب بہ ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم آیت واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ تک تمام ہوگیا اس آیت تطہیر میں اہلبیت سے خطاب بوجہ شرف رفعت از سر نو شروع ہوا اسلئے کہ تخاطب بصیغۂ جمع مذکر عنکم ہے نہ عنکن ایسا ہی تفسیر بحر المحیط میں بھی ہے کہ اس آیت میں اہلبیت کی تخصیص ازواج مطہرات سے موافق قول عکرمہ و مقاتل و ابن السائب صحیح نہیں اگر ایسا ہوتا تو ترکیب میں عنکن و یطھرکن بصیغہ مؤنث ہوتا اگرچہ یہ قول ابن عباس سے مروی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ثابت ہوتا ہے ابو سعید خدری کا قول ہے کہ یہ خاص آنحضرتؐ و جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین کیلئے ہے اور ایسا ہی حضرت انسؓ و حضرت عایشہ و حضرت ام سلمہ سے بھی مروی ہے احادیث ذیل صاف اس امر کو بتلاتے ہیں کہ مورد آیت تطہیر حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین ہیں۔

(۱) حضرت عایشہ فرماتی ہیں کہ ایک روز صبح کو آنحضرت صلعم ایک سیاہ بالوں کی منقش کملی اوڑھے باہر تشریف لائے اتنے میں حضرت امام حسن آگئے آنحضرت نے ان کو کملی میں لیلیا پھر حضرت امام حسین آگئے ان کو بھی لیلیا پھر حضرت فاطمہ آئیں انکو بھی اسی کملی میں لیلیا۔ پھر جناب امیر تشریف

لائے ان کو بھی اسی کملی میں داخل کیا اور آیت پڑھی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (صحیح مسلم و جامع ترمذی و مسند امام احمد و مستدرک حاکم و مصنف ابن ابی شیبہ و تفسیر در منثور و ابن جریر و ابن ابی حاتم)

(۲) حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ یہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی میں دروازہ کے قریب بیٹھی تھی اور گھر میں آنحضرت اور جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین تھے آنحضرت نے ان کو چادر اڑھا کر فرمایا خداوندا یہ میرے اہلبیت اور میرے مددگار ہیں ان سے نجاست دور کر اور ان کو اچھی طرح سے پاکیزگی عطا فرما ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی انکے ساتھ ہوں آنحضرت نے فرمایا کہ تم بھی اچھی ہو (مسلم و ترمذی و حاکم و ابن مردویہ و بیہقی و دولابی و ابن جریر و ابن المنذر و سیوطی۔ ترمذی نے اس حدیث کی تصحیح کی حاکم مستدرک میں لکھتے ہیں کہ ام سلمہ والی حدیث بر شرط بخاری صحیح ہے مگر انھوں نے اسکی تصحیح نہیں کی) طبرانی و امام احمد کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ خادمہ نے عرض کیا کہ جناب امیر و حضرت فاطمہ دروازہ پر ہیں پھر آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھو اور میری اہلبیت سے علیحدہ ہو جاؤ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں اٹھ کر علیحدہ بیٹھ گئی پھر جناب امیر اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین ع گھر میں داخل ہوئے حسنین ابھی چھوٹے بچے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور ان کو بوسہ دیا پھر جناب امیر کو ایک طرف اور حضرت فاطمہ کو دوسری طرف بٹھالا اور دونوں کو بھی بوسہ دیا اور انپر سیاہ کملی اوڑھا دیا اور فرمایا اے میرے پروردگار میں اپنے اہلبیت کو تیرے سپرد کرتا ہوں حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور میں تو فرمایا تم اپنی جگہ پر ہو۔

(۳) عمر ابن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ آیت تطہیر حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی میں بھی اس وقت وہیں تھا آنحضرت نے حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین کو بلا کر ان پر چادر ڈالدی پھر دعا فرمائی کہ خداوندا یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے نجاست دور کر اور ان کو اچھی طرح سے پاک کر ام سلمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بھی انکے ساتھ ہوں آنحضرت نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر ہو تم بھی اچھی ہو (ترمذی امام احمد و ابن جریر طبرانی و ابن مردویہ و در منثور سیوطی)

(۴) واثلہ ابن الاسقع کہتے ہیں کہ میں جناب امیر کی تلاش میں حضرت فاطمہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ وہ آنحضرتؐ کے پاس گئے ہیں میں اُنکے انتظار میں بیٹھ گیا کہ آنحضرت اور جناب امیر حضرات حسنین کا ہاتھ پکڑے تشریف لائے اور حجرہ میں بیٹھ گئے آنحضرتؐ نے حضرت امام حسن کو داہنے زانو اور حضرت امام حسین کو بائیں زانو پر اور جناب امیر و حضرت فاطمہ کو سامنے بٹھلایا اور انپر چادر ڈالکر آیت تطہیر پڑھی

(مسند امام احمد و ابو حاتم و مستدرک حاکم و دیلمی و ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن المنذر و درمنثور سیوطی و بیہقی۔ حاکم نے مستدرک میں لکھا کہ یہ حدیث بشرط مسلم صحیح ہے مگر اُنھوں نے اسکی تخریج نہیں کی بیہقی نے بھی اسکی تصحیح کی)

(۵) حضرت سعد سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ پر جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ و حضرات حسنینؑ و حضرت فاطمہؑ کو اپنی چادر اوڑھاکر فرمایا کہ اے پروردگار یہی میرے اہل اور میرے اہلبیت ہیں

(ابن جریر و درمنثور سیوطی و ابن مردویہ و مستدرک حاکم)

(۶) ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جب جناب امیر کا نکاح حضرت سیدہؑ سے ہوگیا تو آنحضرتؐ ۴۰ روز تک برابر صبح کو حضرت سیدہؑ کے دروازہ پر تشریف لاکر فرماتے رہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ الصلوۃ رحمکم اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم یعنی تم پر اللہ کی رحمت و سلامتی اور برکتیں نماز کا وقت ہے خدا تم پر رحم کرے اے گھر والو خدا تم سے نجاست دور کرکے تم کو خوب پاک کرنا چاہتا ہے میں اُس سے لڑوں گا جو تم سے لڑے اور اُس سے صلح کروں گا جو تم سے صلح کرے۔

(تفسیر درمنثور سیوطی و ابن مردویہ)

(۷) انس ابن مالک سے مروی ہے کہ چھ مہینہ تک آنحضرتؐ حضرت فاطمہ کے دروازہ پر صبح کی نماز کے وقت جاکر یہ فرمایا کئے الصلوۃ یا اھل البیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (مسند احمد و ترمذی و ابن ابی شیبہ و ابن المنذر و حاکم و ابن مردویہ و درمنثور سیوطی، حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی اور ابن المنذر حسن ہونے کے قایل ہوئے)

(۸) ابی الحمراء کہتے ہیں کہ میں نو مہینہ تک آنحضرت کی خدمت میں رہا جب صبح ہوتی تو آنحضرتؐ

حضرت فاطمہ کے دروازہ پر تشریف لیجا کر اهل البیت یرحمکم الله فرما کر آیت تطہیر پڑھتے (طبرانی، ابن جریر

وابن مردویہ کی روایت میں آٹھ مہینہ مذکور ہیں (در منثور سیوطی)

(۹) ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم نو مہینہ تک آنحضرتؐ کو دیکھتے رہے کہ آپ ہر روز جناب امیرؑ کے

دروازہ پر تشریف لاکر ہر نماز کے وقت فرماتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اهل البیت انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم

تطهیراً (ابن مردویہ و درمنثور سیوطی)

(۱۰) ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ آیت تطہیر پنجتن پاک یعنی آنحضرتؐ و جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرات

حسنین کی شان میں نازل ہوئی (مسند امام احمد و طبرانی و طبری) ابن جریر طبری نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا

جسکے الفاظ یہ ہیں کہ ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ آیت پانچ شخصوں کے حق میں

نازل ہوئی یعنی میرے اور علی اور فاطمہ و حسنینؑ. مرزا محمد بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اکثر علما

کے نزدیک حسن ہے اسکی تخریج سیوطی نے اپنی تفسیر درمنثور میں بھی کی امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بھی اس

حدیث کی صحت کو بیان کیا تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ابوسعید خدری اور ایک جماعت تابعین اسطرف

گئی ہے کہ آیت تطہیر میں جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین ہی مراد ہیں۔

(۱۱) حضرت امام حسن فرماتے تھے کہ ہم لوگ وہ اہلبیت ہیں جن کے حق میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔

(طبقات ابن سعد و تفسیر ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن مردویہ و درمنثور للسیوطی)

(۱۲) دیلمی جناب امیر کا قول لکھتے ہیں کہ ہم ہی وہ اہلبیت ہیں جن سے خدا نے ظاہر و باطن کی

برائیاں دور کردی ہیں. صواعق محرقہ میں ہے کہ اس حدیث کی کیفیت میں مختلف روایتیں ہیں بعض سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت ام سلمہ کے گھر میں ہوا بعض حضرت فاطمہ کے گھر میں ہونا تحریر کرتے ہیں۔

بعض روایات میں حضرت عباس کے متعلق بھی چادر میں آنا مذکور ہے لیکن تواتر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مورد

آیۂ تطہیر اہلبیت ہیں جس سے مراد آل عبا ہیں جو حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ والی حدیث میں بیان

ہو چکے. اس بیان سے یہ متحقق ہوتا ہے کہ اس آیت سے حضرات علی و فاطمہ و حسنین ہی مراد ہیں علاوہ آنحضرتؐ کے

قول اور فعل اور عمل سب سے یہی ثابت ہوتا ہے (قول میں احادیث فضائل اہلبیت ہیں جو آئندہ بیان ہونگے فعل میں یہ چادر والا قصہ جو وقت نزول آیت مذکور ہوا علاوہ اسکے واقعہ مباہلہ خود دلیل واضح ہے۔ عمل میں الصلوٰۃ یا اھل البیت اثبات کیلئے کافی ہے)

آیت دوم۔ آیت مباہلہ | فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین (آل عمران) ترجمہ اے محمد جھگڑا کرنیوالوں سے کہو آؤ ہم تم اپنے بیٹوں و عورتوں سمیت دعا کریں کہ جھوٹوں پر لعنت ہو۔ اس آیت مباہلہ کے متعلق حسب ذیل احادیث ہیں۔

(۱) حضرت سعد ابن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے جناب امیرؑ و حضرت فاطمہؑ و حضرات حسنینؑ کو بلا کر کہا اے پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں (صحیح مسلم و جامع ترمذی و سنن نسائی و مسند امام احمد ابن حنبل)

(۲) حضرت جابر ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انفسنا سے آنحضرت اور جناب امیرؑ اور ابناءنا سے جناب حسنینؑ اور نساءنا سے حضرت فاطمہؑ مراد ہیں (مستدرک علی الصحیحین للحاکم)

(۳) تفسیر ابو حاتم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نصارائے نجران کے چند آدمی آنحضرت کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ آپ ہمارے مالک کے حق میں کیا کہتے ہیں آنحضرتؐ نے پوچھا وہ کون کہنے لگے عیسیٰؑ جنکے متعلق آپکا گمان یہ ہے کہ وہ خدا کے بندے ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں میرا گمان ٹھیک ہے وہ کہنے لگے کہ آپ عیسیٰ کا ایسا کوئی خدا بندہ ہمیں دکھائیے یا اگر آپ کو ایسے شخص کا حال معلوم ہو تو بتلائیے یہ کہکر وہ لوگ چلے گئے حضرت جبرئیلؑ نے آکر آنحضرتؐ سے کہا کہ جب وہ لوگ آویں تو ان سے کہئے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم یعنی خدا کے نزدیک عیسیٰؑ بعینہٖ آدمؑ کیطرح ہیں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ نجران کے لوگوں میں سے ایک شخص نے آنحضرتؐ سے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں انکا کوئی باپ نہیں انکے ساتھ والوں میں سے دوسرے نے کہا بلکہ وہ خود خدا تھے مردہ کو زندہ کرتے غیب کی باتیں بیان کرتے تھے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے مٹی سے جانور بناتے تھے آپ انکو خدا کا بندہ کہتے ہیں آنحضرت

نے فرمایا کہ وہ خدا کے بندے اور اسکا پاک کلمہ تھے جو مریم کیطرف القا کیا گیا تھا وہ لوگ خفا ہو کر کہنے لگے کہ جب تک آپ اُن کو خدا نہ کہیں گے ہم راضی نہونگے اگر آپ صادق ہیں تو ہمیں کوئی خدا کا بندہ ایسا دکھا دیں جو مردہ کو زندہ اور کوڑھی کو اچھا کرے اور مٹی سے جانور بنائے اور پھر اسمیں رُوح پھونکے کہ وہ اُڑ جائے آنحضرتؐ یہ سنکر خاموش ہو رہے تب وحی نازل ہوئی کہ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح ابن مریم یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم خدا کے بیٹے ہیں کافر ہیں اسکے بعد آیت مباہلہ نازل ہوئی تب آنحضرتؐ نے گروہ نصاریٰ سے فرمایا اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اللہ نے مجھے تم سے مباہلہ کرنیکا حکم دیا ہے آؤ مباہلہ کرو اُن لوگوں نے دوسرے روز کا وعدہ کیا جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ معہ جناب امیرؑ و حضرت فاطمہؑ و حضرات حسنینؑ تشریف لائے۔ سقف (پیشوا) نے اُن سے کہا کہ واللہ میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر یہ خدا سے دعا مانگیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹجائے تو اللہ تعالیٰ ہٹا دیگا تم اُن سے مباہلہ مت کرو ورنہ زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہیگا چنانچہ پھر اُنھوں نے آنحضرتؐ سے مباہلہ نہیں کیا۔ (اصول حق مجرم)

(۴) دار قطنی روایت کرتے ہیں کہ مشورہ یعنی بحث خلافت حضرت عثمانؓ و حضرت علیؑ کے روز اہل شوریٰ سے جناب امیرؑ نے گفتگو فرمایا تھا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کوئی تم میں میرے سوا ایسا شخص بھی موجود ہے جو آنحضرتؐ کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو جس کے نفس کو آنحضرتؐ نے اپنا نفس اور جس کے بیٹوں کو آنحضرتؐ نے اپنا بیٹا فرمایا ہو سب کہنے لگے کہ خدا کی قسم آپکے سوا اور کوئی نہیں (کنز العمال)

آیت سوم۔ آیت مودت | قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ (حم) ترجمہ اے پیغمبر اُن لوگوں سے کہو کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت دار کی محبت اس آیت کی توضیح میں دو حدیثیں ایک جناب امیرؑ سے دوسری حضرت ابن عباس سے مروی ہے جسکو ہم ذوی القربیٰ کے بیان میں لکھ آئے۔

آیت چہارم آیت تذکیر | وقفوھم انھم مسئولون (والصافات) ترجمہ اُن لوگوں کو موقف میں ٹھہراؤ یعنی کسی جگہ تاکہ اُن سے اُنکے اعمال و عقائد پوچھے جائینگے امام واحدی تفسیر میں ابو بکر

ابن مردویہ اور دیلمی فردوس الاخبار میں لکھتے ہیں کہ ابوسعید خدری اور ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں لوگوں سے قیامت کے روز ولایت جناب امیر و محبت اہلبیت کے متعلق سوال کیا جائیگا۔ صواعق محرقہ میں ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کا آنحضرتؐ سے یہ ارشاد ہے کہ تم لوگوں سے کہو کہ میں تبلیغ رسالت پر کوئی اجر نہیں چاہتا بجز قرابت دار کی محبت کے اسی وجہ سے اُن لوگوں سے پوچھا جائیگا کہ محبت اور دوستی کے متعلق جو تم کو آنحضرتؐ نے وصیت کی تھی اُسکو بجالائے یا نہیں اگر بجالائے تو تم کو ثواب ملیگا۔ ورنہ تمھاری گرفت کیجائے گی۔ آنحضرتؐ نے ایک حدیث میں فرمایا اذکرکم اللہ فی اھلبیتی یعنی اپنے اہلبیت میں میں تمکو خدا کو یاد دلاتا ہوں اس جملہ کو تین مرتبہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔

آیت پنجم آیت تصلیہ

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (احزاب) ترجمہ۔ بیشک اللہ اور اُسکے فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اسکے نبی پر درود و سلام بھیجو تفسیر کبیر میں ہے کہ صحابہ نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر کسطرح درود بھیجیں تو آنحضرتؐ نے اُن کو درود شریف تعلیم فرمایا جس میں لفظ آل محمد تھا بعض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے یہ درود تعلیم فرمایا تھا اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید اسی درود کو امام بخاری و امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت کعب بن عجرہ سے روایت کر کے لکھا ہے کہ یہی وہ درود ہے جو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے اسی کے متعلق امام شافعی کا ارشاد ہے کہ اے اہلبیت تمھاری بزرگی یہی بہت ہے کہ جبتک تمپر درود نہ پڑھا جائے نماز نہیں ہوتی صحابہ کرام کا سوال صیغۂ درود کے متعلق اوپر لکھا جا چکا ہے۔ آنحضرتؐ کا جواب اور تعلیم درود بالفاظ مخصوص اس امر پر صریحی دلالت کرتا ہے کہ اس آیت سے تمام مسلمانوں کو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابۂ کرام سیاق آیت سے سمجھ گئے تھے۔ ورنہ بعد نزول آیت صحابہ سوال کرتے اور نہ آنحضرتؐ اُن کو صیغۂ درود تعلیم فرماتے جب آنحضرتؐ نے الفاظ تعلیم فرمائے تو معلوم ہوا کہ اہلبیت

اور آل پر درود بھیجنا فرض ہے الفاظ درود میں آنحضرت کا اپنی اولاد و اہلبیت کو شامل فرمانا اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ مقصد اصلی انکی تعظیم ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ناقص درود سے کیا مطلب ہے ارشاد ہوا کہ اللھم صل علی محمد کہہ کر چپ ہو جایا کرو بلکہ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد بھی کہا کرو۔ بعض احادیث میں صرف اللھم صل علی محمد منقول ہے جسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس راوی کو جو الفاظ یاد رہے وہ اسنے بیان کر دیئے لیکن تمام روایات کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ و علی آل محمد بھی مختلف طریقوں سے آیا ہے بعض روایات میں آلہ و ازواجہ و ذریاتہ بھی ہے آلہ کے بعد ازواجہ و ذریاتہ کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواج آل میں داخل نہیں ذریات البتہ شامل ہو سکتے ہیں (صواعق محرقہ)

آیت ششم۔ آیت تطہیر | سلام علی آل یاسین (والصافات) ترجمہ آل یاسین پر سلام ہو۔ تمام مفسرین مثل کلبی و فخر الدین رازی ابن ابی حاتم و سیوطی وغیرہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آل یاسین سے آل محمد مراد ہیں (صواعق محرقہ)

آیت ہفتم۔ آیت اعتصام | واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (آل عمران) ترجمہ تم سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور اختلاف نہ کرو۔ تفسیر ثعلبی میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ حبل اللہ سے ہم لوگ مراد ہیں (صواعق محرقہ)

آیت ہشتم۔ آیت فضل | ام یحسدون الناس علی ما آتاھم اللہ من فضلہ (النساء) ترجمہ کیا لوگ اس شخص پر حسد کرتے ہیں جسکو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے دیا ہے اس سے مراد اہلبیت رسول ہیں۔ کتاب نصرت اعجاز ہے حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ہم اہلبیت مراد ہیں (مناقب ابی الحسن مغازلی و صواعق محرقہ)

آیت نہم۔ آیت امان | وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (انفال) ترجمہ اللہ اُس قوم پر عذاب نہ کریگا جس میں کہ تم ہو یعنی بوجہ تمہارے رحمۃ للعالمین ہونیکے اکثر احادیث میں وارد ہے

کہ اس سے اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ جسطرح رسول اللہ اہل زمین کیلئے امان ہیں اُنکے اہلبیت بھی امان ہونگے کیونکہ آنحضرتؐ نے اہلبیت کے متعلق فرمایا ہے اللھم انھم منی وانا منھم، خداوندا اہلبیت مجھ سے ہیں اور میں اہلبیت سے ہوں ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نجوم اہل ارض کیلئے امان ہیں اور میرے اہلبیت امت کیلئے۔ حاکم نے اس حدیث کی بشرط بخاری و مسلم تصحیح کی بعض روایتوں میں یوں ہے کہ نجوم اہل سماں کیلئے امان ہیں اور میرے اہلبیت اہل ارض کے لئے ایک روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت کی مثال تم میں باب حطہ کی ہے جو اس میں داخل ہوگا بخشا جائیگا۔ باب حطہ بنی اسرائیل میں تھا اس سے تشبیہ اسلئے دی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کے باب اریحا میں تواضع و استغفار سے داخل ہونا بنی اسرائیل کی مغفرت کا سبب گردانا اسیطرح اس امت میں بھی اہلبیت کی محبّت سبب آمرزش و ذریعہ نجات قرار دیا (صواعق محرقہ و کنز العمال)

آیت دھم۔ آیت ہدایت | وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحا ثم اھتدیٰ (طہ) ترجمہ بیشک میں اُس شخص کو بخشوں گا جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر ہدایت پائے نیک اعمال سے مراد ادائے فرایض ہیں ثابت بنانی کا قول ہے کہ ہدایت سے تولائے اہلبیت مراد ہے اور حضرت امام محمد باقرؑ سے بھی یہی منقول ہے (صواعق محرقہ)

آیت یازدھم آیت رضا | ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (والیل) ترجمہ اے محمدؐ عنقریب خدا تم کو گنہگاران امت کے بارہ میں مرتبہ شفاعت عطا کریگا جس سے خوش ہو جاؤگے۔ حاکم بشرط صحت حدیث آنحضرتؐ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میرے اہلبیت سے جو وحدانیت اور رسالت کا اقرار کریگا اسپر عذاب نہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے درخواست کی ہے کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔ میری درخواست قبول ہوئی۔ طبرانی جناب امیرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے میرے اہلبیت جائینگے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جنکی میں شفاعت کرونگا وہ میرے اہلبیت ہونگے۔ قرطبی و ابن جریر حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ

آنحضرت اس بات سے راضی ہو گئے کہ انکے اہلبیت میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائیگا (صواعق محرقہ
ومناقب ابن المغازلی واحیاء المیت للسیوطی والنص الجلی) علامۂ ابن حجر ہیثمی مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ
مذکورہ نو آیتیں اور حسب ذیل تین آیتیں یعنی ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم
خیر البریہ۔ وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون ھذا صراط مستقیم
وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم فضائل اہلبیت میں بیان کیں تفاسیر کے دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین آیتیں جناب امیرؑ کے فضائل میں ہیں لہذا ہمنے انکو جلد سوم مناقب جناب امیر موسومہ
بمناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفیٰ میں ذکر کیا ہے۔

آیت دوازدہم ۱۲ آیت محبت	ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا (دہر)

ترجمہ اپنی محبت سے فقیروں اور یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ علامۂ واحدی اپنی تفسیر میں
اس آیت کا شان نزول یوں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب امیر نے ایک مرتبہ
اپنے روزینہ کے لئے رات بھر باغ سینچا جب صبح ہوئی تو اجرت میں انکو تھوڑے سے جو ملے جنکو
لیکر گھر آئے اور اس میں سے ایک ثلث پسوا کر اسکا حریرہ بغیر گھی کے پکوایا جب پک چکا تو ایک مسکین
نے آکر سوال کیا جناب امیرؑ نے وہ سب اسکو دیدیا پھر دوسری تہائی پکوائی جب وہ تیار ہوا تو ایک
یتیم نے آکر سوال کیا جناب امیرؑ نے اسکو کھلا دیا۔ پھر تیسرے تہائی پکوائی پکنے پر ایک مشرک قیدی نے
آکر سوال کیا جناب امیرؑ نے بقیہ اسکو کھلا دیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ سید ابن جبیر کہتے ہیں کہ قیدی
اہل قبلہ میں سے تھا۔ حسن اور قتادہ بھی اس آیت کا شان نزول یہی بیان کرتے ہیں۔ امام بخاری نے
اپنی صحیح میں بھی اس قصہ کو جناب امیرؑ کی مناقب میں لکھا ہے۔ علامۂ زمخشری تفسیر کشاف میں اس کا
شان نزول یوں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرات حسنین بیمار ہو گئے
آنحضرتؐ حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ کو ساتھ لیکر عیادت کو تشریف لیگئے صحابہ نے جناب امیرؑ سے کہا کہ
اے ابوالحسن اگر آپ ان صاحبزادوں کیلئے نذر مانتے تو بہتر تھا۔ جناب امیرؑ و حضرت فاطمہؑ اور فضہ
کنیز نے صحت حاصل ہونے پر تین تین روزے رکھنے کی منت مانی۔ جب حضرات حسنین صحت یاب ہوئے تو

سب نے روزے رکھے جناب امیرؑ کے یہاں اُسوقت کچھ موجود نہ تھا جو افطار کیلئے کام آتا آپ نے شمعون خیبری یہودی سے جَو کے تین پیمانے قرض لئے جسمیں ایک پیمانہ کو جناب سیدہؑ نے پیسکر اُسکی پانچ روٹیاں تعداد کے موافق پکائیں جب افطار کیلئے کھانا سامنے رکھا گیا اور روزہ داروں نے کھانا چاہا تو ایک سائل نے آکر صدا دی جناب امیرؑ نے سب کھانا اُسے دیدیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے دوسرے دن پھر روزہ رکھا جب افطار کے لئے کھانا تیار ہوا تو اُسیطرح ایک سائل نے پکار کر آواز دی کہ میں یتیم ہوں سب کھانا اُسے اُٹھا کر دیدیا گیا پانی سے افطار کر کے پھر سب سو رہے تیسرے روز پھر روزہ رکھا افطار کے وقت جب کھانے بیٹھے تو ایک قیدی نے آکر سوال کیا وہ کھانا سب اُس کو دیدیا گیا صبحکو جناب امیرؑ حضرات حسنین کا ہاتھ پکڑ کر اُن کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لیگئے یہ دونوں شدت بھوک سے پریشان تھے اور مثل چوزہ مرغ کانپ رہے تھے آنحضرتؐ نے اُن کو دیکھ کر جناب امیرؑ سے پوچھا کہ انکی کیا حالت ہے مجھے تکلیف ہوتی ہے یہ فرما کر آنحضرتؐ پھر حضرت فاطمہ زہراؑ کے یہاں آئے اُن کو محراب میں اس حالت میں دیکھا کہ پیٹ کمر سے لگا ہوا ہے اور بوجہ ضعف کے آنکھوں میں حلقہ پڑے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر آنحضرت کو نہایت ملال ہوا اتنے میں حضرت جبرئیلؑ نازل ہو کر کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیجئے اللہ تعالیٰ نے آپکے اہلبیت کو یہ انعام دیا ہے اور تہنیت فرمائی پھر آیت مذکورہ بالا انھوں نے پڑھی اکثر مفسرین نے شان نزول میں اسی قصہ کو لکھا ہے ملا حسین واعظ کاشفی تفسیر حسینی میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت فاطمہؑ و حضرت علی کے شان میں نازل ہوئی ایک مرتبہ حضرات حسنین بیمار رہے تھے حضرت فاطمہؑ و جناب امیرؑ نے تین روزہ دن کی منت مانی تھی جب صحت ہوئی تو منت پوری کرنے کے لئے روزہ کی نیت کر لی افطار کے وقت کچھ کھانے کو نہ تھا جناب امیرؑ نے اپنی زرہ یہودی کے پاس رہن رکھی اور تھوڑے سے جَو لے آئے حضرت فاطمہؑ نے جَو پیسے اور روٹی پکائی عین افطار کے وقت ایک مسکین آگیا وہ روٹیاں آپ نے اُسکو دیدیں اور خود روزہ پر روزہ رکھا دوسرے روز افطار کے وقت ایک یتیم اور تیسرے روز ایک اسیر آگیا حضرت فاطمہ اسی طرح ایثار کرتی رہیں بھوکھ اور پیہم صوم وصال سے غشی طاری ہو گئی آنحضرت تشریف لائے

آپ نے اس ایثار پر اظہار مسرت کیا (النص الجلی)

آیت سیزدھم۔ آیت منزلت | مرج البحرین یلتقیان و یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان (الرحمٰن) ترجمہ۔ چلائے دو دریا ملتے ہوئے اور اُن دونوں سے موتی اور مونگے نکالے۔ صاحب کتاب الدرر انس ابن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ بحرین سے مراد جناب امیرؑ و حضرت فاطمہ ہیں اور اللؤلؤ والمرجان سے حضرت حسنینؑ مراد ہیں (النص الجلی ما نزل من کتاب اللہ فی علی)

آیت چہاردھم۔ آیت نسبت | وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا (فرقان) ترجمہ اللہ وہ ہے کہ جس نے آدمی کو پانی سے پیدا کیا پھر اُس کے لئے النسبت وصہریت مقرر کی۔ محمد ابن سیرین اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرتؐ اور جناب امیرؑ اور حضرت فاطمہ کے حق میں نازل ہوئی نسباً جناب امیرؑ آنحضرتؐ کے ابن عم ہیں اور بوجہ حضرت فاطمہ کے شوہر ہونیکے آنحضرتؐ کے داماد ہیں (کفایۃ الطالب والنص الجلی)

آیت پانزدھم۔ آیت رفاقت | اخوانا علی سرر متقابلین (الحجر) ترجمہ بھائی برابر تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے ہونگے زید ابن ابی زید کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے ارشاد کیا کہ تم میرے ساتھ قیامت کے روز جنت میں معہ میری بیٹی فاطمہ کے ہوگے اور تم میرے بھائی اور رفیق ہو پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت پڑھی (مسند امام احمد ابن حنبل) حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ ہم میں اور فاطمہ میں کون آپ کو زائد محبوب ہے میں یا وہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فاطمہ زائد محبوب ہے اور تم اُس سے زائد عزیز ہو اور تم حوض کوثر پر جمع ہوگے اُس پر آسمان کے ستاروں کی تعداد کے موافق پیالے ہوں گے اور تم اور حسنؑ اور حسینؑ اور فاطمہ اور عقیل اور جعفر تمہارے بھائی تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے ہونگے (مسند ابو بکر ابن مردویہ و کنز العمال و النص الجلی)

آیت شانزدھم۔ آیت رفعت | فی بیوت اذن اللہ ان ترفع و یذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والآصال (نور) ترجمہ جن گھروں میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی

نام کے ذکر کئے جانے اور بلند ہونے کا حکم دیا ہے صبح و شام اُنہیں اُسکے لئے تسبیح کیجاتی ہے سیوطی
درمنثور میں اور ابن مردویہ اپنی مسند میں انس اور بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت نے یہ آیت
پڑھی تو ایک شخص پوچھنے لگا یا رسول اللہ یہ کون سے گھر ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ انبیاء کے گھر ہیں حضرت
ابوبکر رض نے حضرت علی ع اور حضرت فاطمہ ع کے گھر کے متعلق پوچھا کہ یہ گھر بھی انھیں میں سے ہے آنحضرت
نے فرمایا کہ یہ اُن میں کے بہترین گھروں میں سے ہے (النصل الجلی)

آیت ہفتدھم آیت نور — اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوۃ فیھا
مصباح الخ (نور) ترجمہ اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے اُسکے نور کی مثال ایسی ہے جیسے
چراغدان میں چراغ ہوتا ہے۔ ابن المغازلی حضرت امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں
کہ میں نے حسن بصری سے اس آیت کی تفسیر پوچھی وہ فرمانے لگے مشکوۃ سے مراد آنحضرت ہیں اور
مصباح سے حضرت فاطمہ اور زجاجہ سے جناب امیر اور شجرۃ مبارکۃ سے حضرت ابراہیم
اور لاشرقیۃ ولاغربیۃ سے یہ مراد ہے کہ حضرت فاطمہ تو یہودیہ تھیں نہ نصرانیہ اور نور علی نور
سے ائمہ کرام مراد ہیں کہ جو ایک دوسرے کے بعد ہوتے رہیں گے اور یھدی اللہ لنورہ من
یشاء سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ولایت سے جسے چاہے ہدایت کر سکتا ہے۔ ولایت سے
حب اہلبیت مراد ہے (النصل الجلی)

آیت ہشتدھم آیت اکتساب — ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا (شوریٰ) ترجمہ
جسنے نیکی حاصل کرنیکا ارادہ کیا ہم اسکے لئے نیکی زیادہ کریں گے۔ امام ثعلبی اپنی تفسیر میں بروایت
حضرت ابن عباس لکھتے ہیں کہ کسب خیر سے مراد مودت آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے (الفصل الجلی)

آیت نوزدھم ۱۹ آیت الصراط — اھدنا الصراط المستقیم (فاتحہ) ترجمہ ہمکو سیدھی راہ
دکھا تفسیر ثعلبی و معالم التنزیل میں مسلم ابن حیان سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ
کو کہتے سنا ہے کہ صراط مستقیم سے آنحضرت اور انکی آل کا طریقہ مراد ہے (معالم الفصل الجلی)

آیت بستم آیت اصطفا — ان اللہ اصطفےٰ آدم ونوحا وال ابراھیم وآل عمران

علی العالمین (آل عمران) ترجمہ اللہ تعالیٰ نے آدم نوحؑ و آل ابراہیمؑ آل عمران کو عالم والوں سے منتخب کیا۔ علامہ ثعلبی اپنی تفسیر میں اعمش سے اور وہ ابی وائل سے ناقل ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن مسعود کے کلام مجید میں اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے۔ ان اللہ اصطفٰی آدم ونوحا و آل ابراھیم وآل عمران وآل محمد علی العالمین (النص الجلی)

آیت بست و یکم۔ آیت تسکین | الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (رعد) ترجمہ اللہ کی یاد سے دل کو سکون ہوتا ہے۔ جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ دل ہیں جو اللہ اور رسول اور میرے اہلبیت سے سچی محبت رکھتے ہیں جھوٹ کا ان میں دخل نہیں ہوتا (ابن مردویہ در منثور و کنز العمال)

آیت بست و دوم۔ آیت بینہ | من بعد ماجاء تھم البینہ (بینہ) ترجمہ اس چیز کے بعد کہ پہونچی ان کو کھلی ہوئی بات۔ ابن المنذر اور سیوطی درمنثور میں ابن جریج سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد آل محمد ہیں (درمنثور و النص الجلی)

آیت بست و سوم۔ آیت شفع | والشفع والوتر (الفجر) ترجمہ قسم جفت اور طاق کی۔ علامہ ابوالفتح محمد ابن علی النطنزی خصائص العلویہ میں حضرت امام حسینؑ کا قول لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا شفع سے مراد حسنینؑ اور وتر سے علیؑ مراد ہیں اسکو علامہ ابن جریر نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے (النص الجلی)

آیت بست و چہارم آیت نعمت | ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم (تکاثر) ترجمہ تم سے پوچھینگے نعیم کی نسبت۔ خصائص العلویہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کے متعلق مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا نعیم سے مراد ہم اہلبیت ہیں (النص الجلی) قد تم الفضائل الوھبی علی ما نزل من اللہ تقدس وتعالیٰ فی حق اہلبیت النبی العربی۔

احادیث دربارہ فضائل اہلبیت

(۱) حدیث ثقلین اہلبیت کا بمنزلہ ثقلین کے ہونا۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی یعنی میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ کلام مجید اور اہلبیت اگر ان سے متمسک کروگے تو میرے بعد گمراہ نہوگے اس حدیث کو آنحضرت نے ہجرت کے دسویں سال بمقام غدیر خم جبکہ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ واپس آرہے تھے ارشاد فرمایا۔ اس حدیث کو اکابر محدثین مفسرین و متکلمین گروہ متقدمین و متاخرین نے اپنے اپنے صحاح و مسانید و سنن و معاجم و اجزاء و مناقب وغیرہ میں بالتصریح روایت کیا اور کافی تصحیح فرمائی جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ سعید ابن مسروق ثوری۔ ابو الربیع رکین کوفی۔ ابو حیان تیمی۔ عبد الملک بن ابی سلیمان الاعمش۔ محمد ابن اسحاق مدنی۔ ابو یوسف اسرائیل سبیعی کوفی۔ عبد الرحمن مسعودی۔ محمد ابن طلحہ کوفی۔ ابو عوانہ۔ قاضی ابو شریک۔ حسان کرمانی۔ جریر ابن عبد الحمید ضبی۔ ابن علیہ بصری۔ محمد ابن فضیل ضبی۔ عبد اللہ ابن نمیر ہمدانی۔ محمد ابن عبد اللہ زبیری۔ عبد الملک عقدی۔ اسود بن عامر شاذان۔ یحییٰ ابن حماد شیبانی۔ ابو جعفر محمد ابن حبیب بغدادی۔ ابو عبد اللہ محمد ابن سعد صاحب طبقات کبیر۔ ابو خیثمہ۔ زہیر ابن حرب نسائی شجاع ابن مخلد بغوی۔ ابو بکر معروف بہ ابن ابی شیبہ۔ ابن راہویہ۔ ابن بقیہ ابو محمد وہبان۔ امام احمد ابن حنبل۔ نصر ابن عبد الرحمن باجی۔ عبد ابن حمید۔ عباد ابن یعقوب اسدی رواجنی۔ نصر ابن علی جہضمی۔ محمد ابن المثنیٰ۔ ابو محمد دارمی۔ ابن المنذر طریقی۔ مسلم ابن الحجاج صاحب الصحیح۔ ابن ماجہ۔ ابو داؤد۔ ابو قلابہ عبد الملک رقاشی۔ ابو بکر محمد ابن ابی العوام تمیمی۔ ابو عیسیٰ ترمذی۔ ابن ابی الدنیا۔ حکیم ترمذی صاحب نوادر الاصول۔ ابن ابی عاصم۔ عبد اللہ ابن احمد ابن حنبل۔ ابو العباس احمد ابن یحییٰ۔ ابو بکر احمد البزار۔ ابو نصر احمد قبانی فقیہ بخارا۔ ابو عبد الرحمن نسائی۔ ابو یعلیٰ۔ ابن جریر طبری ابو بشر دولابی۔ ابن خزیمہ۔ محمد ابن اسحاق۔ ابو بکر محمد باغندی۔ ابو عوانہ۔ ابو القاسم بغوی۔ ابو عمر ابن عبد ربہ قرطبی صاحب عقد الفرید۔ ابن الانباری۔ ابو عبد اللہ حسین محاملی۔ ابن عقدہ کوفی۔ ابو محمد دعلج

سجزی۔ آبو بکر ابن الجعابی۔ ابو القاسم سلیمان طبرانی۔ آبو بکر قطیعی۔ آبو منصور محمد ازہری۔ محمد ابن مظفر بغدادی
آبو الحسن دار قطنی۔ ابو طاہر محمد ابن عبد الرحمن المخلص الذھبی۔ محمد سلیمان بغدادی۔ آبو عبد اللہ حاکم نیشاپوری
صاحب مستدرک۔ آبو سعد خرکوشی۔ آبو اسحاق احمد ثعلبی صاحب تفسیر۔ آبو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء۔ آبو نصر
محمد عتبی۔ آبو بکر بیہقی۔ ابن عبد البر نمری قرطبی۔ آبو بکر خطیب بغدادی۔ آبو محمد حسن غندجانی۔ ابو الحسن علی المغازلی
حمیدی صاحب کتاب الجمع بین الصحیحین۔ آبو المظفر سمعانی۔ آبو علی اسمٰعیل بیہقی۔ محمد ابن طاہر مقدسی
شیرویہ ابن شہردار دیلمی صاحب فردوس الاخبار۔ ابو محمد مسعود فراء محی السنہ بغوی۔ ابن رزین عبدری
عبد الوہاب انماطی۔ قاضی عیاض صاحب الشفاء۔ آبو محمد عاصمی۔ آبو المؤید موفق اخطب خوارزمی۔ ابن
عساکر دمشقی۔ موسیٰ مدینی۔ آبو الفوارس رازی۔ سراج الدین حنفی۔ آبو الفتوح اسعد اصفہانی۔ مجد الدین ابن
اثیر جزری صاحب جامع الاصول۔ امام فخر الدین رازی۔ آبو محمد عبد العزیز ابن الاخضر جنابذی۔ آبو الحسن
علی معروف بہ ابن اثیر جزری صاحب اسد الغابہ۔ ضیاء الدین ابن عبد الواحد مقدسی۔ آبو عبد اللہ محمد
ابن النجار۔ رضی الدین حسن صغانی۔ محمد ابن طلحہ شافعی۔ آبو المظفر سبط ابن الجوزی۔ محمد ابن یوسف گنجی۔
آبو الفتح محمد ابیوردی شافعی۔ آبو زکریا یحییٰ ابن شرف نووی۔ آبو العباس محب الدین طبری
اعرج نیشاپوری صاحب تفسیر۔ سعید الدین فرغانی۔ جمال الدین افریقی۔ صدر الدین حموی۔ نجم الدین
ابو العباس۔ فخر الدین ہانسوی۔ علاء الدین بغدادی معروف بہ خازن صاحب تفسیر۔ ولی الدین خطیب تبریزی
آبو الحجاج یوسف مزی۔ شرف الدین حسن طیبی۔ شمس الدین محمد خلخالی۔ شمس الدین۔ آبو عبد اللہ محمد ابن
احمد ذہبی۔ جمال الدین زرندی۔ سعید الدین محمد گازرونی۔ اسماعیل ابن کثیر دمشقی۔ سید علی ہمدانی۔
سید محمد طالقانی۔ سعد الدین تفتازانی۔ حسام الدین حمید محلی۔ نور الدین علی ہیتمی۔ مجد الدین فیروزآبادی
خواجہ محمد پارسا نقشبندی بخاری۔ شہاب الدین ملک العلماء دولت آبادی۔ نور الدین علی ابن الصباغ
مالکی۔ شمس الدین محمد سخاوی۔ ملا حسین واعظ کاشفی۔ جلال الدین سیوطی۔ نور الدین سمہودی۔ فضل
ابن روزبہان شیرازی۔ شہاب الدین قسطلانی۔ شمس الدین محمد علقمی۔ عبد الوہاب بخاری۔ شمس الدین
ابو عبد اللہ دمشقی۔ محمد ابن احمد خطیب شربینی۔ شہاب الدین احمد ابن حجر ہیتمی مکی۔ علی متقی۔ محمد طاہر فتنی

مرزا مخدوم جرجانی۔ شیخ عیدروس ابن عبداللہ یمنی۔ کمال الدین جہرمی۔ بدر الدین رومی۔ جمال الدین محدث شیرازی۔ ملا علی قاری۔ عبدالرؤف مناوی۔ ملا یعقوب بنبانی۔ نور الدین علی حلبی۔ احمد بن الفضل باکثیر مکی۔ محمود ابن محمد شیخانی۔ سید محمد بخاری۔ عبدالحق محدث دہلوی۔ شہاب الدین احمد خفاجی۔ علی ابن احمد عزیزی۔ صالح ابن مہدی مقبلی۔ احمد آفندی۔ محمد ابن عبدالباقی زرقانی۔ حسام الدین سہارنپوری صاحب مرافض الروافض۔ مرزا محمد بدخشی۔ رضی الدین شامی۔ محمد صدر عالم۔ ولی اللہ دہلوی۔ محمد معین سندی۔ محمد ابن اسمعیل الامیر الیمانی۔ محمد مرتضے زبیدی۔ احمد عجیلی شافعی۔ محمد مبین فرنگی محلی۔ اکرام الدین دہلوی۔ مرزا حسن علی محدث لکھنوی۔ عبدالرحیم صفی پوری۔ ولی اللہ فرنگی محلی۔ رشید الدین خان دہلوی۔ عاشق علیخاں کاکوروی۔ شاہ تقی علی کاکوروی۔ حسن عدی حمزاوی۔ سلیمان بلخی قندوزی۔ حسن الزماں حیدرآبادی۔ صدیق حسن خاں قنوجی۔ شاہ علی انور کاکوروی۔ حافظ عبدالرحمن لاہوری۔ عبیداللہ بسمل امرتسری۔ مظہر الحق قنوجی۔ رحمۃ اللہ علیہم الحضرات کے مناقب و حالات متقدمین و متاخرین کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس حدیث کے متعلق بخاری نے تاریخ صغیر میں امام احمد کی روایت پر گفتگو کی ابن الجوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں لکھا ابن تیمیہ نے بھی اس کے متعلق خامہ فرسائی فرمائی۔ امام مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ امام احمد ابن حنبل۔ حاکم۔ طبرانی۔ طبری۔ ابویعلی۔ اسحاق ابن راہویہ۔ بزار۔ ابن عقدہ۔ ابن المدینی نے بتعدد طرق اس حدیث کو اثبات روایت کیا خصوصاً امام احمد ابن حنبل نے ہر روایت میں کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر آنحضرت ؐ نے متعدد خطبے قرآن مجید پر عمل کرنے اور اہلبیت سے محبت رکھنے کیلئے فرمائے لہٰذا ہم سب روایتوں کو یکجا جمع کئے دیتے ہیں۔

(۱) صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت ؐ بمقام غدیر خم جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے ہم لوگوں کو خطبہ سنانے کے لئے کھڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا اے لوگوں میں انسان ہوں اور قریب ہے کہ میرے پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ موت آئے اور میں قبول کروں میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ان میں پہلی چیز خدا کی

کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس اللہ کی کتاب کو تھامے رہو اور اُسکو مضبوط پکڑو اور دوسری چیز میرے اہلبیت ہیں میں تمکو اہلبیت کے بارہ میں خدا کو یاد دلاتا ہوں اس جملہ کو دوبارہ فرمایا۔ (مسلم باب المناقب) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ نے دو باتوں کی وصیت فرمائی تھی ایک قرآن کے ہدایات پر قائم رہنا اور اُسپر عمل کرنا دوسرے اہلبیت کا خیال رکھنا اُن سے محبت کرنا اور اُن کو تکلیف نہ دینا۔

(۲) ترمذی شریف میں اسطرح ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں تم لوگوں میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ جبتک تم اُنکو پکڑے رہوگے گمراہ نہوگے ایک ان میں کی دوسری سے بڑی ہے۔ اور وہ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف ہے جو بمنزلہ ایک رسی کے ہے کہ آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور دوسری میری عترت یعنی اہلبیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر آئیں میں دیکھونگا کہ میرے بعد تم اُنکے ساتھ کیا کرتے ہو (ترمذی باب المناقب) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور اہلبیت دنیا میں ایک دوسرے سے جدا نہونگے۔

(۳) ترمذی شریف میں دوسری روایت حضرت جابر سے مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع میں بھی لوگوں سے آنحضرتؐ نے یہ فرمایا تھا چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو عرفہ کے روز غضبا یا قصوا پر سوار دیکھا کہ آپ خطبہ پڑھ رہے تھے میں نے سنا آپ فرماتے تھے اے لوگو آگاہ ہو میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اُنکو پکڑے رہوگے تو گمراہ نہوگے اور وہ چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت یعنی اہلبیت ہیں۔

(۴) خصائص نسائی میں یوں مروی ہے کہ جب آنحضرت حجۃ الوداع سے پلٹے اور غدیر خم میں اُترے تو ممبر رکھنے کا حکم دیا چنانچہ ممبر رکھا گیا۔ آنحضرت اسپر تشریف لیگئے اور فرمایا کہ میں بلایا گیا ہوں اور عنقریب جانے والا ہوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں ایک اُن میں دوسرے سے بڑی ہیں۔ کتاب اللہ دوسرے میرے اہلبیت ہیں پس میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد اُنسے کسطرح کا معاملہ کروگے اور وہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہونگے یہانتک کہ حوض کوثر پر آئیں (ازالۃ الخفا)

(۵) زید ابن ثابت سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب اللہ دوسری میری عترت (اہلبیت) دونوں ایک دوسرے سے جدا نہونگے جبتک کہ میرے پاس نہ آجائیں (مسند امام احمد و طبرانی و کنز العمال) اکثر روایتوں میں بجائے فیکم الثقلین کے فیکم خلیفتین ہے۔

(۶) ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ میں پکارا جاؤنگا اور اسکو میں قبول کرونگا میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑنے والا ہوں اگر تم نے ان سے تمسک کیا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہو گے ایک کتاب اللہ ہے جو بمنزلہ ایک رسی کے ہے جو آسمان سے اتری ہے دوسری میرے اہلبیت ہیں مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہونگے جبتک کہ حوض کوثر پر وارد نہوں میں دیکھونگا کہ تم کسطرح ان دونوں سے معاملہ کرتے ہو (مسند امام احمد و ابو یعلی و طبرانی وغیرہ) امام بخاری نے تاریخ صغیر میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ کی اس روایت میں مناکیر ہیں یہ روایت کوفیین سے مروی ہے اس میں عبدالملک عطیہ سے اور وہ ابو سعید سے راوی ہیں اسی پر ابن الجوزی و ابن تیمیہ نے ہنگامہ مچا دیا مگر محدثین و اسماء الرجال کے نزدیک عبدالملک و عطیہ موثق بھی معلوم ہوتے ہیں۔

(۷) زید ابن اسلم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم میں اپنے دو قائم مقام چھوڑتا ہوں ایک کتاب اللہ جو مابین آسمان و زمین ایک دراز رسی ہے دوسرے میرے اہلبیت اور یہ دونوں جبتک کہ حوض کوثر پر وارد نہو لینگے ایک دوسرے سے جدا نہونگے (مسند امام احمد و طبرانی و کنز العمال)

(۸) جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم نے ان کو پکڑا تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے ایک کتاب اللہ جسکا ایک سر خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں دوسرے میرے اہلبیت ہیں (مسند اسحاق ابن راہویہ کنز العمال)

(۹) جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں اگر تم نے انکو پکڑا تو تم ہرگز گمراہ نہو گے۔ ایک ان میں کی کتاب اللہ ہے کہ جسکا ایک سر خدا کے ہاتھ میں ہے

اور دوسرا تم لوگوں کے ہاتھ میں دوسرے میرے اہلبیت ہیں یہ دونوں تا وقتیکہ حوض کوثر پر اتریں علیحدہ نہونگے (مسند بزار و دولابی و کنز العمال)

(۱۰) ابوذر غفاری کعبہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں قرآن مجید و اہلبیت یہ دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ نہوں گے تا وقتیکہ حوض کوثر پر وارد نہوں میں دیکھونگا کہ تم ان دونوں سے میرے بعد کیسا برتاؤ کرتے ہو (ترمذی شریف)

(۱۱) ابورافع مولی آنحضرتؐ کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ حجۃ الوداع سے لوٹ کر غدیر خم پر اترے تو لوگوں کو دوپہر کے وقت خطبہ سنانے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو میں نے تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑی ہیں ایک ثقل اکبر دوسرا ثقل اصغر ثقل اکبر کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں اگر تم نے اس سے تمسک کیا تو کبھی گمراہ نہوگے اور ثقل اصغر میری اہلبیت ہیں اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہونگے تا وقتیکہ حوض کوثر پر وارد نہوں (ابن عقدہ فی المناقب و عروۃ الوثقی)

(۱۲) ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم نے ان دونوں کے ساتھ تمسک کیا تو کبھی گمراہ نہوگے ایک کتاب اللہ دوسری میری قرابت دار یعنی اہلبیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہوں گے جبتک کہ حوض کوثر پر وارد نہوں (مسند بزار و کنز العمال)

(۱۳) ام ہانی بنت ابی طالب سے مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ حج سے فارغ ہوکر واپسی میں غدیر خم پر پہونچے تو دو درختوں کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم دیا پھر دوپہر کو خطبہ پڑھنے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو میں گمان کرتا ہوں کہ میں بلایا جاؤنگا اور میں منظور کرلونگا میں نے تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑی ہیں جن سے تمسک کرنے سے تم کبھی گمراہ نہوگے ایک کتاب اللہ ہے جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھ میں اور دوسرے میرے اہلبیت ہیں تمھیں اپنے اہلبیت کے

متعلق خدا کو یاد دلاتا ہوں یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے تاوقتیکہ حوض پر وارد نہ ہوں۔
(مسند بزار و کنز العمال)

(۱۴) حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ بمقام غدیر خم فرمانے لگے کہ میں اپنے بعد تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ کتاب اللہ اور اپنی عترت یعنی اہلبیت اور یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے تاوقتیکہ حوض کوثر پر وارد نہوں (ابن عقدہ فی المناقب و عروۃ الوثقیٰ)

(۱۵) عامر ابن ابی لیلیٰ ابن حمزہ اور حذیفہ ابن اُسید اور زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ حجۃ الوداع سے تشریف لائے اور جحفہ میں فروکش ہوئے تو اپنے اصحاب کو کنکریلی زمین میں خاردار درختوں کے نیچے اترنے سے منع کیا جب لوگ اپنی اپنی جگہوں میں اُترے اور ان درختوں کو برابر کرایا اور کانٹوں کو صاف کیا اور اُنکے نیچے نماز پڑھی آنحضرتؐ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ کسی نبی نے عمر نہیں پائی مگر اپنے ماسبق نبی کی عمر سے نصف میں گمان کرتا ہوں کہ میں طلب کیا جاؤں گا لہذا میں خدا کی دعوت کو مان لونگا اور میں پوچھا جاؤں گا اور تم بھی پوچھے جاؤ گے کہ آیا میں نے خدا کا پیغام پہونچا دیا تو تم کیا کہو گے سب نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے پہونچا دیا اور نہایت کوشش کی اور نصیحت بیان فرمائی اللہ آپ کو جزا دے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے خدا کے اور بیشک محمدؐ اُسکے بندہ اور رسول اور بیشک جنت اور دوزخ حق ہے اور موت کے بعد اُٹھنا حق ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہم گواہی دیتے ہیں پھر فرمایا اے لوگو میں تمھارے سامنے جانیوالا ہوں اور تم حوض کوثر پر وارد ہونیوالے ہو جس کا عرض میری آنکھوں کے سامنے بصرہ سے صنعا تک ہے اور اسمیں آسمان کے ستاروں کی تعداد کے موافق پیالے ہیں اور جب تم میرے پاس آؤگے تو میں تم سے دو بھاری چیزوں کے متعلق پوچھونگا میں دیکھتا ہوں کہ میرے بعد تم اُنکے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہو مجھ سے ملاقات کے وقت تک لوگوں نے عرض کیا کہ وہ دونوں بھاری چیزیں کیا ہیں۔ فرمایا کہ ثقل اکبر خدا کی کتاب ہے اسکا ایک سر خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تمھارے ہاتھ میں اُس سے تمسک کروگے تو گمراہ نہوگے اُسکو بدنامت

اور ثقل صغر میری عترت یعنی اہلبیت ہیں خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جُدا نہوں گے جبتک کہ مجھ سے ملیں گے نہیں یہی بات میں نے خدا سے طلب کی اُس نے مجھے عطا فرمائی لہذا تم میری عترت پر سبقت مت کرو کہ ہلاک ہو جاؤ گے اور اُن کو مت سکھاؤ کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں (ابن عقدہ ابو موسیٰ مدینی وطبرانی وکنز العمال)

(۱۶) عبداللہ ابن خطیب سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے جحفہ میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہاں پھر فرمایا کہ میں تم سے سوال کرنیوالا ہوں دو چیزوں کے متعلق ایک قرآن دوسرے اہلبیت (کنز العمال و احیاء المیت للسیوطی)

(۱۷) ابو الطفیل عامر ابن واثلہ ابن الاسقع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب امیرؑ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ میں اس شخص کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جو غدیر خم کے دن موجود تھا وہ کھڑا ہو جائے اور وہ شخص کھڑا نہو جو یہ کہے کہ مجھے اسکی خبر ملی ہے یا یہ بات مجھ تک پہونچی ہے بلکہ وہ شخص کھڑا ہو کہ جسنے اپنے کانوں سے سُنا ہو اور دل سے یاد رکھا ہو پس سترہ آدمی اُٹھکر کھڑے ہوئے اُن میں سے خزیمہ ابن ثابت۔ سہل ابن سعد ساعدی۔ عدی ابن حاتم طائی۔ عقبہ ابن عامر۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو لیلےٰ۔ ابو الھیثم ابن تیہان۔ ابو سعید خدری۔ شریح خزاعی۔ ابو قدامہ انصاری اور قریش کے چند اصحاب تھے۔ جناب امیرؑ نے ان سے کہا بیان کرو تم نے کیا سُنا ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ جب ہم آنحضرتؐ کے ساتھ حجۃ الوداع سے لوٹے ظہر کے وقت آنحضرتؐ اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور درختوں کے نیچے جھاڑ دینے کا حکم دیا اور اُنپر اپنے کپڑے ڈالدیئے پھر نماز کے لئے لوگوں کو پکارا ہم لوگ اپنے اپنے خیموں سے نکلے اور نماز ادا کی۔ پھر آنحضرتؐ کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ اے لوگو تم کیا کہنے والے ہو لوگوں نے عرض کیا کہ آپنے خدا کا پیغام پہونچا دیا آنحضرتؐ نے پھر تین مرتبہ فرمایا ملے خدا گواہ رہیو پھر فرمایا کہ میں گمان کرتا ہوں کہ میں بلایا جاؤنگا اور خدا کی دعوت منظور کرلونگا میں بھی پوچھا جانیوالا ہوں اور تم بھی پوچھے جاؤ گے۔ تمھارا خون تمھارا مال حرام ہوگیا ہے مثل تمھارے حج کے دن کی حرمت

کے اور تمہارے اس مہینہ کی حرمت کے میں تمہیں عورتوں اور ہمسایوں اور غلاموں سے عدل اور احسان کرنے کی وصیت کرتا ہوں پھر فرمایا اے لوگو میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں خدا کی کتاب اور اپنے اہلبیت یہ دونوں جبتک کہ حوض کوثر پر وارد نہو نگے ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہونگے مجھے خدا نے اسی کی خبر دی ہے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ تم لوگ سچ کہتے ہو میں بھی اسپر گواہ ہوں۔

(مسند امام احمد و ابن عقدہ فی المناقب)

(۱۸) حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض الوصال میں جبکہ حجرہ صحابہ سے بھرا ہوا تھا فرمایا کہ اے لوگو گمان کیا جاتا ہے کہ میں بہت جلد انتقال کروں گا میں نے سب باتیں تمہیں سنا دی ہیں میں تم میں بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں کتاب اللہ اور اپنی عترت یعنی اہلبیتؑ یہ دونوں جبتک کہ حوض پر پہونچیں ایک دوسرے سے جدا نہونگے (ابن عقدہ و کنز العمال)

(۱۹) محمد ابن عبدالرحمن ابن خلاد کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر کے گروہ میں تھا جبکہ آنحضرتؐ مرض الوفات میں جناب امیرؑ اور فضل ابن عباس کا ہاتھ پکڑکر حجرۂ مبارک سے باہر تشریف لائے آنحضرتؐ ان دونوں پر سہارا کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ ممبر پر رونق افروز ہوئے آنحضرتؐ کے سر مبارک پر اُسوقت دستار بندھی ہوئی تھی اولاً خدا کی ثنا و صفت کی پھر فرمایا اے لوگو اپنے نبی کے مرنے سے کیوں بُرا مانتے ہو کیا تمہاری جانوں کے مثل اُسکی جان نہیں کیا اُسکی جان اُن لوگوں کی ایسی نہیں جو اس سے پہلے آئے اور جو اس سے پہلے مبعوث برسالت ہوئے ہیں اُن میں کا ہمیشہ کوئی بھی رہا ہے کہ میں رہونگا میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں تم میں وہ چیز چھوڑتا ہوں کہ اگر تم نے اُسکے ساتھ تمسک کیا تو میرے بعد گمراہ نہو گے وہ خدا کی کتاب ہے جسکو تم صبح و شام پڑھتے ہو اسمیں وہ امور ہیں جو تم کو پیش آوینگے اور وہ جنکا تم سے وعدہ کیا گیا ہے تم آپس میں جھگڑا و حسد و دشمنی نہ کرو جیسا کہ خدا نے تم کو حکم دیا ہے آپس میں بھائی بنجاؤ پھر میں تم کو اپنی عترت یعنی اہلبیت کے متعلق وصیت کرتا ہوں (اخبار المدینہ للسید ابو الحسین یحیی ابن الحسن و کنز العمال و عروۃ الوثقی)

(۲۰) حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا آخری کلام یہ تھا کہ تم میرے اہلبیت کیساتھ میرے بعد

حُسن سلوک سے پیش آو (کنز العمال)

(۲) احادیث سفینہ — اہلبیت کا بمنزلہ سفینۂ نوح ہونا: مثل اہلبیتی فیکم کسفینۃ نوح من رکبھا نجیٰ ومن تخلف عنھا فقد غرق یعنی میرے اہلبیت کی مثال تم میں مثل حضرت نوح کی کشتی کے ہے جو شخص اُسپر سوار ہوا اُسنے نجات پائی جو اُس سے علیحدہ ہوا وہ ڈوب گیا اس حدیث کی تخریج ایک جماعت علمائے محدثین نے کی تمامی اصحاب مناقب اُس کو اپنی مصنفات میں لائے۔

(۱) حبیش ابن المعتمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ذر غفاری کو خانۂ کعبہ کے دروازے کی چوکھٹ پکڑے ہوئے دیکھا وہ کہہ رہے تھے کہ جس نے مجھے پہچانا اُس نے پہچانا اور جو نہیں پہچانتا ہے وہ پہچان لے میں ابو ذر غفاری ہوں میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ایسی ہے جو شخص اُسپر سوار ہو گیا اُس نے نجات پائی اور جو مخالف ہوا وہ ہلاک ہو گیا (تاریخ حاکم و مسند امام احمد و تاریخ طبری و مسند ابو یعلیٰ و معجم کبیر و اوسط طبرانی و مسند سماک ابن الحرب و بزار و کنز العمال وغیرہ)

(۲) حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ایسی ہے جو اُسپر سوار ہوا اُسنے نجات پائی جو مخالف ہوا وہ ہلاک ہوا (طبرانی و ابو نعیم و بزار)

(۳) سلمہ ابن الاکوع کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا کہ تم میں میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح کی ایسی ہے جو اُسپر سوار ہوا اُسنے نجات پائی (مناقب مغازلی و ینابیع المودۃ)

(۴) عبد اللہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مثل ہیں جو اُسپر سوار ہوا وہ سلامت رہا جسنے اُسے ترک کیا وہ غرق ہوا (مسند بزار و کنز العمال)

(۵) ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سُنا کہ تم میں میرے اہلبیت سفینۂ نوح کے مانند ہیں جو اُسپر سوار ہوا اُسنے نجات پائی اور جسنے مخالفت کی وہ غرق ہوا (معجم اوسط و صغیر طبرانی)

سوار ہونے سے مراد متابعت کرنا ہے آنحضرتؐ سے اکثر احادیث میں اسکی تشریح معلوم ہوتی ہے۔

(۳) احادیث الامان | اہلبیت کا امت کیلئے امان ہونا۔ اھل بیتی امان لامتی صواعق محرقہ میں ہے کہ اس حدیث کی تخریج بھی ایک جماعت نے کی۔

(۱) سلمہ ابن الاکوع سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ستارے اہل آسمان کیلئے اور میری اہلبیت میری امت کیلئے باعث امن ہیں (طبرانی و مسند ابن ابی شیبہ و ابو عمر غفاری)

(۲) انس ابن مالک کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا نجوم اہل آسمان کیلئے امان ہیں اور میرے اہلبیت زمین کیلئے امان ہیں جب میرے اہلبیت ہلاک ہو جائینگے تو اہل زمین کو وہ نشانات پیش آئینگے جنکا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے (مسند امام احمد و کنز العمال و مناقب لابن المغازلی) صواعق محرقہ میں یوں ہے کہ جس وقت میرے اہلبیت ہلاک ہونگے تو وہ لوگ پہونچینگے جن سے اہل رض وعدے کئے جا چکے ہیں یعنی ظالمین و جابرین۔

(۳) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا نجوم اہل آسمان کیلئے باعث امن ہیں جب نجوم جاتے رہینگے تو آسمان والے بھی جاتے رہینگے اور میرے اہلبیت زمین والوں کیلئے باعث امن ہیں جب میرے اہلبیت کے لوگ جاتے رہینگے تو زمین والے بھی جاتے رہینگے (مسند و مناقب امام احمد و مستدرک حاکم و مسند ابو یعلی و طبرانی و نوادر الاصول و احیاء المیت سیوطی)

(۴) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا نجوم اہل زمین کیلئے غرق سے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کیلئے اختلاف سے امان ہیں جب عرب کا کوئی قبیلہ اُنکے مخالف ہو جائیگا تو اُس قبیلہ کے لوگ شیطان کے گروہ سے ہو جائینگے (مستدرک علی الصحیحین للحاکم)

(۴) حدیث حکمت | اہلبیت کا مخزن حکمت ہونا۔ حمید ابن عبد اللہ ابن یزید مدنی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں جناب امیرؑ کے ایک فیصلہ کا ذکر کیا گیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا الحمد للہ الذی جعل فینا الحکمۃ اھل البیت یعنی خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہلبیت کو حکمت عطا فرمائی (مسند امام احمد)

(۵) حدیث مفتاح | اہلبیت کا مفاتیح رحمت، مقام رسالت و معدن حلم ہونا۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت رحمت کی کنجیاں اور رسالت کا مقام اور حلم کے کان ہیں

(مسند الفردوس دیلمی و کنز العمال)

(۶) حدیث حطہ | اہلبیت کا مثل باب حطہ بنی اسرائیل ہونا۔ حضرت ابن عباس و ابو ذر غفاری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میرے اہلبیت تم لوگوں میں ایسے ہیں جیسے کہ بنی اسرائیل میں باب حطہ تھا جو اُس میں داخل ہوا اُسکی مغفرت ہوئی (دیلمی و تاریخ حاکم و ابو یعلے و سماک و بزار و معجم اوسط و صغیر طبرانی و کنز العمال و ابو الحسن مغازلی و ینابیع المودۃ)

(۷) احادیث قیاس | اہلبیت کیساتھ دوسروں کا قیاس نہیں ہوسکتا (۱) حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہم اہلبیت ہیں ہمارے ساتھ کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا (فردوس الاخبار دیلمی و سیرت ملا عمر و عروۃ الوثقیٰ) (۲) جناب امیر سے بھی مروی ہے کہ ایک روز آپ نے ممبر پر فرمایا کہ ہم اہلبیت رسول اللہ ہیں ہمارے ساتھ کسی کا قیاس نہیں ہوسکتا ہے (مناقب ابو بکر ابن مردویہ و عروۃ الوثقیٰ)

(۸) حدیث طہارت | اہلبیت کا پاک ہونا۔ حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ میری مسجد ہر حائض عورت اور جنب مرد پر حرام ہے مگر محمد اور اُسکے اہلبیت علی و فاطمہ و حسنین ع پر حرام نہیں (بیہقی و طبرانی)

(۹) احادیث شفاعت | اہلبیت کا شفیع ہونا (۱) حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا قیامت کے روز میں سب سے پہلے اپنے اہلبیت کی شفاعت کروں گا پھر قریش میں اپنے قریبی رشتہ دار کی پھر انصار پھر یمن والے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں پھر تمام عرب پھر تمام عجم کے باشندے اور جسکی میں پہلے شفاعت کرونگا وہی افضل ہوگا۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا شفاعت کرنیوالے پانچ ہیں۔ قرآن۔ رحم۔ امانت۔ نبی۔ اہلبیت نبی (دیلمی و کفایۃ المھمہ و ینابیع المودۃ)

(۳) جناب امیر ع سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا میں قیامت میں چار آدمیوں کی شفاعت کروں گا (۱) جو میری ذریت کی عزت کرینگے (۲) اُنکی حاجتوں کو پورا کرینگے (۳) جو اُنکے اُن امور

میں ساعی ہونگے جن میں وہ مجبور ہو جائینگے (۴) اُن کو اپنے قلب و زبان سے دوست رکھیں گے
(کنز العمال وکفایۃ المہمہ و ینابیع المودۃ)

(۱۰) احادیث دخول | اہلبیت کا سب سے پہلے جنت میں داخل ہونا (۱) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کی حضور میں ایک شخص کی شکایت کی آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس امر سے راضی نہیں ہو کہ اُن چار میں سے چوتھے ہو جو میرے ساتھ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے وہ میں اور تم اور حسن اور حسین ہونگے اور ہماری بیبیاں ہمارے داہنے جانب ہونگے (تفسیر ثعلبی و مناقب امام احمد)

(۲) ابو رافع کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جناب امیر سے فرمایا کہ چار شخص جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے وہ میں اور تم اور حسن اور حسین ہونگے اور ہماری ذریت ہمارے پس پشت ہوگی اُنکے بعد ہماری بیبیاں ہونگی اور ہمارے گروہ کے لوگ ہمارے داہنے بائیں ہونگے (طبرانی و دیلمی) (۳) حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر تھا اور تمام مہاجر اور انصار بھی موجود تھے سوا اُن اشخاص کے جو لشکر میں تھے اچانک حضرت علی ابن ابی طالب پیادہ تشریف لائے وہ پیچھے رہ گئے تھے آنحضرتؐ فرمانے لگے کہ جس نے اسی خفا کیا مجھے خفا کیا جب جناب امیر بیٹھ گئے تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے علی تمھیں کیا ہوا جناب امیر نے عرض کیا کہ آپکے بنی عم نے مجھے ستایا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم اُن چار میں سے چوتھے شخص ہو جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے وہ میں اور تم اور حسن اور حسین ہونگے اور ہماری اولاد اور ہمارے دوست ہمارے داہنے بائیں ہوں گے۔
(مناقب امام احمد و شرف النبوۃ (۴) جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اول جو لوگ حوض کوثر پر وارد ہوں گے وہ میرے اہلبیت ہوں گے اور میری امت کے وہ لوگ جو انھیں دوست رکھیں گے (دیلمی و سیرت ملا ابو عمر) (۵) اور جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ سب سے پہلے میں جنت میں داخل ہونگا پھر اے علی تم اور فاطمہ اور حسن حسین پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے محبین آنحضرتؐ نے فرمایا وہ تمھارے پشت پر ہونگے (مستدرک و شرف النبوۃ)

(۱۱) حدیث مسکن | اہلبیت کے رہنے کی جگہ۔ جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت فاطمہ سے

فرمایا کہ میں اور تم اور یہ دونوں یعنی حسن و حسین اور یہ سونے والا یعنی علی قیامت کے روز ایک ہی مکان میں ہونگے (مناقب امام احمد فردوس الاخبار دیلمی کنز العمال)

(۱۲) احادیث مغفرت | اہلبیت کا مغفور ہونا (۱) حضرت انس رض سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں اہلبیت پر عذاب نہ کروں گا (مستدرک حاکم) (۲) عمران ابن حصین سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے خدا سے اس بات کو چاہا تھا کہ وہ میرے اہلبیت میں سے کسی کو آگ میں نہ ڈالے خدا نے میری یہ دعا قبول کی (دیلمی ابن مردویہ سیرت ملا ابو عمرو شرف النبوۃ)

(۱۳) حدیث منفعت | اہلبیت کی محبت کا نفع رساں ہونا۔ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کی محبت سات مقاموں پر نفع رساں ہے جنکا خوف عظیم ہے (۱) وفات کے وقت (۲) قبر میں (۳) اُٹھنے کے وقت (۴) حساب کے وقت (۵) کتاب کے وقت (۶) میزان کیوقت (۷) پل صراط کے قریب (دیلمی ینابیع المودۃ وعروۃ الوثقیٰ)

(۱۴) حدیث اطاعت | اہلبیت کی اطاعت کا فرض ہونا۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت ص نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اور میرے اہلبیت کی اطاعت کو لوگوں پر خصوصاً اور مخلوقات پر عموماً فرض کیا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگ کون ہیں اور مخلوقات کون آنحضرت ص نے فرمایا کہ لوگ اہل مکہ ہیں اور مخلوقات وہ جو کہ خدا نے ذی روح پیدا کئے ہیں۔ (دیلمی)

(۱۵) حدیث مرتبت | اہلبیت کے مرتبہ۔ جناب امیر ع سے مروی ہے کہ آنحضرت ص نے مجھ سے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں اور تم اور تمھاری اولاد ابلق گھوڑوں پر سوار ہونگے اور اُنکے سروں پر موتی اور یاقوت کے جڑاؤ تاج ہونگے پھر تمکو اللہ تعالیٰ جنت کیطرف جانیکا حکم دیگا اور لوگ دیکھتے ہونگے (مسند امام رضا علیہ وعلی آبائہ السلام ینابیع المودۃ والکواکب المضیئہ)

(۱۶) احادیث محبت | اہلبیت کی محبت کا ضروری ہونا (۱) مطلب ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کسی مرد مسلمان کے قلب میں ایمان داخل نہیں ہوتا جبتک کہ خدا کے لئے مجھ کو اور میرے قرابت داروں کو

دوست نہ رکھے (۲) اور مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جبتک کہ میں اُسکے نفس سے زیادہ اسکو دوست نہوں اور میری اولاد اُسکی اولاد سے زیادہ اُسکو دوست نہو اور میرے اہلبیت اسکے اہلبیت سے زیادہ اسکو دوست نہوں (۳) اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا حال ہوگا اُس قوم کا جب وہ باتیں کرتے ہوں اور میرے اہلبیت میں سے کوئی پہونچ جائے تو وہ چپ ہو جائیں خدا کی قسم کسی مومن کے دل میں ایمان نہیں داخل ہوتا جبتک کہ وہ اہلبیت کو خدا اور رسول کیلئے دوست نہیں رکھتا (۴) ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا خدا و ند اہلبیت مجھ سے ہیں اور میں اہلبیت سے ہوں۔ اور فرمایا تم میں سب سے زیادہ پل صراط پر ٹھہرنے والا وہ شخص ہے جو میرے اہلبیت کو دوست رکھے (کنز العمال و احیاء المیت و اسعاف الراغبین و ینابیع المودۃ وغیرہ)

(۱۷) احادیث مودت | اہلبیت کی دوستی سے نعمتیں حاصل ہونا (۱) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تم اللہ کو دوست رکھو اُسنے تم کو نعمت دی اور اُسکی محبت کیساتھ مجھ کو بھی دوست رکھو اور میری وجہ سے میرے اہلبیت کو بھی دوست رکھو (۲) ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ کو دوست رکھو اُس نعمت کے شکریہ میں جو اُسنے تم کو دی اور مجھ کو دوست رکھو خدا کی دوستی کیلئے اور میرے اہلبیت کو میرے لئے دوست رکھو۔ جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ میری طرح زندہ رہے اور میری طرح جنت عدن میں رہے وہ علیؑ کو دوست رکھے اور اُسکے دوست کو دوست رکھے اور میرے اہلبیت کی اقتدا کرے کیونکہ وہ میری اولاد ہیں اور میری ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں میری فہم اُن کو دیگئی ہے افسوس ہے میری امت کے اُن لوگوں پر جو اُنکے فضل کی تکذیب کرنیوالے اور اُنکے مراتب کے قطع کرنیوالے ہوں وہ میری شفاعت نہیں پائینگے (کنز العمال و احیاء المیت و اسعاف الراغبین و ینابیع المودۃ و مناقب مرتضوی وغیرہ)

(۱۸) احادیث معاداۃ | اہلبیت کی مخالفت کا باعث عذاب اور موافقت کا باعث ثواب ہونا۔

(۱) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ و حضرت فاطمہؑ و حضرات حسنینؑ کیطرف دیکھ کر فرمایا

کہ میں اُس شخص سے لڑنیوالا ہوں جو اِن سے لڑے اور اُس سے صلح کرنیوالا ہوں جو ان سے صلح کرے (مسند امام احمد طبرانی و حاکم (۲) زید ابن ارقم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ان حضرات کیطرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ میں اُس شخص سے لڑونگا جو ان سے لڑیگا۔ اور اُس سے صلح کرونگا جو ان سے صلح کریگا (ترمذی و طبرانی (۳) حضرت ابو بکر صدیق رضہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو ایک خیمہ نصب کراتے دیکھا آنحضرتؐ اُس وقت عربی کمان پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور خیمہ میں جناب امیر اور حضرت فاطمہ اور حضرات حسنینؑ تشریف فرما تھے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے اہل اسلام میں اس خیمہ والوں سے صلح کرنے والوں سے صلح کروں گا اور جنگ کرنیوالوں سے جنگ کروں گا اور اُسے دوست رکھتا ہوں جو انھیں دوست رکھے اور اُن کو وہی دوست رکھے گا جو نیک بخت ہوگا اور جو بدبخت ہوگا وہ دشمن رکھیگا (ریاض النضرۃ)

(۱۹) احادیث منزلت | اہلبیت کے اعلیٰ ترین مراتب (۱) ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حسنین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ سوا عیسیٰ ابن مریم و یحییٰ ابن زکریا کے اور فاطمہ رضہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے (ابو یعلیٰ و ابن حبان و طبرانی و حاکم) (۲) ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیا کو دواب پر اور صالح علیہ السلام کو اُنکی اونٹنی پر اُٹھائیگا اور حسن و حسین جنت کے ناقوں پر سوار اور علی ابن ابی طالب میرے ناقہ پر سوار کئے جاوینگے اور میں براق پر سوار ہونگا اور بلال اپنے ناقہ پر سوار ہونگے اور اذان دینگے اور حق حق کہہ کر تمام مخلوق گواہی دیگی اور جب اشھد ان محمد الرسول اللہ کہیں گے تمام خلائق اولین و آخرین اسکی شہادت دینگے جسے مجھ قبول کرنا ہوگا قبول کرلونگا (طبرانی و ابو الشیخ و حاکم و خطیب و ابن عساکر) (۳) حذیفہ ابن الیمان سے مروی ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آنحضرتؐ تشریف لائے ہیں میں اُنکے ساتھ مغرب کی نماز پڑھنے جاتا ہوں اور اُن سے اپنے اور تمھارے لئے دعائے مغفرت چاہوں گا پھر میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نماز مغرب و عشا پڑھی آنحضرتؐ واپس ہوئے میں بھی ساتھ ہوا آنحضرتؐ نے میری آواز سنکر پوچھا کون ہے کیا حذیفہ ہے میں نے عرض کیا ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمھاری کیا

حاجت ہے خدا تمھاری اور تمھاری ماں کی مغفرت کرے ایک فرشتہ جو اس رات کے پہلے زمین پر کبھی نازل نہیں ہوا تھا اُس نے اپنے پروردگار سے میرے سلام کے لئے اذن پایا اور مجھے بشارت دی کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسنین جوانان اہل جنت کے سردار ہیں (ترمذی، وامام احمد و نسائی و حاکم و طبرانی وغیرہ) (۴) ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ایک فرشتہ نے میری زیارت نہیں کی تھی اللہ تعالیٰ نے اُسی میری زیارت کی اجازت دی اُس نے مجھے بشارت دی کہ فاطمہ سردار نساء اُمت اور حسنین سردار شباب اہل جنت ہیں (ابن عساکر) (۵) ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علی و فاطمہ و حسنین حضرات القدس کے قبہ بیضا میں ہونگے جسکے سقف پر خدا کا عرش ہے (ابن عساکر) (۶) ابو موسی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اور علی اور فاطمہ اور حسنین قیامت کے دن عرش کے نیچے ہونگا (دیلمی) (۷) حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر علی ہیں اور تمھارے نوجوانوں میں بہتر حسنین اور عورتوں میں بہتر فاطمہ ہیں۔ (خطیب و ابن عساکر) (۸) عبداللہ ابن عمر و جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حسنینؑ جوانان اہل جنّت کے سردار ہیں اور اُنکا باپ اُن سے بہتر ہے (ابن ماجہ و حاکم و ابن عساکر) (۹) جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرات حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جو شخص مجھے اور ان دونوں کو اور ان دونوں کے ماں اور باپ کو دوست رکھے وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا (ترمذی و دیلمی) (۱۰) جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ میں اور فاطمہ اور تم اور حسنینؑ اور جو لوگ ہمکو دوست رکھتے ہیں وہ ایک مکان میں مجتمع ہونگے کھائیں گے اور پئیں گے یہاں تک کہ لوگ الگ کئے جائینگے۔ دوزخی دوزخ کیلئے اور جنتی جنت کیلئے (طبرانی) (۱۱) حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہم اولاد عبدالمطلب اہل جنت کے سردار ہیں میں اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسنین اور مہدی (ابن ماجہ و حاکم و دیلمی) (۱۲) ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرتؐ سے سُنا اگر نہ سُنا ہو تو میں بہرا ہو جاؤں کہ میں درخت ہوں اور علی اُسکا پیوند اور فاطمہ اسکی جڑ اور حسنین اُسکے پھل اور ہم اہلبیت کے محبین اُسکے اوراق ہیں اور وہ ہم سب

جنت میں ہونگے (دیلمی) (۱۳) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں میزان علم ہوں اور
علی اُس کا پلہ ہیں اور حسنین اسکی زنجیریں ہیں اور فاطمہ اُسکا علاقہ ہیں اور میری امت کے امام اُسکے عمود
ہیں جس میں ہمارے محبین اور مبغضین کے اعمال وزن کئے جائینگے (دیلمی) (۱۴) جناب امیرؑ سے مروی
ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ شب معراج میں جب مجھے سیر کرائی گئی تو میں نے جنت کے دروازہ
پر سونے سے لکھا ہوا پایا لاالٰہ الا اللہ محمد حبیب اللہ علی ولی اللہ وفاطمۃ
امۃ اللہ والحسن والحسین صفوۃ اللہ علٰی باغضیہم لعنۃ اللہ یعنے
سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے حبیب اور علی خدا کے دوست ہیں اور فاطمہ خدا کی کنیز ہے
اور حسنین برگزیدۂ خدا ہیں اُن سے بغض رکھنے والوں پر خدا کی لعنت ہے (دیلمی) (۱۵) اور مروی ہے
کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اہلبیت اور انصار بمنزلہ میری آنکھ اور میرے جگر ہیں انکی عمدہ باتوں کو
قبول کرو اور اُنکی برائیوں سے درگذر کرو (۱۶) اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ میرے اہلبیت میرے
لئے ہیں دوزخ کیلئے نہیں (۱۷) ابن سعد عمران ابن سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے
فرمایا کہ حسن و حسین یہ جنتی نام ہیں عرب نے جاہلیت میں کبھی یہ نام نہیں رکھے۔ فضل ابن عباس کہتے
ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان ناموں کو پوشیدہ رکھا اُسوقت تک کہ آنحضرتؐ نے یہ دونوں نام رکھے
عسکری کہتے ہیں کہ جاہلیت میں اس نام کو کوئی نہ جانتا تھا (تاریخ الخلفا) (۱۸) امام نسائی اور رویانی اور
ضیاء مقدسی حذیفہ ابن الیمان سے اور ابو یعلیٰ ابو سعید سے اور امام احمد اور ترمذی اور ابن حبان ان
دونوں سے اور ابن ماجہ ابن عمر سے اور ابن عدی ابن مسعود سے اور حاکم ان چاروں سے اور ابو نعیم
جناب امیرؑ سے اور طبرانی ان سے اور ابن عمر اور حذیفہ اور ابو سعید اور ابو ہریرہ اور براء ابن عازب
اور اسامہ ابن زید اور مالک ابن الحویرث سے اور دیلمی حضرت ابن عباس سے اور ابن عساکر جناب امیرؑ
اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت عائشہ اور ابن عمر اور ابن عباس اور ابی رمثہ سے اور ابن النجار ابو ہریرہ
و حضرت امام حسینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حسنؑ حسینؑ سردار جوانان اہل جنت
ہیں۔ ابو یعلیٰ اور ابن حبان اور حاکم نے ابو سعید سے اور ابو نعیم نے جناب امیرؑ سے اور طبرانی نے ان دونوں سے

روایت کرنے میں یہ الفاظ اور روایت سے کئے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ سوائے دو خالہ زاد بھائی عیسےٰ ابن مریم و یحییٰ ابن زکریا کے ۔ اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے اور حاکم نے ان سے اور ابن مسعود سے اور طبرانی نے مالک ابن الحویرث سے اور دیلمی نے انس سے اور ابن عساکر نے جناب امیرؑ و ابن عمر سے اتنا اور زائد روایت کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان دونوں کا باپ ان سے بہتر ہے ۔ اور طبرانی نے حذیفہ سے روایت کی کہ انکے والدین ان دونوں سے افضل ہیں اور ایک روایت میں طبرانی کے جو اسامہ ابن زید کی ہے اس میں بعد لفظ جنت کے یہ الفاظ ہیں خداوندا میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اُن سے محبت رکھ اور ابن عساکر نے یوں روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے ۔ دیلمی کی روایت میں ہے جس نے ان سے محبت کی اُسنے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اُسنے مجھ سے بغض رکھا (۱۹) حضرت فاطمہ سے مروی ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ حسن میں میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین میں میری جرأت اور بخشش (طبرانی) (۲۰) حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول کے پودے ہیں (ترمذی اس مضمون کی حدیث کو ابن عدی نے ابن عساکر ابو بکر سے اور نسائی نے انس ابن مالک سے اور طبرانی اور ضیاء مقدسی نے ابو ایوب انصاری سے بتغییر الفاظ روایت کیا) (۲۱) حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ آنحضرت فرماتے تھے جس نے حسین کو دوست رکھا اُسے میں نے دوست رکھا جسے میں نے دوست رکھا اُسے خدا نے دوست رکھا جس نے ان سے دشمنی کی اُس سے میں نے دشمنی کی (طبرانی) (۲۲) اُسامہ ابن زید ابن حارثہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک ضرورت سے آنحضرت صلعم کے حجرہ کی زنجیر کھٹکھٹائی آنحضرت صلعم برآمد ہوئے اونکی گود میں کوئی چیز معلوم ہوتی تھی جسکو میں نہ جان سکا ۔ جب میں عرض حال کر چکا تو میں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یہ آپ کی گود میں کیا ہے آنحضرت نے اپنی ردا کو کھولدیا تو حضرات حسنین گود میں تھے آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں خداوندا تو جانتا ہے میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست

رکھے (ترمذی ونسائی وطبرانی) (۲۳) بریدہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت خطبہ پڑھ رہے تھے کہ
حضرات حسنین گرتے پڑتے تشریف لائے اُنکے گلے میں سرخ کرتے تھے آنحضرت اُن کو دیکھ کر
ممبر سے نیچے اتر آئے اور اُن کو اُٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھلا لیا پھر فرمایا کہ اللہ اور اُسکے
رسول نے سچ کہا ہے کہ انما اموالکم واولادکم فتنہ یعنی تمہارا مال اور تمہاری اولاد
فتنہ ہے میں نے ان لڑکوں کو چلتے اور گرتے پڑتے دیکھا مجھ سے صبر نہوا آخر میں نے اپنی
بات کاٹ کر اُن کو اُٹھا لیا (مسند امام احمد و ترمذی ونسائی وابن ماجہ وابوداؤد وابن حبان و حاکم) (۲۴)
عقبہ ابن عامر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حسنین عرش کی دو تلواریں ہیں (طبرانی)۔
(۲۵) یعلی ابن مرہ سے مروی ہے کہ حسنین دو سبط ہیں اسباط سے (بخاری و ترمذی ابن ماجہ) (۲۶) ابوہریرہ
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے جس نے حسنین کو دوست رکھا اُس نے مجھے دوست رکھا جس نے
اُن سے بغض رکھا اُس نے مجھ سے بغض رکھا (مسند امام احمد وابن احمد و حاکم و دیلمی و اسماعیل وابن حرب طائی
و حافظ سلفی و ابوطاہر اندلسی شرف النبوۃ لابو سعد) (۲۷) ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت
حضرت فاطمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے اتنے میں حضرت امام حسن یا حضرت امام حسین نکلے
آنحضرت نے اُن سے فرمایا کہ آؤ اور میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ وہ آکر سوار ہو گئے اتنے میں
دوسرے صاحبزادے آئے اُن سے بھی آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا وہ بھی کندھے پر سوار ہو گئے پھر آنحضرت
نے اُن کو جھکا کر سینہ پر منہ رکھکر فرمایا اے اللہ میں انکو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ اور اُس کو
بھی دوست رکھ جو انھیں دوست رکھے (طبرانی) (۲۸) اور اُنھیں سے مروی ہے کہ اقرع ابن
حابس تمیمی آنحضرت کی حضور میں حاضر ہوا اُس نے آنحضرت کو دیکھا کہ آپ کبھی امام حسن کو کبھی
امام حسین کو چوم رہے ہیں وہ کہنے لگا یا رسول اللہ آپ دونوں کو چومتے ہیں باوجودیکہ میرے
دس لڑکے ہیں میں ایک کو بھی نہیں چومتا آنحضرت نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا
جاتا (ابو حاتم و طبرانی) (۲۹) عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت جب نماز پڑھتے تو حضرات
حسنین پشت مبارک پر کودا کرتے ایک مرتبہ لوگوں نے اُن کو ہٹا دیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا اُن کو

چھوڑ دو میرے ماں باپ اِن پر قربان ہوں جو کوئی مجھے دوست رکھتا ہو اُسے چاہیئے کہ انھیں بھی دوست رکھے (ابو حاتم و نسائی و حافظ دمشقی و دیلمی و ابن السری) (۳۰) ابو ہریرہؓ سے مروی ہو کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت کے ساتھ نماز عشاء میں شریک تھا آنحضرت ؐ نے سجدہ کیا حضرات حسنین پشت پر سوار ہو گئے جب آنحضرت ؐ سجدہ سے سر اُٹھانے لگے تو اپنے ہاتھ سے آہستہ سے دونوں کو اُتار کر نیچے بٹھلا دیا جب پھر آنحضرت نے سجدہ کیا تو پھر دونوں سوار ہو گئے اسی طرح آنحضرت ؐ نے نماز ادا کی پھر اُن دونوں کو اپنے زانو پر بٹھالیا (مسند امام احمد) (۳۱) انس ابن مالک سے مروی ہو کہ آنحضرت ؐ نے ایک شخص کیلئے پروانہ لکھوایا تھا وہ لکھا ہوا رکھا تھا وہ شخص لینے کی غرض سے حاضر ہوا آنحضرت ؐ اُسوقت نماز میں تھے اُسنے دیکھا کہ حضرات حسنین کبھی آنحضرت کی گردن پر اور کبھی پشت پر سوار ہوتے ہیں اور سامنے سے گذر جاتے ہیں جب آنحضرت نماز سے فارغ ہوئے وہ کہنے لگا کہ ان دونوں صاحبزادوں نے کیسا نماز کو خراب کیا آنحضرت کو غصہ آگیا اُس شخص کو پروانہ دے چکے تھے فرمایا کہ پروانہ واپس دو اور لیکر پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہمارا نہیں اور نہ ہم اُسکے ہیں (نسائی)، (۳۲) ابو ہریرہؓ سے مروی ہو کہ حضرات حسنین آنحضرت کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے آنحضرت فرماتے جاتے تھے شاباش اے حسن حضرت فاطمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ حسن کی تعریف کرتے ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ جبرئیل حسین کی تعریف کرتے ہیں (معجم ابن المثنیٰ و الکواکب المضیئہ) (۳۳) جابر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کی حضور میں حاضر ہوا آنحضرت اُسوقت نماز پڑھ رہے تھے اور حضرات حسنین پشت پر چڑھے ہوئے تھے آنحضرت نے اُن سے فرمایا کہ اچھا تمھارا اونٹ ہو (نسائی) (۳۴) ملا عمر اپنی سیرت میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم آنحضرت کی خدمت میں تھے کہ حضرت فاطمہ روتی ہوئی تشریف لائیں آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ تیرا باپ تجھ پر فدا ہو کیوں روتی ہو وہ کہنے لگیں کہ حسنین ؑ کہیں گھر سے نکل گئے ہیں معلوم نہیں کہاں ہونگے آنحضرت ؐ نے فرمایا خدا اُن پر مجھ سے اور تجھ سے زیادہ مہربان ہو پھر ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی کہ خداوندا اُنکی حفاظت فرما اور اُن کو سلامت رکھ

یہ فرما ہی رہے تھے کہ جبرئیلؑ نے آکر کہا اے محمدؐ آپ غمگین نہوں وہ دونوں خطیرۂ بنی نجار میں سو گئے اللہ تعالیٰ نے حفاظت کیلئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا یہ سنتے ہی آنحضرت معہ صحابۂ کرام اٹھ کھڑے ہوئے اور خطیرۂ بنی نجار میں تشریف لائے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے لپٹے ہوا سوتا دیکھا فرشتہ موکل اپنا ایک بازو بچھائے ہوئے اور دوسرے کا انپر سایہ کئے ہوئے تھا آنحضرت یہ دیکھ کر جھکے اور ان کو پیار کیا اور جگایا پھر حضرت امام حسنؑ کو داہنے کندھے پر اور حضرت امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر سوار کیا اور لیکر چلے راستہ میں حضرت ابو بکر صدّیق ملے انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک صاحبزادہ آپ مجھے دیدیں میں لیچلوں آنحضرتؐ نے فرمایا انکی یہ سواری نہایت عمدہ ہے اور یہ نہایت عمدہ سوار ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے پھر آنحضرت مسجد میں تشریف لائے اور اسی حالت میں کھڑے رہے اور فرمایا اے مسلمانو میں تمھیں اُن دو شخصوں سے آگاہ کردوں جو بحیثیت جد اور جدہ کے سب سے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ ارشاد ہو فرمایا وہ حسنین ہیں جنکا جد رسول خاتم النبیین اور جدّہ خدیجہ بنت خویلد سیدۃ نساء اہل الجنت ہیں پھر فرمایا کیا میں تم کو وہ دو شخص بتاؤں جو بحیثیت ماں باپ کے سب سے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کیا ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا وہ حسنین ہیں جنکے والد علی ابن ابی طالبؑ اور والدہ فاطمہ سیّدۃ نساء العالمین ہیں پھر فرمایا کیا میں تم کو وہ شخص بتاؤں جو بحیثیت عم و عمہ سب سے بہتر ہیں لوگوں نے کہا ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا وہ حسنین ہیں جنکے چچا جعفر طیار اور پھوپھی ام ہانی بنت ابی طالب ہیں پھر فرمایا کیا میں تم کو وہ دو شخص بتاؤں جو بحیثیت ماموں اور خالہ کے سب سے بہتر ہیں لوگوں نے عرض کیا ہاں آنحضرت نے فرمایا وہ حسنین ہیں جنکے ماموں قاسم ابن محمد اور خالہ زینب بنت محمد رسول اللہ ہیں پھر آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ خداوندا تو جانتا ہے کہ حسنین جنت میں ہونگے جو شخص ان سے محبت رکھے گا وہ بھی جنت میں ہوگا اور جو ان سے بغض رکھیگا وہ دوزخ میں ہوگا (الکواکب المضیئہ) (۳۵) حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک وقت ہم آنحضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ام ایمن نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ غضب ہو گیا حسنین کہیں کھو گئے ہیں آنحضرتؐ نے صحابہ سے

فرمایا کہ میرے بچوں کو تلاش کرو ہر ایک نے ایک ایک سمت تلاش کرنیکے لئے لی میں آنحضرتؐ کے ساتھ ہو گیا چنانچہ ہم ایک پہاڑ کے نیچے پہونچے حضرات حسنین کو ایک دوسرے سے لپیٹے سوتا پایا اور ایک سانپ کو اُنپر سایہ کئے ہوئے دیکھا جسکے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ آنحضرتؐ اُسکی طرف بڑھے وہ بھی آنحضرت کی طرف بڑھا اور آنحضرت سے کچھ باتیں کرنے لگا پھر وہ لوٹ کر ایک سوراخ میں چلا گیا آنحضرتؐ نے بڑھ کر دونوں صاحبزادوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا اور اُنکے چہرو کا غبار صاف کیا اور فرمایا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تم خدا کے بہت محبوب ہو پھر آنحضرت نے دونوں کو کندھوں پر اُٹھالیا حضرت سلمان کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے صاحبزادو تمھیں مبارک ہو تمھاری سواری کیا عمدہ ہے آنحضرت فرمانے لگے کہ سوار بھی تو اچھے ہیں اور انکے ماں باپ ان سے بہتر ہیں (طبرانی) (۳۶) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تم میں نیک وہ ہے جو میرے بعد میرے اہلبیت کیساتھ نیکی کرے (حاکم و ابو یعلی و دیلمی)

۲۰۔ احادیث تمسک و وسیلہ | اہلبیت سے تمسک کرنا اور اُن کو وسیلہ گردا ننا (۱) مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ہر زمانہ میں میرے اہلبیت سے عادل لوگ ہونگے کہ دین سے گمراہ لوگوں کی تحریف و تبدیل و جاہلوں کی تاویلات کو دور کردیں آگاہ ہو کہ تمھارے امام تم کو خدا کی طرف بلائیں گے تم دیکھو کہ کیسے وہ تم کو بلاتے ہیں اُنکی تعظیم کراؤ اور اُنسے تمسک کرو (۲) ابن سعد سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں اور میرے اہلبیت جنت کے درخت ہیں جسکی شاخیں دنیا میں ہیں جو شخص چاہے اُن سے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر سکتا ہے (۳) اور فرمایا کہ اے اللہ میں اپنے اور اپنے اہلبیت کو ہر مسلمان کی سپرد کرتا ہوں (۴) اور فرمایا کہ جنت میں ایک درجہ ہے جسکا نام وسیلہ ہے جب اللہ سے تم کسی چیز کو مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپکے ساتھ اس درجہ میں کون رہیگا آنحضرت نے فرمایا علی و فاطمہ و حسنین (۵) اور آنحضرت نے فرمایا اے اہلبیت اللہ تعالیٰ تم میں نبوت اور خلافت کو جمع نہیں کریگا (کنز العمال و احیاء المیت و اسعاف الراغبین)

(۲۱) احادیث تعلیم | حب اہلبیت کی تعلیم دینا۔ (۱) مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اپنی اولاد کو تین

باتیں سکھاؤ اول قرآن پڑھنا دوسرے میری محبت تیسرے میرے اہلبیت کی محبت (۲) عبداللہ ابن بدحطمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا جو شخص اپنی درازی عمر کا خواہشمند ہو اور یہ چاہے کہ جو نعمت خداوند تعالیٰ نے اسکو دی ہو اس سے متمتع ہو وہ میرے بعد میرے اہلبیت سے اچھا سلوک کرے اور ان کو جسطرح سے میں دوست رکھتا ہوں دوست رکھے اگر کوئی انکے ساتھ اچھائی نہ کریگا اور میری بات نمانے گا اسکی عمر کم ہو جائیگی اور اسکے بعد اسکا نام لیوا کوئی باقی نہ رہیگا۔ اور قیامت میں وہ ذلیل ہوگا (۳) اور آنحضرت نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ شخص ہے جو میرے اہلبیت کیساتھ اچھائی کرے اور جو میرے اہلبیت کیساتھ احسان کریگا میں اسکا عوض قیامت میں دونگا (۴) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا انسان سے چار چیزوں کے متعلق سوال کیا جائیگا (۱) عمر کے بارہ میں کہ کس چیز میں اسنے ضایع کی (۲) جسم کے متعلق کہ کس چیز میں اسکو مبتلا کیا (۳) مال کے بارہ میں کہ کس کام میں خرچ کیا اور کہاں سے حاصل کیا (۴) اہلبیت کے بارہ میں (۵) حضرت عائشہ اور حضرت علی سے بادنیٰ تغیر الفاظ مروی ہے کہ چھ آدمیوں پر خدا اور اسکے رسول کی لعنت ہے اور ہر نبی کی لعنت مقبول ہے (۱) قرآن میں زیادتی کرنیوالا (۲) خدا کی قدرت کو جھٹلانیوالا (۳) ظلم سے غلبہ کرنیوالا جسکی وجہ سے وہ اسکو عزیز رکھے جسکو اللہ ذلیل کرے اور اسکو ذلیل جانے جسکو اللہ عزیز رکھے (۴) حرام چیزوں کا حلال جاننے والا (۵) میرے اہلبیت پر ان چیزوں کو حلال کرنیوالا جسکو اللہ نے انپر حرام کیا ہے (۶) میرے طریقہ کا ترک کرنے والا (۶) اور آنحضرت نے فرمایا کہ اولاد فاطمہ کا دلی میں ہوں وہ میرے اولاد ہیں میری مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں افسوس ہے انکے فضل کی تکذیب کرنیوالوں پر جو شخص ان کو دوست رکھیگا اللہ اسکو دوست رکھیگا اور جو ان سے بغض رکھیگا اللہ اس سے بغض رکھیگا (صواعق محرقہ و کنز العمال احیاء المیت و اسعاف الراغبین)

احادیث درباره محبین اہلبیت (۱) جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میری امت میں جو شخص میرے اہلبیت سے محبت کریگا میری شفاعت اسکے لئے ہے اور فرمایا کہ میں قیامت کے دن اپنی ذریت کی تکریم کرنے والوں کا شفیع ہونگا اور فرمایا جو شخص مجھ کو اور میرے اہلبیت یعنی حسنین اور

اور انکے ماں اور باپ کو دوست رکھیگا وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں قیامت کے دن ہوگا ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرات حسنین کا ہاتھ پکڑکر فرمایا تھا کہ جو شخص مجھ سے اور ان دونوں سے اور انکے ماں باپ سے محبت کریگا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (کنز العمال و احیاء المیت)

(۲) حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہو کہ جو شخص مجھ کو اور میرے اہلبیت کو دوست رکھیگا وہ میرے ساتھ میرے درجہ میں قیامت کے دن ہوگا (احیاء المیت)

(۳) ابن مسعود سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری اہلبیت کیساتھ ایک دن کی محبت سال بھر کی عبادت سے بہتر ہو جو شخص اس محبت میں مرا وہ جنت میں داخل ہوگا (کنز العمال)

(۴) خباب امیر سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص محمدؐ و آل محمدؐ پر سو مرتبہ درود پڑھیگا اللہ اسکی سو حاجتیں پوری کریگا (دیلمی)

(۵) عبداللہ بجلی سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرا وہ شہید مرا جو شخص آل محمدؐ کی محبت میں مرا وہ مغفور مرا۔ جو شخص آل محمدؐ کی محبت پر مرا وہ جنت میں اسطرح سے جائیگا جسطرح سے دلہن اپنے شوہر کے یہاں جاتی ہو جو شخص حب آل محمدؐ میں مرا اللہ تعالیٰ اُسکی قبر میں دروازہ جنت کے کھولیگا اور جو شخص آل محمدؐ کی محبت میں مریگا اللہ اُسکی قبر پر ملائکہ رحمت کو زوّار مقرر فرمائیگا اور جب وہ قیامت میں آئیگا تو اُسکی پیشانی پر آیۂ رحمت لکھی ہوگی (تفسیر ثعلبی و مناقب مرتضوی و الکواکب المضیئہ)

(۶) مجاہد حضرت ابن عباس سے ناقل ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اُنکے جسم میں اپنی روح پھونکی تو حضرت آدم کو چھینک آئی اور بہ الہام ربانی خدا کا شکر بجالائے خدا نے یرحمک اللہ کا جواب دیا پھر جب فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا تو حضرت آدم خدا سے عرض کرنے لگے کہ کوئی مخلوق تونے مجھ سے زائد محبوب پیدا کی بارگاہ الٰہی سے کوئی جواب نہ ملا پھر دوبارہ عرض کیا تب بھی جواب نہ ملا تیسری بار پھر پوچھا جواب نہ ملا چوتھی مرتبہ کے سوال پر جواب ملا

اگر ہم اُن کو نہ پیدا کرتے تو تمھیں بھی پیدا نہ کرتے حضرت آدمؑ نے عرض کیا خداوندا اُن اشخاص کو مجھے بھی دکھا کہ وہ کون ہیں اللہ تعالےٰ نے عرش کے فرشتوں کو پردہ اُٹھانے کا حکم دیا اُنھوں نے پردہ اُٹھایا تو عرش کے سامنے پانچ صورتیں نظر پڑیں آدم علیہ السلام نے پوچھا یہ کون ہیں ارشاد ہوا کہ یہ میرا نبی ہے امیر المومنین علی ہے اور یہ میری نبی کی بیٹی فاطمہ ہے یہ حسن و حسین ابن علی ہیں اور یہی سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں آدم علیہ السلام ان کو دیکھ کر خوش ہوئے پھر جب آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو اُنھوں نے عرض کیا اے پروردگار میں ان پنجتن پاک کا وسیلہ کر کے عرض کرتا ہوں کہ تو میری خطا سے درگذر فرما خدا نے حضرت آدم کو بخش دیا اسی لیے کلام مجید میں ہے فتلقی ادم من ربّہ کلمات فتاب علیہ یعنی آدم نے خدا سے چند کلمات سیکھے اور اُنکے ذریعہ سے توبہ کی پھر جب حضرت آدم زمین پر اُتارے گئے تو اُنھوں نے ایک انگوٹھی بنا کر اسپر محمد رسول اللہ کا نقش کندہ کیا اور حضرت آدم کی کنیت ابو محمد ہو گئی (خصائص العلویہ لابو الفتح محمد ابن علی ابن ابراہیم نطنزی۔۔ محرر سطور کہتا ہے کہ اس روایت کی غرابت الفاظ سے ظاہر ہے اگرچہ ابو الفتح محمد نطنزی علمائے کبار سے ہیں اور خصائص العلویہ کتب مناقب میں عمدہ کتاب ہے اس روایت کو انھوں نے صرف فضائل میں لکھ دیا واللہ اعلم بالصواب)

(۷) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرات حسنین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو کوئی مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان کی ماں و باپ سے محبّت رکھے گا وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں ہوگا (مسند امام احمد و ترمذی)

(۸) حضرت ابوبکر صدّیق سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص میرے اہلبیت کی حفاظت کرے گا میں نے اُسکے لئے خدا سے عہد لیا ہے (سیرت ملا عمر و مسند ابو سعید و کنز العمال و الکواکب المضیئہ)

(۹) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا خدا سے محبّت کرو اسلئے کہ وہ تم کو اپنی نعمتوں سے کھلاتا ہے اور مجھ سے خدا کیلئے محبّت کرو اور میرے اہلبیت سے میری وجہ سے

محبت کرو (ترمذی و مستدرک حاکم)

(١٠) جناب امیر سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میری شفاعت میری امت کیلئے ہو اور اُسکے لئے جو میری اہلبیت کو دوست رکھے (احیاء المیت)

(١١) حضرت امام حسنؓ سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہمارے اہلبیت کی محبت اختیار کرو جو شخص اللہ سے اس حال میں ملیگا کہ وہ اہلبیت کو دوست رکھتا ہوگا وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا قسم اسکی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہو کہ کسی بندہ کو اسکا عمل نافع نہوگا مگر ہمارے حق کی پہچان (احیاء المیت)

(١٢) حضرت امام حسنؓ سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اسلام کی بنیاد آنحضرتؐ اور اہلبیت کی محبت ہو (تاریخ بخاری و احیاء المیت)

احادیث درباره مبغضین اہلبیت

(١) حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اہلبیت کو دوست نہیں رکھے گا مگر مومن متقی اور دشمن نہیں رکھے گا۔ مگر منافق شقی۔

(سیرت ملاعمر والکواکب المضیئہ)

(٢) ابوسعید خدری سے مروی ہو کہ آنحضرت نے فرمایا جو اہلبیت سے بغض رکھے گا وہ منافق ہو (مناقب امام احمد ابن حنبل)

(٣) ابوسعید خدری سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہو جو شخص میرے اہلبیت سے دشمنی رکھے گا خدا اُس کو دوزخ میں نگوں کریگا (احیاء المیت)

(٤) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے مروی ہو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تم میرے اہلبیت کیساتھ نیکی کرو ورنہ میں کل اُنکے لئے جھگڑوں گا اور جس سے میں جھگڑوں گا اُس سے خدا جھگڑے گا اور جس سے خدا جھگڑیگا وہ آگ میں داخل ہوگا (شرف النبوۃ و سیرت ملاعمر والکواکب المضیئہ)

(۵) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نہایت غصہ میں گھر سے تشریف لائے اور ممبر پر آ کر خدا کی ثنا و صفت بیان کرنے کے بعد فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ جب تک مجھ سے محبت نہیں رکھیگا مومن نہوگا اور مجھ سے اسوقت تک محبت نہیں رکھیگا جب تک کہ میرے اہلبیت سے محبت نہیں رکھے گا۔ (ابن حبان و کنز العمال)

(۶) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے میرے اہلبیت کو ایذا دی اُسنے خدا کو ایذا دی (دیلمی)

(۷) حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ہم سے خطبہ میں فرمایا اے لوگو جس نے میرے اہلبیت کو ناخوش کیا اللہ تعالےٰ اُسکو قیامت کے دن یہودی اُٹھائے گا (طبرانی و احیاء المیت)

(۸) مطلب ابن ربیعہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کسی مرد کے قلب میں ایمان نہیں داخل ہوتا جبتک کہ وہ میری قرابت کو دوست نہیں رکھتا ہے (ترمذی و مسند امام احمد)

(۹) انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے اہلبیت اور علیؑ سے محبت رکھو جس نے میرے اہلبیت میں سے کسی ایک سے بغض رکھا اُسپر میری شفاعت حرام ہوگئی (مناقب امام احمد)

(۱۰) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے جنت حرام کر دی جو میرے اہلبیت پر ظلم کرے یا اُن سے لڑے یا اُن کو لوٹے یا اُن کو بُرا کہے۔ (مسند امام رضا)

(۱۱) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی خداوندا جو مجھ سے اور میرے اہلبیت سے بغض رکھے اُن کو کثرت مال اور عیال نصیب کر اور ان دونوں کو اُنکی گمراہی کیلئے کافی رکھ کہ اُن میں مال کی کثرت سے حساب طول پکڑے اور اُن کے عیال بہت ہوں تا کہ شیاطین اور بڑھیں (دیلمی)

(۱۲) ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی مابین رکن و مقام روزہ رکھے اور نمازیں پڑھتا رہے پھر خدا سے اس حال میں ملے کہ وہ اہلبیت سے بغض رکھتا ہو تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا (دیلمی)

(۱۳) حضرت امام حسن سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو کوئی ہم سے دشمنی کھیگا یا حسد کریگا اللہ اُسے دوزخ کے کوڑے زاید کریگا (صواعق محرقہ)

(۱۴) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے مجھ کو اہلبیت کے بارہ میں اذیت دی اُسنے خدا کو اذیت دی ایک روایت میں یوں ہے کہ جس نے بال برابر بھی میرے اہلبیت کو اذیت دی اُسنے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے خدا کو اذیت دی (احیار المیت)

(۱۵) عبداللہ بجلی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو شخص آل محمد کے بغض پر مریگا وہ کافر مریگا اور جنت کی خوشبو نہیں سونگھیگا (تفسیر ثعلبی والکواکب المضیہ)

(۱۶) ابن سعد سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے اہلبیت کے بارہ میں ایک دوسرے سے وصیت کرو میں اپنے اہلبیت کی طرف سے تم سے اظہار خصومت کرونگا جس شخص کا میں دشمن ہوں یا اُس سے دشمنی کا اظہار کروں وہ دوزخ میں جائیگا اور جس نے اہلبیت کے بارہ میں میرے حق کی نگہداشت کی اُسنے خدا کا عہد پورا کیا اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اُس شخص پر بہت سخت ہوگا جو مجھ کو میرے اعزا و اہلبیت کے بارہ میں رنج پہونچائیگا (صواعق محرقہ و احیار المیت و کنز العمال)

(۱۷) جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص ہمارے اہلبیت اور انصار کے حق کو نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں یا منافق ہے یا ولد الزنا یا غیر طاہر یعنی اُسکی ماں نے بحالت عدم طہر اُسکا حمل لیا (صواعق محرقہ و احیار المیت و کنز العمال)

(۱۸) حضرت امام حسنؑ نے معاویہ ابن خدیج سے فرمایا کہ تم اور ہم سے حسد رکھتے ہو آنحضرتؐ

نے فرمایا ہی کہ جو کوئی ہم سے بغض یا حسد رکھیگا وہ قیامت کے دن حوض کوثر پر سے آگ کے کوڑوں کے ذریعہ سے ہنکایا جائیگا (اخبار المیت کنز العمال)

خصائص البیت

فضائل اہلبیت اوپر لکھے جا چکے اُن میں اکثر خصوصیات بھی آگئے مثلاً جنتی ہونا یا دوزخ کا اُنپر حرام ہونا یہ امور عشرۂ مبشرہ میں بھی پائے جاتے ہیں مبغضین پر لعن اور اُن کو معبر بہ نفاق وکفر کرنا یہ بھی بعض صحابہ کے حق میں وارد ہوا ہی۔ اس وقت ہمارا مقصود اُن خصائص کا بیان کرنا ہی جو علاوہ اہلبیت کے اوروں میں نہیں پائے جاتے۔

(۱) خصوصیات میں سے یہ ہی کہ صدقہ وزکوۃ اہلبیت اور اُنکی اولاد پر حرام ہی امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت اور اُنکی اولاد پر زکوۃ حرام ہے یہ حکم آنحضرت کے وجود کی برکت سے تمام بنی ہاشم پر عام ہی۔ امام مالک کا تو قول ہی کہ صدقہ نافلہ بھی آنحضرت اور اُنکے اہلبیت پر حرام ہے کیونکہ یہ لوگ اہل تطہیر سے ہیں اور صدقہ آدمیوں کا میل ہی جسکا لینا اہلبیت کو درست نہیں اور صدقہ دلالت کرتا ہے دینے والے کی عزت اور لینے والے کی ذلت پر بجائے اُس صدقہ کے اہلبیت کیلئے مال غنیمت میں خمس یعنی پانچواں حصہ مقرر ہے یہی حکم نذر یعنی منت اور کفارہ کا بھی ہے۔ کشف الغمہ میں حضرت ابن عباس کا قول منقول ہی کہ آنحضرت اکثر صدقہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ آدمیوں کا میل ہی جو محمد وآل محمد کیلئے حلال نہیں۔ حضرت انس سے مروی ہی کہ ایک روز حضرت امام حسن نے آنحضرت کے سامنے صدقہ کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا اٹھا کر کھا لیا آنحضرت نے جھڑک کر فرمایا اسکو تھوکو تم کو نہیں معلوم ہی کہ صدقہ کی چیز نہیں کھاتے۔ یہی تحریم کا حکم آنحضرت و اہلبیت کے موالی یعنی غلاموں کیلئے بھی ہی۔ ابن عباس سے مروی ہی کہ ابو رافع غلام آنحضرت نے آکر کہا یا رسول اللہ آپ کا فلاں غلام جو صدقہ وصول کرنے پر مقرر ہے وہ مجھ کو بلاتا ہے تاکہ میں اسکا مددگار ہو جاؤں اور وہ اُس میں سے مجھ کو کچھ دے آنحضرت نے فرمایا صدقہ ہم پر حلال نہیں اور قوم کا غلام بھی اُسمیں شامل ہی۔

(۲) اہلبیت نسباً اشرف الناس اور حسباً افضل مخلق ہیں اسلئے کہ آنحضرت ؐ نے اُن کو اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے جیسا کہ احادیث سے سابقاً ثابت ہو چکا۔ ائمہ نے اسکی تصریح کی کہ نکاح میں کوئی مخلوق اہلبیت کا کفو نہیں ہو سکتا۔ جلال الدین سیوطی کا قول ہے کہ آنحضرتؐ کے خصائص میں یہ ہے کہ آپکی اولاد کا کفو نکاح کیلئے کوئی مخلوق نہیں ہو سکتا۔

(۳) اہلبیت کے سبب اور نسب کے سوا تمام سبب و نسب قیامت میں منقطع ہو جائیں گے۔

(۴) اہلبیت کے لئے شروع زمانہ سے اشراف کا لفظ بولا جانے لگا۔ ابتدا میں یہ لفظ بنی ہاشم کے لئے عام تھا پھر لفظ شریف حضرات حسنین کی اولاد کے لئے مخصوص ہو گیا دیگر مقامات پر علاوہ حجاز کے حضرت امام حسن کی اولاد کے لئے لفظ شریف مخصوص ہوا اور حضرت امام حسین کی اولاد کیلئے لفظ سید یہ اصطلاح دونوں میں فرق بتانے کیلئے وضع کیگئی کہ کون حسنی ہیں اور کون حسینی۔ ان اشراف کے لئے ملوک مصر نے سبز عمامہ مخصوص کر دیا تھا تاکہ شریف اور غیر شریف میں فرق ہو سکے۔ سبز رنگ غالباً اسلئے اختیار کیا گیا ہو گا کہ یہ سب رنگوں میں افضل ہے یا اسوجہ سے کہ آنحضرتؐ کو موقف میں جو حلّہ پہنایا گیا تھا وہ سبز رنگ کا تھا یا یہ کہ اہل جنت کے کپڑوں کا رنگ سبز ہوتا ہے۔

(۵) نقبا انھیں لوگوں میں مخصوص طور پر ہوتے ہیں۔ نقابت سے مراد صیانت یعنی محافظت ہے امام ماوردی لکھتے ہیں کہ یہ نقباء اشراف زمان گذشتہ میں ہوتے تھے۔

(۶) اہلبیت کی ذریت سے اگر کوئی شخص متہم بہ فسق ہوتا تو اُسکی تعظیم اور بزرگی کیجاتی اور اُسکے متعلق یہ اعتقاد رکھا جاتا کہ اُسکے گناہ سب غیر مغضوب ہیں اللہ تعالیٰ اُنکی خطاؤں سے درگذر کرنیوالا ہے۔ اور بتوفیق الٰہی اُن کو توبۃ النصوح قبل موت حاصل ہونے والی ہے حدیث میں ہے کہ فاطمہ کی ذریت پر اللہ نے دوزخ حرام کر دی ہے یہ اکرام و تعظیم بوجہ اُنکے عنصر طاہر اور نسب زاہر کے کیا جاتا ہے اور یہ دونوں باتیں صالح و طالح دونوں میں پائی جاتی ہیں ان میں سے کسی ایک کا فسق اُن کو خاندان نبوت سے خارج نہیں کرتا

اور یہ ادب و تعظیم خاندان نبوی کا کیا جاتا ہے۔

(۷) اہلبیت اور انکی ذریت کے انساب کا اتصال قیامت میں آنحضرتؐ کیساتھ ہوگا اس اتصال سے وہ کافی نفع حاصل کرینگے اور یہ جو کلام مجید میں ہے فلا انساب بینھم یومئذ یعنی آج کے روز کسی کے انساب باقی نہ رہینگے یہ اوروں کے لیئے ہی آنحضرتؐ کے اہلبیت اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۸) اہلبیت کا وجود زمین والوں کیلئے امان کیا گیا جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت زمین والوں کیلئے۔

(۹) یہی لوگ اولاً جنت میں داخل ہونگے۔

(۱۰) حضرت فاطمہ کی اولاد آنحضرت کی اولاد کہی جاتی ہے۔ خود آنحضرت کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اسکے صلب سے ظاہر کی اور میری ذریت کو علی ابن ابی طالب کی صلب سے ظاہر کیا یہ خصوصیت صرف حضرت فاطمہ کی اولاد کیلئے ہے اور صاحبزادیوں کی اولاد کیلئے نہیں (شرف المؤید لآل محمد و اسعاف الراغبین و صواعق محرقہ)

(۱۱) اہلبیت کے سوا اور کسی مرد یا عورت کو جنابت و حیض کی حالت میں مسجد نبوی میں آنا جائز نہیں بیہقی کی حدیث بروایت ام سلمہ مرقوم ہو چکی۔

(۱۲) اہلبیت میں سے دوازدہ امام میں امامت منحصر ہے جیسا کہ جابر ابن سمرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ امر معزز رہیگا جبتک کہ بارہ خلیفہ ہونگے جو سب قریش سے ہوں گے اور مذکر ہونگے شیخین یعنی بخاری و مسلم نے اس حدیث کو اسیطرح روایت کیا۔ یہ حدیث بتعدد طرق باختلاف الفاظ مروی ہے جسمیں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہمیشہ یہ امر اچھا رہیگا ایک روایت میں یوں ہے کہ ہمیشہ یہ امر جاری رہیگا یہ دونوں روایتیں امام احمد کی ہیں، امام مسلم کی ایک روایت اور ہے کہ یہ امر نہیں گذریگا جبتک کہ اس میں بارہ خلیفہ نہیں گذرینگے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ہمیشہ لوگوں کا کام جاری رہیگا

جبتک کہ اسکی تولیت بارہ خلیفہ کرینگے اور اسی کی ایک روایت میں ہی کہ اسلام ہمیشہ عزیز اور
بلند رہیگا جبتک کہ بارہ خلیفہ رہینگے۔ بزار کی روایت میں بھی یہی ہی کہ ہمیشہ میری امت
کا کام قائم رہیگا جبتک کہ بارہ خلیفہ رہینگے۔ طبرانی معجم کبیر میں مسند عبداللہ ابن مسعود میں
مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ ابن مسعود کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوے تھے
کہ ایک آدمی اُنکے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابن مسعود کیا آپ لوگوں سے نبی کریم نے
خبر دی ہے کہ میرے بعد کتنے خلیفہ ہونگے ابن مسعود کہنے لگے ہاں مثل بنی اسرائیل کے
نقبا کی تعداد کے۔ اخطب خوارزم مناقب میں اور سید علی ہمدانی مودۃ اہل بیت القربیٰ میں حضرت
سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت کی خدمت میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ
حضرت امام حسین علیہ السلام آنحضرتؐ کی زانو پر بیٹھے ہیں اور آنحضرتؐ انکی آنکھوں اور منہ
کو چوم رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو سید ہے اور سید کا بیٹا ہی اور تو امام ہے اور امام کا بیٹا
ہی اور تو حجت ہی اور حجت کا بیٹا ہی اور تو نو حجتوں کا باپ ہی نواں اُنکا قائم آل محمد یعنی
مہدی ہی۔ اور مودۃ اہلبیت القربیٰ میں ابن عباس سے مروی ہی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں
اور علی اور حسنین اور نو شخص اولاد حسین سے معصوم ہونگے۔

ارشادات خلفائے راشدین وصحابہ وتابعین وائمہ دین در بارۂ اہلبیت رضو

(حضرت ابو بکر صدیق رضؓ) امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو بکر سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا، قسم اُسکی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہی رسول اللہ کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ دوست ہی اُسکی رعایت اور
صلہ رحم کو اپنی قرابت سے بڑھ کر جانتا ہوں فرمایا خدا کی قسم تمھارے ساتھ صلہ رحم کرنیسے
تو مجھے یہ زیادہ محبوب ہی کہ رسول اللہ کی قرابت داروں سے صلہ رحم کروں (یعنی اُنکا لحاظ
کروں) درحقیقت اُس شخص کی عظمت بڑی ہی جسکی تعظیم خدا نے فرض کر دی (یعنی اہلبیت کی)
اور فرماتے کہ رسول کو انکے اہلبیت میں تلاش کرو۔ اور فرماتے تھے کہ علی اہلبیت رسول یعنے

عترت (اولاد) رسول سے ہیں جن سے تمسک کیلئے آنحضرت نے ترغیب دی اور اس امر سے مخصوص کر دیا اور یوم غدیر خم فرمادیا۔ حضرت امام حسن ایک مرتبہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے وہ آنحضرت کے ممبر پر بیٹھے ہوئے تھے حضرت امام فرمانے لگے میرے جد کے ممبر سے اترو حضرت ابوبکر نے انکو گود میں اٹھالیا اور روئے جناب امیر بھی وہاں موجود تھے یہ کہنے لگے واللہ اس نے یہ لفظ میرے سکھلانے سے نہیں کہا ہے لڑکا ہے لڑکپن میں اسکے منہ سے نکلگیا حضرت ابوبکر نے جناب امیر سے فرمایا آپ سچے ہیں میں آپکے متعلق ایسا خیال نہیں کرتا (صواعق محرقہ) رسول اللہ کے انتقال کے چند روز بعد ایک دن حضرت ابوبکر ایک راستہ سے گذرے دیکھا کہ حضرت امام حسن کھیل رہے ہیں اٹھاکر اپنے کندھے پر بٹھالیا اور فرمایا کہ میرے باپ تم پر قربان تم رسول کے ہمشکل ہو نہ علی کرم اللہ وجہہ کے (مسند امام احمد بن حنبل)

(حضرت عمر فاروق رض) حضرت عمر رض نے جب مال غنیمت تقسیم کرنا چاہا تو لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ ابتدا اپنے سے کیجئے حضرت عمر رض نے انکار کیا اور آنحضرت کے اعزہ اقریب یعنی اہلبیت سے ابتدا کی حضرات حسنین کو حضرت علی کے برابر حصہ دیا۔ جب مدائن فتح ہوا اور حضرت عمر مسجد نبوی میں فرشی حریمی پر بغرض تقسیم اموال بیٹھے۔ اولاً حضرت امام حسن تشریف لائے اور فرمانے لگے اے امیرالمومنین اللہ نے جو ہمارا حق مقرر کیا ہے عطا کرو حضرت عمر نے فرمایا بالرحب یا بالبرکۃ والکرامۃ (یہ جملہ عرب میں بطور خیر مقدم استعمال کیا جاتا ہے جسکے معنی یہ ہوتے ہیں کہ تمہارا آنا باعث برکت وکرامت ہے اور مرحبا کہنے کے لائق ہے) پھر ہزار درم انکے نذر کئے پھر حضرت امام حسین تشریف لائے ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی اور ان کو بھی ہزار درم نذر کئے پھر عبداللہ ابن عمر کو پانچسو درم دئے وہ کہنے لگے کہ میں آنحضرت ؐ کے زمانہ میں جوان تھا جہاد کرتا تھا حضرات حسنین کم عمر تھے مدینہ کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے آپنے ان کو ہزار درہم دئے اور مجھکو پانچسو دئے حضرت عمر نے فرمایا ہاں تم بھی اتنی ہی فضیلت پیدا کرو تم کو بھی اتنے ہی ملیں انکے ایسے ماں باپ نانا نانی پھوپھی ماموں خالہ لاؤ انکے باپ علی مرتضےٰ

ماں فاطمہ زہرا نانا محمد مصطفےٰ نانی خدیجۃ الکبریٰ چچا جعفر ذوالجناحین پھوپھی ام ہانی بنت ابیطالب ماموں ابراہیم ابن رسول اللہ خالہ رقیہ و ام کلثوم رسول اللہ کی صاحبزادیاں ہیں۔
زمانِ خلافت میں حضرت عمر کو جب یہ معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کی مہر کی تعداد پانچسو درہم تھی اور حضرت فاطمہ کا مہر چار سو درہم تھا تو حضرت عمرؓ نے حکم دیدیا تھا کہ کسی کو مہر میں زیادتی حضرت فاطمہ سے نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت عمر جناب امیر کا احترام بوجہ قرابت رسول بہت کرتے تھے ایک مرتبہ زمان خلافت میں جناب امیر کے لئے چادر بچھادی تھی اور اُنکے ساتھ زراعت کا کام کرنے لگے تھے خدا سے دعا مانگتے تھے کہ ایسا وقت نہو کہ کوئی مشکل مسئلہ پیش آجائے اور ابوالحسن موجود نہوں (اس قسم کے واقعات جلد ثانی بیان فضائل موسومہ بہ لفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن میں ناظرین ملاحظہ کریں) اور فرماتے تھے کہ کوئی شرف تمام نہیں ہوتا اگر حضرت علی کی ولایت سے۔ حضرت فاطمہ سے فرماتے کہ آدمیوں میں تمھارے باپ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں اور اُنکے بعد تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں حضرت امام حسینؑ نے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو آنحضرتؐ کے ممبر پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا تھا کہ اتر د میرے جد کے ممبر سے حضرت عمرؓ نے ان کو گود میں بٹھلا کر فرمایا کہ یہ میرے سر پر بال اُگائے ہوئے کس کے ہیں۔ حضرت امام حسن ایک مرتبہ حضرت عمر سے ملنے آئے حضرت ابن عمر بھی اُسیوقت آئے تھے اُنھیں اندر آنے کی اجازت نہ ملی حضرت امام حسن یہ خیال کرکے واپس گئے کہ جب ان کو اجازت نہ ملی تو مجھ کو بھی نہ ملیگی جب حضرت عمر کو یہ معلوم ہوا تو وہ اُن کے پاس معذرت کرنے گئے۔ حضرت امام حسنؑ نے فرمایا معذرت کی کوئی بات نہیں آپ نے اپنے بیٹے کو جب اجازت ندی تو میں بھی چلا آیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اجازت کے معاملہ میں اُن سے بہت زیادہ احق ہو اور کوئی ایسا نہیں جسنے میرے سر پر بال تم اگائے ہوں مگر تم (یہ جملہ کمال تعظیم اور محبت پر دلالت کرتا ہے یعنی تمھاری برکت سے ہم اس حال پر پہونچے اور ہم نے راہ راست پائی) ایک روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت امام حسنؑ سے

فرمایا کہ جسوقت آپ چاہیں آسکتے ہیں آپ کیلئے کوئی اجازت کی ضرورت نہیں ہے حضرت
امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عمرؓ سے ملنے گیا آپ تنہائی میں معاویہ سے
باتیں کر رہے تھے اور ابن عمر دروازہ پر تھے وہ پلٹ گئے میں بھی واپس ہوا اسکے بعد ایک روز
حضرت عمر مجھے ملے فرمانے لگے کہ کہاں تھے میں نے تمکو نہیں دیکھا میں نے اپنے جانے اور واپس
آنے کا قصہ بیان کیا حضرت عمر فرمانے لگے کہ تم ابن عمر سے زیادہ حقدار تھے پھر وہی جملہ فرمایا
کہ ہمارے سر پر بال پہلے خدا نے اُگائے پھر تم نے حضرت عمرؓ نے اہلبیت اور خاندان
رسالت میں شامل ہونے کے لئے جناب امیرؑ سے درخواست کی تھی کہ حضرت ام کلثوم دختر
حضرت فاطمہ سے میرا نکاح کر دیا جائے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ وہ ابھی خرد سال ہے حضرت عمر
نے اصرار کیا اور علی رؤس الاشہاد فرمایا کہ میں اسوجہ سے چاہتا ہوں کہ میں نے آنحضرت سے
سنا ہے کہ ہر نسب و سبب اور صہریت قیامت میں منقطع ہو جائے گی سوائے میرے سبب اور
نسب اور صہریت کے ۔ اسوجہ سے آنحضرت کی صہریت میں شامل ہونا چاہتا ہوں کہ ان سے
جزئیت حاصل ہو جائے چنانچہ جناب امیرؑ نے مشورہ حضرات حسنینؑ و دیگر اعزا حضرت
ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ سے کر دیا حضرت عمر ان کی بہت تعظیم و توقیر کرتے تھے جیسا کہ
خود حضرت ام کلثوم نے جناب امیرؑ سے ان کے دریافت کرنے پر بیان کیا تھا (مفتاح النجاء
لنزول الابرار و صواعق محرقہ)

حضرت عثمان غنیؓ ۔ حضرت عثمان اہلبیت رسول کا خاص طور سے پاس و لحاظ
کرتے اپنے عہد خلافت میں جب اصحابؓ کے وظائف کیلئے رمضان کے روزینے مقرر کئے تو
اہلبیت و ازواج مطہرات کا روزینہ سب سے دونا مقرر فرمایا (تاریخ طبری)۔

حضرت سلمان فارسیؓ ۔ حضرت سلمان فارسی کا قول ہے کہ آل محمد ایسے ہیں
جیسے بدن کیلئے سر اور جناب امیر سر کیلئے بمنزلہ آنکھ کے ہیں بدن بغیر سر کے ٹھیک نہیں ہوتا
اور نہ سر بغیر آنکھ کے (معجم کبیر طبرانی والکواکب المضیئہ)

(حضرت ابوہریرہؓ) حضرت ابوہریرہ کا ذات نبوی کیساتھ غیر معمولی شغف کا یہ تقضا
تھا کہ اُن کو آل اطہار کیساتھ بھی شیفتگی تھی جب آنحضرتؐ نے اُنکے سامنے حضرت امام حسن کو
گود میں بٹھلا کر اور انکو منہ سے منہ ملا کر تین مرتبہ فرمایا کہ خدایا میں اسکو محبوب رکھتا ہوں اسلئے تو بھی
محبوب رکھ اور اسکے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ اسکے بعد سے جب یہ حضرت امام حسنؑ
کو دیکھتے تو آنکی آنکھیں پُرنم ہو جاتی تھیں (مسند امام احمد ابن حنبل) ایک دن یہ حضرت امام حسن سے
ملے اور کہا کہ ذرا پیٹ کھولئے جہاں رسول اللہ نے بوسہ دیا ہے وہیں میں بھی بوسہ دونگا
چنانچہ اُنھوں نے پیٹ کھولا اُنھوں نے وہیں بوسہ دیا (مسند امام احمد ابن حنبل) شاہ عبدالعزیز
صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ ام خالد ایک عورت تھی جو حسن وجمال میں مشہور تھی۔
معاویہ ابن ابی سفیان نے یزید کا پیغام اسکو دیا اور حضرت ابوہریرہ کو اسی کام کیواسطے شام سے
مدینہ شریف بھیجا یہ رات کو مدینہ پہونچے صبح کو زیارت مزار مبارک و مسجد نبوی کیلئے گئے وہاں
اولاً حضرت سبط اکبر امام حسن علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت امام نے اِن سے آنے کا
سبب پوچھا انھوں نے ساری کیفیت بیان کی جناب امام نے فرمایا کہ ام خالد سے ہمارا
بھی پیغام دیدینا پھر حضرت سبط اصغر امام حسین علیہ السلام و عباس ابن علی و عبداللہ ابن جعفر اور
عبداللہ ابن زبیر و عبداللہ ابن مطیع ابن الاسود رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی ان صاحبوں
نے بھی اپنا اپنا پیام حضرت ابوہریرہ کی معرفت ام خالد کو دلوایا ابوہریرہ نے جا کر ام خالد سے پہلے
اپنے آنے کا مقصد بیان کیا پھر ان سب صاحبوں کا پیام دیا ام خالد کہنے لگیں کہ میرا ارادہ
اب نکاح کرنے کا نہیں ہے۔ میں بیت اللہ میں مجاورہ ہوکر خدا کی یاد میں اپنی عمر بسر کرنا چاہتی
ہوں آیندہ تمھاری جو صلاح ہو ابوہریرہ نے کہا یہ ٹھیک نہیں تم ابھی جوان ہو بے شوہری
اس عمر میں مصلحت نہیں ام خالد نے کہا پھر تمھیں مشورہ بتاؤ کہ میں کس کے ساتھ نکاح کروں
اُنھوں نے کہا کہ یہ تم خود سوچو کہ بنظر منافع دین و دنیا کس کے ساتھ نکاح کرنا مصلحت ہے ام خالد
کہنے لگیں کہ بغیر تمھاری صلاح کے کسکے ساتھ نکاح نہ کروں گی ابوہریرہ نے کہا کہ اگر خواہ مخواہ تم کو

میری صلاح پر اصرار ہے تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے اور مصلحت بھی اسی میں ہے کہ تم ان دونوں سرداران جنت میں سے کسی ایک کیساتھ نکاح کرلو میں سبط رسولؐ قرۃ العین بتولؑ کے برابر کسی کو نہیں جانتا تم شرف مصاہرت نبوی غنیمت سمجھو ام خالد نے مانا اور کہا بہتر ہے حضرت امام حسنؑ سے کہدو میں اُنکے ساتھ نکاح کردوں گی ابوہریرہ نے اطلاع کی اُسی روز نکاح ہوگیا۔ ابوہریرہ نے شام میں جاکر جو روپیہ معاویہ سے لائے تھے اُن کو واپس دیا اس واقعہ کی اطلاع معاویہ کو پہلے سے ہوگئی تھی وہ کہنے لگے ہمنے تم کو منگنی کرنے بھیجا تھا تم نے محتسب بنکر للہیت کیوں صرف کی ابوہریرہ نے جواب دیا کہ ام خالد نے مجھ سے بہ اصرار مشورہ لیا میں نے اُسکے حق میں جو نیک بات تھی اُسکو بتادی کیونکہ حدیث میں ہے کہ جس سے مشورہ لیا جائے وہ امانت دار ہے میں امانت میں خیانت کیوں کرتا تب معاویہ نے یہ مثل کہی رب ساع لقاعد یعنی اکثر ایسی محنت کرنے والے ہیں جنکی محنت کا نتیجہ گھر کے بیٹھنے والوں کو بغیر محنت کے ملتا ہے (ایک مرتبہ ابوہریرہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیروں سے خاک اپنے کپڑوں پر جھاڑی حضرت امام نے فرمایا اے ابوہریرہ یہ کیا کرتے ہو وہ کہنے لگے مجھے معاف رکھو واللہ اگر لوگ تمہارے اتنے مراتب جانیں جتنے میں جانتا ہوں تو تم کو کندھوں پر لئے پھریں۔

(حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ) ایک مرتبہ حضرت ابن عباس حضرات حسنینؑ کی رکاب پکڑے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ تو ان سے عمر میں بڑے ہیں انکی رکاب کیوں پکڑتے ہیں انھوں نے کہا کہ یہ آنحضرتؐ کے بیٹے ہیں کیا انکی رکاب پکڑنا سعادت نہیں ہے۔

(کتاب الموافقہ لابن السمان وصواعق محرقہ)

(حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق رضؓ) ابو نعیم کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عراقی نے آکر ان سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھا کہ اگر کپڑے میں لگ جائے تو اسکا کیا حکم ہے ابن عمر کہنے لگے کہ اسکو دیکھو مچھر کے خون کے متعلق پوچھتا ہے حالانکہ انھیں لوگوں نے آنحضرتؐ کے صاحبزادہ کو قتل کیا جن کے متعلق

میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسنین میرے دو پھول ہیں (نسائی)

(حضرت انس ابن مالک رض) ترمذی شریف میں ہے کہ انس ابن مالک کہتے ہیں کہ مجھے اہلبیت میں سب سے زیادہ محبوب حسنین ہیں۔

(حضرت بلال ابن رباح رض) یہ آنحضرت کے بعد شام چلے گئے تھے ایک مرتبہ روضۂ اقدس کی زیارت کیلئے آئے آتے ہی مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے پھر مضطربانہ جوش محبت کے ساتھ حضرات حسنین کو چمٹا چمٹا کر پیار کرنا شروع کیا ان حضرات کی خواہش و فرمائش پر اذان دینا شروع کی اشہد ان محمد رسول اللہ پر بیہوش ہو گئے (اسد الغابہ)

(حضرت عبد اللہ ابن عمر ابن العاص رض) ایک مرتبہ بہت سے صحابہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے حضرت امام حسین آ نکلے اور سلام کیا سب نے سلام کا جواب دیا لیکن یہ خاموش رہے جب سب چپ ہوئے تو انھوں نے بہ آواز بلند کہا السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ یہ کہہ کر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا میں تمھیں بتاؤں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین شخص کون ہے یہی جو جا رہا ہے۔ جب سے میں نے جنگ صفین میں انکے خلاف حصہ لیا انھوں نے مجھ سے بات چیت نہیں کی اگر یہ مجھ سے راضی ہو جائیں تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے (اسد الغابہ)

(حضرت ابو برزہ اسلمی رض و حضرت سمرہ ابن جندب رض) اسد الغابہ میں ہے کہ یزید کے دربار میں جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک آیا اور اس نے چھڑی سے سر کو ٹھکرایا تو موتی کی طرح دندان مبارک چمکنے لگے انھوں نے یہ دیکھا تو بولے اپنی چھڑی کو ہٹاؤ میں نے خود رسول اللہ کو دیکھا ہے کہ آپ انکا بوسہ لیتے تھے۔

(حضرت ابو الطفیل عامر ابن واثلہ رض) استیعاب میں ہے کہ یہ جناب امیر کے بہت بڑے مخلص تھے انکے انتقال کے بعد ایک بار معاویہ نے ان سے پوچھا کہ تمھارے دوست ابو الحسن کے غم میں تمھارا کیا حال ہے بولے موسیٰ کے غم میں جو انکی ماں کا حال تھا۔

(حضرت عمر ابن عبد العزیز اموی تابعی رض) ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن حسن ابن حسین ابن علی ابن ابی طالب حضرت عمر ابن عبد العزیز کے پاس کسی ضرورت سے گئے۔ وہ کہنے لگے جب آپ کو کوئی ضرورت ہوا کرے تو کہلا بھیجا کیجئے مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ آپ ضرورت کیوقت میرے دروازہ پر آیا کریں۔ عمر ابن عبد العزیز جس زمانہ میں امیر مدینہ تھے حضرت فاطمہ بنت علی اُنکے پاس گئیں اُنھوں نے کہا کہ آپ یہاں نہ تشریف لایا کیجئے کیونکہ روے زمین پر اہلبیت سے زیادہ مجھے کوئی دوست نہیں اور آپ مجھ کو میرے اہلبیت سے زیادہ عزیز ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن حسن مثنیٰ ابن حضرت امام حسن بہت خرد سال تھے ایک مرتبہ حضرت عمر ابن عبد العزیز کی مجلس میں گئے یہ دیکھتے ہی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُنکا استقبال کیا۔ قوم والوں نے اُن کو ملامت کی جسکے جواب میں اُنھوں نے کہا کہ میں نے ثقات سے سنا ہے اور اپنے سُننے پر اعتماد رکھتا ہوں کہ گویا میں نے خود آنحضرت کی تعظیم کی۔ میں نے سُنا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو شخص اسکو مسرور کرتا ہے وہ مجھ کو مسرور کرتا ہے مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت فاطمہ اسوقت زندہ ہوتیں تو میرے اس فعل سے بہت خوش ہوتیں۔ الغرض حضرت عمر ابن عبد العزیز نے باغ فدک اپنی خلافت کے زمانہ میں بنی فاطمہ کو یہ کہہ کر واپس دیا تھا کہ تم اسکے حقدار ہو۔ معاویہ کے وقت سے جو جناب امیر و اہلبیت پر گالیاں پڑنے کا دستور ہو گیا تھا اور خلفائے بنی امیہ بر سر منبر گالیاں دیتے تھے اور دوسرے لوگ بھی اُنکی خوشامد میں گالیاں دیتے اس طریقۂ بد کو انھیں نے اپنے زمانۂ خلافت میں موقوف کیا اور اہلبیت ؑ ائمہ کے ساتھ سلوک و احسانات کو اپنے لئے باعث نجات سمجھا۔

(حضرت امام ابو حنیفہ تابعی رض) امام صاحب بھی اہلبیت کی بہت تعظیم کرتے تھے ایک موقع پر کئی بار تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے اور بیٹھے اہل مجلس نے جب وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ان لڑکوں میں ایک لڑکا علوی ہے جب اُسکو دیکھتا ہوں تو تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا ہوں۔

اہلبیت اور اُن کی پردہ نشین عورتوں کی خدمات بہت کرتے تھے ایک مرتبہ بارہ ہزار درہم اُنکی خدمت میں بھیجے چند اشعار امام صاحب کی طرف منسوب ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے " قوم یہود کی دوستی حضرت موسیٰ کی اولاد سے ظاہر ہے اور اُنکے بھائی ہارون کی اولاد کیساتھ بھی محبت معلوم ہے اسیطرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی محبت کو بزرگ جانتے ہیں تو مسلمان آنحضرت کی اولاد کو کیسے نہ دوست رکھیگا خواہ اس محبت میں وہ قتل کیا جائے یا بیدین بنایا جائے لوگوں نے آنحضرت کے حق کو انکے اہلبیت میں خیال نہ کیا اللہ اُسکا بدلہ دیگا " اس سے خلفائے بنی امیہ اور اُنکے متبعین مُراد ہو سکتے ہیں۔ حضرت امام صاحب کو جو فیض اور علم اور طریقہ حضرات ائمہ کرام امام محمد باقر و امام جعفر صادق و زید ابن علی ابن الحسین سے حاصل ہوا و محتاج بیان نہیں انکے والد اپنے باپ کے ساتھ لڑکپن میں جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جناب امیر نے انکے حق میں برکت اولاد کی دعا فرمائی تھی اُس دعا کی برکت سے امام ابو حنیفہ پیدا ہوئے یہ حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں بہت رہے اور جلیل القدر تابعی و مقتدائے خلق ہوئے۔

(حضرت امام مالک رح) حضرت امام جعفر صادق کے یاران خاص اور عمدہ شاگردوں اور محبین میں سے حضرت امام مالک بھی تھے منقول ہے کہ امام مالک کو جب جعفر ابن سلیمان نے مارا اور اتنی تکلیف دی کہ وہ بیہوش ہو گئے تو لوگ اُن کی عیادت کو آئے جب اُن کو افاقہ ہوا تو لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے میں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے مارنے والے کا قصور معاف کر دیا لوگوں نے وجہ پوچھی کہنے لگے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ مرجاؤں اور آنحضرت صلعم سے ملاقات ہو اور میری وجہ سے اُنکے بعض اولاد دوزخ میں جاوے لہذا معاف کرتا ہوں۔

(حضرت امام شافعی رح) امام شافعی تو اہلبیت کے عاشق اور فرضیت محبت اہلبیت کے قائل تھے انھوں نے جو کچھ فرمایا بہت خوب فرمایا سب اشعار ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے ؛

"اے اہلبیت رسول اللہ تمھاری محبت اللہ نے فرض کی اور اسکو قرآن میں بیان کیا تمھارے مرتبہ کی بزرگی کیلئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اسکی نماز نہ ہوگی" یا فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت علی کی تفضیل بیان کرتے ہیں تو جہلا ہمکو رافضی کہتے ہیں اور جب حضرت ابوبکر رض کے فضائل بیان کرتے ہیں تو ناصبی کہنے لگتے ہیں۔ ہمکو بوجہ دونوں سے محبت ہونیکے رافضی وناصبی بننا قبول ہے جبتک کہ ہم قبر میں پہونچ جائیں" یا فرماتے ہیں "اے سوار تو منیٰ (نام مقام) سے چلکر محصب (نام مقام) جہاں زمانۂ حج میں کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اور منیٰ (قربانی کی جاتی ہے) میں ٹھہر اور ساکنان خیف (نام مقام) سے خواہ وہ انسان ہوں یا حیوان کہدے کہ حج کرنیوالے صبح کو جسوقت منیٰ میں آویں اور جسطرح کہ فرات میں لہر آتی ہے وہ جان لیں کہ اگر آنحضرت کی اولاد کی محبت باعث رفض ہے تو دونوں جہان والوں کو معلوم ہو جائے کہ میں رافضی ہوں" بیہقی لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی سے لوگوں نے کہا کہ آپ جو اہلبیت کی منقبت اور فضیلت بیان کرتے ہیں تو لوگ اسکو متوجہ ہو کر نہیں سنتے اور جب کسی کو بھی ایسا بیان کرتے سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہاں سے ہٹ چلو یہ شخص رافضی ہے یہ سنکر امام شافعی فرمانے لگے کہ جب ہم کسی مجلس میں جناب امیر اور انکے صاحبزادوں اور حضرت فاطمہ کا ذکر کرتے ہیں تو لوگ آپس میں کہتے ہیں کہ یہاں سے چلو یہ افضیت کی باتیں ہیں میں ان لوگوں سے یکسو ہونا چاہتا اور خدا کی طرف جانا چاہتا ہوں ان لوگوں کیطرف سے جو حضرت فاطمہ کی اولاد کی محبت کو رفض بتاتے ہیں۔ منقول ہے کہ حضرت امام شافعی سے لوگوں نے کہا کہ تم رافضی ہوگئے ہو حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ میں ہرگز رافضی نہیں ہوں رفض نہ میرا دین ہے اور نہ اعتقاد لیکن میں بہترین امام اور بہترین ہادی کو دوست رکھتا ہوں تم لوگوں کے نزدیک اگر دل یعنی حضرت علی اور اہلبیت کی محبت رفض ہے تو میں تمام عالم میں سب سے بڑھکر رافضی ہوں اکثر لوگوں نے امام شافعی کو بوجہ شدت محبت اہلبیت گروہ شیعہ میں شمار کیا جسکے متعلق خود امام شافعی نے فرمایا اہلبیت کی محبت ہی میرا ذریعہ نجات ہے

اور یہی لوگ میرا وسیلہ ہیں انھیں لوگوں کی وجہ سے مجھے امید ہے کہ قیامت میں میرا نامۂ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا۔ امام شافعی ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے سلسلۂ روایت حدیث آبائے اہلبیت کا سلسلۃ الذہب نام رکھا جسکا مرتبہ رواۃ حدیث میں محدثین کے نزدیک بہت اعلیٰ ہے محدثین اسکی بہت عظمت کرتے ہیں منقول ہے کہ جب امام موسیٰ رضا علیہ السلام نیشاپور تشریف لائے تو اُس زمانہ میں وہاں اکابر محدثین سے حافظ ابوزرعہ رازی اور محمد ابن اسلم طوسی تھے یہ دونوں تمام طلبہ کیساتھ حضرت امام کی زیارت کو آئے اور اُن سے التماس کیا کہ اگر حضور دو ایک حدیثیں اپنے آبائے کرام کی سند سے جو سلسلۃ الذہب ہے بیان فرماویں تو کمال بندہ نوازی ہو حضرت امام نے ایک حدیث بیان کی کہ مجھ سے میرے والد امام موسیٰ کاظم نے اُن سے اُنکے والد امام جعفر صادق نے اُن سے اُنکے والد امام محمد باقر نے اُن سے اُنکے والد امام زین العابدین نے انسے انکے والد امام حسینؑ شہید کربلا نے اُن سے انکے والد حضرت امیر المومنین علی مرتضےٰ نے بیان کیا کہ مجھ سے میرے حبیب اور میری آنکھوں کی پتلی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا۔ اور اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ مجھ سے جناب باری نے فرمایا لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالھا دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جسنے یہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے بیخوف ہوگیا حضرت امام جب یہ حدیث بیان کر چکے تو سب نے فوراً لکھ لی۔ لکھنے والے تقریباً بیس ہزار تھے۔ ابوالقاسم قشیری کہتے ہیں کہ یہ حدیث جب بعض امرائے سامانیہ کو پہونچی تو انھوں نے اسکو آب زر لکھوا کر رکھ لی اور وصیت کی کہ میرے ساتھ قبر میں رکھدی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مرنے کے بعد اُن سے کسی نے خواب میں پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا کہنے لگے کہ کلمہ کے تلفظ اور تصدیق اداس اور سبب سے کہ میں نے اُسکو سونے کے پانی سے لکھوایا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخشدیا۔

حضرت امام احمد ابن حنبل - اس حدیث کا امام احمد ابن حنبل جب ذکر کرتے تو فرماتے کہ اگر یہ مجنون پر پڑھی جائے تو اُسکو افاقہ ہو اور اگر بیمار پر پڑھی جائے تو اچھا ہو جائے اُن کا یہ حال تھا کہ جب اُنکے پاس اشراف میں سے کوئی آتا (اُس زمانہ میں لفظ اشراف بنی فاطمہ کے لئے مخصوص ہو گیا تھا) تو وہ اُسکی تعظیم کرتے اسکو سامنے بٹھاتے اور خود پیچھے بیٹھتے۔

(صواعق محرقہ ومفتاح النجا وابن اثیر وغیرہ)

کرامت اہلبیت | ایک واعظ اہلبیت کے مناقب بیان کر رہا تھا اتنی دیر تک اُسنے بیان کیا کہ آفتاب غروب ہونے لگا اُسنے آفتاب کیطرف دیکھ کر کہا اے آفتاب جبتک کہ آل محمدؐ اور اُن کے نسل کی تعریف تمام نہو تو غروب نہو اور اگر میں اُنکی تعریف کا ارادہ کروں تو تو دوبارہ پھر نکل آ گیا تو بھول گیا کہ اُنکے لئے تو ٹھہرا تھا اگر تو مولیٰ علی کے لئے ٹھہرا تھا تو اب اُنکی اولاد کے لئے ٹھہر جا چنانچہ اس کہنے سے آفتاب بلند ہوا اور مجلس میں نہایت اُنس اور سرور پیدا ہو گیا (صواعق محرقہ)

سنہ ١١ھ

زمانِ وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم | آنحضرتؐ جب حجۃ الوداع سے فراغت کر کے مدینہ واپس تشریف لائے تو کچھ مضمحل سے تھے لوگ تکان سفر سمجھے اضمحلال میں ترقی ہوتی رہی ایسا کہ کئی دن تک آنحضرت گھر سے باہر تشریف نہ لا سکے ایک روز جب افاقہ ہوا تو باہر تشریف لائے لوگوں کو جمع کیا خطبہ پڑھا نصیحتیں فرمائیں پھر فرمایا اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو مانگ لے تاکہ آخرت کا بار مجھ پر نرہے۔ آخر ماہ صفر میں آنحضرتؐ کی علالت میں تشدد ہو گیا۔

اُسی زمانہ میں ایک روز بہت سے لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں جمع تھے آنحضرتؐ نے فرمایا کاغذ لاؤ تاکہ میں تم کو کچھ لکھدوں کہ میرے بعد تم گمراہ نہو جاؤ ایک روایت میں ہے کہ جھگڑا نہ کرو۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنکر فرمایا کہ اسوقت آنحضرتؐ کو بخار تند ہے اسوجہ سے ایسا

فرماتے ہیں وصیت نامہ کی کوئی ضرورت نہیں ہمارے لئے خدا کی کتاب یعنی قرآن کافی ہے حاضرین میں اُس وقت شور مچ گیا اہلبیت میں سے کوئی کہتا کہ ہمارے لئے لکھنا چاہیئے ہیں کاغذ منگانا چاہیئے تعمیل حکم واجب ہے کوئی یہ کہتا کہ حضرت عمرؓ سچ کہتے ہیں قرآن کے ہوتے ہوئے اب کوئی وصیت نامہ کی ضرورت نہیں جب لوگوں میں اسکے متعلق زیادہ گفتگو ہونے لگی تو آنحضرت صلعم نے بوجہ تکلیف سب کو وہاں سے ہٹا دیا سب چلے آئے اور معاملہ یونہی رہ گیا حضرت عباس نے حضرت علیؓ سے کہا کہ مجھ کو آنحضرت صلعم کے طور بے طور نظر آتے ہیں مجھے اپنے خاندان کا تجربہ ہے عبدالمطلب کے خاندان میں موت کے وقت جو علامتیں ہوا کرتی ہیں وہ سب آنحضرت میں پائی جاتی ہیں اسلئے مناسب ہے کہ تم آنحضرت صلعم سے خلافت کے بارہ میں دریافت کرلو کہ آپ کے بعد یہ منصب کسکو دیا جائے جناب امیر نے اُسکے جواب میں فرمایا کہ اس حالت میں میرا جی نہیں چاہتا کہ آنحضرت سے سوال کروں جب بیماری میں شدت ہوئی تو آنحضرت نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ امامت کریں حضرت ابوبکرؓ نے تعمیل حکم کی اور پانچ وقت کی نماز پڑھائی ایک روز جب آنحضرت صلعم کی حالت سنبھلی تو آپ جناب امیر کے سہارے سے باہر تشریف لائے اور بیٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا میں نماز پڑھی وفات کے وقت آنحضرت صلعم حضرت عائشہ کی گود میں تھے۔

بروایت عروہ ابن الزبیر اور حضرت امام زین العابدین اور عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت جناب امیر کی گود میں تھے (طبقات ابن سعد) وصال کیوقت جناب امیر نے آنحضرت صلعم کی ٹھوڑی کو سہارا دیا تھا آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ میری تجہیز و تکفین اہلبیت کرینگے جب وفات ہوئی تو تمام صحابہ کا عجب حال تھا جناب امیر کو سکتہ سا ہو گیا تھا حضرت حضرت ابوبکر و حضرت عباس باہوش تھے تھوڑی دیر کے بعد جناب امیر نے تجہیز و تکفین کا کام بنی ہاشم کی امداد سے انجام دیا حضرت ابوبکر و حضرت عمر قبل تجہیز و تکفین تقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے غسل میں جناب امیر و حضرات عباس و فضل و قثم پسران حضرت عباسؓ سامہ

ابن زید و شقران غلام آنحضرت و اوس ابن خولی انصاری بدری تھے جنھوں نے جناب امیرؑ سے باصرار شریک ہونے کو کہا تھا جناب امیرؑ نے ان کو بلا لیا تھا جناب امیرؑ غسل دیتے تھے۔ حضرت عباس اور اُنکے دونوں بیٹے۔ کروٹ بدلاتے تھے اسامہ و شقران و اوس ابن خولی پانی لاتے تھے آنحضرتؐ کو معہ لباس غسل دیا گیا غسل کیوقت جناب امیر فرماتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کسقدر پاکیزہ ہیں جسقدر صفائی و پاکیزگی زندگی میں مزاج میں تھی اب بھی آپ اُسی قدر پاک و صاف ہیں جب غسل دیکر کفن پہنا چکے تو سب نے فرداً فرداً نماز پڑھی جناب امیر نے سب سے پہلے نماز پڑھی بعد ادائے نماز جنازہ حضرت ابو طلحہ نے لحد کھودی جناب امیرؑ فضل۔ قثم۔ شقران۔ اوس ابن خولی نے قبر میں اُتارا۔

خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد فوراً شورش مچگئی انصار نے خلافت کے متعلق ایک جلسہ کیا کہ حضرت سعد ابن عبادہ انصار میں امیر ہوں یہ کیفیت سب سے پہلے حضرت عمرؓ سے ایک انصاری نے بیان کی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو آمادہ کیا دونوں حضرات فتنہ فرو کرنے کیلئے سقیفۂ بنی ساعدہ گئے راستہ میں ابو عبیدہ ابن الجراح ملے انکے ساتھ اور لوگ بھی تھے وہ بھی ساتھ ہو گئے وہاں پہونچکر انصار نے کہنا شروع کیا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے اور اپنے فضائل بیان کئے حضرت عمر جواب میں کچھ کہنا چاہتے تھے کہ حضرت ابوبکر نے روک دیا۔ خود تقریر شروع کی اول مہاجرین کے فضائل بیان کئے پھر انصار کے اور فرمایا ہم امیر ہوں اور تم وزیر ہو۔ کوئی کام بغیر تمھارے مشورہ کے نہو گا۔ جناب ابن منذر کو اصرار تھا کہ وہ امیر ہوں حضرت عمر رضؓ نے اسپر سخت اختلاف کیا ابو عبیدہ بھی حضرت عمرؓ کے ہمزبان ہو گئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ الائمۃ من قریش۔ امام قریش میں ہونگے۔ لہذا اے انصار تم اس خلافت کو قریش ہی پر رکھو۔ بشیر ابن نعمان انصاری نے اسکی تائید کی۔

انصار اس امر پر راضی ہو گئے سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے بیعت کی اور حضرت ابو بکر رضؓ سے فرمایا کہ قریش میں آپ سب سے بزرگ ہیں ہاتھ بڑھائیے اسکے بعد دیگر انصار و حاضرین نے بیعت کی جب یہ خبر پھیلی تو مدینہ کے تمام لوگوں نے بیعت کر لی اسکے بعد حضرت عمر رضؓ اور حضرت ابو بکرؓ واپس آکر دفن میں شریک ہوئے اس قصہ کے وقت اہلبیت بالکل علحدہ تھے رسول اللہ کی تجہیز و تکفین میں مصروف تھے بعد دفن دوسرے روز حضرت عمرؓ نے پھر مجمع عام میں حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرائی مہاجرین و انصار نے بیعت کی جناب امیرؑ چونکہ اس انتخاب میں شریک نہ تھے انھوں نے بیعت نہ کی بنی ہاشم کی ایک جماعت جسمیں زبیر ابن العوام ۔ عتبہ ابن ابی لہب ۔ خالد ابن سعید مقداد ابن عمر ۔ سلمان فارسی ۔ ابوذر غفاری ۔ عمار ابن یاسر ۔ برا ابن عازب ۔ ابی ابن کعب تھے یہ سب جناب امیرؑ کے ساتھ تھے ۔ عتبہ ابن ابی لہب نے اس موقعہ پر چند شعر کہے تھے ، جسکا ترجمہ یہ ہے " میں نہیں جانتا کہ خلافت اور حکم بنی ہاشم سے جاتا رہیگا خصوصاً ابو الحسن ، حضرت علیؑ سے جو ایمان اور سبقت فی الاسلام میں سب سے اول ہیں اور قرآن اور سنّت جاننے والے اور سب سے زیادہ عالم ہیں جنھوں نے آخر وقت خدا اور رسول سے ملاقات کی حضرت جبرئیل نے کفن دینے اور دفن کرنے میں آپکی مدد کی علی مرتضےٰ وہ شخص ہیں جن میں وہ سب خوبیاں موجود ہیں جو قوم میں پائی جاتی ہیں اور قوم کو بھی اسکا یقین ہے اور وہ خوبیاں بھی اُن میں ہیں جو قوم میں نہیں پائی جاتی ہیں (تاریخ ابو الفدا)

ابو سفیان کو جب حضرت ابو بکر کی خلافت کی اطلاع ملی تو وہ جناب امیرؑ کے پاس آکر کہنے لگے یہ کیا معاملہ ہے قریش کا ایک ادنیٰ خاندان تم پر غالب ہو گیا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تم سے بیعت کروں خدا کی قسم اگر تم چاہو تو میں سواروں اور پیادوں سے مدینہ کی سرزمین بھر دوں جناب امیرؑ نے جواب میں فرمایا جائیے تشریف لیجائیے قبل اسلام بھی آپ کو خونریزی سے بہت دلچسپی تھی ۔ ہاں اب بھی آپ خونریزی کرانا چاہتے ہیں اور اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے ابو سفیان نادم ہو کر چلے گئے بیعت عام کے بعد حضرت ابو بکر رضؓ نے رؤسا مہاجرین و انصار

کی معرفت جناب امیرؑ کو بلایا یہ آئے اور بیٹھ گئے اور اپنے بلوانے کا سبب پوچھا حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ جس طرح صحابہ نے حضرت ابو بکر رضؓ سے بیعت کر لی تم بھی بیعت کر لو جناب امیرؑ نے کہا جس دلیل پر تم نے انصار پر فوقیت حاصل کی اور اس منصب کو حاصل کیا تھا اُسی کو میں حجت میں تم پر پیش کرتا ہوں سچ سچ کہو کہ آنحضرتؐ کا قریب تر کون ہے حضرت عمرؓ کہنے لگے جبتک تم بیعت نہ کر لو گے میں تم کو نہیں چھوڑوں گا جناب امیرؑ نے فرمایا پہلے میری بات کا جواب دو پھر مجھ سے بیعت طلب کرنا ابو عبیدہ کہنے لگے اے ابو الحسن تم بوجہ سابقیت اسلام و فضل قرابت قریبہ آنحضرتؐ حکومت و خلافت کے لائق تھے لیکن جب صحابہ نے حضرت ابو بکر رضؓ پر اجماع و اتفاق کر لیا تو مناسب یہ ہے کہ تم بھی موافقت کر لو جناب امیرؑ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ تم آنحضرتؐ کے ارشاد کے مطابق اپنی سچائی سے اس امت کے امین ہو گیا اس فکر میں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو مواہب اور کرامات خاندان نبوت میں عطا فرمائے ہیں وہ دوسری جگہ منتقل کر دئے جائیں مہبط قرآن و وحی اور مورد امر و نہی اور منبع فضل و علم اور معدن عقل و حلم ہم لوگ ہیں اور ان امور کی وجہ سے خلافت و امارت کی لیاقت رکھتے ہیں بشیر ابن سعد انصاری نے کہا اے ابو الحسن جن باتوں کو تم آج ظاہر کر رہے ہو اگر پہلے سے معلوم ہوتیں تو بلا کسی قضیہ و قصہ کے تم سے بیعت کر لی جاتی تم گھر میں بیٹھ رہے لوگوں سے ملاقات چھوڑ دی لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ تم خلافت سے کنارہ کشی کرتے ہو جب مسلمانوں کی جماعت نے کسی دوسرے کو قبول کر لیا تو تم یہ بیان کرتے ہو۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اے بشیر کیا تم اس امر کو جائز رکھتے ہو کہ میں جسد اطہر و جسم انور کو غسل نہ دیتا تجہیز و تکفین نہ کرتا دفن سے فارغ ہونے سے قبل خلافت و حکومت طلب کرنے لگتا اور لوگوں سے جھگڑا کرتا حضرت ابو بکر نے جب دیکھا کہ جناب امیرؑ کے جوابات نہایت معقول اور مدلل ہیں تو نرمی سے کہنے لگے اے ابو الحسن میرا یہ خیال تھا کہ تم اس امر میں میری مخالفت نہ کرو گے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم اختلاف کرو گے تو میں ہرگز بیعت نہ لیتا اب لوگوں نے مجھ پر اتفاق کر لیا ہے تم بھی موافقت کر لو تاکہ میرا خیال

ٹھیک ہو جائے اگر توقف و غور و فکر کرنا چاہتے ہو تو تم پر کوئی جرم نہیں ہے جناب امیر مجلس سے اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے (روضۃ الاحباب جلد ۲)

حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد جناب امیر نے بیعت کی جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے حضرت ابو بکر کو بعد وفات حضرت سیدہ اپنے مکان پر بلوایا اور اُن سے کہا کہ خدا نے جو فضیلت تم کو عطا کی ہے وہ ہم کو معلوم ہے اور جو کچھ تم کو خدا کے یہاں سے ملا ہم اُس میں نفسانیت نہیں کرتے ہیں تم نے اس امر کو اپنے ذمہ لے لیا حالانکہ بوجہ قرابت رسول اللہ کے ہم اسکو اپنا حق سمجھتے تھے اسیطرح کی باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ حضرت ابو بکر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم میرے نزدیک رسول اللہ کی قرابت سے نیکی کرنا اپنی قرابت کے ساتھ نیکی کرنے سے زیادہ محبوب ہے جو کچھ میرے تمہارے آپس میں اموال کے متعلق اختلاف ہوا اسمیں میں نے حق کو نہیں چھوڑا آنحضرت ؐ کو اس بارہ میں جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا اسکو ترک نہیں کیا بلکہ وہی کیا۔ پھر جناب امیر نے فرمایا آج سہ پہر کو میں بیعت کا وعدہ کرتا ہوں حضرت ابو بکر بعد نماز ظہر ممبر پر گئے بعد ادائے حمد و نعت جناب امیرؑ کی شان بیان کی اور بیعت نہ کرنے کا جو عذر انھوں نے پیش کیا تھا بیان کیا پھر جناب امیرؑ نے بعد استغفار و تشہد حضرت ابو بکر کے فضائل بیان کئے اور کہا کہ میرا یہ فعل بربنائے نفسانیت تھا نہ اس سے حضرت ابو بکر کی تنقیص مقصود تھی اس امر میں ہم اپنا حق سمجھتا تھا انھوں نے تنہا اپنی طرف لے لیا اسلئے مجھ کو رنج ہوا پھر جناب امیر نے بیعت کر لی (بخاری و مسلم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں مستدرک حاکم کے حوالہ سے اور جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں سعد اور بیہقی کے حوالہ سے جناب امیر کی بیعت اسی روز مجمع عام میں ہونا لکھتے ہیں۔ توقف بیعت کے متعلق طبقات ابن سعد میں محمد ابن سیرین کی روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر کی بیعت کی گئی تو جناب امیر نے بیعت میں دیر کی اور خانہ نشین رہے حضرت ابو بکر رضؓ نے کہلا بھیجا کہ کس چیز نے آپ کو میری بیعت سے باز رکھا ہے کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے

ہیں جناب امیرؑ نے کہا میں آپکی امارت کو ناپسند نہیں کرتا لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جبتک قرآن جمع نہ کرلونگا اسوقت تک کوئی کام نہ کرونگا۔

وفات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

آنحضرت کے انتقال کے بعد اس پر آشوب وقت میں جناب امیرؑ کو سب سے بڑا صدمہ حضرت فاطمہ کے انتقال کا پہونچا آنحضرت صلعم کے انتقال سے عموماً اور حضرت فاطمہ کے انتقال سے خصوصاً جناب امیرؑ کی زندگی کا بالکل دوسرا دور شروع ہوگیا حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے جناب امیرؑ سے فرمایا سلام علیک یا ابا الریحانتین عنقریب تمہارے دونوں رکن فنا ہو جائینگے خداوند تعالی امیرؑ کے بعد تمہارا حافظ و نگہبان دکار رساز ہے جسوقت آنحضرت صلعم نے وفات پائی جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا دو رکنوں میں سے ایک رکن میرا گیا پھر جب حضرت فاطمہ نے انتقال کیا تو جناب امیرؑ نے فرمایا کہ یہ دوسرا رکن تھا حضرت فاطمہ کی وفات ۳ رمضان ۱۱ھ کو ہوئی۔

سنہ ۱۳ھ

خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق نے اپنے انتقال سے پیشتر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت کیلئے منتخب کیا تھا اور ایک تحریری وصیت نامہ بھی لکھوادیا تھا جسکی بنا پر حضرت عمر خلیفہ ہوئے مہاجرین و انصار سے کسی نے مخالفت نہیں کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن ابن عوف و حضرت عثمان و دیگر مہاجرین و انصار سے رائے لی تھی اس خلافت میں بھی جناب امیرؑ مثل زمانۂ خلافت خلیفۂ اول حضرت ابوبکر گوشہ نشین رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں رسول اللہ صلعم کے متروکات خیبر و فدک و مدینہ میں سے جنکو حضرت ابوبکر نے اپنے زمانۂ خلافت میں تحت انتظام خلافت کرلیا تھا مدینہ شریف پر جناب امیرؑ و حضرت عباس کو قبضہ دیدیا کچھ دنوں کے بعد پھر تقسیم کی بابتہ دونوں میں گفتگو ہوئی حضرت عمر نے اسکا تصفیہ نہایت دانشمندی سے کیا کوئی پیچیدگی نہیں پیدا ہونے دی (بخاری باب المغازی و مسلم کتاب الجہاد) مہمات خلافت اور

نظم ونسق امارت میں حضرت عمر جناب امیرؑ سے ہمیشہ مشورہ کیا کرتے تھے اور بہت تعظیم وتوقیر کرتے

سنہ ۲۴ھ

خلافت حضرت عثمان غنی رضہ جب حضرت عمر فاروق اپنی زندگی سے مایوس ہوئے تو انھوں نے عبدالرحمن ابن عوف کو بلا کر فرمایا کہ میں تم کو اپنا جانشین کرتا ہوں ابن عوف نے نہایت عقلمندی سے جواب دیا کہ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا میں آپ کی جانشینی اور خلافت قبول کر لوں، حضرت عمر نے فرمایا اچھا تم میرا ایک کام کرو حضرت عثمان، حضرت علی، زبیر ابن العوام، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ ابن عبدالرحمن کو بلاؤ ان سے آنحضرتؐ بہت خوش تھے یہ خدمت ان میں سے کسی ایک کے سپرد کرونگا تم ان میں سے کسی ایک کو خلافت کیلئے منتخب کر لو چنانچہ یہ سب بلائے گئے حضرت طلحہ باہر گئے ہوئے تھے حضرت عمر نے ان چار آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا میں تم میں سے کسی ایک کو خلافت کیلئے نامزد کرنا چاہتا ہوں تم عبدالرحمن ابن عوف کے مشورہ سے آپس میں فیصلہ کر لو جسکو سب ملکر منتخب کروگے وہی خلیفہ ہوگا پھر حضرت علی سے فرمایا کہ اگر آپ کو خلافت ملے تو بنی ہاشم کو مسلمانوں پر حاکم نہ کیجئے گا حضرت عثمان سے کہا کہ اگر آپ کو خلافت ملے تو بنی اُمیہ کو فروغ نہ دیجئے گا ایسا ہی حضرت زبیر و حضرت سعد سے بھی فرمایا بعض لوگوں نے کہا آپ خود ہی کسی کو نامزد کر دیجئے حضرت عمر نے کہا اگر ابو عبیدہ ابن الجراح موجود ہوتے تو میں ان کو خلافت دیتا ایک شخص نے کہا کہ آپ عبداللہ ابن عمر کو خلافت کیوں نہیں دیتے ہیں، حضرت عمر نے ناخوش ہو کر فرمایا کہ یہ مشورہ تونے خدا کیلئے نہیں دیا بلکہ میرے خوش کرنے کیلئے دیا جو شخص اپنی بیوی کے طلاق دینے میں ٹھیک فیصلہ نہ کر سکتا ہو وہ مسلمانوں کا فیصلہ کیا کریگا دوسرے وقت حضرت عمر نے پھر پانچوں حضرات سے پوچھا کہ کیا تم نے آپس میں مشورہ کیا سب نے کہا اگر ہم میں سعد بن زید بھی شریک ہو جائیں تو اچھا ہے حضرت عمر نے کہا قبیلہ کا ایک آدمی کافی ہے وہ میں ہوں میرا اپنا کام ختم کر چکا۔

حضرت عمر نے ان سب کو تین دن کی مہلت دی کہ اسکے اندر فیصلہ کر لو۔ پھر حضرت طلحہ انصاری
کو بلا کر فرمایا کہ تم پچاس انصار کے ساتھ بیت المال کی حفاظت کرو اور لوگوں سے کہا کہ جب
سب آدمی ایک پر اتفاق کر لیں اور ایک آدمی اڑا رہے تو اس مخالف کو قتل کر دینا چاہیئے۔
پھر عبداللہ ابن عمر سے فرمایا کہ تم بھی مشورہ میں شریک ہو تم کو صرف مشورہ دینے کا حق ہے
خلیفہ بنجانے کا کوئی حق نہیں مقداد ابن الاسود کو نگران مقرر کیا۔ حضرت صہیب کو امامت
کیلئے حکم دیا پھر سب کو انتخاب کیوقت بلا بھیجا جناب امیرؑ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ
جاؤں یا نہ جاؤں حضرت عباس نے منع کیا کہ نہ جاؤ مجھے معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ بنی ہاشم کو خلافت
نہ دینگے اگر تم نہ گئے تو ہم کہہ سکیں گے کہ انتخاب میں بنی ہاشم سے کوئی موجود نہ تھا جناب
امیرؑ نے کہا ہاں یہ تو ٹھیک ہے مگر ایسے وقت میں میں علٰحدہ نہیں ہو سکتا نہ خود مجھ سے یہ ہو سکتا
ہے کہ میں دوستوں کا ساتھ چھوڑ دوں حضرت عباس کہنے لگے میں نے تم سے پہلے بھی کہا
تھا کہ خلافت کے متعلق آنحضرت سے پوچھ لو تم نے نہ پوچھا بعد وفات میں نے کہا کہ گھر سے باہر
نکلکر خلافت کا انتظام کر لو تھوڑی دیر کیلئے جنازہ کو چھوڑ دو تم نے نہ مانا اب کہتا ہوں کہ
حضرت عمر کے پاس نہ جاؤ تم نہیں مانتے تم جانو تمہارا کام جانے حضرت عائشہ کے مکان
پر جلسہ منعقد ہوا ہر شخص نے اپنے اپنے فضائل بیان کرنا شروع کیے کوئی فیصلہ نہوا۔
عبدالرحمان ابن عوف کہنے لگے اب اسپر تصفیہ ہے کہ جو میں حکم دوں تم قبول کرو جناب امیر نے
فرمایا ہمکو منظور ہے بشرطیکہ تم اپنے اعزا اور احباب سے رعایت نہ کرنے کا حلف اٹھاؤ ابن
عوف نے اطمینان دلایا اور علٰحدہ حجرہ میں بیٹھ کر اول جناب امیرؑ کو بلایا ان سے کہا تم جو کہتے ہو
سب ٹھیک ہے اگر تم کو خلافت نہ ملے تو تمہارے بعد انمیں سے کون سب سے زیادہ مستحق ہے جناب امیرؑ نے کہا حضرت
عثمان پھر ابن عوف نے حضرت عثمان سے بلا کر یہی پوچھا انھوں نے جناب امیر کا نام لیا پھر حضرت زبیر اور حضرت سعد کو
بلایا انسے بھی یہی پوچھا جو جناب امیر سے پوچھا تھا انھوں نے حضرت عثمان کے متعلق رائے دی اس مخفی گفتگو سے ابن عوف نے
یہ نتیجہ نکالا کہ خلافت حضرت عثمان یا جناب امیر میں ہے کیسکو ملنا چاہیے شام کو جناب امیر سے حضرت زبیر سے ملاقات کی جناب

امیر نے کہا اگر تم خلافت چاہتے ہو تو میں تمھاری بیعت کو تیار ہوں حضرت عثمان کے مقابلہ میں
میرا حق زیادہ ہے یہی حضرت سعد سے بھی فرمایا اور ان دونوں سے کہنے لگے کہ مجھ کو عبدالرحمن
ابن عوف کا میلان حضرت عثمان کی طرف معلوم ہوتا ہے عبدالرحمن ابن عوف نے امرا کو بلا لیا ۔
ابوسفیان ۔ معاویہ امیر شام ۔ عمر ابن سعد امیر حمص ۔ مغیرہ ابن شعبہ امیر کوفہ ۔ ابو موسی اشعری امیر بصرہ
عمرابن العاص امیر مصر ۔ ان سب سے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ معاملہ اب دو آدمیوں پر آگیا جناب
امیر اور حضرت عثمان پر ان لوگوں میں سے ابوسفیان نے عمر ابن العاص سے جا کر ان کے مکان
پر ملاقات کی اور کہنے لگے کہ ابن عوف نے مجھ سے رائے لی میں نے حضرت عثمان رضہ کے حق
میں رائے دی ابن عوف نے کہا میں بھی حضرت عثمان کے موافق ہوں مجھے اب اس امر کا خوف
ہے کہ حضرت عثمان بہت نرم دل اور بھولے ہیں ایسا نہو کہ بات بگڑ جائے اور جناب امیر خلافت
لے لیں عمر ابن العاص نے کہا میں اسکا انتظام کر سکتا ہوں تم متفکر نہو یہ کہہ کر عمر ابن العاص سیدھے
جناب امیر کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے تم میرے پرانے دوست ہو تمھاری خلافت
مجھے بدل منظور ہے مجھے معلوم ہوا کہ ابن عوف اور دیگر سرداروں کی رائے انکے حق میں ہے میں تم کو
ایک مشورہ دیتا ہوں اگر تم اسپر عمل کرو تو پھر کوئی خرخشہ نہ رہیگا جناب امیر نے کہا تم میرے
دوست ہو کہو انھوں نے کہا تم کو معلوم ہے کہ ابن عوف بہت سچے آدمی ہیں انکا دل و زبان
ایک ہے وہ کل خلافت دیتے وقت تم سے کہیں گے کہ اقرار کرو میں خدا و رسول اور گزشتہ
دونوں خلفا کے طریقہ پر خلافت کرونگا اس وقت تم فورًا اقرار نہ کرلینا کیونکہ اس سے حاضرین
یہ سمجھیں گے کہ تم خلافت کے خواہشمند ہو تم کہنا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے امکان بھر ان سب
باتوں کو ملحوظ رکھونگا پھر حضرت عثمان کے پاس آکر کہنے لگے کہ ابن عوف خلافت کے وقت
جب کوئی شرط بیان کریں اسکو بلا عذر تسلیم کرلینا انکار نہ کرنا ہر سوال کا جواب ہاں دینا کسی قسم
کا پس و پیش ظاہر نہونے دینا ورنہ جناب امیر کو خلافت ملجائیگی فیصلہ کے دن بہت سویرے
ابن عوف نے حضرت زبیر اور حضرت سعد کو بلایا اور کہنے لگے مجھے رات کو نیند نہیں آئی تم بتاؤ اب

اپنا حق کسکو دیتے ہو پہلی مرتبہ ان دونوں نے حضرت عثمان رضؓ کے حق میں رائے دی تھی آج کہنے لگے کہ ہم جناب امیرؑ کو پسند کرتے ہیں ان کو خلافت ملنا چاہیئے پھر ابن عوف نے جناب امیرؑ اور حضرت عثمان کو بلایا حضرت عثمان رضؓ نے راستہ میں قاصد سے پوچھا کہ کیا ہوا اُس نے بیان کیا کہ حضرت زبیر اور حضرت سعد بلائے گئے تھے جناب امیرؑ کے بارہ میں رائے دی حضرت عثمان کو یہ بات ناگوار ہوئی مگر چُپ رہے جب سب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو حضرت ابن عوف نے ممبر پر کھڑے ہو کر سارا قصہ بیان کیا اور کہنے لگے کہ دو آدمی ہیں اب تم لوگ بتاؤ کہ کس سے بیعت کیجائے یہ مشورہ عام ہے حضرت عمار ابن یاسر کہنے لگے جناب امیرؑ سے بیعت کرنا چاہیئے تاکہ کوئی فساد نہو حضرت مقداد ابن الاسود نے اسکی تائید کی عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح جو حضرت عثمان کے بھائی تھے اُنھوں نے کہا کہ حضرت عثمان کو خلافت ملنا چاہیئے حضرت عمار ابن یاسر نے فرمایا اے مرتد تجھ کو بھی رائے دینے کا حق پیدا ہو گیا یہ سنکر بنی مخزوم سے ایک شخص نے حضرت عمار کو گالی دی جس پر بنی ہاشم کو طیش آگیا یہ کیفیت دیکھ کر حضرت سعد ابن ابی وقاص نے کسی طرح اس جھگڑے کو ختم کرایا پھر ابن عوف سے کہنے لگے کہ اس قصہ کو جلد ختم کرو۔

ابن عوف نے اولاً جناب امیرؑ کو بلایا اُن سے کہا کہ عہد کرو کہ میں خدا کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت اور دونوں خلفا کی سیرت پر عمل کرونگا جناب امیرؑ نے عمر ابن العاص کے مشورہ کے مطابق فرمایا کہ میں عہد نہیں کرسکتا یہ کہہ سکتا ہوں کہ اپنے علم کے موافق کوشش کروں گا اور ان تینوں باتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دونگا اور خدا سے مدد چاہونگا کہ ان باتوں پر عمل کرنیکی مجھے توفیق دے ابن عوف یہ سنکر چپ ہو رہے پھر حضرت عثمان کو بلایا اُن سے بھی یہی کہا اُنھوں نے موافق ہدایت ابن العاص ان سب باتوں کو مان لیا ابن عوف نے ان سے بیعت کی اور بقیہ سب لوگوں نے بھی حضرت عثمان سے بیعت کی جناب امیرؑ یہ دیکھ کر چپ ہو گئے اور اس مکر و حیلہ و فریب پر افسوس کرنے لگے وہاں سے جانا چاہتے تھے کہ ابن عوف نے روکا اور کہا حضرت عثمان کی بیعت کیجیے آپ مجھ سے وعدہ کر چکے ہیں کہ میں تمہارے فیصلہ کو تسلیم کروں گا

میرا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کی بیعت کرو حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ جو شخص تمہارا حکم نمانے اور اتفاق عام سے علیحدہ ہو کر مخالفت کرے اسکو قتل کر دینا یہ سنکر جناب امیرؑ نے بھی حضرت عثمان سے بیعت کر لی اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ پہلا دن تمہارے ظلم کے ظاہر ہونیکا نہیں ہے پھر یہ آیت پڑھی فصبر جمیل واللہ المستعان علے ماتصفون۔

(تاریخ ابن اثیر و تاریخ ابو الفدا)

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب عبد الرحمن ابن عوف نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کر لی تو اُسوقت جناب امیرؑ نے حاضرین کو مخاطب کر کے یہ کہا۔ تم سب کو قسم دیتا ہوں سچ سچ کہنا کہ صحابہ میں میرے سوا کون ایسا شخص ہے کہ جب آنحضرتؐ نے عقد مواخاۃ اپنے صحابہ میں باندھا تو میرے سوا کسی سے یہ کہا ہو انت اخی فی الدنیا والاخرۃ سب نے کہا کوئی نہیں پھر فرمایا میرے سوا تم میں کون ایسا شخص ہے جسکی حق میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو من کنت مولاہ فعلی مولاہ سب نے کہا کوئی نہیں پھر کہا میرے سوا تم میں کون ایسا ہے جسکے حق میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہو انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی سب نے کہا کوئی نہیں پھر کہا میرے سوا تم میں کون ایسا ہے کہ اسکو سورۂ برأت کے لیجانے کا امین قرار دیکر یہ کلمات اُسکے حق میں کہے ہوں لا یؤدی عنی الا انا او رجل من عترتی سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا میرے سوا تم میں کون ایسا ہے جسکو آنحضرتؐ نے جبکہ سریوں میں بھیجا تھا تو کل مہاجرین و انصار پر امیر کیا ہو اور اُن کو امیر لشکر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہو اور مجھ پر کسی کو امیر نہ مقرر کیا ہو سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا میرے سوا کوئی ایسا ہے جسکے حق میں آنحضرتؐ نے کہا ہو انا مدینۃ العلم و علی بابھا سب نے کہا کوئی نہیں۔ پھر کہا کیا تم نہیں جانتے کہ جب اکثر لوگ آنحضرت کو دشمنوں کے خطرہ میں چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گئے تو میں ثابت قدم رہا سب نے کہا سچ ہے پھر کہا میرے سوا تم میں کون ہے جو دائرۂ اسلام میں سب سے پہلے آیا ہو سب نے کہا کوئی نہیں پھر

کہا کہ کون مجھ سے زیادہ آنحضرت ؐ کا عزیز قریب ہے سب نے کہا کوئی نہیں۔ یہ تقریر سنکر ابن عوف نے یہ کہا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا سب سچ ہے مگر لوگوں نے حضرت عثمان کیطرف رغبت کرکے بیعت کرلی ہے امید ہے کہ آپ بھی لوگوں سے موافقت کرینگے اس حدیث کو حدیث شوریٰ کہتے ہیں یہ کئی طریقوں سے مروی ہے سب طرق بہت طویل ہیں اسکے راوی ابو الطفیل عامر ابن واثلہ ابن الاسقع ہیں ابن عساکر و عقیلی و ابن الجوزی و علی متقی صاحب کنز العمال نے مفصلاً اسکو لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں اس باب میں دو حدیثیں ہیں اول باب المناقب میں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کا معاملہ چھ آدمیوں کے متعلق تھا عبد الرحمن ابن عوف نے اپنی دانشمندی سے مختصر کرکے جناب امیر اور حضرت عثمان میں منحصر کردیا دوسری حدیث سے جو کتاب الاحکام باب بطانۃ الامام میں مسور ابن مخرمہ سے مروی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کے انتخاب کا اختیار بھی حضرت عبد الرحمن ابن عوف کے قبضۂ اقتدار میں آگیا تھا انھوں نے اسطرح اسکو برتا اور جناب امیر کو خلافت سے مؤخر رکھا کہ لوگوں کو جمع کرکے ابن عوف نے بعد خطبہ جناب امیر سے مخاطب ہوکر کہا اے علی میں نے لوگوں کے حالات پر نظر کی وہ کسی کو عثمان کی برابر نہیں سمجھتے بلکہ ان کو سب پر ترجیح دیتے ہیں یکر اختیار کے معاملہ میں تم مجھے اپنے دل میں عثمان کے خلیفہ ہونے پر ملامت نہ کرنا لوگ تم سے موافقت نہیں کرتے جناب امیر تمام زمانۂ خلافت حضرت عثمان میں اُنکے ساتھ رہے۔ حضرت عثمان نے بنوامیہ کو بہت فروغ دیا ان لوگوں نے بوجہ اپنی چالاکیوں کے حضرت عثمان کو بالکل کھلونا بنا رکھا تھا انھوں نے مروان ابن الحکم۔ عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح۔ معاویہ ابن ابی سفیان۔ عمر ابن العاص کی پاسداری کی اور یہی لوگ اُنکی شہادت کے باعث ہوئے جناب امیر برابر اسکے متعلق حضرت عثمان کو سمجھاتے رہے مگر ان لوگوں نے نہ ماننے دیا انھیں لوگوں نے بعد شہادت حضرت عثمان سارا الزام جناب امیر پر لگا دیا جنگ صفین و جمل انھیں لوگوں کی وجہ سے

ہوئیں ان واقعات کو ہم بالتفصیل بیان کرینگے۔

واقعہ شہادت حضرت عثمانؓ | حضرت عثمان کی شہادت ۳۵ھ میں ہوئی۔ واقعہ شہادت پر اور اُسکے اسباب پر کوئی تفصیلی بحث اس کتاب میں نہیں کیجاسکتی مگر چونکہ جناب امیرؑ کی خلافت کے بہت سے واقعات حضرت عثمان کی شہادت پر مبنی کیے جاسکتے ہیں اسلئے ہم ایک اجمالی نظر اس واقعہ شہادت پر ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ جناب امیرؑ کے خلافت کے واقعات کو صحیح طور پر سمجھنے میں غلطی واقع نہو حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں بنوامیہ کو بے انتہا فروغ دیدیا تھا اور بنوامیہ کا یہ فروغ ایک حد تک بڑی حد تک حضرت عثمان کی شہادت کا باعث ہوا اقلیم خلافت کے مختلف حصّوں میں بنوامیہ کے اس فروغ سے لوگ ناخوش تھے اور پوشیدہ پوشیدہ حضرت عثمان کے خلاف مادہ بغاوت پھیلانے میں مصروف تھے ۳۵ھ میں اس بغاوت نے ظاہری عملی جامہ پہنا اور کوفہ و بصرہ و مصر کے لوگ مدینہ منورہ کے قریب جمع ہوئے کہ حضرت عثمان سے اپنے مطالبات کو تسلیم کرائیں اور اگر حضرت عثمان انکے مطالبات کو تسلیم نہ کریں اور خاطرہ خواہ دادرسی نہو تو اُنھیں خلافت سے معزول کردیا جائے مصریوں نے جناب امیرؑ سے یہ عرض کیا کہ آپ حضرت عثمان کو خلافت سے معزول کرکے بلوائیوں سے اپنی بیعت لے لیں اور وہ لوگ واپس چلے جائیں گے جناب امیرؑ نے اسکے جواب میں وہ حدیث پڑھی کہ سبین شکریان ذوخشب ذومروہ اعوص کو آنحضرت نے ملعون قرار دیا تھا اور اس گروہ بلوائیوں کو ڈانٹ کر اپنے پاس سے ہٹادیا (ابن اثیر و ابن خلدون و شمس التواریخ) جب حضرت عثمان کو بلوائیوں کے آنیکی اطلاع ہوئی تو آپ نے جناب امیر سے اس بات کی خواہش کی کہ وہ ان بلوائیوں کو سمجھاکر اُنکے مقامات پر واپس بھیجدیں۔ جناب امیر بلوائیوں کے پاس تشریف لیگئے اور اُن کو سمجھایا انکی شکایتوں کی دادرسی کا منجانب خلیفۂ وقت دعدہ فرمایا اور سمجھا بجھا کر بلوائیوں کو اپنے اپنے مستقر پر واپس جانے پر آمادہ کر دیا (ابن اثیر) اسکے بعد حضرت عثمان نے جو خطبہ اس موقع پر پڑھا اُس سے بھی باغی بیحد متاثر

ہوئے اور اپنے افعال سے پشیمان ہوکر واپس جانے پر آمادہ ہوگئے حضرت عثمان کے مکان
واپس آنے پر مروان نے حضرت عثمان کو اس خطبہ دینے پر بہت کچھ لعنت و ملامت کی اور
جو لوگ حضرت عثمان کے دروازہ پر عفو تقصیر کیلئے حاضر ہوئے تھے اُن سے بہت بُرا برتاؤ
کیا وہ لوگ کبیدہ وہاں سے واپس ہوئے ۔ اور جناب امیر سے مروان کے برتاؤ کا حال بیان
کیا مصریوں کو عبداللہ ابن سعد حاکم مصر سے شکایتیں تھیں اور جناب امیر نے حضرت عثمان
کی جانب سے ان لوگوں سے یہ عدہ کیا تھا کہ انکی شکایتوں پر لحاظ کیا جائیگا جب یہ لوگ
واپس ہوکر مصر پہونچے تو عبداللہ ابن سعد نے ان لوگوں پر اور بھی سختی کی بعضوں کو جیلخانہ
بھیجدیا اور بعضوں کو اسقدر مارا کہ وہ مر گئے اس جابرانہ کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر سے سات
سو آدمی پھر مدینہ منورہ عبداللہ ابن سعد کی شکایت لیکر آئے اور اکابر صحابہ کی خدمت میں تمام
ماجرا عرض کیا اور جناب امیر و اکابر صحابہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ حضرت عثمانؓ تک انکی
فریاد و شکایت پہونچادیں جناب امیر وغیرہ حضرت عثمان کے پاس گئے اور اہالیان مصر کی
شکایت بیان کی حضرت عثمان نے حسب صلاح جناب امیر و حضرت عائشہ و حضرت طلحہ عبداللہ
ابن سعد کو حکومت مصر سے معزول کردیا اور مصریوں کی خواہش کے موافق محمد ابن ابی بکرؓ کو
عامل مصر مقرر فرماکر مصر کیجانب روانہ فرمایا اہل مصر خوشی خوشی مدینۂ طیبہ سے مصر کیجانب
روانہ ہوسے اور ابھی تین منزل مدینۂ منورہ سے گئے تھے کہ اُن کو ایک حبشی غلام ملا جسکے
پاس سے ایک خط برآمد ہوا جو حضرت عثمان کیطرف سے والی مصر عبداللہ ابن سعد کے نام تھا
جس میں محمد ابن ابی بکر اور اُنکے ہمراہیوں کو قتل کردینے کی ہدایت تھی خط پاتے ہی یہ لوگ
پھر مدینہ طیبہ لوٹ پڑے (ابن اثیر و تاریخ الخمیس، جناب امیر اور محمد ابن مسلمہ نے واپسی کی
وجہ دریافت کی مصریوں نے جو خط غلام سے پایا تھا وہ پیش کیا اور صحابہ کے ہمراہ حضرت
عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت عثمان نے شرعی قسم کھاکر خط کے لکھنے سے انکار کیا
اور خط کے بھیجنے سے بھی لاعلمی ظاہر کی حضرت عثمانؓ کے انکار پر مصریوں نے مروان کو حوالہ

کرنے کا مطالبہ کیا جسکی تحریر سے خط کی تحریر ملتی ہو مگر حضرت عثمان نے مروان کو حوالہ کرنے سے
انکار کر دیا اسکے بعد جناب امیر وغیرہ حضرت عثمان کے پاس سے واپس چلے آئے اور بلوائیوں نے
حضرت عثمان کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور کوفی اور بصری بھی اُنکے شریک ہوگئے پھر بلوائیوں
نے حصار میں سختی شروع کردی اور حضرت عثمان پر پانی بند کردیا جب جناب امیر کو اسکی خبر ہوئی تو
آپ سخت ناراض ہوئے اور کسی تدبیر سے چند مشکیں شیریں پانی کی حضرت عثمان کے پاس بھجوادیں
جب محاصرہ میں اندہ سختی شروع ہوئی تو حضرت عثمان نے پھر جناب امیر کو بلایا اور ان سے
بلوائیوں کو سمجھانے کے متعلق کہا اور یہ فرمایا کہ جو شکایتیں بلوائیوں کی ہونگی اُنکی خاطر خواہ
دادرسی کی جائے گی جناب امیر نے پہلے تو اس بنا پر جانے سے انکار فرمایا کہ باغیوں کو
اب میرا اعتبار نہوگا اسلئے کہ جو وعدہ میں نے پہلے مرتبہ کئے تھے وہ پورے نہیں ہوئے اور
ایسا نہو کہ جو وعدہ میں اب کروں وہ آپ کے مرضی کے موافق نہوں اور میں پھر جھوٹا بنوں۔
حضرت عثمان رض نے فرمایا کہ ایسا نہوگا جناب امیر حضرت عثمان کے شدید اصرار پر پھر باغیوں کے
پاس گئے اور اُن کو فہمائش کی اور یہ طے ہوا کہ تین دن کی مدت میں شکایات کی دادرسی کردی
جائیگی چنانچہ باغی اس اقرار کے بعد بلا جنگ وجدل حضرت عثمان رض کے مکان کا محاصرہ
کئے رہے مگر جب تین روز میعاد وعدہ گذر گئی اور مروان کے بدولت کوئی انتظام دادرسی باغیان
کا نہوا تو بلوائیوں نے پھر غدر مچایا اور چاروں طرف سے جمع ہوکر سختی سے حضرت عثمان رض کا
محاصرہ کرلیا اور لوگوں کو حضرت عثمان کے پاس جانے آنے سے روکدیا اور کھانا پانی بالکل
بند کردیا حضرت عثمان دروازہ پر تشریف لائے اور جناب امیر اور حضرت سعد کو دریافت کیا
جب بلوائیوں سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں حضرات وہاں موجود نہیں تو آپ نے مجبوراً بلوائیوں سے
آب شیریں کی خواہش کی مگر ان لوگوں نے کچھ پروانہ کی جناب امیر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو
آپ باوجود عزلت گزینی وگوشہ نشینی بلوائیوں کے پاس گئے اور اُن کو سمجھایا اور حضرت عثمان
کے لئے پانی بھیجنا چاہا مگر بلوائیوں نے آپ کا کہنا نہ مانا جناب امیر کو بہت ناگوار ہوا اور اپنا

عمامہ حضرت عثمان کے گھر میں پھینکر مجبوراً واپس چلے آگئے (طبری ابن اثیر و تاریخ الخمیس) زمانہ شدت و سختی حصار میں جناب امیر ایک روز معہ حضرات حسنین اور ایک گروہ مہاجرین و انصار کے حضرت عثمان کے مکان پر تشریف لیگئے اور بلوائیوں کو ہٹا کر حضرت عثمان سے اس امر کی درخواست کی کہ وہ جناب امیر کو لڑنے کی اجازت دیں مگر حضرت عثمان نے قسم دیکر آپ کو روکا آپ مجبوراً واپس آگئے حضرات حسنین کو حضرت عثمان کی حفاظت کے لئے وہیں مکان پر چھوڑا حضرات حسنین ابن زبیر محمد بن طلحہ حضرت عثمان کے دروازہ پر برابر موجود رہے اور بلوائیوں کو مکان سے روکتے رہے حضرات حسنین اس مدافعت میں زخمی بھی ہوئے مگر بلوائیوں نے پشت مکان سے پہونچکر حضرت عثمان کو شہید کر دیا جب جناب امیر کو حضرت عثمان کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو آپ بہت غمگین ہوئے اور حالت غم و غصہ میں محمد ابن طلحہ اور عبداللہ ابن زبیر کو بہت سخت و سست کہا حضرت امام حسن ع کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور حضرت امام حسین کے سینہ پر گھونسا مارا اور یہ فرمایا کہ ہمنے تم کو حفاظت کے لئے بھیجا تھا ایسی ہی حفاظت کی جاتی ہے تم لوگ دروازہ پر تھے اور حضرت عثمان شہید ہوگئے یہ فرما کر غصہ میں گھر سے باہر نکلے تو حضرت طلحہ سے راستہ میں ملاقات ہوئی اُنھوں نے پوچھا اے ابوالحسن آپ نے حسن و حسین کو کیوں مارا جناب امیر نے فرمایا "حضرت عثمان کے ایسے بزرگ و مقدس صحابی بدری جنھوں نے آنحضرت ص کی اسقدر صحبت اُٹھائی آنحضرت کی دو صاحبزادیاں جنکے نکاح میں تھیں وہ بے اثبات حجت شرعی مظلوم مقتول ہوں اور یہ دونوں دروازہ پر موجود رہیں اور ان سے حفاظت نہو سکے اور حضرت عثمان کو لوگ شہید کر ڈالیں" حضرت طلحہ کہنے لگے کہ حضرت عثمان اگر مروان کو حوالہ کر دیتے تو یہ نوبت نہ پہونچتی جناب امیر نے جواب میں فرمایا کہ اگر مروان کو سپرد کر دیتے تو بلوائی بلا تحقیق اسکو مار ڈالتے (تاریخ الخمیس حیوۃ الحیوان و ابن اثیر و عقد الفرید و صواعق محرقہ) حضرت عثمان کے قاتلوں کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے جناب امیر ع نے بی بی نائلہ زوجہ حضرت عثمان سے قاتلین کے متعلق دریافت کیا مگر بی بی نائلہ نے یہ بیان

کیا کہ میں قتل کرنیوالوں کو تو نہیں جانتی البتہ اگر دیکھوں تو پہچان لوں ان سے محمد ابن ابی بکر کا
حضرت عثمان کے قتل کے ارادہ سے جانا ظاہر ہوا آپ نے محمد ابن ابی بکر کو بلا کر دریافت فرمایا محمد ابن
ابی بکر نے اپنے جانے سے اقبال کیا مگر یہ کہا کہ میں قتل حضرت عثمان میں شریک نہ تھا اسکی تائید
نائلہ نے بھی کی (صواعق محرقہ و عقد الفرید و خمیس) جو واقعات اوپر درج ہو چکے ہیں اُن سے
یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ جناب امیر نے اپنی امکانی کوشش اس بلوہ کو رفع فرمانے کی کی اور
جہاں تک ممکن تھا حضرت عثمان کو مدد پہونچائی جب بلوائیوں نے آپ کا کہنا ماننے سے
انکار کیا تو آپ نے حضرت عثمان سے لڑنے کی اجازت طلب کی جنھوں نے آپ کو قسم دیکر
جنگ سے باز رکھا اسپر بھی آپ نے حضرات حسنین کو اُنکی حفاظت کیلئے مامور کر دیا آپ کا
حضرات حسنین کو مارنا اور محمد ابن طلحہ اور عبداللہ ابن زبیر کو غم و غصہ میں سخت و سست کہنا
اس امر کا بدیہی ثبوت ہے کہ آپ کو حضرت عثمان کی شہادت سے کتنی تکلیف ہوئی تھی
جناب امیر کو حضرت عثمان کی شہادت کا ذمہ دار قرار دینا صرف اُنھیں حضرات سے ممکن
ہے کہ جو آفتاب پر خاک ڈالنے کے عادی ہوں معاویہ کے زمانہ میں جہاں اور سیاسی
چالیں چلی گئیں وہاں ایک چال یہ بھی تھی کہ عوام کو اس بات کا یقین دلایا جائے کہ جناب امیر
شہادت حضرت عثمان کے ذمہ دار تھے تاکہ عوام کو جناب امیر کے ساتھ کوئی ہمدردی پیدا
نہو سکے اور جناب امیر کے خلاف وہ معاویہ کا ساتھ تندہی اور جانفروشی سے دیسکیں
امتداد زمانہ اور لاعلمی سے اسی سیاسی چال کو آج وہ حقیقت کہنے پر مصر ہیں. لطف یہ ہے
کہ جو لوگ ذمہ دار بلوہ اور شہادت حضرت عثمان تھے اُن کو تو معاویہ نے اپنا دست
راست بنا رکھا تھا اور بجائے اسکے کہ خون عثمان کا انتقام اُن لوگوں سے لیا جاتا
جناب امیر سے قاتلین حضرت عثمان کا تقاضا تھا یہ ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ مورخین میں
اس امر کا اختلاف ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل کون لوگ تھے عینی شہادت صرف
بی بی نائلہ کی تھی جنکو قاتلین کے نام معلوم نہ تھے وہ صرف محمد ابن ابی بکر کو پہچانتی تھیں جنکے

بریت کی بھی وہ خود گواہی دیتی تھیں یہ ظاہر ہے کہ شرعاً کسی شخص سے قصاص خون اُس وقت تک نہیں لیا جاسکتا جبتک اسکے خلاف شہادت کافی نہو کیا صرف اس شبہہ پر کسی شخص کو قصاص میں مار ڈالنا شرعاً یا عقلاً جائز ہوسکتا ہے کیا کوئی مثال اس امر کی کوئی صاحب دیسکتے ہیں کہ رسول اللہ یا خلفائے ثلاثہ میں سے کسی شخص نے کسی پر حد شرعی بلا شرعی شہادت کے جاری فرمادی ہو یا کوئی فقہی جزئیہ اس امر کی تائید میں پیش کیا جاسکتا ہے کہ محض شبہہ پر بلا کسی شہادت کے قاتل کو سزا دینا جائز ہے اگر یہ نہیں تو پھر جناب امیر پر قصاص نہ لینے کا الزام کیونکر قایم کیا جاتا ہے۔

۳۵ ھ

احادیث مشعر وقایع زمان خلافت جناب امیر و اختلاف صحابہ وغیرہ

بطور تمہید ہم اُن احادیث کو لکھتے ہیں جو جناب امیر کے واقعات ہونے کے مظہر اور جناب امیر کی خلافت کے اثبات اور وقوع شہادت کے متعلق ہیں جن سے جناب امیر کی حقانیت اور بنی امیہ وغیرہ کی بدباطنی و شرارت بخوبی ذہن نشین ہوسکتی ہے۔ حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی تم خلیفہ ہوگے اور تمھاری داڑھی تمھارے سر کے خون سے رنگین ہوجائیگی۔ خود جناب امیر سے مروی ہے کہ مجھ سے آنحضرت نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ میرے بعد میری ناخوشی کا کام کرینگے اور یہ بھی فرمایا کہ تمھارے زمانہ میں اختلاف بہت ہوگا اگر تم سے ہوسکے تو اپنے بچاؤ کی کوشش کرنا (مشکوۃ شریف) ابو الدرداء سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ستون میرے سر کے نیچے سے بلند ہوکر چلا میں اُسکو دیکھتا رہا اور خیال کرتا رہا کہ یہ اب چلا جائیگا لیکن وہ ستون شام کی طرف جھک پڑا میں نے تعبیر کی کہ جب تک شام میں فتنہ و فساد نہ واقع ہوگا اسلام کا غلبہ رہیگا ابو الدرداء کہتے ہیں کہ پھر آپنے واقعہ جمل کی خبر دی (کنز العمال) ولید بن عباس

کا قول ہے کہ مدینہ والا فتنہ وہ ہے جسمیں حضرت طلحہ و زبیر مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ معظمہ میں آئے یعنی جنگ جمل کی ابتدا ہوئی صحیحین میں بروایت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تا وقتیکہ دو بڑے گروہ جنکا دعویٰ ایک ہو باہم جدال و قتال نہ کریں گے قیامت قائم نہوگی۔ اس سے اشارہ اسطرف ہے کہ اہل شام نے جنگ صفین میں قرآن شریف اُٹھا کر یہ ظاہر کیا کہ ہمارے درمیان کلام اللہ ہے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ یہ قرآن خاموش بے زبان ہے اور میں قرآن ناطق ہوں۔ جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا بنی اسرائیل نے اختلاف کیا اور باہم اُن میں صفائی نہ ہوئی جبتک دو فیصلہ کرنیوالے مقرر نہوئے مگر وہ دونوں خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا میری امت میں بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا اور اُسکا خاتمہ بھی اسیطرح ہوگا کہ دو حکم مقرر ہونگے اور خود گمراہ ہوکر لوگونکو گمراہ کرینگے اور فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھے قاسطین اور ناکثین اور مارقین سے لڑنے کا حکم دیا ناکثین سے جمل والے اور قاسطین سے صفین والے اور مارقین سے خوارج مراد ہیں اور فرمایا آنحضرتؐ نے اے علی میرے بعد امت تم سے علیحدہ ہو جائیگی اور تم میرے طریقہ پر جنگ کروگے جو تم کو دوست رکھیگا مجھ کو دوست رکھیگا اور جو تم کو دشمن رکھیگا مجھ کو دشمن رکھیگا اور فرمایا اے علی میرے بعد تم سختی اور مصیبت میں پڑوگے آپ نے عوض کیا یا رسول اللہ میرا دین تو سلامت رہیگا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں دین سلامت رہیگا۔ چنانچہ جناب امیر سختیاں اور مصائب برابر اٹھاتے رہے زمان خلافت میں تو اُنکی کوئی حد ہی نہ رہی آیندہ کے واقعات اسی کے مظہر ہیں ناظرین ملاحظہ کرینگے۔

واقعات خلافت جناب امیرؓ بعد واقعہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پانچ روز مدینہ بے خلیفہ و بے چراغ رہا بلوائیوں نے شور مچا رکھا تھا اُنکا سرگروہ غافقی ابن حرب تھا یہی اُسوقت امیر مدینہ تھا پھر حضرت طلحہ و زبیر معہ ایک جماعت مہاجرین و انصار جناب امیرؑ کے پاس آئے اُسوقت آپ مکان پہ تھے بعض کہتے ہیں کہ بنی عمر کے باغیچہ

میں تشریف رکھتے تھے یہ لوگ دروازہ کھولکر مکان میں داخل ہوئے اور جناب امیر سے عرض
کیا کہ لوگوں کیواسطے امام اور خلیفہ کی ضرورت ہے بغیر امام کے اُنکے کام نہیں چل سکتے ہم
لوگ اسی غرض سے آئے ہیں کہ آپ سے بیعت کریں جناب امیر نے فرمایا تم سب جسکو پسند کرو
اسکو اپنا خلیفہ اور امیر بنالو مجھکو امارت کی تمنا نہیں اور میں اسکو پسند کرتا ہوں جسکو تم پسند کروگے
میں بھی اُسپر راضی رہونگا سب نے کہا ہم آپ سے بڑھکر افضل اور اس کام کا اہل و مستحق کسیکو
نہیں پاتے آنحضرت صلعم سے سبقت اسلامی و قرابت جو آپ کو حاصل ہے وہ کسی کو نہیں جناب
امیر نے فرمایا مجھکو معاف رکھو میں بہ نسبت امارت کے وزیر و مشیر کار خلافت ہونا اپنے
حق میں بہتر سمجھتا ہوں مگر سب نے بہت اصرار سے کہا کہ ہم آپ ہی کو خلیفہ کرینگے آپکے سوا
دوسرا اس قابل نہیں جناب امیر نے جب صحابہ کرام کو اصرار و منت و سماجت کرتے دیکھا تو
فرمایا اچھا یہ مجبوری مجھے بھی منظور ہے لیکن میری بیعت خفیہ نہوگی علے الاعلان مسجد میں ہوگی
یہ کہکر جناب امیر مسجد میں تشریف لائے اُسوقت آپ کی وضع یہ تھی کہ آپ تہبند باندھے
ہوئے ایک چادر اوڑھے ہوئے سر برہنہ تھے ریشمی عمامہ تھا نعلین ہاتھ میں تھیں مسجد میں آکر
کمان سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے بیعت شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے حضرت طلحہ نے
بیعت کی ایک ہاتھ انکا لنجا تھا جنگ احد میں آنحضرت کی حفاظت میں بیکار ہوگیا تھا۔ حبیب
ابن ذویب اول اُنکو بیعت کرتے دیکھکر بولے انا للہ وانا الیہ راجعون ابتدا ہی
غلط ہوئی خدا خیر کرے جس ہاتھ سے بیعت ہوئی وہ لنجا ہے یہ کام تمام ہوتے نظر نہیں آتا پھر
حضرت زبیر نے بیعت کی جناب امیر نے ان سے فرمایا اگر تم بخوشی خاطر میری بیعت منظور کرتے
ہو تو خیر ورنہ میں تم دونوں میں سے جو شخص خلافت قبول کرے اُسکی بیعت کرنے کو موجود ہوں
بطیب خاطر سب سے اول بیعت کرنے والا میں ہونگا دونوں نے کہا کہ نہیں ہم آپکی بیعت
کرتے ہیں۔ مورخین نے ان حضرات کی نوعیت بیعت میں اختلاف کیا ہے ابوالفدا ابن خلدون
اور صاحب روضۃ الاحباب کا قول ہے کہ انھوں نے بیعت اپنی رضامندی سے کی تھی بعض لوگ

اسراف سے کئے ہیں کہ بیعت جبریہ تھی جیسا کہ اکثر لوگوں کا قول ہو کہ ان دونوں نے بعد بیعت کہا
کہ اگر ہم بیعت نہ کرتے تو کیا کرتے ہم کو اپنی جانوں کا خوف تھا اور یہ نہیں معلوم تھا کہ جناب
امیر ہم سے بیعت نہ کرینگے جو لوگ بیعت بالرضا کے قائل ہیں وہ سند میں اس امر کو پیش کرتے ہیں
کہ جنگ جمل میں جناب امیر نے جب حضرت طلحہ و زبیر سے فرمایا کہ تم نے میری بیعت
اپنی خواہش سے کی تھی تم مجبور نہیں کئے گئے تھے اسکی ان دونوں نے تردید نہیں کی پھر
لوگ حضرت سعد ابن ابی وقاص کو لائے جناب امیر نے ان سے فرمایا کہ آؤ تم بھی میری بیعت
کرو انھوں نے کہا آپ میری طرف سے مطمئن رہئے لوگوں کو بیعت کر لینے دیجئے پھر میں بھی بیعت
کرلوں گا میری وجہ سے آپ کو کوئی صدمہ نہیں پہنچیگا جناب امیر نے فرمایا کہ سعد کو جانے دو
کچھ مضائقہ نہیں پھر عبداللہ ابن عمر لائے گئے ان سے آپ نے بیعت کو کہا انھوں نے بھی کہا
جب اور لوگ بیعت کرلیں گے تو میں بھی بیعت کرلوں گا جناب امیر نے ان سے کہا کسی کو اپنا
ضامن کرو ابن عمر کہنے لگے میں ضامن نہیں دیسکتا۔ مالک ابن اشتر نے کہا امیر المومنین مجھے
حکم دیجئے میں انکی گردن ماروں جناب امیر نے فرمایا رہنے دو میں ان کا ضامن ہوں تم کو میں
خوب جانتا ہوں تم ہمیشہ سے کج خلق ہو پھر انصار و مہاجرین نے بیعت کی مہاجرین میں علاوہ
سعد بن ابی وقاص و عبداللہ ابن عمر کے عبداللہ ابن سلام صہیب ابن سنان اسامہ ابن زید
قدامہ ابن مظعون مغیرہ ابن شعبہ اور انصار میں حسان ابن ثابت کعب ابن مالک مسلمہ ابن
مخلد ابو سعید محمد ابن مسلمہ نعمان ابن بشیر زید ابن ثابت رافع ابن خدیج فضالہ ابن عبید کعب
ابن عجرہ سلمہ بن وقش تھے جنھوں نے بیعت نہیں کی انصار میں اکثر عثمانی تھے بنی امیہ میں
سے کسی نے بیعت نہیں کی۔ نعمان ابن بشیر حضرت عثمان کا خون آلود کرتہ اور حضرت بی بی
نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں لیکر شام میں معاویہ کے پاس چلے گئے حسان ابن ثابت بھی
ساتھ تھے یہ ایک بے پروا شاعر تھے علاوہ اسکے حضرت عائشہ کے قذف والے معاملہ
میں یہ بھی تھے زید ابن ثابت حضرت عثمان کے زمانہ میں دفتر بیت المال کے افسر تھے اور کعب

ابن مالک قوم مزینہ پر عامل صدقہ ہو کر گئے تھے (ابن اثیر و ابن خلدون) ان لوگوں کا نام بوجہ جناب امیر کی بیعت سے اعتزال کے دیکھو ہو نیکے معتزلہ رکھا گیا جناب امیر کی بیعت بہ اتفاق جملہ مہاجرین وانصار و اکابر صحابہ باستثنار حضرت مذکورۃ الصدر منعقد ہو گئی سب نے بیعت قبول کی جو لوگ بیعت سے علیحدہ رہے آپنے اُنپر جبر نہیں کیا بلکہ لوگوں کے استفسار پر فرمایا یہ لوگ امر حق سے بیٹھ رہے اور باطل کو بھی نہ اختیار کیا یعنی اگر بیعت کر لیتے تو امر حق میں شریک ہوتے اور بغیر میری بُرائی کے اس سے اگر الگ رہے تو کچھ بُرائی بھی نہیں کی (تاریخ الخمیس)

جناب امیر کی خلافت سے اہل مدینہ کا کام بنگیا اُن کو بدستور سابق جسطرح حضرات خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں اطمینان تھا ویسی ہی بیفکری حاصل ہوئی جناب امیر کی بیعت خلافت ۲۵ ماہ ذی الحجہ روز جمعہ ۳۵ھ کو ہوئی بیعت عامہ کے بعد جناب امیر نے خطبہ پڑھا جو کامل ابن اثیر میں ہے جسکا ترجمہ یہ ہے

"اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب ہدایت کرنیوالی (یعنی قرآن) نازل کی اور اس میں اچھائی اور بُرائی بیان کر دی اچھائی قبول کر و اور بُرائی چھوڑ دو فرائض سب سے اہم ہیں اُن کو خدا کی جناب میں ادا کرو تاکہ تم کو جنت حاصل ہو اللہ تعالیٰ نے تمام حرام چیزوں کو صاف صاف بیان کر دیا اور مسلمانوں کی عزت حرمت کو سب پر ترجیح دی۔ اُنکے حقوق کو اخلاص و توحید سے مستحکم کیا پس مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ و زبان سے مسلمان سلامت رہیں مسلمان کی خونریزی حکم شرعی کے سوا جائز نہیں امورعامہ خاصہ میں سبقت کرو تم میں ہر ایک کیلئے موت لازمی ہے لوگ تمھارے آگے ہیں اور قیامت پیچھے انھوں نے تمسے جلدی کی تم بھی سبکدوش ہو جاؤ تاکہ ان سے ملسکو وہ اپنے بعد کے لوگوں کے منتظر ہیں اے بندگان خدا خدا کے شہروں اور بندوں کے حقوق میں خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ تمسے اُنکے بابت اور مکان مسکونہ اور چوپایوں کی بابت باز پرس ہوگی۔ خدا کا حکم مانو اور نافرمانی نہ کرو جب نیک کام دیکھو تو اسکو قبول کرو اور جب برائی دیکھو تو چھوڑ دو اور اُس وقت کو یاد کرو جبکہ تم دنیا میں قلیل التعداد اور کمزور تھے "

خطبہ کے بعد جناب امیر اپنے مکان پر تشریف لیگئے حضرات طلحہ و زبیر معہ چند صحابہ کے مکان پر آکر کہنے لگے کہ ہمنے اس شرط سے بیعت کی تھی کہ آپ حدود و قصاص قائم کرینگے جو لوگ کہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھے اُن سے آپ قصاص لیجیے جناب امیر نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتے ہو میں بھی اس سے غافل نہیں ہوں مگر ان لوگوں پر ابھی ایسی قدرت حاصل نہیں ہوئی کہ تمہارے حسب خواہش عمل ہو سکے یہ لوگ تنہا اس قتل کے مرتکب نہیں ہوئے تمہارے غلام اور تمہاری مطیع قومیں اور دیہاتی لوگ بھی اُنکے ساتھ تھے یہ سب ایسے متفق ہیں کہ جب چاہیں جو کچھ کر ڈالیں کوئی انکا کچھ نہ کر سکے گا ایسی حالت میں انسے خاطر خواہ نہ بدلہ لیا جا سکتا ہے نہ یہ قابو میں آسکتے ہیں اس امر کو سمجھ لو کہ ان پر قدرت اور قوت بھی حاصل ہوئی ہے یا نہیں انھوں نے کہا بیشک ابھی قدرت حاصل نہیں ہوئی ہے۔ جناب امیر کہنے لگے خدا کی قسم میں خود اس فکر میں ہوں کہ حضرت عثمان کے حقوق کی نگہداشت بخوبی کی جائے اُنکے قاتلین سے بدلہ لیا جائے اگر خدا کو منظور ہے تو اسکا موقع بھی آجائے گا یہ لوگ جاہل ہیں انکے واسطے فساد کا سامان اور مادہ شرارت موجود ہے شیطانی طریق کے پیرو بہت ہو جاتے ہیں دربارہ قصاص حضرت عثمان تین فریق ہیں اگر ایسے وقت میں چھیڑا جائے گا تو اس وقت صرف ایک فریق ایسا ملیگا جو تمہارا ہم خیال ہے دوسرا گروہ تمہارے خلاف ہے جو قصاص کو ضروری نہیں سمجھتا تیسرا گروہ نہ اس میں ہے نہ اُس میں اس کام میں ابھی میرے نزدیک تامل کرنا چاہیئے لوگوں کی طبیعتیں سکون پذیر ہو جائیں تب قوت حاصل کرکے خون حضرت عثمان کا خاطر خواہ انتقام لیا جائے اس گفتگو کے بعد حضرت طلحہ و زبیر وغیرہ چلے گئے پھر لوگوں میں قاتلین حضرت عثمان کے متعلق سرگوشیاں ہونے لگیں قریش عجب حال میں تھے نہ انتقام لینے پر قادر تھے اور نہ اس معاملہ کو چھوڑنا چاہتے تھے بعد شہادت بنی امیہ وغیرہ کا مدینہ سے نکل جانا بھی باعث ہیجان قریش تھا مختلف خیالات کے

لوگ تھے بعض جناب امیر کی رائے سے متفق تھے اور بعض کہتے تھے کہ جو کچھ ہمکو کرنا ہو اس میں ہم کیوں کریں جناب امیر تو اپنی رائے پر کام کرینگے ہمارا کہنا کیوں ماننے لگے علاوہ اسکے وہ قریش پر بہ نسبت اعراب کے زیادہ سخت ہیں جناب امیر کو ان خیالات کی جب اطلاع ہوئی تو آپ نے پھر سب کو بلا کر جمع کیا اکابر قریش بھی آ گئے آپ نے خطبہ پڑھا قریش کے فضائل بیان کیئے اپنی احتیاج اُنکی طرف اور اُنکا متوجہ ہونا اور امر خلافت اور حکومت کا اُنھیں لوگوں سے وابستہ ہونا بیان کر کے فرمایا کہ میں خدا سے اجر کا خواستگار ہوں پھر آپنے باآواز بلند فرمایا جو غلام اپنے مالک سے علیحدہ ہو گیا ہو اور وہ اُسکی طرف رجوع نہ کرے تو وہ ذمہ اور پناہ سے نکل جائیگا پھر حکم دیا کہ اعراب اور سبیہ مدینہ سے نکل جائیں اور اپنے ملکوں میں چلے جائیں سبیہ یعنی عبداللہ ابن سبا کی قوم نے انکار کیا اور اعراب یعنی بدوی ان سے متفق ہو گئے اُنکا یہ قول تھا کہ آج ہمکو یہ حکم ملا ہے اگر ہم اسکو مانتے ہیں تو وہ کل ہم پر دلیر ہو جائیں گے پھر ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔ پھر ان دونوں فریق نے فساد پر آمادگی ظاہر کی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ جناب امیر گھر پر تشریف رکھتے تھے اتنے میں حضرات طلحہ وزبیر معہ صحابہ تشریف لائے آپنے فرمایا کہ بدلہ لینے کو تیار ہو مخالفین آمادۂ فساد ہیں اُن لوگوں نے فرمایا کہ یہ لوگ بڑے سرکش ہیں جناب امیر نے فرمایا کہ ابھی کیا ہے آگے چل کر ان کی شرارت دیکھ لینا اگر میری قوم کے سردار میرا کہنا مانیں اور میری رائے پر چلیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ ایسی تدبیر و حکمت عملی سے کام نکالوں کہ وہ بہت آسانی سے اپنے دشمنوں کو قتل کر ڈالیں حضرت طلحہ نے کہا مجھے اب بصرہ جانے دیجئے میں جا کر لوگوں کے خیالات درست کر کے آپ کی متابعت پر آمادہ کروں اور مخالفین کے ڈرانے کو ایک لشکر جمع کر لاؤں حضرت زبیر نے کہا کہ میں کوفہ جا کر ایسا ہی انتظام کروں جناب امیر نے جواب میں فرمایا کہ مجھے معاملات خلافت میں تمھارے مشورہ کی ضرورت پڑیگی تم اگر مدینہ سے باہر چلے جاؤ گے تو کس سے مشورہ لیا جائیگا یہ جواب بہت معقول تھا مگر

ان دونوں نے تسلیم قبول نہ کیا بلکہ کہنے لگے کہ جناب امیر قاتلوں کا پتہ لگانے میں بہت دیر کر رہے ہیں حضرات طلحہ و زبیر کی اس قسم کی گفتگو جب مشہور ہوئی تو صحابہ میں بڑی پھیلی طرح طرح کی باتیں لوگوں نے کہنا شروع کیں کوئی کہتا کہ حد قایم کرنے پر تساہل کیجاتی ہو کوئی کہتا کہ جو لوگ قتل کے شبہ میں متہم ہیں جناب امیر نے ان کو دخیل کار کر لیا جناب امیر نے اس گفتگو کے سننے کے بعد مجمع عام میں لوگوں سے کہا اگر قصاص کا کوئی دعوے دار عدالت میں آکر اپنے دعوے کو ثابت کر دے تو میں اُسی وقت قاتلان حضرت عثمان پر حد قائم کرنے کے لئے آمادہ ہوں اس تقریر کو سنکر لوگوں کو اطمینان نہ ہوا اسکے بعد اس قسم کی گفتگو کرنا لوگوں نے بند کر دی۔

حضرت عائشہ کی بڑلی | قصاص کی شورش اور حضرات طلحہ و زبیر کی کارروائی سے جناب امیر کی مخالفت کی بنیاد قائم ہوئی حضرت عائشہ کی ذات سے اس مخالفت کو اور تقویت پہونچی جس زمانہ میں حضرت عثمان محصور تھے حضرت عائشہ حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ چلی گئیں تھیں واپسی میں حضرت عثمان کی شہادت اور جناب امیر کی خلافت کا حال معلوم ہوا تو راستہ سے مکہ لوٹ گئیں راستہ میں والا جناب امیر کے چند مخالفین نے خوب رنگ آمیزی کر کے واقعہ قتل بیان کیا پھر مکہ معظمہ میں مروان نے معہ کل بنی امیہ کے پہونچکر حضرت عثمان کے قتل کا نہایت پُر درد سین کھینچا اور حضرت عائشہ کو اس امر کا یقین دلایا کہ حضرت عثمان کی شہادت کے باعث جناب امیر ہی ہیں وہ جناب امیر سے انتقام کے لئے جنگ پر آمادہ ہو گئیں حضرات طلحہ و زبیر کی شرکت نے آتش فتنہ و فساد کو اور بھی مشتعل کر دیا اکثر مورخین نے اس جنگ کا سبب حضرت عائشہ کا ملال خاطر بیان کیا ہے اور اپنی اس رائے کی تائید میں دو واقعوں سے استدلال کیا ہے۔ پہلا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہو کہ جب حضرت عائشہ مکہ معظمہ سے واپس ہوئی تھیں تو انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے یہ فرمایا تھا کہ جب جناب امیر خلیفہ ہوئے تو اب مدینہ میں میرا قیام نہو گا۔ دوسرا واقعہ بیان کیا جاتا ہو کہ مرض الموت آنحضرت

میں آنحضرت کو جناب امیرؑ و حضرت عباس سہارا دیکر حضرت عائشہ کے حجرہ میں لائے تھے مگر حضرت عائشہ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا تو صرف حضرت عباس کا نام لیا اور فرمایا کہ انکے ساتھ ایک آدمی اور تھا جناب امیرؑ کا نام نہ لینے کی اور حضرت عائشہ کے مکہ معظمہ کی طرف واپسی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عائشہ کو جناب امیرؑ سے تکدر تھا باعث تکدر واقعہ افک[1] بیان کیا جاتا ہے اب دیکھنا ہے کہ یہ رائے کہاں تک صحیح ہو اور حضرت عائشہ اور جناب امیرؑ کے واقعات زندگی کہاں تک ان مورخین کی رائے کو قابل تسلیم ثابت کرتے ہیں واقعہ افک کے متعلق خود حضرت عائشہ کا مقولہ کان علے مسلما فی شانہا یعنی جناب امیرؑ حضرت عائشہ رض کے واقعہ میں محفوظ تھے (صحیح بخاری و فتح الباری) اس رائے کی تردید کیلئے کافی ہے ایک مرتبہ امام زہری ولید بن عبد الملک کے دربار میں تھے ولید نے کہا کیا وہ علی نہ تھے جن کی نسبت قرآن مجید میں ہو والذی تولی کبرہ یعنی اس افترا پردازی میں جسکا بڑا حصہ ہے اسکے لئے بڑا عذاب ہو۔ امام زہری کہتے ہیں کہ چند لمحوں کے لئے میرے دل نے مرعوب ہو کر حق گوئی کی جرات نہیں کی لیکن پھر میں نے کہا خدا امیر کو صلاحیت بخشے امیر ہی کے خاندان کے دو آدمیوں نے مجھ سے حضرت

[1] افک کے معنی کذب کے ہیں غزوہ نبی المصطلق سے واپسی کیوقت حضرت عائشہ جس اونٹ پر سوار تھیں وہ پیچھے رہگیا تھا لوگوں نے حضرت عائشہ پر زنا کا الزام لگایا انہیں حسان ابن ثابت بھی تھے آنحضرت اسکی وجہ سے بہت متردد تھے آنحضرت نے اسکے متعلق حضرت عمر و حضرت عثمان رض و جناب امیر سے رائے لی تھی ان سب حضرات نے حضرت عائشہ کی بیگناہی کا یقین ظاہر کیا تھا جناب امیر نے حضرت عائشہ کی بیگناہی بیان کرنیکے بعد یہ جملہ ضرور فرمایا تھا لم یضیق اللہ علیك والنساء سواها کثیرا یعنی اللہ نے آپ کو وقت میں نہیں ڈالا انکے علاوہ عورتیں بہت ہیں اس سے ہرگز حضرت عائشہ کے متعلق کوئی سوء ظنی پیدا ہونیکا امکان نہیں اور حضرت عائشہ کو سبب ملال پیدا ہونیکا کوئی احتمال ہو سکتا ہے ۱۲ مؤلف۔

عائشہ کی زبانی روایت کیا ہے کان علی مسلمانی شانہا دوسرے واقعہ کو جو اہمیت
دیگئی ہے اسکی اصل صرف اسقدر ہے کہ ایک طرف حضرت عباس برابر سہارا دئے تھے
دوسری طرف آنحضرتؐ کو کبھی جناب امیر اور کبھی اسامہ ابن زید سہارا دیتے تھے اسی بنا پر
حضرت عباس کا نام حضرت عائشہ نے لیلیا اور عدم تعین یا اختصار سے کہدیا کہ ایک اور آدمی (بخاری)
اصل یہ ہے کہ اس قسم کے اتہامات کی ابتدا بنی امیہ نے بمصالح ذاتی کی شاہان بنی امیہ
کو جب جناب امیر کے بدنام کرنے کی فکر ہوئی تو اس قسم کے قصے ایجاد کئے فرقہ خوارج
جو جناب امیر کا سخت مخالف تھا اُس نے اسکی تائید کی اس باہمی ملال خاطر کی
تردید طبری کی اُس روایت سے ہوتی ہے جسمیں حضرت عائشہ رض اور جناب امیر دونوں کے
مجمع عام میں بعد ختم جنگ روانگی مدینہ طیبہ دلی صفائی کا اعتراف کیا جانا مروی ہے
احادیث میں متعدد روایتیں جنمیں حضرت عائشہ نے جناب امیر کے مناقب بیان فرمائے
ہیں ترمذی و صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آنحضرت کو
سب سے زائد محبوب کون تھا فرمانے لگیں فاطمہ رض پھر پوچھا مردوں میں فرمایا اُنکے شوہر جو
بہت نماز گذار اور روزہ دار تھے جناب امیر کا اہلبیت اور آل عبا میں داخل ہو حضرت
عائشہ ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت عائشہ کے پاس مستفتی
آئے انھوں نے ان کو جناب امیرؑ کی خدمت میں جانے کی ہدایت کی جناب امیر جب کبھی
سفر سے واپس آتے تو وہ اُنکی ضیافتیں کرتیں جناب امیر جب کوفہ میں خوارج کے ہاتھ
سے شہید ہوئے اور لوگوں نے وہاں سے آکر واقعہ بیان کیا تو حضرت عائشہ رض نے ایک
شخص سے پوچھا کہ اے عبداللہ میں تم سے جو پوچھوں سچ سچ بیان کروگے۔ انھوں نے
کہا کہ کیوں نہ بیان کروں گا فرمایا جن لوگوں نے جناب امیرؑ کو قتل کیا اُنکا کیا واقعہ ہے
انھوں نے جناب امیر اور معاویہ کی مصالحت تحکیم خوارج کی مخالفت جناب امیر کا سمجھانا
اُن کا نہ ماننا سب بیان کیا یہ سنکر حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ خدا علی پر رحمت بھیجے اُن کو

جب کوئی بات پسند آتی تو یہی کہتے صدق اللہ و رسولہ اہل عراق اُن پر جھوٹی تہمت باندھتے ہیں اور بات بڑھا کر بیان کرتے ہیں یہ واقعات مسند امام احمد ابن حنبل میں موجود ہیں آیندہ جنگ کے واقعات موجود ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے اس میں فریقین بے قصور تھے مفسدین فرقہ سبائیہ بانی فساد جنگ تھے۔

عمال کی معزولی جناب امیر نے بعد بیعت سب سے پہلے عزل و نصب عمال پر توجہ فرمائی۔ خیر خواہوں نے سمجھایا کہ یہ امر خلاف مصلحت ہے جناب امیر چونکہ ان عمال کی بد اعتدالیاں دیکھ چکے تھے آپنے اس رائے کو نہ مانا مغیرہ ابن شعبہ نے کہا کہ ابھی موقع نہیں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس وقت شہادت حضرت عثمانؓ مکہ میں تھے بعد شہادت حج سے فارغ ہو کر جب مدینۂ منورہ واپس آئے تو جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اُسوقت مغیرہ ابن شعبہ خلوت میں کچھ باتیں کر رہے تھے اُنکے پہونچنے پر وہ اُٹھ کر چلے گئے انہوں نے جناب امیر سے دریافت کیا کہ آپ سے اور مغیرہ سے کیا باتیں ہوئیں فرمایا اس سے قبل مغیرہ نے مجھ سے کہا تھا کہ ہم پر آپ کا حق ہے آپ کی اطاعت اور خیر خواہی ہم پر واجب ہے جب آپ صحابہ کرام اور اہلبیت نبوی میں بزرگ اور ہمارے خلیفہ و سردار و امیر ہیں رائے صائب و تجویز اسکو کہتے ہیں کہ دفع الوقتی نہ کی جائے انجام پر نظر ہو آیندہ حوادث کا خیال رکھکے عمدہ بات نکالی جائے جس سے نہ اسوقت کوئی نقصان ہو نہ آیندہ نقصان کا خوف میری رائے یہ ہے کہ معاویہؓ عبداللہ ابن عامر و دیگر عمال کو بحال رکھئے ایک کو بھی معزول نہ کیجئے جب فتنہ و فساد دفع ہو جائے پھر اختیار ہے جو مناسب ہو وہ کیجئے میں نے کہا کہ مجھے اس رائے سے اختلاف ہے دین کے معاملہ میں سستی اور کسی کی رعایت نہونا چاہیئے اپنے کام میں ذلت و رسوائی ذرا سی بھی مجھے گوارا نہیں مغیرہ نے کہا کہ اگر آپ میری رائے ناپسند فرماتے ہیں تو اتنا قبول کیجئے کہ معاویہ کو معزول نہ کیجئے کیونکہ وہ بہادر ہیں ہمت بڑھی ہوئی ہے اہل شام سب اُنکے مطیع ہیں حضرت عمرؓ کے وقت سے شام میں

امیرؑ ہیں میں نے کہا یہ نہوگا سُنکر مغیرہ چلے گئے۔ میں یہ خوب جانتا تھا کہ مغیرہ نے نزدیک
میں غلطی پر ہوں آج وہ پھر آئے اور کہنے لگے کہ پہلی مرتبہ آپ سے ملنے پر میں نے جو مناسب
سمجھا عرض کیا آپنے اُسے نہیں مانا اب جو آپکی رائے ہو بہتر ہے آپ جسکو چاہیں موقوف
کریں جسکو چاہیں بحال کریں اللہ تعالیٰ معین و کارساز ہے کسی کی شوکت و حشمت کا اندیشہ
نہیں ابن عباس نے پوری گفت گو سُنکر کہا کہ مغیرہ کی پہلی رائے خیر خواہی کی تھی دوبارہ
وہ آپ کو دھوکا دیگئے ہیں۔ جناب امیرؑ نے پوچھا کہ مغیرہ کی پہلی بات میں کیا خیر خواہی تھی
ابن عباس نے کہا مناسب یہ تھا کہ وقت شہادت حضرت عثمان آپ مکہ میں ہوتے
یہاں نہوتے مگر خیر اب تدبیر یہ ہی کہ معاویہ اور اُنکے اصحاب دنیا دار ہیں اگر وہ اپنی جگہ
پر بحال رہے تو اسکا انکو خیال ہی نہوگا کہ ہمارے خلیفہ کون ہیں اُن کو اپنی حکومت سے
کام ہوگا وہ اُن کو حاصل ہوگی اگر آپ اُن کو معزول کر دینگے تو حکومت کے نہ باقی رہنے
سے اُن کو صدمہ ہوگا خلافت عثمانی کے حالات یاد کر کے افسوس کرینگے حضرت عثمان
کے قتل کا ناحق الزام لگاکر جنگ کرینگے اہل عراق و شام اُنکے ساتھ ہو جائینگے مجھے
طلحہ و زبیر سے بھی اطمینان نہیں کیا عجب کہ یہ دونوں خلاف ہو کر آپ پر حملہ کر دیں میری
بھی یہی رائے ہی کہ معاویہ کو بھی اپنی جگہ پر قائم رہنے دیجئے اگر وہ بیعت کرلیں گے تو
میں ضامن ہوتا ہوں کہ اُن کو ایسی تدبیر اور حکمت عملی سے علیحدہ کر دوں گا کہ آپ بھی
خوش ہو جائیں گے ابھی اُنکے برطرف کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ بنی امیہ لوگوں کو
دھوکا دینگے کہ ہم قاتلین حضرت عثمان سے قصاص طلب کرتے ہیں جیسا کہ اہل مدینہ
کہہ رہے ہیں کہ ہم طالب قصاص ہیں اگر یہ صورت پیش آگئی تو اس ذریعہ سے وہ لوگ
آپ کی حکومت کو درہم برہم کر دینگے اسوقت آپ سے اسکا دفعیہ نہو سکیگا ابھی
آپ کی خلافت کو ثبات و استقلال حاصل نہیں ہوا ہے جناب امیرؑ نے فرمایا میرے
پاس معاویہ کیلئے صرف تلوار ہے اگر عاجز ہو کر نہ مروں تو ایسی موت سے میں نہیں ڈرتا اگر

مرجانا میرے لئے باعث ننگ و عار نہیں ابن عباس یہ سنکر کہنے لگے امیر المومنین آپ مرد شجاع اور دلیر ضرور ہیں مگر لڑائی میں آپ صائب الرائے نہیں کیا آپ کو حدیث نبوی الحرب خدعۃ یاد نہیں جناب امیر نے فرمایا ہاں یہ تو سچ ہے کہ حیلہ اور تدبیر سے کام خوب نکلجاتا ہے۔ پھر ابن عباس کہنے لگے واللہ اگر آپ میرا کہنا مانیں تو میں ایسی راہ بتاؤں جس سے آپ کا کچھ نقصان نہو اور نہ کوئی گناہ لازم آوے اور خاطر خواہ آپ کا کام بنجائے وہ لوگ اسکے خلاف تدبیریں سوچتے اور انجام کار پر غور کرتے رہیں آیندہ امور اُن کو سوجھ ہی نہ پڑیں جناب امیر نے فرمایا نہ مجھ میں آپ کی ایسی خصلتیں ہیں اور نہ معاویہ کے ایسے عادات پھر ابن عباس کہنے لگے اچھا میرے کہنے سے اپنا مال اسباب لیکر آپ ینبوع چلے جائیں اور اپنے گھر میں دروازہ بند کرکے بیٹھ رہیں کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیں اہل عرب خوب پریشاں ہوکر اور ادھر اُدھر پھر کر کسی کو خلیفہ نہ پاکر مجبوراً آپکے پاس آئینگے اور مطیع ہونگے اسوقت اگر آپ ان لوگوں کے ساتھ اُٹھیں گے تو حضرت عثمان رضؓ کے خون کا الزام آپ ہی پر لگائینگے جناب امیرؑ نے فرمایا کہ یہ صلاح تم نے اچھی دی اب اگر میں کچھ کہوں تو تم اسپر کاربند ہوگے ابن عباس کہنے لگے میں اطاعت سے باہر نہیں ہوں جناب امیر نے فرمایا میں تم کو شام کا امیر کرتا ہوں تم سامان سفر درست کرو اور شام کی طرف روانہ ہو جاؤ ابن عباس کہنے لگے میں آپکی عدول حکمی نہیں کرتا لیکن یہ رائے مناسب نہیں اسلئے کہ معاویہ بنی امیہ سے ہیں حضرت عثمان کے بھائی ہیں اسوقت شام کا ملک اُنکے قبضہ میں ہے سب لوگ اُنکے مطیع ہیں مجھ کو جو آپ سے قرابت کا تعلق ہے اُس سے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ میرے پہونچنے پر وہ مجھ کو بعوض خون عثمان یا تو قتل کر ڈالیں گے یا قید کرلیں گے جو کچھ غبار اور کدورت آپ کی طرف سے ہے وہ سب مجھ پر اُتارینگے پہلے آپ معاویہ سے خط و کتابت کرکے کسیطرح اُن سے بیعت تو لیجئے اور اُن کو امیدوار

مراسم خلافت کیجئے جناب امیرؑ نے فرمایا مجھ سے یہ کبھی نہ ہوگا ابن عباس خاموش ہو رہے۔

مغیرہ ابن شعبہ جناب امیرؑ سے اسی بنا پر ناراض ہو کر کہ انھوں نے انکا کہنا نہ مانا۔ مکہ معظمہ چلے گئے مغیرہ یہ کہتے تھے کہ اولاً میں نے جناب امیرؑ سے بنظر خیر خواہی کہا تھا جب اُنھوں نے نہ مانا تو دوسری مرتبہ اُن کو دھوکا دیا (ابن اثیر و ابن خلدون)

جناب امیرؑ کی تقریر اگرچہ اس موقع پر پولیٹکل مصلحتوں کے بالکل خلاف تھی لیکن دینداری کے خیال سے بہت مناسب تھی بنی امیہ کا غلبہ بہت ہو گیا تھا حضرت عثمانؓ کی چشم پوشی سے بنی امیہ کے عیوب اور ناہنجاری حد سے زیادہ بڑھ چکی تھی جناب امیرؑ نے خیال کیا کہ بندگان خدا کو جہاں تک جلد ممکن ہو ان سے نجات دلائی جائے۔

۳۶ھ

جدید عمال کا تقرر جناب امیرؑ نے شروع ۳۶ھ میں حسب ذیل گورنر اپنی طرف سے مقرر کر کے مختلف ممالک میں روانہ فرمائے۔

(۱) عبداللہ ابن عباس یمن بھیجے گئے (۲) سعید ابن عباس بحرین میں (۳) سماحہ ابن عباس تہامہ میں (۴) عون ابن عباس یمامہ میں (۵) قثم ابن عباس مکہ میں (۶) قیس ابن سعد مصر میں (۷) عثمان ابن حنیف بصرہ میں (۸) عمارہ ابن ہشام کوفہ میں (۹) سہل ابن حنیف شام میں۔

منجملہ ان نو گورنروں کے پانچ خاندان بنی ہاشم سے جناب امیرؑ کے چچازاد بھائی تھے اور سہل قبیلہ انصار سے تھے اور عمارہ مہاجر تھے اس تقرر میں بنی ہاشم کو جو زیادہ حصہ دیا گیا تو یہ کوئی غیر واجبی بات نہ تھی ملک پر بنی ہاشم کے بڑے بڑے حقوق تھے ہو وقت جناب امیرؑ نے رکھے تو انکے حقوق کا لحاظ کیا اور زیادہ تر عثمانیہ گورنروں کی بے اعتدالیاں

اس عزل و نصب کا باعث ہوئیں۔

حضرت سہل ابن حنیف شام روانہ ہوئے جب تبوک میں پہونچے تو ان کو چند سوار آتے ہوئے ملے انھوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں کہاں جاتے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ میں امیر شام مقرر ہوا ہوں سواروں نے کہا اگر حضرت عثمان رض کی طرف سے آپ کو اجازت ملی ہے تو مبارک ہو چلئے ہم بھی ساتھ ہیں اگر حضرت عثمان رض کے علاوہ کسی دوسرے نے حاکم مقرر کیا ہے تو واپس جائیے اسی میں خیریت ہے حضرت سہل نے کہا تم کو معلوم نہیں حضرت عثمان شہید ہوئے اور جناب امیر خلیفہ ہوئے اُن لوگوں نے کہا ہم خوب جانتے ہیں آپ آگے نہ بڑھیئے یہیں سے واپس جائیے اسی میں خیریت ہے شام کے حاکم معاویہ تھے جن کے ماتحت حمص قنسرین۔ اردن۔ فلسطین۔ بحرین پانچ صوبے تھے جنکے حاکم وہ خود مقرر کرتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا تمام اہل شام جناب امیر کے مخالف اور معاویہ کے موافق اور حضرت عثمان رض کے خون کے مدعی ہیں حضرت سہل ابن حنیف تبوک سے واپس آئے اور کل کیفیت جناب امیر سے بیان کردی (ابن اثیر و روضۃ الصفا)

حضرت قیس ابن سعد ابن عبادہ والی مصر ہو کر گئے راستہ میں بمقام ایلہ سواروں سے ملاقات ہوئی جو مصر سے آرہے تھے سواروں نے پوچھا آپ کون ہیں انھوں نے کہا قیس ابن سعد امیر مصر ہو کر آیا ہوں یہ بہت ہوشیار آدمی تھے انھوں نے مصریوں کو ہموار کرنیکا یہ حیلہ نکالا کہ خود کو قاتلین حضرت عثمان رض سے ظاہر کیا اور کہا کہ میں ایسے لوگوں کی تلاش میں ہوں جو مجھ کو پناہ دیں جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا میں اُنکی مدد کروں گا۔ درحقیقت یہ قاتلین حضرت عثمان رض سے تھے نہ بلوائیوں سے سواروں نے خیر مقدم کیا اور کہا تشریف لے چلئے حضرت قیس مصر میں داخل ہوئے اُنکے داخل ہوتے ہی مصریوں میں پھوٹ پڑ گئی ایک فریق نے اُنکی اطاعت کی دوسرا عزلت گزیں ہو گیا اُسکا یہ مقولہ تھا کہ اگر حضرت عثمان رض کے قتل کئے جائینگے تو ہم ساتھ ہیں ورنہ الگ رہینگے جبتک ہمکو کوئی

چھیڑے گا نہیں ہم کسی سے معترض نہونگے تیسرے فریق کا یہ قول تھا کہ ہم جناب امیر کیساتھ
اس شرط سے ہیں کہ وہ خون عثمانؓ کا بدلہ ہمارے بھائیوں سے نہ لیں اور اس خیال کو چھوڑ دیں
اس میں سے بعضوں نے تو یہ کہا کہ جبتک مصر کے لوگ مدینہ سے واپس نہ آئیں گے ہم کچھ
نہ کر سکینگے نہ کسی کی اطاعت کرینگے اور نہ مخالفت کرینگے۔ حضرت قیس نے یہ حال جناب
امیر کو لکھ بھیجا (ابن اثیر و ابن خلدون)

مصر میں یہ مخالفت عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح منافق کی کوششوں کا نتیجہ تھی
اس سے پہلے وہ مصر کا گورنر تھا حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کی خبر سنکر معاویہ کے پاس
شام گیا تھا۔

حضرت عثمان ابن حنیف جب بصرہ میں داخل ہوئے اُن کو کسی نے نہیں روکا عبداللہ
ابن عامر والی بصرہ آمادہ جنگ ہوئے البتہ اپنی معزولی کا حال سنکر جو نقد و جنس موجود تھا
وہ لیکر مکہ میں حضرت عائشہ رضؓ کے پاس چلے آئے اور اُن کو جنگ کیلئے آمادہ کیا یہاں
اکابر و عمائد بصرہ میں عثمان ابن حنیف کے پہونچنے پر اختلاف ہوا بعضوں نے اطاعت کی
بعض ساکت ہوگئے اور کہنے لگے ابھی ہم کسی طرف نہیں ہیں جبتک کہ مدینہ والوں کا
کا واقعی حال ہمیں نہ معلوم ہو جسطرف وہ ہونگے ہم بھی اُسیطرف ہوجائینگے۔

عمارہ ابن ہشام کوفہ روانہ ہوئے راستہ میں طلیحہ ابن خویلد ملے یہ بطلب انتقام خون عثمانؓ
نکلے تھے ان کا قول تھا کہ افسوس مجھ کو اسکی اطلاع نہوئی ورنہ میں وقت پر پہونچ جاتا یہ
اُسوقت نکلے جب قعقاع ابن عمر کوفہ سے بغرض امداد حضرت عثمان رضؓ مدینہ گئے تھے اور خبر
شہادت سنکر واپس چلے گئے تھے طلیحہ کو جب معلوم ہوا کہ یہ امیر کوفہ ہوکر آئے ہیں تو انھوں
نے کہا آپ کیلئے بہتر ہے کہ واپس جائیے کوفہ کے لوگ جناب امیر کے عامل کو پسند نہیں
کرینگے ابو موسیٰ اشعری جو امیر ہیں وہ کافی ہیں اگر آپ نہ مانینگے قتل ہونگے۔ عمارہ یہ حال دیکھکر
واپس آئے اور جناب امیر سے سب کیفیت بیان کردی۔

عبید اللہ بن عباس یمن روانہ ہوئے ہاں یعلی ابن منبہ امیر تھے انھوں نے تمام خزانہ اپنے قبضہ میں کیا اور کل نقد لیکر مکہ معظمہ حضرت عائشہ کے پاس چلے آئے اور سب انکے سپرد کر دیا عبید اللہ ابن عباس بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو کر قابض ہو گئے ۔

جناب امیر کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو آپنے حضرات طلحہ و زبیر کو بلا کر کہا کہ دیکھو جس امر کا مجھے اندیشہ تھا وہی ہوا اسی کام کا بغیر خاتمہ کئے مفر و نجات نہیں یہ فتنہ آگ کی خاصیت رکھتا ہے جسقدر برافروختہ کی جائے اسی قدر مشتعل ہوگی حضرات طلحہ و زبیر نے جانا چاہا جناب امیر نے فرمایا حتی الامکان اس شر کو روکوں گا حکمت عملی سے اسکو بڑھنے نہ دوں گا اگر بغیر جنگ چارہ کار نظر نہ آئیگا تو مجبوری ہے پھر آپنے ایک خط لکھ کر معبد سلمی کے ہاتھ ابو موسے اشعری والی کوفہ کے پاس روانہ کیا ابو موسیٰ اشعری نے جواب میں لکھا اکثر اہل کوفہ نے برضا و رغبت اور بعضوں نے بجبر و اکراہ میرے ہاتھ پر آپ کی بعیت کر لی ہے اور ظاہر میں آپ کے مطیع ہیں ۔ دوسرا خط جناب امیر نے معاویہ کو لکھا اور سبرہ جہنی کے ہاتھ روانہ کیا وہ شام میں خط لیکر معاویہ کے پاس گئے اُن کو خط دیا جواب نہ ملا جواب کے انتظار میں ٹھہرے رہے جب جواب مانگتے تو معاویہ یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ میں اگر جنگ کروں قلعہ بندی کروں اور ایسی سخت لڑائی لڑوں جو جوانوں کو بوڑھا کر دے اور تمھارے سر چڑھ آؤں تو کیا ہو اور اس سے اب کیا حاصل ہے مرنے والا تو اس بے بسی اور مظلومیت میں شہید ہوا جسکے ہول سے جوانمردوں کے بال سفید ہو گئے آقا اور موالے سب تھک کر بیٹھ رہے اس خون کا عوض لینے والا اور فیصلہ کرنے والا امیر کے سوا کوئی نہیں رہا ۔ اس مضمون سے اُنھوں نے حضرت عثمان کی شہادت اور قریش کی پست ہمتی اور اپنی آمادگی ظاہر کی ۔ اسی ٹال و لعل میں تقریباً ایک مہینہ تک قاصد کو روکے رکھا صفر شروع ہونے پر معاویہ نے بنی عبس میں سے ایک شخص قبیصہ نامی کو بلا بھیجا اور ایک خط سربمہر اُسکے حوالہ کیا لفافہ پر لکھا تھا من معاویۃ الی علیؑ اور قبیصہ کے ساتھ جناب امیر کے قاصد سبرہ جہنی کو بھی رخصت کیا

دونوں شام سے چلکر ربیع الاول میں مدینۂ منورہ پہونچے قبیصہ کے پہونچتے ہی اہل مدینہ کو خبر
ہوگئی کہ معاویہ نے کوئی پیغام بھیجا ہے یہ خیال لوگوں کو پہلے سے تھا کہ معاویہ جناب امیرؑ کے
مخالف ہیں قبیصہ جسوقت خط لیکر پہونچے لوگ اس فکر میں تھے کہ یہ کیا کہتے ہیں اُنھوں نے
خط لاکر دیا مہر توڑی اور خط کھولا گیا جسمیں بروایت ابن اثیر کوئی خط نہ تھا اور بروایت تاریخ الخلفاء
ایک سادہ کاغذ لفافہ کے اندر تھا جناب امیرؑ نے سفیر سے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے اُس نے
کہا میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ آیا ہوں جو سوائے قصاص خون حضرت عثمان کسی طرح راضی
نہوں گے کوئی امر اُن کو اس ارادہ سے روک نہیں سکتا جناب امیرؑ نے دریافت کیا کس سے
بدلہ لیں گے اُس نے کہا آپ کے سر مبارک سے عوض لینے والے ہیں وہاں اسوقت ایسا
جوش و خروش ہے کہ ساٹھ ہزار شیخ حضرت عثمان کے خون آلودہ کرتہ پر روزانہ روتے ہیں
وہ ممبر اسی عرض سے ڈالدیا گیا ہے جناب امیرؑ نے فرمایا افسوس وہ مجھ سے خون کے
طالب ہیں حالانکہ میں حضرت عثمانؓ کا خیر خواہ اور مددگار رہا۔ اے خدائے عالم الغیوب تو
جانتا ہے میں خون عثمان سے بری ہوں واللہ قاتلین عثمان کسطرح صاف نکلے جاتے ہیں وہ
چاہے تو اچانک پکڑ لے وہ جو کام کرنا چاہتا ہے پورا ہی کر لیتا ہے پھر جناب امیرؑ نے
قبیصہ کو واپس کیا قبیصہ نے کہا کیا مجھ کو ہر طرح اپنی جان پر اطمینان اور امن ہے جناب امیرؑ
نے فرمایا تم بخوف ہوکر چلے جاؤ تم سے کوئی معترض نہوگا۔ قبیصہ جب رخصت ہوکر چلے تو
فرقۂ سبائیہ نے چلا کر کہا یہ کتا جو کتوں کیطرف سے قاصد ہوکر آیا ہے نکلا جاتا ہے اسکو
مارو قبیصہ نے آل مضر و آل قیس کی دہائی دینا شروع کی پھر اُن سے کہا مجھ پر تنہا کیا غرّاتے
ہو وہاں سب مسلح ہیں میرے پہونچنے کی دیر ہے سب تمہیں ملائے ناگہانی کی طرح آپڑیں گے
آل مضر نے قبیصہ کو بچایا وہ کہتا جاتا تھا کہ اب فرقۂ سبائیہ کی شامت آگئی ہے یہ بہت
جلد ذلیل و خوار ہونگے جب قبیصہ چلے گئے تو مدینہ والوں نے چاہا کہ کسی طرح سے اہل شام
و معاویہ سے قتال کی بابت جناب امیرؑ کی رائے دریافت ہو جاتی تو اچھا تھا یہ معلوم ہو جاتا

کہ اہل قبلہ سے لڑائی کا ارادہ ہے یا نہیں مدینہ والوں کو اس سے قبل یہ خبر پہونچ چکی تھی
کہ حضرت امام حسنؑ نے جناب امیرؑ کو مسلمانوں کی باہمی جنگ و خونریزی سے منع کیا ہے اور
یہ رائے دی ہی کہ آپ دونوں فریق سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جائیں لوگوں کو ان کے
حال پر چھوڑ دیں بغرض دریافت امر مذکور زیاد ابن حنظلہ تمیمی کو حضرت کی خدمت میں
بھیجا کہ کسی طرح منشاء دریافت کرو زیاد ایک عرصہ سے جناب امیر کی خدمت میں نہیں گئے
تھے مدینہ والوں کے کہنے سے حاضر ہوئے تھوڑی دیر بیٹھے رہے جناب امیرؑ نے فرمایا اے
زیاد آمادہ ہو جاؤ انھوں نے پوچھا کیوں فرمایا شام کی لڑائی کیلئے زیاد نے کہا نرمی اور
آسانی اور تالیف قلوب مناسب ہے اور ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی جو شخص بے سوچے
سمجھے کاموں میں در آتا ہے یا نیک روش اختیار نہیں کرتا اکثر اوقات زک اٹھانا پڑتی ہی
اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ دانتوں سے کاٹا جاتا ہے اور اونٹوں کی لاتوں سے پامال ہوتا
ہے جناب امیرؑ اسکا اشارہ سمجھ گئے اور اپنا قصد ظاہر کرنے کو تمثیلاً ایک شعر پڑھا جسکا
ترجمہ یہ ہے جس وقت تک تمھارے دل ہوشیار اور تلوار تیز و آبرو محفوظ ہے تو دوسرے
تم کو ظلم سے ضرور بچالیں گے زیاد سمجھ گئے کہ جناب امیر طرح دینے والے نہیں ہیں معاویہ سے
ضرور معرکہ آرائی ہوگی وہ جناب امیرؑ کے پاس سے اٹھے اور لوگوں کو آگاہ کیا کہ تلواریں سنبھالو
اور لڑائی کیلئے آمادہ ہو جاؤ مدینہ والوں کو جناب امیر کا ارادہ معلوم ہو گیا (ابن اثیر و ابن خلدون)
اس واقعہ کے بعد حضرات طلحہ و زبیر عمرہ کی اجازت لیکر مکہ چلے گئے یہ دونوں یہ سمجھ کر کہ جناب
امیر کا قصد بنی امیہ کے عمال کا عموماً اور خصوصاً معاویہ کی معزولی کا مصمم ہی اور اس بارہ میں
کسی کی رائے نہ سنیں گے لہذا علیحدگی مناسب ہے۔ اہل مکہ بسبب شہادت حضرت عثمانؓ
نہایت مضطرب تھے انھوں نے پہونچکر مسلمانوں کی باہمی جدال و قتال سے خود کو محترز
رکھنا چاہا لوگوں کو یہ رائے دی کہ اصحاب کبار میں سے جسپر سب کا اتفاق ہو اسکی بیعت
کرلو اور بات نہ بڑھاؤ (تاریخ بدائع)

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب مقرر کردہ عمال واپس ہوئے اور لوگوں کے حالات جناب امیر
کو معلوم ہوئے تو آپ پریشان ہوئے حضرات طلحہ وزبیر سے اس بارہ میں رائے لی انہوں نے
کہا ہمنے کہا تھا کہ ہم دونوں کو بھیج دیجئے مگر آپ کی رائے نہ ہوئی آپ کے مخالفین اس امر کے
خواہاں ہیں کہ ہم دونوں آپ کی اطاعت سے خارج ہو جائیں لہٰذا یہ مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ آپ ہمکو رخصت کر دیں ہم مکہ معظمہ جا کر عبادت کریں لوگوں کو جب ہمارا جانا اور علیحدہ ہونا
معلوم ہوگا کیا عجب کہ وہ یہ کہیں کہ ہم دونوں آپ سے علیحدہ ہو گئے یہ خیال کر کے آئندہ
فتنہ و فساد سے علیحدہ رہیں اور رفتہ رفتہ آپ کے فرمانبردار اور مطیع ہو جائیں اگر اسپر بھی
وہ لوگ راہ راست پر نہ آویں اور جنگ پر آمادہ ہوں تو مجبوری ہے آپ بھی اسوقت سامان
جنگ کر کے انکا مقابلہ کریں کیونکہ امور خلافت و حکومت بغیر تلوار اٹھائے درست نہیں
ہوتے جناب امیر نے فرمایا ہم حتی الامکان مخالفین سے نرمی و صلح سے پیش آوینگے ورنہ
پھر تلوار تو فیصلہ کر ہی دیگی تم مجھ سے علیحدگی چاہتے ہو تو بہتر ہے جہاں جی چاہے جاؤ۔

(روضۃ الصفا)

جناب امیر کو اسکے بعد جب معلوم ہوگیا کہ ہر طرف لوگ فساد پر آمادہ ہیں تو خود بھی ترتیب
لشکر کی جانب متوجہ ہوئے ملک شام پر فوج کشی کا مصمم ارادہ کر کے اہل مدینہ کو اہل شام کی
جنگ کیلئے آمادہ کیا اور سامان جنگ مہیا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تمہاری حکومت و سلطنت
کی حفاظت خداوند تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے تم اگر اسکی اطاعت میں رہوگے تو وہ تمہارا
حافظ و ناصر ہے پس تم اسکی اطاعت بخوشی خاطر کرو نہ کہ مجبوراً ناخوشی سے بخدائے عزوجل
تم اسکے کام میں اگر جان و دل سے مستعد ہو جاؤ گے تو خیریت ہے ورنہ یہ حکومت اسلامی تمہارے
ہاتھ سے نکال لیگا اور دوسروں کے حوالہ کر دیگا پھر تم کو حکومت نہ دیگا تاوقتیکہ اسکی اطاعت
و فرمانبرداری کیطرف رجوع نہ کروگے اٹھو اور اس قوم کی طرف دوڑو جس نے تمہاری
جماعت میں تفرقہ ڈال رکھا ہے شاید اللہ تعالیٰ تمہاری کوشش سے یہ عالمگیر فساد

دفع کرنے اور تم بھی اس دعا دوش سے اپنے فرض منصبی سے بری الذمہ ہو جاؤ۔ پھر جناب
امیر نے سخت نظم و انتظام کیا کہ حضرت محمد ابن الحنفیہ کو علم لشکر مرحمت کیا اور عبد اللہ ابن عباس کو
میمنہ سپرد کیا۔ عمر ابن ابی سلمہ یا عمر ابن ابی سفیان ابن عبد الاسد کو میسرہ پر مقرر کیا۔ ابو لیلیٰ
بن عمر ابن الجراح کو مقدمہ لشکر کا سردار بنایا اس لشکر کے کسی حصہ پر ان لوگوں میں سے کسیکو
سوار نہیں کیا جو حضرت عثمان کے قتل کے بلوائیوں میں شریک نہ ہوے تھے۔ لشکر کو اسطرح
مرتب کر کے قثم ابن عباس کو بجائے اپنے مدینہ پر مامور کیا جب اس کام سے فراغت ہوئی
تو قیس ابن سعد والی مصر و عثمان ابن حنیف والی بصرہ و ابو موسیٰ اشعری والی کوفہ کو لشکر فراہم
کرنے اور لوگوں کو اہل شام سے جنگ کرنے کیواسطے آمادہ کرنے کو لکھا ہنوز ملک شام پر
فوج کشی کی تیاری ہو رہی تھی کہ یہ خبر معلوم ہوئی کہ اہل مکہ اور حضرت عائشہ اور حضرت
طلحہ اور حضرت زبیر بصرہ کا قصد رکھتے ہیں در بر سر مخالفت ہیں جناب امیرؑ نے فی الحال
ملک شام کا ارادہ فسخ کر دیا (ابن اثیر و ابن خلدون)

مقدمات واقعہ جمل جسوقت مکہ معظمہ کی خبر جناب امیر کو پہونچی آپنے اکابر و اشراف مدینہ
کو جمع کر کے فرمایا یقیناً حضرت عائشہ و حضرات طلحہ و زبیر میری خلافت و امارت سے ناخوش
ہیں اور میرے کام کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں بظاہر لوگوں کو اصلاح کیلئے بلایا ہے اور
رفع فساد کا حیلہ کیا ہو ابھی میں صبر و تحمل سے کام لیتا ہوں جب تک مجھ کو تمہاری
جماعت پر کسی امر کا اندیشہ نہو گا میں خاموش ہوں اگر وہ لوگ رکے رہے تو میں ابتدا نہ کرونگا
اور نہ سنی ہوئی خبر کا اعتبار کرونگا پھر دوسری خبر معلوم ہوئی کہ اہل مکہ نے بصرہ کیطرف
رخ کیا ہے جناب امیر یہ سنکر خوش ہوے فرمایا کہ اچھا ہوا بصرہ میں ہوشیار اور عقلمند لوگ ہیں ان
لوگوں کی بغاوت سے خوش نہونگے اور نہ انکا ساتھ دینگے غالباً ہمارے مطیع اور
موافق ہو جائیں ابن عباس کہنے لگے میرے نزدیک بصرہ خیمہ گاہ اشراف عرب و مسکن
مشاہیر رؤسا ہے وہ لوگ خود سری کے خواہاں اور عزت و ثروت کے طالب ہیں اور

فتنہ و فساد کے شائق رہتے ہیں ایسے وقت میں جب اُن کو ہیجان اور لوگ ملجائیں گے
تو اُنکی مراد حاصل ہو جائیگی اُنکی طبیعتیں برانگیختہ ہو جائینگی جناب امیرؑ نے فرمایا تم ٹھیک
کہتے ہو پھر روانگی کیلئے آمادہ ہوئے اہل مدینہ کو ہمراہ چلنے کا حکم دیا جن کو یہ امر شاق گذرا
کمیل ابن زیاد نخعی کی معرفت حضرت عبداللہ ابن عمر کو بلا بھیجا ان سے بھی ساتھ چلنے کو کہا
اُنھوں نے جواب دیا کہ میں مدینہ والوں کے ساتھ ہوں جو وہ کرینگے میں بھی کروں گا۔
جناب امیرؑ نے فرمایا اچھا تم اسکی ضمانت دو کہ میرے خلاف مدینہ سے خروج نہ کرو گے
ابن عمر کہنے لگے واللہ ایسا نہو گا جناب امیرؑ نے فرمایا اچھا جاؤ مجھے اطمینان ہے ضامن کی
ضرورت نہیں حضرت ابن عمر اہل مدینہ سے ملے انکا یہ قول تھا بڑی مشکل ہے ہمکو کیا کرنا چاہیئے
یہ کام ہم پر ابھی تک مشتبہ ہے جبتک صاف نہ معلوم ہو جائیگا ہم گھر سے قدم نہ نکالیں گے
رات کے وقت حضرت ابن عمر سب سے چھپکر مدینہ منورہ سے چلے گئے جاتے وقت حضرت
ام کلثوم بنت جناب امیر زوجہ حضرت عمرؓ سے اہل مدینہ کا مقولہ کہہ گئے اور یہ ظاہر کردیا
کہ میں بقصد عمرہ مکہ معظمہ جاتا ہوں جناب امیر کے مرضی کے خلاف مگر وہ مطمئن رہیں لوگوں نے
جناب امیر سے آکر بیان کیا کہ بڑا غضب ہوا حضرت ابن عمر شب میں شام کی طرف روانہ ہوئے
یہ حضرات عائشہ و طلحہ و زبیر و معاویہ کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے جناب امیرؑ نے تعاقب
کا حکم دیا پھر بازار تشریف لیگئے تا کہ آنے جانے والوں سے معلوم ہو جائے کہ ابن عمر
درحقیقت شام گئے ہیں یا اور کسی طرف بنظر احتیاط چاروں طرف آدمی دوڑائے مدینہ میں
حضرت ابن عمر کی روانگی سے ہنگامہ برپا ہو گیا حضرت ام کلثوم یہ سنکر جناب امیر کی خدمت
میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ ابن عمر بغرض ادائے عمرہ گئے ہیں آپ کے مخالف نہیں ہیں
بلکہ مطیع ہیں جناب امیر کو اطمینان ہوا آپ نے اُن لوگوں کو واپس بلوایا اور فرمایا کہ ام کلثوم
سچ کہتی ہو اور ابن عمر بھی سچے ہیں۔

مکہ معظمہ میں جنگ کی ابتدائی کارروائیاں

حضرت عائشہ کو جب بمقام سرف اپنے ماموں عبید

ابن ابی سلمہ سے حضرت عثمان رضؓ کی شہادت اور جناب امیر کی خلافت کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ میں
خون عثمان رضؓ کا بدلہ لوں گی اور مکہ معظمہ واپس آئیں حطیم میں پردہ ہوا وہاں بیٹھیں جب حرم شریف
میں لوگوں کا اجتماع ہوا آپنے فرمایا افسوس صد افسوس اطراف وجوانب کے شہروں کے بازاری
دیہاتی جنگلی سخت دل مدینہ کے غلام جمع ہو گئے بلوہ کر دیا ناحق و ناروا عثمان مظلوم و مقتول کی
مخالفت پر کمربستہ ہوئے محض اس بنا پر کہ اُنھوں نے نوعمروں کو حکومت و امارت دیگر ممالک
اسلامیہ میں عامل کرکے بھیجا تھا۔ حالانکہ عثمان سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں انھوں نے بھی
ایسا ہی کیا تھا کچھ انکی ایجاد نہ تھی نیز اس الزام پر کہ انھوں نے چراگاہوں کیلئے زمین خاص
کر دی تھی عثمان نے اِن الزامات کے جوابات بھی دیدئے تھے اُن کی حسب خواہش عمال کا
بھی انتظام کر دیا تھا پھر بھی یہ لوگ شر سے باز نہ آئے اور بلا عذر قوی و دلیل محکم اپنے دعوے
پر قائم رہے بلکہ اور بھی عداوت ظاہر کرنے لگے افسوس ان لوگوں نے بدعہدی کی بلا سوچے
سمجھے عجلت کر بیٹھے جو خون اللہ نے حرام کیا تھا وہ اُنھوں نے بہا دیا جس شہر کو اللہ نے
بزرگ و محترم کیا تھا وہاں اُنھوں نے خون کی ندی جاری کر دی جس مہینہ میں خونریزی ممنوع
تھی اُسمیں اُنھوں نے خونریزی کی جس کا مال لینا جائز نہ تھا اُسکو لوٹ لیا واللہ عثمان کی
ایک اُنگلی تمام روئے زمین کے اُن اشراف سے افضل ہے جو لوگ تہمت لگا کر اُنکی عداوت
پر کمربستہ ہوئے پھر خون کیا حضرت عثمان اُس سے ایسے پاک و صاف ہو گئے جیسے سونا
کیٹ سے اور کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے عبداللہ ابن عامر اُسوقت حضرت عثمان رضؓ
کی طرف سے مکہ کے عامل تھے اس تقریر کو سنکر بولے کہ میں سب سے پہلے حضرت عثمان رضؓ کے
خون کا بدلہ لینے والوں میں ہونگا انکے ساتھ تمام بنی امیہ و سعید ابن العاص و ولید ابن عقبہ وغیرہ
بھی ہو گئے پھر عبداللہ ابن عامر ابن کریز حاکم بصرہ بہت سا نقد مال لیکر آگئے اور یعلیٰ ابن
امیہ یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم لیکر مکہ میں آئے اونٹوں کو مکان پر چھوڑا اور خود حضرت
عائشہ رضؓ کے پاس آئے اسی اثناء میں حضرات طلحہ و زبیر بھی مکہ میں آگئے حضرت عائشہ رضؓ نے

اُن سے حال پوچھا اُنھوں نے بیان کیا ہم بلوائیوں کے خوف سے بھاگ آئے وہ لوگ
پوری طرح سے اشراف واکابر مدینہ پر غالب ہو گئے ہیں حضرت عائشہ کہنے لگیں ہم ان
پر خروج کرینگے تم بھی ہمارے ساتھ ہو اسکے بعد یہ گفتگو ہوئی کہ کسطرف کوچ کرنا مناسب
ہے حضرت زبیر نے کہا پہلے شام کی طرف چلنا چاہیئے۔ حافظ عبدالرحمٰن لاہوری
رسالۃ المرتضےٰ میں لکھتے ہیں کہ ولید ابن عقبہ نے کہا یہ رائے ٹھیک نہیں اسلئے حضرت
عثمان نے اپنی محصوری کے زمانہ میں معاویہ سے امداد کی درخواست کی تھی انھوں نے
باوجود قوت وشوکت امداد سے پہلوتہی کی جس سے اُنکا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام
کا علاقہ بخوف وخطر اُنکے قبضہ وتصرف میں بطور خالصہ ہو جائے اور دوسرے ملکوں پر حملہ
کرنیکا اُن کو موقع رہے تم اُن سے یہ امید نہ رکھو کہ شام کا علاقہ تمہارے سپرد کردینگے اور
خود تمہارے ہوا خواہوں اور فرمانبرداروں میں ہو جائینگے اسکے بعد سب نے بصرہ جانے کی رائے
دی عبداللہ ابن عامر ابن کریز نے کہا بصرہ چلنا مناسب ہے بصرہ والے میرے احسانمند
ہیں وہ مجھ کو مانتے ہیں علاوہ اسکے وہاں والوں کا رجحان طلحہ کی جانب ہے یہ جب ہمارے ساتھ
ہیں تو اہل بصرہ بآسانی ہمارے مطیع ہو جائینگے لوگوں نے ابن عامر کے چلے آنے پر
اعتراض بھی کیا کہ تم نے بصرہ کو چھوڑ دیا یہ کچھ اچھا نہ کیا معاویہ ہمارے ہم خیال ہونگے انپر
ہم کو اطمینان ہے تم اگر بصرہ میں ہوتے تو ہم کو بصرہ کی طرف سے بھی اطمینان ہو جاتا۔
بالآخر یہ رائے قرار پائی کہ مدینہ کو چھوڑنا چاہیے کیونکہ ابھی ہمیں بلوائیوں سے مقابلہ کی
پوری قوت حاصل نہیں ہوئی ہے سردست بصرہ پر قبضہ کر لینے سے طاقت بڑھ جائیگی اہل مکہ نے
اسکو پسند کیا اسکے بعد لوگ حضرت عبداللہ ابن عمر کے پاس گئے اُسوقت وہ مکہ میں موجود تھے
اُن سے مدد کی درخواست کی مگر اُنھوں نے انکار کیا کہ تم مجھے دھوکہ دیکر گھر سے نکالنا چاہتے
ہو مگر میں تمہارے دھوکہ میں نہ آؤنگا میں مدینہ والوں کے ساتھ ہوں جو وہ کرینگے میں بھی
وہی کرونگا مجھ سے اسکی امید نہ رکھو کسی اور کو تلاش کر لو پھر حضرت عائشہ رض ازواج مطہرات کے

پاس گئیں اُن سے اپنا قصد بیان کیا اُن سب نے انکار کیا سب سے پہلے حضرت ام سلمہ کے پاس گئیں یہ
وہ بھی حج کرنے مکہ میں آئی تھیں مدینہ منورہ واپس نہیں ہوئی تھیں حضرت عائشہ رض نے اُن
سے سب حال قصاص لینے کا ارادہ لوگوں کا اتفاق اور سامان جنگ بہم پہونچنے کی کیفیت
بیان کی اور اپنے ساتھ بصرہ چلنے کو کہا یہ سب سنکر ام سلمہ نے جواب دیا کہ کل تم حضرت عثمان رض
کو امور خلافت کی بابت بُرا بھلا کہتی تھیں اُن سے دست بردار ہونے کو کہہ آئی تھیں آج انکی
حامی ہوکر بلا وجہ جناب امیر پر خروج کرتی ہو مجھے تم پر سخت تعجب ہے حضرت عائشہ رض نے
اُن سے ناامید ہوکر حضرت حفصہ سے درخواست کی وہ آمادہ ہوگئیں تھیں مگر حضرت عبداللہ ابن
عمر نے اُن کو روکدیا۔ غرضکہ کسی بی بی نے بجز حضرت ام حبیبہ کے رفاقت نہیں کی

روانگی حضرت عائشہ رض جانب بصرہ

ابن عامر اور یعلی ابن امیہ نے اپنے مال سے سامان لشکر درست
کیا حضرت عائشہ رض کی جانب سے منادی نے ندا کی کہ حضرت عائشہ و حضرات طلحہ و زبیر بصرہ
کیطرف روانہ ہورہے ہیں جس کو اسلام کی ہمدردی اور اعزاز دین منظور رہو یا مخالفین کی جنگ
اور حضرت عثمان رض کے خون کا بدلہ لینا ہو ہمارے ساتھ چلے جسکے پاس سواری و سامان سفر
نہو ہمسے لے اس ندا کو سنکر چھ سو آدمی ساتھ ہوئے جنکو سواریاں دیگئیں مکہ معظمہ سے ایک ہزار
آدمی ساتھ ہوئے کچھ دور چلکر اطراف و جوانب کے لوگ ساتھ ہوگئے جن سے تین ہزار کی
جمعیت ہوگئی ام الفضل بنت حارث والدہ حضرت عبداللہ ابن عباس اُس زمانہ میں مکہ میں
تھیں انھوں نے اس حال کی اطلاع قبیلہ جہینہ کے ایک شخص ظفر نام کے ذریعہ سے جناب
امیر کو کی۔ جناب امیر کا ارادہ ہوا کہ یہ لوگ راستہ میں روکے جائیں حضرت عائشہ رض نے جب
اسکی اطلاع پائی تو ہمراہیوں سے کہا کہ راستہ چھوڑ کر بے راہ چلو مکہ سے نکلکر جب نماز کا وقت آیا تو
قافلہ ٹھہرا مروان نے اذان دی اور حضرات طلحہ و زبیر کے پاس آکر کہا کہ میں خلافت کا سلام
کسکو کروں نماز کی امامت کون کریگا عبداللہ ابن زبیر نے کہا میرے والد امامت کرینگے
محمد ابن طلحہ نے کہا کہ میرے باپ امامت کرینگے اسپر تکرار ہونے لگی حضرت عائشہ رض تک

پہونچگئیں مروان کو بلاکر فرمایا تم ہمارے آپس میں پھوٹ ڈالنا چاہتے ہو امامت میرا بھانجہ
عبداللہ ابن زبیر کریگا چنانچہ حضرت ابن زبیر نے تعمیل حکم کی اور نماز پڑھائی ایک روایت
میں ہے کہ عبدالرحمن ابن عتاب ابن اسید امام مقرر ہوئے تا وقت شہادت وہی امامت کرتے
رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ازواج مطہرات حضرت عائشہ رض کیساتھ ذات عرق تک
آئیں اس جگہ پر سب حضرت عائشہ رض سے ملکر خوب روئیں اسلام کی نازک حالت پر سخت ماتم کیا
چونکہ اس دن کے سوا ذات عرق میں کبھی اسقدر مرد و عورت رونے والے جمع نہیں ہوئے تھے
لہٰذا اس دن کا نام یوم النحیب ہوگیا۔ یہیں سعید ابن العاص آکر مروان وغیرہ سے ملے انھوں
نے پوچھا تم لوگ کہاں جاتے ہو جن سے بدلہ لینا چاہئے ان کو چھوڑے جاتے ہو ان لوگونکو
یہاں ختم کرو پھر آگے بڑھو مروان نے کہا جلدی نہ کرو چلے چلو تمام قاتلین کو ہم ختم کرینگے
کسی کو باقی نہ رکھیں گے سعید نے پھر حضرات طلحہ وزبیر سے دریافت کیا اگر آپ کو فتح ہوئی
تو حکومت کسکو ملے گی دونوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں سے جسکو سب منتخب کرینگے
وہ ہوگا سعید نے کہا یہ ٹھیک نہیں حکومت حضرت عثمان کے بیٹے کو دیجئے گا۔ ان دونوں
نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اکابر و شیوخ مہاجرین کو چھوڑکر لڑکوں کو حاکم بنا دیں کیا یہی
انصاف و خیر خواہی اسلام ہے سعید بولے میری تمام کوشش اس جانب ہوگی کہ خلافت
بنی عبد مناف کے ہاتھ سے نکلکر دوسروں میں پہونچے کیا میں انکی وفات کے بعد یہ امید
نہ رکھوں کہ خلافت میرے ہی خاندان میں رہیگی حضرت طلحہ وزبیر نے اسکا کچھ جواب دیا۔
سعید ابن العاص ان لوگوں کی رفاقت سے علیحدہ ہوگئے سعید کے الگ ہوتے ہی
عبداللہ ابن خالد ابن اسید بھی واپس ہوئے مغیرہ ابن شعبہ نے کہا میرے نزدیک سعید کی
رائے مناسب ہے جسقدر بنی ثقیف ہیں سب اس قافلہ کا ساتھ چھوڑ دیں چنانچہ مغیرہ اپنے
ہمراہیوں کے واپس ہوگئے حضرات طلحہ وزبیر بقیہ لوگوں کے ہمراہ آگے بڑھے انھیں
کے ساتھ آبان و ولید صاحبزادگان حضرت عثمان بھی تھے اس سفر میں حضرت عائشہ کا ہودج

اُس اونٹ پر رکھا گیا جو یعلی ابن امیہ نے نذر کیا تھا اسکا نام عسکر تھا یہ اسی یا سو دینار
کو خرید اگیا تھا بعض کہتے ہیں کہ یہ قبیلہ عرنیہ میں سے ایک شخص کا تھا اس لڑائی کا نام
حرب الجمل مشہور ہے۔ عربی میں اونٹ کو جمل کہتے ہیں اس لشکر کا گذر جب مقام
حواب ہوا تو وہاں کے کتے بھونکنے لگے حضرت عائشہ رضہ نے پوچھا اس مقام کا کیا نام
ہے لوگوں نے کہا ماء حواب تب حضرت عائشہ نے باواز بلند کہنا شروع کیا انا للہ و
انا الیہ راجعون میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے دا ور اُسوقت آنحضرت
کی تمام بیبیاں وہاں موجود تھیں (شاید کوئی بی بی تم میں ایسی ہے جسپر حواب کے کتے
بھونکیں گے یہ کہہ کر اپنے اونٹ کے بازو میں ایک لکڑی ماردی اور اُسکو بٹھلا دیا اور کہا
مجھ سے غلطی ہوئی مجھے جانے دو قسم ہے خدا کی میں ہی ماء حواب والی ہوں اُن لوگوں نے
حضرت عائشہ کا اونٹ ایک رات و دن بٹھائے رکھا عبد اللہ ابن زبیر کہنے لگے کہ یہ جھوٹ
ہے اس چشمہ کا نام ماء حواب نہیں ہے ہر چند لوگ یہ کہتے تھے مگر حضرت عائشہ رضہ کو
یقین نہیں ہوتا تھا اسی اثناء میں لوگوں نے غل مچانا شروع کیا النجاء النجاء قد
ادرککم علی جلدی کرو جلدی کرو اپنے بچاؤ کی جگہ ڈھونڈو علی تمھارے سر پر
پہونچ گئے یہ غل سنکر سب لوگوں نے نہایت تیزی سے بصرہ کا رُخ کیا قریب بصرہ عمیر ابن
عبد اللہ تمیمی ملے اُنھوں نے حضرت عائشہ رضہ سے کہا کہ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ
ہرگز ایسی قوم میں تشریف نہ لیجائیں جن سے آپ نے پہلے خط و کتابت نہ کی ہو اولا عبد اللہ
ابن عامر کو بھیجیے یہ وہاں کے عامل رہ چکے ہیں ان سے وہاں کے لوگوں سے تعلقات
و مراسم ہیں پہلے یہ ملاقات کریں اور آپ کا ارادہ بیان کریں پھر آپ تشریف لیجائیں تاکہ
وہ لوگ آپ کی بات سُنیں اور مطیع فرمان ہوں حضرت عائشہ نے اس رائے سے اتفاق
کیا اور عبد اللہ ابن عامر کو بصرہ روانہ فرمایا اور احنف ابن قیس و صبرہ ابن شیمان وغیرہ عمائدین
شہر کو بذریعہ خطوط طلب فرمایا اور خود اس انتظار میں معہ لشکر بمقام حفین ٹھہر گئیں۔

اہل بصرہ کو جب اہل مکہ کی آمد معلوم ہوئی تو عثمان ابن حنیف نے عمران ابن حصین اور ابوالاسود دوئلی کو حضرت عائشہ کی خدمت میں بغرض دریافت حال بھیجا۔ ان لوگوں نے اولاً حضرت عائشہ سے ملاقات کی اُنھوں نے اپنا منشا، طلب قصاص بیان کیا پھر حضرات طلحہ و زبیر سے ملے اُنھوں نے بھی یہی بیان کیا دونوں نے حضرات طلحہ و زبیر سے پوچھا کیا آپ نے جناب امیر سے بیعت نہیں کی تھی اُنھوں نے جواب دیا ہاں اس شرط پر کی تھی کہ وہ قاتلین عثمان سے قصاص لیں اور بیعت بھی اس حالت میں کی کہ تلوار گردن پر تھی یہ دونوں منشاء دریافت کر کے واپس ہوئے ابوالاسود نے عثمان ابن حنیف سے آکر کہا اے ابن حنیف میں خبر لے آیا اب لڑائی کیلئے تیار رہو اور استقلال کے ساتھ میدان میں نکلکر مقابلہ کرو حضرت عائشہ نے جب احنف ابن قیس سے اپنا ارادہ بیان کیا تو وہ کہنے لگے مجھے یاد ہے کہ جب حضرت عثمان قریب الشہادت تھے تو میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو میں کس سے بیعت کروں آپ نے فرمایا تھا کہ علی ابن ابی طالب سے حضرت عائشہ رضہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ ہاں اُسوقت میں نے ایسا ہی کہا تھا مگر اسوقت ایسے معاملات درپیش ہیں جن کو میں تم سے بہتر سمجھتی ہوں احنف نے کہا خدا کی قسم میں حضرت علی سے مقابلہ نہیں کروں گا پھر جناب امیر کے فضائل بیان کرنا شروع کئے اور مجلس سے اُٹھ کر چلے آئے اور چار ہزار آدمی فراہم کر کے بصرہ سے دو کوس پرہ ہوا خواہوں کے زمرہ میں پڑاؤ ڈالدیا عثمان ابن حنیف نے حضرت عائشہ رضہ کا ارادہ معلوم کر کے انّا للہ وانا الیہ راجعون کے بعد کہا رب کعبہ اسلام کی چکی چلی خدا خیر کرے دیکھئے کیا انجام ہوتا ہے پھر عمران ابن حصین اور ابوالاسود سے رائے پوچھی کہ اب تمھاری کیا رائے ہے عمران نے کہا آپ خاموشی اختیار کر کے ان سے الگ ہو جائیں اور کسی طرح ان کے کام میں خلل انداز نہوں عثمان نے کہا مجھ سے یہ نہو گا میں اُن کو روکونگا تا وقتیکہ جناب امیر تشریف نہ لے آئیں اس گفتگو کے بعد عمران چلے گئے اور عثمان اپنے کام میں مصروف

ہے اتنے میں ہشام ابن عامر نے آکر یہ رائے دی کہ جو تدبیر آپ کرنا چاہتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو کوئی امر مکروہ نہ پیش آجائے فی الحال ملائمت سے اپنا کام نکالئے تاوقتیکہ جناب امیرؑ کا حکم نہ آجائے عثمان ابن حنیف نے اس سے انکار کیا اور فوج کو مسلح ہونیکا حکم دیدیا جب سب لوگ مسلح ہو کر مسجد میں جمع ہوئے تو عثمان نے قیس سے تقریر کرائی انھوں نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا یہ لوگ ڈر کر مکہ سے اگر تمھارے پاس آئے ہیں تو یہ بالکل خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ ایسے شہر سے آئے ہیں جہاں چڑیوں تک کو امن ہے اگر طالب قصاص خون حضرت عثمان ہیں تو کیا ہم لوگ حضرت عثمان کے قاتل نہیں ہیں میری رائے میں ان لوگوں کو واپس کر دو اسود ابن شریع سعدی نے کہا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ہم کو قاتلین سمجھ کر آئے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اس غرض سے آئے ہیں کہ لوگوں کو اپنا مددگار بنا کر قاتلین حضرت عثمان پر حملہ کریں اس ہنگامہ کے بعد عثمان ابن حنیف نے ترتیب لشکر شروع کر دی۔

مقابلہ اہل مکہ با بصریاں حضرت عائشہ معہ لشکر حفین سے چلکر مربد پہونچیں شہر کے اعلٰے حصہ میں داخل ہونا چاہا تھا مگر پھر اُسی مقام پر ٹھہر گئیں عثمان بھی اپنے تابعین کے ہمراہ بقصد مقابلہ بصرہ سے نکلکر میدان میں صف آرا ہوئے بصرہ والوں میں سے جو حضرت عائشہ کا ساتھ دینا چاہتے تھے وہ بھی شہر سے نکلکر حضرت عائشہ کے لشکر میں ملگئے طرفین کا اجتماع مربد میں ہوا حضرت طلحہ میمنہ پر سردار تھے اور حضرت زبیر میسرہ پر ان دونوں نے باری باری نکلکر طلب قصاص پر لوگوں کو برانگیختہ کیا لوگوں نے اس ارشاد کی تصدیق کی عثمان ابن حنیف حضرت طلحہ کے مقابلہ پر میسرہ لشکر میں تھے انکے اصحاب نے حضرات طلحہ وزبیر کے بیانات کی تکذیب کی اور کہا آپ کی بات کا کیا اعتبار مدینہ میں جناب امیر سے بیعت کی اور یہاں یہ کہنے آئے اسپر طرفین میں ڈھیلے چلنا شروع ہوگئے پھر حضرت عائشہ نے تقریر کی کہ عام اشخاص حضرت عثمان کو بُرا کہتے تھے اور اُنکے عمال پر عیب

لگاتے تھے اور مدینہ میں ہمارے پاس شکایتیں لاتے تھے مگر ہم اُن کو جھوٹا اور مکار سمجھتے تھے حضرت عثمان بہت نیک پرہیزگار منصف عادل اور رحمدل تھے افسوس لوگوں نے اُن پر غلبہ پاکر اُن کو مجبور کرکے بے بسی میں شہید کیا اب بجز اسکے کہ قاتلین سے بدلہ لیا جائے اور کوئی صورت نہیں اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ عثمان ابن حنیف کے ساتھیوں میں دو گروہ ہوگئے ایک فریق حضرت عائشہ کا طرفدار ہوگیا اور دوسرا عثمان ابن حنیف کا طرفدار رہا جاریہ ابن قدامہ حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوکر کہنے لگے اے ام المومنین خدا کی قسم حضرت عثمان کے شہید ہونے سے یہ امر زیادہ سخت ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر سوار ہوکر بغرض جنگ اپنے گھر سے نکلیں آپ کے لئے خدا کا یہ حکم ہے کہ پردہ میں عصمت و حرمت کیساتھ بیٹھیں آپنے اس پردہ کی ہتک کی اور اپنی حرمت کچھ نہ رکھی پھر حضرات طلحہ و زبیر سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ تم نے پہلے بیعت کی اب خلافت کی طمع میں خون حضرت عثمان کے بہانے سے مخالفت کر رہے ہو اور حضرت عائشہ رض کو فریب دیکر لائے ہو باطل کو بصورت حق آراستہ کرکے فتنے و رغلانا ہے اپنی بیبیوں کو بھی ساتھ لائے ہو یا نہیں دونوں نے نفی میں جواب دیا اتنے میں حکیم ابن جبلہ عبدی نے آکر لڑائی چھیڑ دی شام تک دونوں لشکروں میں لڑائی ہوتی رہی۔ رات میں عثمان دارالامارت میں چلے گئے اور اہل مکہ دارالرزق میں آگئے رات بھر طرفین میں لوٹ مار رہی دوسرے دن بھی خوب لڑائی ہوئی دونوں لشکروں کے لوگ قتل ہوئے تھک کر دونوں نے لڑائی بند کرادی حضرت عائشہ رض کہنے لگیں ہم فتنہ فرد کرنے کیلئے آئے مسلمانوں میں خونریزی اور فتنہ کیلئے نہیں آئے ہیں صلح ہوجانا چاہیے چنانچہ لوگ صلح کی جانب متوجہ ہوئے اس مضمون کا عہدنامہ لکھا گیا کہ ایک شخص معتمد علیہ فریقین مدینہ بھیجا جائے جو اہل مدینہ سے دریافت کرے کہ حضرات طلحہ و زبیر نے جبراً بیعت کی ہے یا بخوشی اگر انکی بیعت جبراً ثابت ہوجائے تو عثمان ابن حنیف بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں اور

حضرات طلحہ و زبیر بصرہ پر قبضہ کرلیں ورنہ مع اپنے لشکر کے بصرہ سے کوچ کرجائیں
بعد تکمیل عہدنامہ کعب ابن سور قاضی بصرہ مدینہ منورہ روانہ ہوئے مدینہ میں پہونچے جمعہ
کا دن تھا لوگ انکے پاس جمع ہوگئے اُنھوں نے مجمع میں کھڑے ہوکر کہا اے اہل مدینہ میں
بصرہ والوں کا قاصد بنکر تمھارے پاس آیا ہوں اور تم سے پوچھتا ہوں کہ حضرات طلحہ و زبیر نے
جناب امیر سے بطیب خاطر بیعت کی یا جبر اکراہت و خوف جان سے یہ سُنکر سب سے پہلے اسامہ
ابن زید نے کھڑے ہوکر کہا طلحہ و زبیر نے جبراً بیعت کی اس فقرہ کے ختم ہوتے ہی تمام لوگ
چاروں طرف سے اسامہ ابن زید پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو مارنے لگے قریب تھا کہ وہ مرجائیں
صہیب و ابوایوب و محمد ابن مسلمہ نے ان کو بچایا اُن کو اُنکے گھر پہونچا آئے کعب ابن سور
حال دریافت کرکے بصرہ واپس ہوئے اس واقعہ کی اطلاع جناب امیر کو بھی ہوئی انھوں نے
عثمان ابن حنیف کو اس مضمون کا خط لکھا کہ حضرات طلحہ و زبیر میری خلافت سے ناخوش
ہوگئے ہیں لوگوں کا مجھ پر اتفاق کرنا اور مجھ کو افضل جاننا بھی اُن کو ناگوار گذرا واللہ وہ اگر
مجھ سے خلع خلافت چاہتے ہیں تو اس خواہش میں کوئی عذر اُنکا مقبول نہیں اگر اسکے سوا
اور کچھ چاہتے ہیں تو وہ ہمکو دیکھ لیں گے اور ہم اُن کو سمجھ لیں گے یہ خط عثمان ابن حنیف کے
پاس پہونچا کعب ابن سور نے بھی پہونچکر حال بیان کیا حضرات طلحہ و زبیر نے عثمان کو صلح کی
گفتگو کیلئے بلابھیجا اور بصرہ خالی کردینے کا حکم دیا عثمان نہیں گئے اور بموجب فرمان جناب
امیر بصرہ خالی کرنے سے قطعاً انکار کردیا حضرات طلحہ و زبیر چند لوگوں کو لیکر اندھیری رات
میں بعد نماز عشا مسجد میں آئے لوگ مسجد میں تھے آندھی پانی بشدت تھا ان دونوں کے
حکم سے عبدالرحمن ابن عتاب نے بڑھکر مسجد کے لوگوں پر حملہ کردیا وہاں کے لوگوں نے بھی
مقابلہ کیا دونوں طرف سے خوب تلوار چلی مسجد میں چالیس آدمی تھے وہ سب قتل ہوئے
عثمان ابن حنیف مسجد میں نہیں آئے تھے لوگوں نے ڈھونڈھا جب وہ نہ ملے تو اُن کے گھر
میں گھس پڑے اور اُن کو حضرات طلحہ و زبیر کے پاس لے آئے لوگوں نے عثمان ابن حنیف

کی داڑھی اور مونچھیں نوچ ڈالیں۔ حضرات طلحہ وزبیر نے اُنکی یہ توہین دیکھ کر افسوس کیا
اور حضرت عائشہ کو اس حال سے مطلع کیا اُنھوں نے ان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔
بعضوں کا قول ہے کہ جب لوگ ان کو گرفتار کرکے حضرت عائشہ کی خدمت میں لائے
تو اُنھوں نے قتل کا حکم دیا اسپر ایک عورت نے جو وہاں موجود تھی کہا کہ میں آپ کو
خدا کی قسم دلاتی ہوں کہ ان کو قتل نہ کیجئے یہ صحابی رسول ہیں آنحضرت کی صحبت کا لحاظ فرمایئے
تب حکم دیا کہ قید کرو مجاشع ابن مسعود نے کہا کہ ان کو خوب مارو پھر ان کی داڑھی مونچھیں
پلکیں اور ابرو مونڈ کر چھوڑ دو چنانچہ چالیس دُرّے ان کے مارکر اور چار ابرو کا صفایا کرکے
چھوڑ دیا اور بیت المال پر عبدالرحمن ابن ابی بکر کو افسر کر دیا (ابن اثیر و ابن خلدون)

پھر حضرت عائشہ نے ایک خط زید ابن صوحان کو لکھا کہ تم فوراً میری مدد کو آؤ اگر یہ
کروگے تو لوگ جناب امیر کے گرد باؤ سے مجھ کو ذلت دینگے اُنھوں نے جواب دیا کہ میں اس
شرط سے مدد کو تیار ہوں کہ آپ اس قافلہ سے الگ ہوکر گھر جاکر بیٹھ رہیں ورنہ میں ہی سب سے
پہلے آپ کا مخالف ہوں زید ابن صوحان نہایت افسوس سے کہتے تھے حضرت عائشہ رض
پر خدا رحم کرے ان کو گھر میں بیٹھے رہنے کا اور ہمکو جدال و قتال کا حکم دیا گیا تھا مگر افسوس
معاملہ برعکس ہوگیا ام المومنین نے اس حکم کو نہ مانا جب مابین عثمان ابن حنیف اور اہل مکہ
مخاصمت ہوئی تو زید ابن صوحان نے اہل مکہ سے دریافت کیا کہ عثمان ابن حنیف تمہارے دوستوں
میں ہیں ان سے ناخوش کیوں ہو انھوں نے جواب دیا کہ ان کو ہم اہل امارت نہیں پاتے
زید نے کہا مجھے انھوں نے حکم دیا ہے کہ جناب امیر کو تم لوگوں کے آنے کی اطلاع دوں
تا وقتیکہ وہاں سے جواب آجائے میں امامت کرتا رہوں اہل مکہ زید سے باز رہے اُنھوں
نے مدینہ منورہ لکھ بھیجا۔ حضرات طلحہ وزبیر نے عثمان ابن حنیف کو قید کرنے کے بعد اہل بصرہ
سے کہا توبہ گناہ کیلئے ہی ہم لوگوں نے چاہا تھا کہ حضرت عثمان کے متعلق جو عام لوگوں
کے شکایات تھے اُس سے اُن کو بری کردیں اس درمیان میں بلوائیوں نے اُن کو شہید کردیا

حاضرین نے حضرت طلحہ سے کہا کہ آپکے خطوط ہمارے پاس اسکے خلاف آتے تھے حضرت
زبیر نے جواب دیا ہم نے یقیناً ایسے خط نہ لکھے ہونگے پھر حضرت عثمان کی شہادت کا
حال بیان کیا بنی عبدالقیس کے ایک شخص نے کہا آپ چپ رہیں مجھے کچھ کہنا ہے حضرت
زبیر ساکت ہوگئے اُس نے کہنا شروع کیا اے حضرات مہاجرین آپ وہ لوگ ہیں جنھوں
نے سب سے پہلے دعوت اسلام قبول کی اس فضیلت میں آپ اوروں سے زیادہ ہیں بعد وفات
آنحضرت آپنے ایک شخص کو منتخب کرکے خلیفہ کرلیا ہم لوگوں میں سے کسی سے مشورہ نہ لیا
اُنکی وفات کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ بغیر ہم لوگوں کے مشورہ کے کرلیا ہم سب اس امر
پر راضی ہوگئے دوسرے خلیفہ کے بعد چھ آدمیوں کے مشورہ پر امر خلافت رہا آپ لوگوں
نے پھر بغیر ہمارے مشورہ کے حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی پھر آپ ہی لوگ اُن سے
بد دل ہوئے اور بغیر ہماری صلاح کے اُن کو قتل کیا اب جناب امیر سے بیعت کی اس بارہ
میں بھی ہم سے کچھ نہ پوچھا۔ ہم لوگوں نے ان دونوں کی امارت سے انکار نہ کیا اور آپکی
تجویزوں کو ہر طرح سے جائز رکھا اب کیا بات ہوئی کہ جناب امیر سے آپ لڑائی پر آمادہ
ہوگئے کیا اُنھوں نے مال غنیمت خود لے لیا اور آپ کو اُس میں سے کچھ نہ دیا یا کوئی حق
کارروائی اُن سے ظاہر ہوئی جسکی وجہ سے آپنے یہ قصد کیا کیا اُن سے کوئی گناہ سرزد ہوا
یا وہ کسی فعل ناجائز کے مرتکب ہوئے کہ جس سے استحقاق خلافت باطل ہوگیا۔ اسکے علاوہ
یہ بھی ہے کہ ہم کو اپنے ساتھ آپ کیوں لینا چاہتے ہیں حضرات طلحہ و زبیر کے ساتھی اُس
شخص پر ٹوٹ پڑے اور اُسکو قتل کرنا چاہا لوگوں نے بچالیا دوسرے دن اہل مکہ نے پھر
اُن پر حملہ کیا اور سب ہمراہیوں کو گھیر لیا ستر آدمی مارے گئے عثمان ابن حنیف کی خبر جب
حکیم ابن جبلہ کو پہونچی اُنھوں نے کہا اگر میں انکی مدد نہ کروں تو خدا سے بالکل بیخوف
ہوں یہ کہہ کر عبدالقیس اور ربیعہ کے ایک گروہ کو ساتھ لیکر دارالرزق کا قصد کیا اسکے
گھر میں غلہ بھرا تھا حضرت عبداللہ ابن زبیر نے ارادہ کیا کہ یہ غلہ نکالکر اپنی جماعت پر

تقسیم کردیں اسی غرض سے وہ بھی یہاں پہونچگئے تھے دونوں میں ملاقات ہوئی ابن زبیر نے حکیم سے پوچھا تم یہاں کیوں آئے حکیم نے کہا ہم کچھ غلہ لینے آئے ہیں ہماری خواہش ہے کہ آپ عثمان کو چھوڑ دیں وہ دار الامارت میں رہیں اور صلحنامہ کے موافق جناب امیر کے آنے تک ہمارے آپکے کسی قسم کی تکرار نہو خدا کی قسم اگر ہمارے پاس کافی سامان ہوتا تو ہم آپکی زیادتی پر صبر نہ کرتے جسقدر آپنے ہمارے یہاں کے لوگونکو قتل کیا ہے ہم اُسکا بدلہ لیتے خدا سے ڈریے۔ آخر کس سبب سے آپنے حرام خون کو حلال سمجھا ابن زبیر کہنے لگے کہ حضرت عثمان کے خون کے بدلہ میں حکیم نے کہا جن لوگونکو آپنے قتل کیا وہ حضرت عثمان کے قاتل نہ تھے ابن زبیر نے اسکا تو کچھ جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا ہم تمکو غلہ نہ دینگے اور نہ عثمان ابن حنیف کو چھوڑینگے تاوقتیکہ جناب امیر خلافت ترک کردیں حکیم کہنے لگے خدایا تو حاکم عادل ہے ہمارا انکا انصاف تیرے ہاتھ میں ہے اور اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگے ان لوگوں سے لڑنے میں اب مجھے کسی بات کا شک نہیں جس کسیکو شک ہو وہ واپس جائے حکیم یہ کہکر آگے بڑھے اور جنگ شروع ہوگئی حضرات طلحہ و زبیر خبر پاتے ہی اپنی جماعت کے ساتھ مقام جنگ میں آپہونچے حکیم نے اپنے گروہ میں چار سپہ سالاروں کو جنگ کا ذمہ دار بنایا اور خود حضرت طلحہ کے مقابل ہوئے ذریح کو حضرت زبیر کے مقابلہ پر اور ابن المحترش کو عبد الرحمن ابن عتاب کے مقابلہ پر اور رؤس ابن زہیر کو عبد الرحمن ابن حارث ابن ہشام کے مقابلہ پر مقرر کردیا حضرت طلحہ نے فرمایا الحمد للہ کہ اہل بصرہ جنسے ہم خون کے طالب ہیں ہمارے واسطے جمع ہوگئے ہیں خدایا انمیں سے ایک کو بھی زندہ نہ رکھنا پھر لڑائی نہایت تیزی سے شروع ہوگئی حضرت طلحہ تین سو آدمیوں کیساتھ حملہ آور ہوئے حکیم میدان جنگ میں تیغ زنی کررہے تھے کہ ایک شخص نے ایک ہاتھ تلوار کا اُنکے پاؤں پر ایسا مارا کہ وہ کٹکر جدا ہوگیا اور حکیم سرین کے بل گر پڑے پھر سنبھلے اور اپنا کٹا ہوا پاؤں اس شخص نے ایسا تاک کر مارا کہ وہ گر پڑا جست کرکے اُسکے پاس پہونچے اور تلوار سے ختم کردیا اور بوجہ زخمی ہونیکے اُس مردہ لاش سے تکیہ لگاکر بیٹھ رہے اس جنگ میں بہت سے لوگ معہ حکیم ابن جبلہ مارے گئے انکے بیٹے اشرف اور بھائی رعل بھی قتل ہوے لوگوں نے جب عثمان ابن حنیف کو بھی قتل کرنا چاہا تو انھوں نے کہا میرے بھائی سہل مدینہ میں ہیں مجھے اگر قتل کروگے

تو وہ تم سے بدلہ لینگے لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا یہ مدینہ کیطرف روانہ ہوگئے ذریح معہ اپنے
ہمراہیوں کے قتل ہوئے حرقوص کو بنی سعد نے بچایا بعد خاتمہ جنگ حضرات طلحہ و زبیر نے
لوگوں کو بیت المال سے انعام دیا بنی عبد القیس اور ابو بکر ابن وائل بیت المال کو لوٹ مار
کر کے چلتے ہوئے اور بہ انتظار جناب امیرؑ راستہ میں مقیم ہوگئے اہل مکہ نے حضرت عائشہؓ
کی طرف سے اہل کوفہ و اہل یمامہ و اہل مدینہ و اہل شام کو مطلع کیا اور ان کو جنگ
کے لئے ترغیب دی اہل بصرہ نے اسکے بعد حضرات طلحہ و زبیر سے بیعت کر لی بعد انعقاد
بیعت حضرت زبیر نے فرمایا اگر ہزار سوار میرے ساتھ ہوں تو میں آگے بڑھ کر جناب امیرؑ پر
حملہ کردوں مگر کسی نے نہ سنا پھر کہنے لگے یہ وہی فتنہ ہے جسکی ہمکو خبر پہلے سے دیگئی تھی اپ
انکے غلام نے کہا کہ آپ اس ہنگامہ کو فتنہ سمجھتے ہیں اور پھر دیدہ و دانستہ جنگ میں شریک
ہیں جواب دیا ہم خوب دیکھتے اور جانتے ہیں علقمہ ابن وقاص لیثی کہتے ہیں کہ جس زمانہ
میں ان لوگوں نے خروج کیا تھا حضرت طلحہ کو میں دیکھتا تھا کہ وہ اکثر تنہائی میں سرنگوں
عالم تفکر میں خاموش بیٹھے رہتے تھے خلوت ان کو بہت پسند تھی میں نے پوچھا کہ اے
ابو محمد آپکے اس سکوت اور تنہائی کی کیا وجہ ہے اگر یہ جنگ مکروہ ہے تو گھر میں بیٹھ
رہیئے انھوں نے جواب دیا اے علقمہ ہم سب ایک وقت میں اپنے دشمنوں کے
حق میں ایک قوی ہاتھ تھے اب باہمی نزاع میں سخت ہوگئے اور ایک دوسرے کے
آپس میں خون کے خواہاں ہوگئے ہیں مجھ سے حضرت عثمان کے وقت میں جو کچھ کمی و قصور
نصرت و اعانت میں واقع ہوا تھا اب اسکی توبہ یہی ہے کہ طلب قصاص خون عثمان
میں میرا بھی خون زمین پر گرے میں نے کہا اگر آپ کا یہ قصد ہے تو اپنے بیٹے محمد کو
گھر واپس کیجیے آپ صاحب زمین و جائداد و عیالدار ہیں اگر آپ جنگ میں کام آگئے
تو آپ کی جگہ پر قائم مقام رہیں گے جواب دیا کہ تم ان کو روکو اور لڑائی سے مکان
واپس بھیجدو۔ میں محمد ابن طلحہ کے پاس آیا اور میں نے کہا تمہارا گھر میں رہنا مناسب ہے

اگر تمھارے والد پر کوئی افتاد پڑے تو تم بجائے اُنکے گھر بار کے محافظ اور نگران تو باقی رہوگے
انھوں نے جواب دیا کہ مجھے یہ کب گوارا ہوگا کہ والد جان دینے جائیں اور میں آرام سے
گھر میں رہوں اور جب حال نہ معلوم ہو تو آنے جانے والوں سے پوچھتا پھروں کہ قافلہ
والوں کا کیا حال ہے

روانگی جناب امیر جانب بصرہ جسوقت اہل مکہ کا قصد جناب امیر کو معلوم ہوا تو آپ نے
اکابر و اشراف مدینہ کو جمع کرکے فرمایا کہ اب لوگوں کی حالت درست نہوگی تا وقتیکہ وہ
معاملہ جس سے کہ وہ اصلاح پذیر ہوئے تھے نہ کیا جائے لہذا اب لوگ خدا سے مدد
چاہیں کہ وہی مددگار اور معین و ناصر ہے سب کام درست کردیگا۔ اہل مدینہ نے جب
جنگ کا قصد دیکھا تو ابتداً بمقابلہ حضرت عائشہ و حضرات طلحہ و زبیر خروج کرنا شاق
گذرا زیاد ابن حنظلہ تمیمی یا خود حنظلہ لوگوں کو سست دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب کے
سامنے اپنی مستعدی ظاہر کی اور جناب امیر سے کہا اوروں کو خروج کرنا ناگوار ہے تو کیا
مضائقہ میں ساتھ ہوں اور جان دینے کو حاضر ہوں انکے اُٹھتے ہی دو اصحاب جلیل القدر
جو انصار میں ذی عزت اور عالی مرتبہ تھے ابوالہیثم ابن تیہان بدری و خزیمہ ابن ثابت بھی
رفاقت پر مستعد ہوگئے بعض روایات میں ابو قتادہ انصاری بھی ہیں جنھوں نے کہا اے
امیرالمومنین آنحضرت صلعم نے یہ تلوار اپنے دست مبارک سے میرے گلے میں ڈالی تھی میں نے
عرصہ تک اسکو نیام میں رکھا اب اسکے نکلنے کا وقت آگیا اب آپکے مخالفین پر چلنا
چاہتی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھکو سب سے پہلے اسطرف روانہ کریں چنانچہ آپنے
اُنکو پہلے سے بھیجدیا شعبی کا قول ہے کہ اس جنگ میں چھ اصحاب بدر شریک ہوئے
سعید ابن زید کا قول ہے کوئی عمل خیر ایسا نہیں جسکو چار صحابہ آنحضرت ملکر کریں اور
اُس میں جناب امیر شریک نہوں۔ حضرت ام سلمہ نے جناب امیر سے فرمایا کہ میرے چلنے میں
خدا کی نافرمانی کا خوف ہے شاید تم کو میرے ہمراہ چلنے سے انکار بھی ہو ورنہ میں ضرور ساتھ

چلتی عمر ابن ابوسلمہ جو مجھ کو جان سے زیادہ عزیز ہے تمھارے ساتھ جائیگا اور لڑے گا چنانچہ وہ ساتھ ہوئے اور رہے پھر آپ نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کر دیا۔ جناب امیر نے قبل روانگی مدینہ میں حضرت تمام ابن عباس کو اپنا نائب مقرر کیا اور مکہ میں قثم ابن عباس کو امیر مقرر کیا چار ہزار فوج جو روانگی شام کیلئے جمع کی تھی اُسکو ہمراہ لیکر بصرہ روانہ ہوئے ان چار ہزار میں چار سو آدمی اصحاب بعیت الرضوان میں سے اور آٹھ سو انصار تھے اس لشکر کے علمدار محمد ابن الحنفیہ تھے اور میمنہ پر امام حسنؑ اور میسرہ پر امام حسینؑ سواروں پر عمار ابن یاسر پیادوں پر محمد ابن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بیش خیمہ کے سردار حضرت عبداللہ ابن عباس تھے۔ یہ سفر ربیع الآخر ۳۶ھ میں ہوا تھا جناب امیر کا قصد تھا کہ اہل مکہ کو حتے الامکان اُنکے ارادہ سے روکیں اور جنگ سے باز رکھیں مدینہ سے نکلکر کچھ دور پر حضرت عبداللہ ابن سلام ملے انھوں نے گھوڑے کی باگ پکڑکر کہا کہ امیر المومنین آپ مدینہ سے نکلکر باہر نجائیں واللہ اگر آپ چلے جائیں گے تو مسلمانوں کا گروہ یہاں پھر واپس نہ آئے گا لوگوں نے عبداللہ ابن سلام کو برا بھلا کہنا شروع کیا جناب امیرؑ نے روکا کہ جانے دو یہ آنحضرت کے صحابی اور اچھے آدمی ہیں غرضکہ جناب امیر اس مقام سے آگے بڑھکر مقام۔ بذہ پہونچے وہاں یہ خبر معلوم ہوئی کہ حضرات طلحہ وزبیر بصرہ میں داخل ہوگئے جناب امیر نے اس مقام پر قیام کیا اور جو کچھ احکام جاری کرنا تھے صادر فرمائے۔ اس اثنا میں حضرت امام حسن آئے اور عرض کرنے لگے میں نے بارہا آپ سے عرض کیا مگر آپ نے کبھی معروضہ پر توجہ نہ فرمائی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اب بھوکھ پیاس کی تکلیف سے اس خوفناک حالت پر پہونچگئے ہیں پھر جناب امیر سے حسب ذیل باتیں عرض کیں۔

(۱) جب لوگوں نے حضرت عثمان رضہ کو گھر میں محبوس کر رکھا تھا تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ ہم لوگوں کو لیکر کہیں باہر نکل چلئے اور اگر اس ہنگامہ میں آپ رہینگے تو بھی یہ

وغیرہ آپ کو قتل کے الزام میں متہم کرینگے مگر آپنے کچھ خیال نہ کیا ۔

(۲) جب حضرت عثمان شہید ہوئے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ اپنے گھر میں بیٹھے رہیے جبتک تمام آدمی آپ سے بیعت نہ کرلیں باہر نہ نکلئے ۔

(۳) جب لوگ بصرہ روانہ ہوئے تو میں نے کہا تھا کہ اُن کو اپنے حال پر چھوڑ دیجیے جس کسی کو یہ قاتل حضرت عثمان سمجھیں گے قتل کر ڈالیں گے

جناب امیر نے جواب میں کہا میں محاصرہ کے زمانہ میں اسوجہ سے مدینہ کے باہر نہیں نکلا کہ لوگوں کی روک ٹوک کا مجھے بھی اندیشہ تھا دوسرے میری بیعت باتفاق اہل مدینہ عمل میں آئی تھی اب اگر کوئی شخص بغرض اغراض ذاتی بیعت سے منحرف ہو جائے تو اسکا کچھ خیال نہ کرنا چاہیے تیسرے امر کی نسبت میں خوب جانتا ہوں کہ مخالفوں کو حضرت عثمان کے خون کا دعویٰ نہیں بلکہ در پردہ اور ہی ارادہ ہے یہ لوگ مطلق العنان کیسے چھوڑ دئے جائیں بعد وفات آنحضرتؐ سب لوگوں نے حضرت صدیق اکبر سے بیعت کی میں نے بھی بیعت کی بعد وفات حضرت صدیق اکبر حضرت عمر کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی میں نے بھی بیعت کی اُنکی وفات کے بعد ارباب شوریٰ وغیرہ نے حضرت عثمان کی بیعت پسند کی میں نے بھی بیعت کرلی جب بلوائیوں نے حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا اور اہل مدینہ نے بلا جبر و اکراہ میرے ہاتھ پر بیعت کی میں نے اُنکے اصرار سے بار خلافت کو اپنے سر لینا قبول کیا اب میں اُس شخص سے جو میری مخالفت کریگا ضرور لڑوں گا اور اُسکی سرکوبی کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم صادر کرے وہ سب حاکموں میں بہتر حکم کرنیوالا ہے جناب امیر نے یہیں سے محمد ابن ابی بکر و محمد ابن جعفر یا محمد ابن الحنفیہ کو اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام حسن و عمار ابن یاسر کو بطلب فوج کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کے نام یہ خط لکھا کہ میں تم کو دیگر اہل بلاد پر ترجیح دیتا ہوں جب کسی معاملہ میں مجھے ضرورت پڑے اور تم سے مدد چاہوں اُسوقت تم ساتھ دو اور خدا کے

دین کے مددگار ہوکر جلد آؤ میری نیت اصلاح امت ہے تاکہ باہمی نزاع وفساد رفع ہوں مسلمان جسطرح پہلے ایک دوسرے کے بھائی تھے اب بھی ہو جائیں جناب امیر نے یہیں سے دیگر سامان حرب ہتھیار وغیرہ مدینہ منورہ سے منگوایا پھر کھڑے ہو کر حسب ذیل خطبہ پڑھا "

"اللہ تعالیٰ نے اسلام سے ہم کو عزت دی اور ہمارا مرتبہ بلند کیا ہمکو آپس میں ایک دوسرے کا بھائی بنایا اسی کی بدولت ذلت وقلت کے بعد ہمکو عزت وکثرت عطا فرمائی۔ ہم سے باہمی بغض وحسد وکینہ دور کیا جبتک خدا نے چاہا اُسکے بندے اس راہ پر چلتے رہے اسلام اُنکا دین رہا حق اُنکے اندر رہا اور کتاب اللہ اُنکی رہبر رہی یہ حالت اُسوقت تک رہی کہ مفسدین نے باغوائے شیطان حضرت عثمان کو شہید کرڈالا آگاہ ہو کہ اب اختلاف کا وقت آگیا مثل امم سابق اسکے بھی متعدد فرقے ہوجائیں گے ہم خدا سے ایسے بُرے وقت سے پناہ مانگتے ہیں آگاہ رہو اس امت میں تہتر فرقہ ہونگے اُن سب فرقوں میں بدتر وہ فرقہ ہوگا جو اپنے آپ کو میری طرف منسوب کریگا اسکے اعمال میرے اعمال کے خلاف ہونگے میں نے ایسے لوگوں کو خود دیکھا ہے تم لوگ اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑو میری راہ پر چلو کیونکہ یہی راہ تمھارے نبی کی ہے اسکے طریقہ کے متبع رہو جو امر مشکل پیش آئے اُسکو کلام اللہ پر پیش کرو جسکو قرآن تبلادے اُسپر عمل کرو جس سے وہ انکار کرے اُسکو چھوڑ دو۔"

بعد ختم خطبہ رفاعہ ابن رافع نے کہا اے امیر المومنین آپ کا ارادہ کیا ہے فرمایا کہ قصد تو اصلاح ہے بشرطیکہ وہ کہنا مان جائیں پھر ابن رافع نے کہا اگر اُنھوں نے کہنا نہ مانا تو کیا کیجئے گا فرمایا ہم اُن کو اُنکے عذر پر چھوڑ دینگے اُنکا حق اُن کو ادا کر دینگے اور صبر کرینگے پھر پوچھا اگر وہ اسپر نہ راضی ہوے تو کیا علاج فرمایا جبتک کہ وہ ہمکو چھوڑے رہینگے ہم بھی اُن سے معترض نہونگے پھر پوچھا اگر وہ نہ مانیں تب آپنے فرمایا کہ اس صورت میں بھی ہم اُن سے اپنے آپ کو بچائیں گے پھر حجاج ابن غزیہ انصاری نے کھڑے ہو کر کہا ہم

آپ کو اے امیرالمومنین اپنے کام سے خوش کردینگے جسطرح ہمنے اپنے قول سے راضی رکھا
واللہ ہم خدا کی مدد کرینگے جسطرح اُس نے ہمارا نام انصار رکھا ہے۔ پھر طے کی ایک جماعت
آئی کسی نے کہا بعض لوگ جنگ میں ہمراہ رہنے کیلئے آئے ہیں بعض محض سلام کی غرض سے
حاضر ہوئے ہیں جناب امیرؑ نے فرمایا خداوند دونوں کو جزائے خیر دے جب وہ لوگ آئے
آپنے اُن سے کہا تم لوگوں نے بخوشی خاطر اسلام قبول کیا مرتدین سے جہاد کیا مال و
صدقات مسلمانوں کو دئے اُس جماعت سے سعید ابن عبید طائی نے کہا امیرالمومنین میں
خدا سے مدد چاہتا ہوں کہ ظاہر و باطن میں آپ کی خیر خواہی کروں ہر معرکہ میں جان نثاری
کو حاضر ہوں جسقدر آپ کو حق و فضیلت حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں جناب امیرؑ
محظوظ ہوکر جزاک اللہ فرمایا پھر معہ لشکر ربذہ سے روانہ ہوئے مقدمۃ الجیش ابو لیلی
ابن عمر تھے اور علمبردار لشکر محمد ابن الحنفیہ جناب امیر خود ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے
بمقام فید پہونچکر قیام کیا وہاں قبیلۂ اسد و طے کی ایک جماعت نے ساتھ چلنا چاہا۔
آپنے فرمایا کہ تم اپنے اقرار پر ثابت قدم رہو اسوقت مہاجرین میرے ساتھ کافی ہیں اسی جگہ
ایک کوفی شخص عامر ابن مطر شیبانی حاضر خدمت ہوا آپنے اولاً اہل کوفہ کا حال پوچھا پھر
ابو موسیٰ اشعری کے متعلق دریافت فرمایا کہ اُنکا کیا قصد ہے اُسنے کہا اگر آپ صلح کرینگے
تو وہ آپ کے ساتھ ہیں اگر آپ کا قصد جنگ کا ہو تو ساتھ نہیں ہیں آپنے فرمایا بخدا ئے لایزال
میں بجز صلح کے اور کچھ نہیں چاہتا ہاں اگر نہ مانیں گے تو مجبوری ہے پھر فید سے چلکر
ثعلبیہ میں ٹھہرے یہاں عثمان ابن حنیف کی سرگذشت معلوم ہوئی آپنے لشکریوں سے یہ
حال بیان کیا اور فرمایا خداوندا جس بلا میں طلحہ و زبیر مبتلا ہوئے ہیں اُس سے مجھے معاف رکھنا
جب اُساد میں پہونچے تو حکیم ابن جبلہ اور قاتلین حضرت عثمان کی سرگذشت سُنی اور فرمایا اگر
طلحہ و زبیر نے بدلہ لے لیا تو مجھے اس جھگڑے سے نجات ملجائیگی یہاں سے چلکر ذی قار
میں پہونچے یہاں عثمان ابن حنیف آکر ملے جناب امیرؑ نے اُنھیں نہ پہچانا انھوں نے کہا اے

امیر المومنین میں عثمان ابن حنیف ہوں آپنے فرمایا کہ تمھارا یہ کیا حال ہوگیا انھوں نے سب
کیفیت بیان کی آپنے فرمایا خداوند تعالیٰ اسکے عوض میں تم کو اجر خیر عطا فرمائیگا پھر فرمایا کہ
مجھ سے پہلے دو خلیفہ ہوئے اُنھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کیا پھر تیسرے
شخص خلیفہ ہوئے جنکے بارے میں یہ لوگ گفتگو کرتے رہے پھر انھوں نے مجھ سے بیعت کی
حضرات طلحہ و زبیر بھی اُن میں تھے اب برگشتہ ہوکر بد عہدی کرتے ہیں اور لوگوں کو مجھ پر
اُبھارتے ہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضہ سے تو متفق رہے اور
میرے مخالف ہوگئے بخدا وہ یہ جانتے ہیں کہ میں ان تینوں آدمیوں سے کم رتبہ نہیں
ہوں خداوند تو نہایت عادل ہے طلحہ و زبیر جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اور جو قصد
رکھتے ہیں اُس میں کامیاب نہوں۔ یہاں آپ کو قوم ربیعہ کی خبر معلوم ہوئی اور عبد القیس
کے مقابلہ کی بھی اطلاع ہوئی پھر بکر ابن وائل کا قبیلہ آپ سے ملا آپنے اُن سے بھی
وہی فرمایا جو بنی طے و بنی اسد سے کہا تھا محمد ابن ابی بکر و محمد ابن جعفر کوفہ پہونچکر ابو موسے
اشعری سے ملے اور جناب امیر کا خط دیا لوگوں کو جناب امیر کی متابعت و شرکت جنگ
کی ترغیب دی مگر کوئی شخص کہنے میں نہ آیا شام تک دونوں اس کام میں مصروف رہے
اور ابو موسیٰ اشعری کے پاس سے واپس آئے اُن کو جناب امیر سے بوجہ معزولی کے حکم
جاری کرنے کے رنجش تھی اسلئے انھوں نے خود کوئی کارروائی کرنا خلاف مصلحت سمجھکر
لوگوں کو جمع کیا اور جناب امیر کا خط اُن کو سنایا کوئی مدد کے لئے آمادہ نہوا محمد ابن ابی بکر و
محمد ابن جعفر نے اہل دربار سے دربارۂ خروج ابو موسیٰ اشعری جب مشورہ کیا تو وہ لوگ
کہنے لگے آج کیا رائے طلب کرتے ہو سکا موقع اور وقت کل گذر گیا جس وقت حضرت
عثمان پر یورش ہوئی تھی اسیکا یہ نتیجہ ہے ایسے وقت میں لڑائی کیلئے خروج دینا کی راہ
ہے اور خاموش بیٹھ رہنا آخرت کی اہل کوفہ یہ سنکر خاموش بیٹھ رہے یہ دونوں ابو موسے
سے بہت ناخوش ہوئے اور واپس آکر جناب امیر سے واقعہ بیان کردیا جناب امیر نے مالک

ابن اشتر سے فرمایا تم مستعد آدمی ہو ابن عباس کو لیکر ابو موسیٰ اشعری کے پاس جاؤ یہ دونوں شخص روانہ ہوئے اور ان سے ملے اور امداد چاہی ابو موسیٰ اشعری نے انکے سامنے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے کہا تم اُن کو مدینہ کی طرف واپس کر دو یہ فتنہ کا وقت ہے

ایسے وقت میں سکوت بہتر ہے اپنی تلوار میان میں رکھو تا وقتیکہ فتنہ و فساد دفع نہو جائے اس مرتبہ بھی قریب قریب سابق والا جواب عدم امداد کا تھا ان دونوں نے واپس آکر کل واقعہ جناب امیر سے بیان کر دیا پھر حضرت امام حسن اور عمار ابن یاسر بھیجے گئے یہ دونوں کوفہ کی مسجد میں پہونچے جب اہل کوفہ کو خبر ہوئی تو سب سے پہلے مسروق ابن الاجدع مسجد میں آکر اُن دونوں سے ملے پھر ابو موسیٰ اشعری نے آکر حضرت امام حسنؑ سے معانقہ کیا اور عمار ابن یاسر سے مخاطب ہو کر کہنے لگے اے ابو الیقظان تم نے حضرت عثمان کی مخالفت کی اور اُنکے مخالفین کے ساتھ ہوئے گروہ فجار کے ساتھ تمنے ہمراہی جائز رکھی حضرت عمار نے فرمایا تمہارا خیال غلط ہے نہ میں نے ایسا کیا اور نہ مجھ کو اُن سے کوئی رنج تھا حضرت امام حسنؑ نے ابو موسیٰ سے فرمایا آپنے لوگوں کو ہماری مدد کرنے سے کیوں روکا ہماری نیت بجز اصلاح امت دفع فساد اور کچھ نہیں جناب امیر سا بزرگ شخص جسکو اصلاح امت میں کسیکا ڈر نہیں ہمارے ساتھ ہے ابو موسیٰ اشعری کہنے لگے آپ پر میرے ماں باپ قربان آپ سچ فرماتے ہیں لیکن میں نے آنحضرتؐ سے حدیث سنی ہے کہ ایسے وقت میں سوتا آدمی جاگنے سے اور جاگتا ہوا بیٹھے ہوئے سے اور بیٹھنے والا کھڑے سے اور کھڑا سوار سے بہتر ہے خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور خون و مال ایک کا دوسرے پر حرام کر دیا ہے اس بات سے حضرت عمار نے بہت پر غضب ہو کر لوگوں سے کہا کہ آنحضرت نے فقط انہیں سے فرمایا ہے کہ تم کو ایسے وقت میں خاموش رہنا بہتر ہے یہی عالم ہیں اور سب جاہل اسی گفتگو میں کسی شخص نے اُن کو سخت بات کہی اور کہنے لگا کل تم بلوائیوں کے ساتھ تھے آج ہمارے امیر سے لڑتے ہو اتنا کہتے ہی اہل کوفہ حضرت عمار پر

ٹوٹ پڑے لیکن ابو موسیٰ اشعری نے ان کو بچا لیا پھر زید ابن صوحان اپنی جماعت کے ساتھ
مسجد میں داخل ہوئے اُنکے ہاتھ میں دو خط تھے جو حضرت عائشہ نے ایک اُن کو اور ایک
اہل کوفہ کو لکھا تھا دونوں خطوں کا مضمون ایک تھا کہ تم لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو یا میری
مدد کرو زید ابن صوحان نے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو خط کا مضمون سنایا اور
کہنے لگے کہ حضرت عائشہ رضؓ کیلئے خدا کا یہ حکم ہے کہ وہ گھر میں رہیں اور ہمارے لئے یہ حکم
ہے کہ جہاد کرکے فتنہ رفع کریں مگر حضرت عائشہ اسکے برخلاف خود لڑائی کیلئے نکلیں اور ہمکو
گھر میں رہنے کا حکم دیا اس بات پر شیث ابن ربعی غصہ میں کہنے لگے اے عمانی تو نے جلولاء
میں چوری کی تھی اسپر تیرا ہاتھ کاٹا گیا پھر تو باز نہیں آتا اور لوگوں کو حضرت عائشہ رضؓ کے
خلاف بھڑکا رہا ہے ابو موسیٰ نے جب دیکھا کہ بات ہی بات میں لڑائی ہوئی جاتی ہے دونوں
کو روکا اور اہل مدینہ کو واپس کرنے اور مدد دینے کے متعلق تقریر کی زید ابن صوحان عبداللہ
ابن قیس معروف بہ ابو موسیٰ اشعری سے کہنے لگے کہ دریائے فرات میں جسوقت سیلاب و
طغیانی آئے تو کیا تم اسکو روک سکتے ہو اور اسکے پھیرنے کی تم میں قدرت ہے اگر تم اسپر
قادر ہو تو بیشک یہ ہنگامہ رفع ہو سکتا ہے مگر یہ تمہارے امکان سے باہر ہے میرے
خیال میں جناب امیر کی مدد کو چلو قعقاع ابن عمرو نے بھی جناب امیر کی طرف چلنے کی رائے
دی عبدالخیر نے ابو موسیٰ اشعری سے پوچھا کیا حضرت طلحہ و زبیر نے جناب امیر سے بیعت
نہیں کی انھوں نے جواب دیا کہ کی پھر پوچھا کیا جناب امیر سے کوئی خطا صادر ہوئی۔
جس سے وہ اسکے مستحق ہوئے کہ بیعت فسخ کر دی جائے۔ ابو موسیٰ نے جواب دیا ہمکو
نہیں معلوم عبدالخیر نے کہا کہ ہم آپ کو چھوڑتے ہیں تاکہ آپ کو خود بخود معلوم ہو جائے آپکو
اسکی خبر ہی نہیں کہ کوئی شخص بھی اس فتنہ سے باہر نہیں اسوقت مسلمانوں کے چار گروہ
ہیں جناب امیر کوفہ میں ہیں حضرت عائشہ و حضرات طلحہ و زبیر بصرہ میں ہیں معاویہ شام میں ہیں
چوتھا فرقہ اہل حجاز کا ہے یہ کسی کام کا نہیں انکی مدد سے کسی دشمن کو دفع نہیں کرسکتے

ابو موسی نے کہا یہ سب میں بہتر ہیں سب سے علیحدہ ہیں باقی سب فتنہ میں گرفتار ہیں عبد الخیر یہ
سنکر کہنے لگے اے ابو موسی اب تم پر بدعہدی اور خیانت غالب آگئی پھر سیحان ابن صوحان
نے کھڑے ہوکر کہا اے لوگو امر خلافت کا منتظم اور تم سب کا سردار ایک شخص ضرور ہونا
چاہیئے تمہارے والی اور سردار جناب امیر ہیں جو امت کیلئے امین اور معاملات دینی میں فقیہ
ہیں وہی تم کو اس کام کے لئے بلا رہے ہیں کہ جو اُنکے اور حضرات طلحہ و زبیر کے باہمی نزاع
ہے اسکو غور کر کے سمجھو اور آپس میں صفائی کرا دو میں تیار ہوں جسکو چلنا ہو میرے ساتھ
چلے میں اُسکے ساتھ ہوں پھر عمار ابن یاسر نے تقریر کی کہ ابن عم رسول خدا تم سب کو
حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر کا جھگڑا دفع کرنے کو بلا رہے ہیں اور حق بات کی جانب بلا رہے
ہیں میں حضرت عائشہ رضی کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عائشہ
آنحضرت کی زوجہ دنیا و آخرت کی ہیں حق بات میں غور کرو جناب امیر کے ساتھ ہو اُن کے
طرفدار اور حق پر ہوکر لڑو پھر حضرت امام حسنؑ نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ اپنے امیر کی دعوت
اور ہماری اطاعت قبول کرو اور مدد کو چلو جو الگ رہیگا وہ مبتلا ہوگا جو تمہارے خلیفہ ہیں
وہ ارباب عقل میں سب سے اشرف اور مختار اور بہ اعتبار انجام کے بہتر ہیں خود فرماتے ہیں
کہ "میرا خروج دو حال سے خالی نہیں یا میں ظالم ہوں یا مظلوم جو شخص جانب حق رعایت
کرنا چاہتا ہے تو میں اُسکو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ ضرور یہاں چلا آئے اگر مجھ کو مظلوم دیکھے
تو میری اعانت کرے اور اگر مجھ کو ظالم پاوے تو مجھ سے حق لیکر مظلوم کو دے خدا کی قسم طلحہ و
زبیر نے سب سے پہلے بیعت کی اور یہی دونوں ہیں جنھوں نے سب سے پہلے مجھ سے بیوفائی
کی کیا میں نے کسی کا مال مار رکھا ہے کیا احکام خداوندی میں سے کسی حکم کو بدل ڈالا ہے
لہذا تم سب جناب امیر کی مدد کو چلو اس تقریر سے لوگوں کے دلوں میں فوری جوش و اثر پیدا
ہوگیا سب لوگ جناب امیر کی مدد کو راضی ہو گئے قبیلہ بنی طے کے لوگ عدی ابن حاتم کے
پاس گئے اُن سے منشا دریافت کیا انھوں نے کہا ہمنے جناب امیر سے بیعت کی ہے وہ ہمکو

نیک کام کی طرف بلا رہے ہیں اور مدد چاہتے ہیں ہند ابن عمر نے بھی اسی کی تائید کی اور کہا ہم سب کو لازم ہے کہ انکا حکم مانیں اور جانوں سے دریغ نہ کریں اور خدمت میں حاضر ہو کر ہر طرح پر اُنکے شریک ہوں پھر حجر ابن عدی نے کہا لوگو امیر المومنین کی دعوت قبول کرو جسطرح ممکن ہو سامان کے ساتھ یا بلا سامان کے حاضر خدمت ہو میں تم سب کے آگے ہوں ان باتوں سے بنی طے بالکل آمادہ ہو گئے اور تیاری سامان میں مصروف ہوئے یہاں یہ کارروائیاں ہو رہی تھیں کہ جناب امیر نے مالک ابن اشتر کو پھر کوفہ بھیجدیا یہ اُس وقت کوفہ میں پہونچے جب ابو موسیٰ مسجد میں لوگوں کو جناب امیر کی امداد کرنے سے منع کر رہے تھے اور لوگ بحث و مباحثہ میں مصروف تھے۔ مالک ابن اشتر جس قبیلہ میں ہو کر گذرتے اُسکو قصر کیطرف بلاتے جاتے تھے چنانچہ ایک جماعت کثیر کے ساتھ قصر الامارت تک پہونچی ابو موسیٰ لوگوں کو خانہ نشینی کی ہدایت کرتے تھے حضرت امام حسن نے اُن سے فرمایا تم صوبہ داری سے علحدہ ہو جاؤ اور ممبر چھوڑ دو عمار ابن یاسر بھی تائید کرتے تھے یہاں یہ بحث درپیش تھی اُدھر مالک اشتر نے قصر الامارت میں پہونچکر ابو موسیٰ کے غلاموں کو نکالنا شروع کیا انھوں نے آکر ابو موسیٰ سے بیان کیا وہ آگئے مالک اشتر نے اُن کو ڈانٹا اور کہا تم سے خدا سمجھے اور تم کو یہاں سے نکالے ابو موسیٰ نے کہا شام تک رہنے کی اجازت دو اُنھوں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں دن ہی دن میں اپنا سامان نکال لیجاؤ رات نہونے پائے مالک ابن اشتر کے ہمراہیوں نے اسباب لوٹنا چاہا ابن اشتر نے منع کیا اور کہا ہمارے پڑوسی ہیں اور ہمارے امن میں ہیں جسوقت اہل کوفہ چلنے کیلئے تیار ہوئے تو حضرت امام حسن عؑ نے فرمایا ہم کل چلیں گے صبح کو جس کو ہمارے ساتھ چلنا ہو وہ سواری سے چلے جو براہ دریا آنا چاہے وہ آ لے۔ غرضکہ حضرت امام حسن کیساتھ نو ہزار کا لشکر ہوا چھ ہزار ساتھ چلے اور تین ہزار براہِ دریا آئے بعض کہتے ہیں کہ تعداد بارہ ہزار تھی۔ ابو الطفیل عامر ابن واثلہ ابن الاسقع کہتے ہیں کہ یہ تعداد میں نے پہونچنے سے قبل جناب امیر سے سنی تھی۔ جب لوگوں کی آمد ہوئی میں

سر راہ بیٹھ کر دیکھتا رہا جسقدر جناب امیر نے فرمایا تھا اُس میں نہ کمی ہوئی نہ زیادتی حضرت امام حسن کے ساتھ جو لوگ روانہ ہوئے اُن میں حسب تفصیل ذیل سردار تھے۔

قبائل کنانہ۔ اسد۔ تمیم۔ رباب۔ مزینہ پر معقل ابن یسار ریاحی۔ قیس پر سعد بن مسعود ثقفی عم مختار۔ بکر تغلب۔ وعلہ پر مخدوج ذہلی۔ مذحج۔ اشعریین پر حجر ابن عدی انمار ختعم۔ ازد پر محنف ابن سلیم ازدی۔ کوفیوں میں سے اس جماعت کے سردار قعقاع ابن عمر۔ سعد ابن مالک۔ ہند ابن عمر۔ ہیثم ابن شہاب تھے۔

رؤسا محرکین یعنی قبائل کو خروج پر آمادہ کرنے والے یہ لوگ تھے۔ مالک ابن اشتر عدی ابن حاتم۔ مسیب ابن نجبہ۔ یزید ابن قیس یہ سب حضرات جناب امیر سے بمقام ذی قار آکر ملے۔ جناب امیر نے انکا خیر مقدم کیا اور فرمایا اے اہل کوفہ تم نے شاہان عجم کو زیر کیا اپنے ممالک مقبوضہ کو خوب قوت دی میرے ساتھ ہو کر اہل بصرہ سے مقابلہ کرو اگر وہ لوگ اپنی رائے سے باز آئیں تو بہت اچھا اور اگر نہ مانیں تو نرمی و سہولت سے کام لو تاکہ ظلم کی ابتدا ہماری طرف سے نہ ہو ہم کسی کام کو جس میں صلاح و خوبی ہو نہیں چھوڑینگے جس میں فساد ہوگا اُسکی اصلاح کئے بغیر نہ مانیں گے جناب امیر نے نہیں سے ایک خط حضرت عائشہ کے نام دوسرا حضرات طلحہ و زبیر کے نام لکھا حضرت عائشہ کے خط کا مضمون یہ تھا آپ کا گھر سے نکلنا خدا و رسول کے حکم کے خلاف ہے جس کام کی آپ ذمہ دار ہیں شریعت نے آپ کو اُس سے سبکدوش کر دیا یہ امر کسی طرح مناسب نہیں ہے مفروضہ فی الذہن مسلمانوں کی حالت کی درستی ہے حالانکہ اس سے اور حالت بگڑتی جاتی ہے حضرت عثمان رضی کے خون کا طالب ہونا آپکے لائق نہیں کیونکہ وہ خاندان بنی امیہ سے تھے اور آپ خاندان بنی تیم کی بیٹی ہیں آپ اس بات کو نہیں سمجھتیں کہ یہ جو کچھ ہوتا ہے آپ کیلئے باعث فتنہ ہے حضرت عثمان رضی کے خون سے اسکا وبال زیادہ ہے خدا سے ڈریئے اور اپنے گھر میں جا کر بیٹھ رہیئے حضرات طلحہ و زبیر کے خط کا یہ مضمون تھا کہ پہلے تم

دونوں نے میری بیعت کی پھر اغراض فاسد کی وجہ سے تم نے نقض بیعت کرکے خروج
کیا حضرت عثمان کے قتل کو جو میری طرف منسوب کرتے ہو وہ محض افترا و بہتان ہے جسکو
تم خوب جانتے ہو عقلمند اس بات کو خوب سمجھتے ہیں طلب خون حضرت عثمان کو جو تم نے اس
مہم کا ذریعہ قرار دیا ہے یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اُنکے بیٹے موجود ہیں وہ عدالت میں
آئیں اور قاتلوں پر شہادت پیش کریں تاکہ شریعت محمدی کے مطابق حکم صادر کیا جائے
تم کو حضرت عثمان کے قاتلوں کا خواستگار ہونا اور قصاص کا دعوےٰ کرنا کسی طرح نہیں
پہونچتا ہے تم میں سے ایک بنی تیم اور دوسرا بنی ہاشم ہے حضرت عثمان بنی امیہ میں سے
تھے علاوہ اسکے حرم رسول کو جو تم ساتھ لے کر جگہ جگہ پھر رہے ہو یہ سب زیادہ ناپسندیدہ
کام ہے۔ ان خطوط سے کچھ کار برآری نہوئی عبداللہ ابن زبیر نے قاصد کے سامنے بھرے
مجمع میں کہا علی ابن ابی طالب وہ شخص ہیں جنھوں نے تمھارے خلیفہ حضرت عثمان کو مارا
اب تمھارے ساتھیوں کو بہکانے اور اُن سے ہتھیار لینے کو آئے ہیں تم پر واجب ہے کہ
اپنے خلیفہ مقتول کے انتقام کے واسطے کوشش کرو جب جناب امیر کو خبر ملی تو حضرت
امام حسن نے انکے حکم سے فوج میں خطبہ پڑھا کہ عبداللہ ابن زبیر جناب امیر کو حضرت عثمان
کا قاتل بیان کرتے ہیں حالانکہ تمام مہاجرین و انصار اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت
زبیر حضرت عثمان کی عیب جوئی اُنکی زندگی میں کیا کرتے تھے اور حضرت طلحہ بھی اس قتل سے
پہلے بلوائیوں کے ساتھ تھے ہم لوگوں کی لڑائی مددگاران حضرت عثمان سے نہیں بلکہ
مددگاران جمل سے ہے حضرت عائشہ و حضرات طلحہ و زبیر کی اگرچہ یہ حالت ہو رہی تھی مگر
پھر بھی جناب امیر کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں تامل تھا یہی چاہتے تھے کہ کسیطرح
باہم صلح ہو جائے چنانچہ جب ذی قار سے چلے اور بصرہ کچھ دور رہ گیا تو جناب امیر نے حضرت
قعقاع ابن عمر صحابی رسول سے فرمایا کہ اولاً تم بصرہ جا کر حضرات طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ
سے ملو اتفاق اور الفت کی بابت اُن سے کہو اور مصالحت کی گفتگو کرو اختلاف و جنگ د

جدال کے نتائج بد سے ڈراؤ اور تم یہ بتاؤ لیکن اگر وہ تم سے ایسی بات پوچھیں جسکی نسبت تم کو
ہدایت نہیں کیگئی تو کیا جواب دوگے قعقاع نے کہا میں اُن سے مصالحت کے متعلق
گفتگو کروں گا اگر وہ اسکے علاوہ کچھ اور کہیں گے تو اپنی رائے سے موافق مصلحت وقت
مناسب جواب دونگا پھر وہ رخصت ہو کر بصرہ آئے سب سے پہلے حضرت عائشہ سے
ملے اُن سے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے خروج پر آمادہ ہوئیں انھوں نے فرمایا کہ
اختلاف دور کرنے اور اصلاح کیلئے قعقاع نے کہا کہ حضرت طلحہ وزبیر کو بلوائیے تاکہ انکے
سامنے میں آپ سے گفتگو کروں جب یہ حضرات آئے تو قعقاع نے کہا کہ میں نے حضرت
عائشہ سے دربارۂ خروج سوال کیا تھا جسکے جواب میں انھوں نے لفظ اصلاح فرمائی آپ
دونوں سے بھی یہی سوال ہے آپ انکے موافق ہیں یا مخالف دونوں نے کہا موافق قعقاع
نے پوچھا کہ اس اصلاح کا کیا طریقہ ہے ہمکو بتائیے اگر ہمارے ذہن میں آجائیگا تو ہم بھی
شریک ہو جائینگے اور اس میں اگر فساد کا اندیشہ ہوگا تو قریب نہ آئینگے حضرات طلحہ و زبیر
نے کہا کہ قاتلین حضرت عثمان سے قصاص لینا اور اگر وہ لوگ قصاص سے بری کر دئے
جائینگے تو کلام اللہ پر عمل کرنا ترک ہو جائیگا قعقاع کہنے لگے جو طریقہ آپ لوگوں نے اختیار
کیا ہے وہ بالکل خلاف ہے غور کیجئے جس روز سے آپنے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے
کسقدر خونریزی ہو چکی ہے اس سے قبل آپ کا کام کسی قدر درست تھا آپنے چھ سو آدمی
قتل کئے جس سے چھ ہزار آدمی برافروختہ ہو کر آپ کی جماعت سے نکل گئے اب اگر آپ
ان کو چھوڑ دینگے تو اسکی وجہ یہی ہوگی کہ اُن کو بغیر اصلاح آپنے چھوڑ دیا اور اگر لڑینگے تو
جو لوگ آپکے مخالف ہو گئے ہیں وہ قاتلین حضرت عثمان کے طرفدار ہو کر اسقدر فتنہ
وفساد برپا کرینگے کہ جسکا رفع کرنا مشکل ہو جائیگا اور آپ سخت مشکل میں پڑ جائینگے۔
جس وقت اہل بصرہ سے مقابلہ ہوگا تو مضر وربیعہ کے گروہ اُنکے طرفدار آپ سے لڑینگے
جیسا کہ کل کے واقعہ میں آپنے ملاحظہ کر لیا ہوگا اس قتال کی وجہ سے مقتولین کے اعزاء

اقارب کے ایک گروہ کثیر کو آپنے اپنا دشمن بنالیا ہی فرمائیے یہ اصلاح ہو رہی ہی یا فساد بڑھ رہا ہے حضرت عائشہ رضہ نے یہ سنکر فرمایا کہ تمھارے نزدیک کیا مناسب ہے اُنھوں نے کہا سکون اور تدبیر مناسب ہے فتنہ فرو کیا جائے مصالحت سے کام لیا جائے تاکہ مسلمانونکو عافیت حاصل ہو اگر آپ سب لوگ باہم متفق رہیں تو یہ علامت خیر و برکت کی ہی اگر اختلاف رہا تو تباہی کے آثار ہیں آپ لوگ مفاتیح خیر ہیں ہم لوگوں کو اس بلا میں نہ ڈالیں اس تقریر سے حضرت عائشہ و حضرات طلحہ و زبیر پر بہت اچھا اثر پڑا سبنے متفق ہو کر فرمایا تمھاری رائے بہت مناسب ہے تم جناب امیر کے پاس جاؤ اگر وہ اس بات کو مان لیں اور یہاں آئیں تو معاملہ بسہولت طے ہو جائے اور ابھی مصالحت ہو جائے یہ سُنکر قعقاع جناب امیر کے پاس آئے اور سب کیفیت بیان کی جناب امیر سُنکر بہت خوش ہوئے تمام اہل لشکر اس صلح پر رضامند تھے جسوقت حضرت قعقاع ذی قار سے بصرہ روانہ ہوئے تو اُنکے جانیکے بعد چند اہل بصرہ ذی قار میں آئے اس خیال سے کہ اہل کوفہ کا حال معلوم ہو جائے وہ کسطرف ہیں اور کیا رائے رکھتے ہیں لڑائی کا ارادہ ہی یا صلح کا چونکہ سب اہل بصرہ باستثنا بعض لوگوں کے اصلاح و رفع فساد کے خواہشمند تھے یہاں آنے پر اُنھوں نے اپنا ارادہ لڑائی نہ کرنے کا بیان کر دیا کوفیوں نے بھی اپنی خواہش لڑائی نہ کرنے کی ظاہر کر دی بصرہ کے لوگ کوفہ والوں کے ہمراہ جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے آپنے جریر ابن سرش سے حضرات طلحہ و زبیر کا حال پوچھا انھوں نے سارا قصہ اور اُنکے خیالات بیان کر دئے آپنے لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اولاً حمد و نعت بیان کی پھر زمانہ جاہلیت کی خرابیاں بیان کیں اسلام اور اسکی سعادت و برکت امت محمدی پر اور خدا کے انعامات شروع کئے پھر آنحضرت صلعم کے خلیفہ اول و ثانی و ثالث کا زمانہ اور خلافت پر اتفاق بیان کر کے طلبگار دنیا کے فتنہ و فساد سے آگاہ کیا اور خلیفہ ثالث کی فضیلت اور اُنکے زمانہ میں جو کثرت فتوحات و اعلاء دین حق ہوا تھا اور اُن سے بغض و حسد رکھنے اور خروج کرنے اور جماعت اسلام میں تفرقہ

ٹلنے کا حال بیان کرنا شروع کیا پھر فرمایا میں کل صبح سویرے بصرہ کی طرف کوچ کروں گا۔ تمام لشکر میرے ساتھ چلے البتہ جو لوگ حضرت عثمان کے قتل میں کسی طرح شریک ہوئے ہیں اُن میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو وہ لوگ میرے لشکر سے نکل جائیں مجھے اُن کی شرکت و اعانت کی ضرورت نہیں جناب امیر کی اس تقریر سے ایک گروہ نے جسمیں مندرجہ ذیل اشخاص شریک تھے ایک مجلس خاص منعقد کی۔ علباء ابن ہشیم۔ عدی ابن حاتم۔ سالم ابن ثعلبہ قیسی۔ شریح ابن اوفی۔ اشتر نخعی اور انکے ہمراہ وہ اشخاص تھے جو حضرت عثمان پر خروج کرنے کی رائے میں شریک تھے اور خروج و محاصرہ میں انکا قدم سب سے آگے تھا مصریوں میں سے بھی ایک جماعت تھی جن میں ابن السوداء اور خالد ابن ملجم تھے۔ تاریخ ابن اثیر سے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ جلسہ لشکر میں ہوا یا کہیں اور۔ روضۃ الصفا سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر سے علیحدہ دوسری جگہ پر جلسہ ہوا تھا سب نے یہ مشورہ کیا کہ ابھی تک حضرات طلحہ و زبیر طالب قصاص تھے اب جناب امیر کی بھی یہی رائے معلوم ہوتی ہے جناب امیر کتاب اللہ سے خوب واقف ہیں اُن کا فرمانا بھی ہم سب کو معلوم ہو گیا اگر مصالحت ہوئی تو ہم سب پر آفت آئے گی ان میں سے اشتر نخعی بولے کہ ہم تم سب ملکر جناب امیر و حضرات طلحہ و زبیر پر حملہ کر دیں اور اُن کو بھی حضرت عثمان کے پاس پہونچا دیں ہنگامہ تو ضرور ہو گا مگر خود بخود سکون بھی ہو جائیگا ابن السوداء یعنی عبد اللہ ابن سبا نے کہا یہ رائے ٹھیک نہیں اسلئے کہ ہماری جماعت بہت کم ہے حضرت طلحہ کے ساتھ جنگی لشکر ہے جناب امیر کے لشکر کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے مقابلہ کسی طرح نہیں ہو سکتا علباء ابن ہشیم نے کہا اسوقت یہ بہتر ہے کہ تم چھوڑ کر دونوں کو آپس میں لڑنے دو جو جماعت کم ہو جائے اُس سے میل کی خواہش کرنا پھر دیکھا جائیگا اسوقت علیحدہ ہو کر کہیں اور چلا جانا مناسب نہیں۔ ابن السوداء کہنے لگا یہ بھی رائے ٹھیک نہیں یہ لوگ تو خدا سے چاہتے ہیں کہ تم الگ ہو جاؤ اور کسی قوم کے ساتھ نہو اگر دونوں سے علیحدہ ہوئے تو یہ ایک ایک کو چن کر قتل کرینگے۔ عدی ابن حاتم

کہنے لگے نہ ہم اس صلح سے راضی ہیں اور نہ ناراض تعجب ہی ابھی سے تم ایسی باتیں سوچتے ہو اگر لڑائی ہوگئی تو ہم تیار ہیں جب ہم سے لڑینگے ہم بھی لڑینگے اگر نہ لڑینگے ہم بھی نہ لڑینگے۔ سالم ابن ثعلبہ بولے کہ انکے ساتھ رہ کر اگر دنیا کے طالب ہو تو یہ فضول ہے میرا یہ خیال نہیں ہے اگر لڑائی بھی ہوئی تو مال میں سے کچھ نہ ملیگا ان لوگوں کا فیصلہ تلوار ہی سے ہوگا شریح ابن اوفی کہنے لگے اگر خروج سے قبل ایک بات طے کرلو جو امر کرنا ہو اس میں دیر نہ کرو اور جو دیر میں کرنے والا ہو اس میں عجلت نہ کرو۔ ابن السوداء نے پھر کہا تمھاری خیر اسی میں ہے کہ مل جل کر دونوں کو آپس میں لڑا دو بہتر یہی ہے کہ کل جب فریقین جمع ہوں تو کسی حکمت سے جنگ چھیڑ دو دونوں فریق جنگ میں مشغول ہوکر تمھاری طرف سے غافل ہو جائینگے تم اپنی حفاظت کرتے رہو بچ جاؤ گے اسی رائے پر سب متفق ہوگئے جلسہ اسقدر پوشیدہ ہوا کہ بجز ان لوگوں کے دوسرے کو خبر نہ ہوئی یہ لوگ لشکر میں ملے رہے اور جنگ کرا دینے کی فکر میں کرتے رہے اور اسمیں کامیاب ہوئے۔ صبحکو جناب امیر نے جب ذی قار سے کوچ کیا تو تمام لشکر ساتھ ہوا پہلے عبد القیس پر پہونچے یہ قبیلہ بھی ساتھ ہوا پھر زاویہ میں ٹھہر کر پھر بصرہ روانہ ہوئے حضرت عائشہ و طلحہ و زبیر بھی فرضہ سے اسی طرف روانہ ہوئے۔ وسط ماہ جمادی الآخر ۳۶ھ میں دونوں فریق بمقام قصر عبید اللہ ابن زیاد ٹھہرے شقیق ابن ثور نے عمر عبدی سے بذریعہ خط و کتابت طے کرلیا تھا کہ جسوقت جناب امیر کا لشکر یہاں آویگا تو بکر ابن وائل بھی ساتھ ہونگے چنانچہ ساتھ ہوئے لوگوں نے کہنا شروع کیا جسطرف یہ ہونگے اسی کو غلبہ ہو گا تین روز تک دونوں رزمگاہ یعنی مقام خریبہ میں بلا جدال و قتال ٹھہرے رہے اس مدت میں جناب امیر باہمی اتفاق و اتحاد کی کوشش کرتے رہے حضرت زبیر کے ہمراہیوں میں سے ابو الجرباء نے جنگ چھیڑ دینے کی رائے دی اور کہنے لگا غفلت میں ایکہزار کے ساتھ حملہ کر دیجئے تاکہ انکا کام تمام ہو جائے لشکر انکا ابھی بہت کم آیا ہے موقع اچھا

ہے حضرت زبیر نے فرمایا امور حرب سے ہم بھی واقف ہیں ہم اور جناب امیر ایک ہیں اور سب
مسلمان ہیں اتفاقیہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے جس نے دو گروہ پیدا کر دئے اُن کا قاصد
ہمارے پاس سے کل گیا ہے ہمکو قوی امید ہے کہ صلح ہو جائے گی تم لڑائی میں جلدی نکرو
صبر و استقلال سے کام لو پھر صبرہ ابن شیمان حضرت طلحہ و زبیر سے ملے اور دربارۂ جنگ
ابو الحربا کی رائے کی تائید کی اور کہا جنگ میں رائے اور تدبیر کو زائد دخل ہے بنسبت
قوت کے حضرات طلحہ و زبیر نے کہا جس حادثہ میں ہم مبتلا ہیں آنحضرت کے زمانہ میں
ایسا حادثہ پیش نہیں آیا کہ جس کا حکم قرآن و احادیث سے ملتا اور ہم اُسپر بلا تکلف عمل
کرتے اسکا فیصلہ رائے و اجتہاد پر موقوف ہے اجتہاد بھی لوگوں کا مختلف ہے جناب
امیر کا قول ہے کہ ابھی قصاص کے بارہ میں عجلت مناسب نہیں اور ہم کہتے ہیں کہ تاخیر
مناسب نہیں حضرات طلحہ و زبیر کو مفسدوں نے بہت کچھ بھڑکایا مگر اُنھوں نے نہیں
مانا اسیطرح جناب امیر کو بھی لوگوں نے اُبھارا اُن کو جب خبر معلوم ہوئی کہ فتنہ پرداز طرفین
کو جنگ پر آمادہ کر رہے ہیں تو اُنھوں نے اپنے لشکر میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اثنائے
خطبہ میں اعور ابن بنان منقری نے بصرہ کی طرف آنے کے وجہ دریافت کی آپ نے
فرمایا میں بغرض اصلاح و رفع فتنہ و فساد آیا ہوں شاید اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے
امت محمدیہ کو متفق کر دے اور جنگ موقوف ہو جائے اعور نے کہا اگر وہ ہمارا کہنا
نہ مانیں اور صلح نہ اختیار کریں فرمایا ہم اُن کو اُنکے حال پر چھوڑ دینگے۔ بشرطیکہ وہ ہمسے
متعرض نہوں اعور نے کہا اگر نہ چھوڑیں اور لڑنے پر آمادہ ہوں فرمایا تو پھر مدافعت
کرینگے اعور نے پوچھا کہ اُنکے گروہ میں کیا ایسے بھی لوگ ہیں جو اُن کے خیر خواہ اور
نفع کے طالب ہیں جسطرح کہ اُن کے بہکانے والے موجود ہیں فرمایا دونوں قسم کے لوگ
ہیں پھر ابو سلامہ نے پوچھا کہ آپکے نزدیک ان طالبین قصاص کیلئے کوئی دلیل اس
خون کے معاوضہ کے طلب کرنے کی ہے کیا وہ خدا کیلئے یہ فعل کرتے ہیں آپنے

فرمایا ہاں پھر پوچھا کہ آپ جو مطالبہ و معاوضہ خون میں تاخیر کرتے ہیں کیا آپ کے پاس بھی کوئی دلیل ہے فرمایا ہاں ہے جب کوئی امر مشتبہ پیش آئے اور کسی کو ایک جانب کوئی صاف دلیل نہ ملے اور اُسکا حکم دریافت کرنا دشوار ہو تو ایسی صورت میں نہایت احتیاط اور غور و فکر سے کام کرنا چاہیے مقتضائے احتیاط یہی ہے کہ تاخیر کرے جلدی میں نقصان ہوتا ہے ابو سلامہ نے کہا اگر ہمارا اُنکا مقابلہ ہو تو دونوں کا کیا حال ہوگا فرمایا مجھے امید ہے کہ ہمارے اور اُنکے مقتولین جو صاف دل سے خدا کیلئے لڑینگے جنت میں جائیں گے پھر جناب امیر نے لشکریوں سے اسطرح ممانعت فرمائی کہ اپنے ہاتھوں کو لڑائی سے روکے رکھنا اور اپنی زبانیں اُنکی بُرائی سے بند رکھنا خبردار پہلے اُنکی طرف نہ بڑھنا کیونکہ مدعا علیہ قیامت میں وہی شخص ہوگا جسنے لڑائی میں سبقت کی ہوگی سوال کرنے والوں کی یہ غرض تھی کہ جناب امیر اپنی زبان سے جنگ کی بنسبت حکم دیدیں اُن میں سے بعض تحقیق کے طالب تھے اور قصد دریافت کرنا چاہتے تھے جناب امیر نے جواب دیکر قطعی ممانعت کی کہ خبردار کوئی لڑائی کا ارادہ نہ کرے خطبہ سے فارغ ہو کر جناب امیر نے حکم ابن سلام۔ مالک ابن حبیب کو حضرات طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم اس امر پر قائم ہو جو قعقاع کی زبانی ہمکو معلوم ہوا ہے تو تصفیہ کے وقت تک توقف کیا جائے پھر احنف ابن قیس اور بنی سعد آئے احنف ابن قیس بعد شہادت حضرت عثمان جناب امیر سے بیعت کر چکے تھے وہ کہتے ہیں جس زمانہ میں حضرت عثمان محاصرہ میں تھے میں حج کو جا رہا تھا حضرت عائشہ رض و طلحہ و زبیر سے مدینہ میں حج کو جاتے وقت ملا اُن سے میں نے کہا تھا کہ حضرت عثمان ضرور شہید ہو نگے اُنکے بعد کس سے بیعت کی جائے سب نے بالاتفاق فرمایا کہ جناب امیر علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت ہوگی یہ دریافت کر کے میں حج کو چلا گیا پھر حج سے فارغ ہو کر جب میں مدینہ منورہ واپس آیا تو حضرت عثمان شہید ہو چکے تھے میں نے جناب امیر علیہ السلام سے بیعت کر لی مدینہ منورہ میں

ہر طرح کا امن ہو گیا تھا اور جناب امیرؑ کی خلافت مستحکم ہو چکی تھی میں اپنے اہل و عیال میں
چلا آیا اس عرصہ میں حضرت عائشہ رض و حضرات طلحہ و زبیر بصرہ میں آئے مجھے بالکل خبر نہ
تھی ایک شخص نے آکر مجھ سے بیان کیا کہ یہ لوگ حربیہ میں ٹھہرے ہیں اور تم کو بلاتے ہیں
میں نے پوچھا کہ یہاں کب اور کس غرض سے آئے ہیں جواب ملا جناب امیرؑ سے لڑنے اور
تم سے مدد لینے آئے ہیں قاتلین حضرت عثمان رض سے خون کا معاوضہ لیں گے مجھ کو سخت
تشویش ہوئی میں نے دل میں کہا یا اللہ کیا کروں انکی مخالفت کرتا ہوں تو مشکل ہے اور اگر
ساتھ ہو کر جناب امیرؑ سے لڑتا ہوں تو بھی سخت دشوار ہے ان لوگوں کے حکم سے میں نے
بیعت کی یہ سوچتا ہوا میں انحضرات کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے بھی اپنا یہی
ارادہ ظاہر کیا میں نے عرض کیا میں آپکو قسم دلاتا ہوں کہ آپ ہی نے مجھ کو ان سے بیعت کرنے کا حکم
دیا تھا یا نہیں فرمایا اسوقت اجازت ضروری تھی مگر وہ اپنے قول اور وعدے سے پھر گئے
یہ سنکر میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہ میں آپ سے لڑوں گا نہ جناب امیرؑ سے آپ ہی کے
حکم سے بیعت کی ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں فریقین سے علیحدہ ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ
رہوں انحضرات کی اجازت سے میں بصرہ چھوڑ کر جلجا مع اپنے چھ ہزار آدمیوں کے مقیم
ہو گیا جس وقت جناب امیر بصرہ تشریف لائے تو میں انکی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا
کہ ہماری قوم اور بصرہ والے یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ انپر غالب ہونگے تو ان کے مردوں کو
قتل کر کے عورتوں کو لونڈیاں بنائیں گے آپنے فرمایا مجھ سے اسکا خوف نہ رکھو اس شخص
کا خون مباح ہے جو مسلمان نہو اور مرتد ہو جائے یہ لوگ تو مسلمان ہیں احنف نے عرض کیا
آپ دو باتوں میں سے ایک اختیار فرمائیں یا میں آپکے ہمراہ ہو کر مخالفین سے لڑوں
یا دس ہزار تلواریں آپ سے روکوں جناب امیرؑ نے فرمایا تم نے اپنے ہمراہیوں کو کیوں روکا
ہے جواب دیا اس عہد کے پورا کرنے کو کہ کفار کے مقابلہ کو نکلیں میں نے ان کو طرفین
کی شرکت سے روکا ہے جناب امیرؑ نے فرمایا اچھا دس ہزار تلواروں سے روکو احنف

واپس ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو جنگ سے باز رہنے کی پورے طور پر ہدایت کی چنانچہ
آل خندق۔ آل تمیم۔ آل سعد سب نکلکر ساتھ ہوئے اور تا ختم جنگ جمل کسی طرف نہ ہوئے
جب جناب امیر کو فتح ہوئی تو آنکے ساتھ ہو گئے اور ہر طرح مطیع و فرمانبردار رہے۔

آغاز جنگ جمل | تین دن مسلسل صلح کی گفتگو میں گذرے جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تب چوتھے
روز جناب امیر میدان جنگ سے باہر نکلے اور حضرات طلحہ و زبیر سے کہلوایا کہ یہاں آؤ۔
مجھے تم سے کچھ کہنا ہے پہلے حضرت زبیر آتے ہوئے دکھائی دئے لوگوں نے جناب
امیر سے کہا آپنے فرمایا یہ ایسے شخص ہیں کہ ان کو خوف خدا یاد دلانے کا اثر ہوگا پھر حضرت
طلحہ آئے جناب امیر نے دونوں سے فرمایا تم لوگ میری عداوت پر تلے ہوئے ہو میرے
پاس تم سے لڑائی کی خدا کے سامنے کوئی وجہ نہیں نہ تمہارے پاس مجھ سے لڑنے کی
کوئی حجت ہے ہم تم آپس میں رشتہ دار ہیں اور دینی بھائی ہیں میرا خون تم پر اور تمہارا خون
مجھ پر حرام ہے تم نے مجھ سے بیعت کی اب کیا وجہ ہوئی جو تم میرا خون بہانا حلال سمجھتے ہو
حضرت طلحہ نے کہا کہ آپنے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو جمع کیا اور اُن کو قتل کرایا
یہ قصور ہے جناب امیر نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنا دین پورا کریگا وہ منصف و حاکم حقیقی ہے اے
طلحہ تم خون حضرت عثمان کے طالب ہو اور مجھ کو متہم کرتے ہو قاتلین حضرت عثمان پر خدا
کی لعنت آنحضرت کی بی بی کو ساتھ لیکر اُنکے حیلہ و قوت سے لڑائی پر آمادہ ہو اپنی بیوی
کو گھر پر پردہ میں بٹھلا آئے ہو قتل کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ ہم تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دے کر
کھڑے ہوں اور خدا سے دعا کریں کہ الٰہی جس نے حضرت عثمان کو قتل کیا یا قتل کرایا ہو۔ یا
اس سے خوش ہوا ہو اُس پر لعنت بھیج پھر دیکھیں کس پر لعنت آتی ہے اور خدا کے یہاں سے
کسکو سزا ملتی ہے حضرت طلحہ یہ سنکر چپ ہو رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ پھر جناب امیر حضرت
زبیر کی طرف مخاطب ہوئے اور اُن سے پوچھا تم کو کس امر نے خروج پر آمادہ کیا کہنے لگے
آپ اسکی باعث ہوئے فرمایا کیا تم مجھ کو بعد حضرت عثمان مستحق خلافت نہیں سمجھتے میں تم کو

اپنا عزیز اور اولاد عبدالمطلب میں شمار کرتا ہوں حضرت زبیر جناب امیرؑ کے پھوپھی زاد
بھائی تھے اے زبیر کیا تم آنحضرت کا ارشاد بھول گئے جب میں ایک روز آنحضرت کیساتھ بنی غنم
میں ہو کر گذرا آنحضرت میری طرف دیکھکر ہنسے میں بھی ہنسا جسپر تم نے کہا تھا کہ علی ابن ابی طالب
اپنا تکبر نہ چھوڑینگے تمھارے اس قول پر آنحضرت نے فرمایا تھا علی متکبر نہیں ہیں البتہ تم علیؑ سے لڑوگے
اور بے انصافی و ظلم سے پیش آؤگے ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے زبیر اس دن سے
ڈر کہ تو علیؑ پر فوج لیکر چڑھیگا اس دن تو ظالم ہوگا حضرت زبیر نے یہ سنکر کہا ٹھیک ہے واقعی
آنحضرت نے فرمایا تھا اگر خروج سے پہلے آپ اس واقعہ کو یاد دلاتے تو میں ہرگز نہ آتا۔
خدا کی قسم اب میں آپ سے نہ لڑونگا۔

اس گفتگو کے بعد جناب امیرؑ نے لشکر میں واپس آکر کہا کہ حضرت زبیر نے قسم کھائی ہے
وہ مجھ سے اب نہ لڑینگے حضرت زبیر نے حضرت عائشہ کیخدمت میں واپس آکر کہا جب سے
میں نے ہوش سنبھالا ہے اور اس سے قبل جس موقع پر گیا انجام کار سوچ لیا مگر اس موقعہ
پر بے سوچے سمجھے چلا گیا میری ہمت تو پست سی ہو گئی حضرت عائشہؓ نے پوچھا اس کہنے سے
تمھارا منشا کیا ہے اور کیا چاہتے ہو کہنے لگے میرا ارادہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر چلا جاؤں میری
ہمت کبھی پست نہیں ہوئی جناب امیر کے قول نے پست کر دی عبداللہ ابن زبیر یہ سُن کر
کہنے لگے کہ جب دونوں فریق کو جمع اور ایک کو دوسرے کا دشمن بنادیا اور تھوڑی خونریزی
بھی کرا چکے تو اب جانیکا قصد کیا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جناب امیرؑ کے علموں کے پھریریں
سے ڈر گئے آپ نے سمجھ لیا وہ لوگ بہت بہادر ہیں موت کا خوف آگیا جس سے سب
بہادری جاتی رہی حضرت طلحہ وغیرہ نے بھی خوب تانا حضرت زبیر کہنے لگے میں نے قسم
کھائی ہے اسپر عبداللہ ابن زبیر و حضرت طلحہ کہنے لگے قسم کے کفارہ میں اپنے غلام مکحول کو
آزاد کر دیجیے اور مقابلہ کیجیے بعضوں کا قول ہے کہ حضرت زبیر کو جب معلوم ہوا کہ عمار ابن
یاسر بھی جناب امیر کے ساتھ ہیں تو حضرت زبیر نے واپسی کا قصد کیا کیونکہ وہ آنحضرت سے

سن چکے تھے کہ اُنھوں نے حضرت عمار سے فرمایا تھا اے عمار تمکو گروہ باغی قتل کریگا یہ ڈرے
کہ کہیں اس لڑائی میں عمار کا قاتل میں ہی نہوں اس جنگ میں اہل بصرہ کے تین گروہ ہوگئے
(۱) حضرات طلحہ و زبیر کے ہمراہی (۲) حضرت جناب امیرؑ کے ہمراہ (۳) دونوں سے الگ
جسمیں احنف ابن قیس و عمران ابن حصین بھی شامل ہیں۔ حضرت طلحہ کا قیام مسجد حدان قبیلۂ
ازد میں تھا جسکے سردار صبرہ ابن شیمان تھے کعب ابن سور نے اُنکو یہ صلاح دی تھی تم کسی کی
شریک نہو مجھے صلح کے آثار نہیں معلوم ہوتے۔ حضرت عائشہ رضؓ کی طرف بھی بلوائی لوگ
تھے جو جنگ کے خواہشمند تھے کعب ابن سور کی رائے پر صبرہ ابن شیمان نے عمل نہیں کیا حضرت
عائشہ رضؓ کے ساتھ ہوگئے حسب ذیل قبائل حضرت عائشہ کے ساتھ تھے۔ رباب مع اپنے
قبائل عدی۔ تیم۔ ثور عکل کے مضر کے دونوں قبیلہ بسرداری منجاب ابن راشد۔ بنو عمر
بنو تمیم بسرداری ابوالحرباء۔ بنو حنظلہ بسرداری ہلال ابن وکیع ازد بمعیت صبرہ ابن شیمان۔
سلیم بتابعت مجاشع ابن مسعود سلمی۔ بنی عامر غطفان بہ امارت ظفر ابن حارث۔ بکر بحکومت
مالک مسمع بنی ناجیہ بسرداری خریت ابن راشد۔ اہل یمن بحکومت ذوالحجہ بصرہ حمیری بہ
تمام لشکر بمقام زابوقہ مقیم تھا جسکی تعداد تیس ۳۰ ہزار تھی جناب امیرؑ کا لشکر بیس ۲۰ ہزار کی تعداد
میں تھا مضر و ربیعہ و یمن کے لوگ دونوں لشکروں میں تھے ایک دوسرے سے بے تکلف
ملتے جلتے معرکہ کے وقت عبداللہ ابن عباس رضؓ نے دونوں لشکروں کے درمیان کھڑے
ہوکر جناب امیرؑ کی طرف سے پیغام صلح سنایا فریق ثانی نے غور کرنیکے لیے شب بھر کی مہلت
لی اسی اثناء میں جناب امیرؑ کی طرف سے حضرت عبداللہ ابن عباس حضرات طلحہ و زبیر
کے پاس صلح کی گفتگو کے لیے گئے اُدھر سے حضرت محمد ابن طلحہ جناب امیر کے پاس آئے
چنانچہ کل امور و شرائط طے ہوگئے اور صبح کو صلحنامہ و معاہدہ کی تکمیل قرار پائی سب لوگ
بخیریت لشکر میں واپس آگئے فریقین نے سرداروں کو بلاکر خوشخبری سنائی دونوں لشکروں
کے لوگ فارغ البال اور خوش ہوگئے جو لوگ بلوائی تھے وہ نہایت پریشان و بدحواس ہوئے

صلح کو وہ اپنے حق میں بہتر سمجھے تھے جب خیال آ جاتا موت سامنے آجاتی آپسمیں مشورہ کر کے صبح ہونے
سے پیشتر ان لوگوں نے فریقین پر حملہ کر دیا جنگ شروع ہو گئی حضرات طلحہ و زبیر سمجھے کہ جناب
امیر کے لشکریوں نے شبخون مارا اور جناب امیر یہ سمجھے کہ جمل والوں نے چھاپا مارا دونوں نے اس ہنگامہ
میں لشکر کی درستی کا حکم دیا حضرات طلحہ و زبیر نے فرمایا افسوس جناب امیر بغیر خونریزی کر لے
نہ مانیں گے جناب امیر کہنے لگے افسوس طلحہ و زبیر نے ہمارا کہنا نہ مانا بغیر قتل و خونریزی باز نہ آئے فرقہ
سبائیہ لڑ رہا تھا اسوقت بھی جناب امیر روکتے رہے مگر کسی نے نہ سنی جنگ مغلوبہ میں اشتر و عدی بھی
آ کر جناب امیر کے لشکر میں ملگئے لڑائی نے جب زور پکڑ لیا تو کعب ابن ثور حضرت عائشہ کے پاس جا کر کہنے
لگے کہ لوگوں نے قتل و خونریزی شروع کر دی آپ موقع پر تشریف لیچلیں شاید اللہ تعالیٰ آپکی برکت سے مصالحت
کرا دے حضرت عائشہ اُس اونٹ پر جسکا نام عسکر تھا عماری رکھی گئی اور اسے زرہیں پہنائی گئیں اور ایسی جگہ
کھڑا کیا گیا جہاں سے لشکر کا حال بخوبی معلوم ہوتا تھا لشکر کے اجتماع سے اونٹ مثل ٹیلہ کے معلوم ہوتا تھا
حضرت زبیر کے مقابلہ میں عمار ابن یاسر آئے اور نیزہ سے حملہ کر دیا یہ برابر حملہ کرتے جاتے تھے
حضرت زبیر حملہ کو روکتے تھے اور خود حملہ نہ کرتے تھے حضرت عمار کہتے جاتے کیا آپ مجھ کو
قتل کریں گے حضرت زبیر جواب دیتے کہ میں آپ کو قتل نہیں کروں گا حضرت زبیر اگر چاہتے تو
قتل کر دیتے لیکن انکو آنحضرت کا فرمانا کہ اے عمار تم کو گروہ باغی قتل کرے گا یاد تھا اسواسطے یہ ترکیب
کرتے تھے پھر حضرت زبیر میدان جنگ سے نکلکر مدینہ جانے کے ارادہ سے وادی السباع تشریف لے
گئے جناب امیر سے حدیث سن کے حضرت زبیر میں وہ جوش باقی نہیں رہا تھا بیٹے اور دوسرے
لوگوں کے کہنے سننے پر بادل ناخواستہ میدان جنگ میں آگئے تھے وادی السباع جاتے وقت
راستہ میں احنف ابن قیس کا لشکر ملا احنف نے دیکھکر کہا کہ اب انکے الگ ہونے سے کیا ہوتا ہے مسلمانوں کو
اور خود الگ ہو گئے پھر احنف نے اپنے ساتھیوں سے کہا کون ایسا ہے جو انکی خبر لائے عمر ابن جرموز نے کہا
میں جاتا ہوں یہ کہکر روانہ ہوا اور حضرت زبیر سے ملا انھوں نے پوچھا تم کیوں آئے ہو اُس نے
کہا مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے حضرت زبیر کا غلام عطیہ کہنے لگا اسکا ارادہ آپ کو تکلیف پہونچانے

کا ہے فرمایا ایک شخص سے کیا خوف ہے یہ کہکر آگے روانہ ہوئے اس عرصہ میں نماز کا وقت
آگیا گھوڑے سے اُترکر نماز کے لیے کھڑے ہوئے ابن جرموز نے پیچھے سے تلوار ماری حضرت
زبیر شہید ہوئے ابن جرموز گھوڑا ہتھیار اور ٹھرے کر چلتا ہوا غلام کو چھوڑ دیا اس نے حضرت
زبیر کو وہیں دفن کر دیا اور لشکر میں آکر اُنکی شہادت کی اطلاع کی ابن جرموز نے احنف کے
پاس جاکر حضرت زبیر کا قتل کرنا بیان کیا وہ بہت ناخوش ہوئے پھر جناب امیر کے لشکر
میں آیا اور دربان سے کہا اطلاع کردو کہ قاتل حضرت زبیر حاضر ہونے کی اجازت مانگتا
ہے دربان نے عرض کیا جناب امیر نے فرمایا آنے دو اور اُس کو دخول دوزخ کی بشارت
دو ابن جرموز نے آکر تلوار پیش کی جناب امیر تلوار لیکر آبدیدہ ہوئے اور فرمایا اس تلوار سے
اکثر وقتوں میں حضرت زبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے پھر وہ تلوار
آپ نے حضرت عائشہ کے پاس بھیجدی (ابن اثیر) ایک روایت میں ہے کہ ابن جرموز حضرت
زبیر کا سر کاٹ کر جناب امیر کی خدمت میں لایا تھا جب سامنے آیا تو جناب امیر نے فرمایا تجھ کو
دوزخ کی بشارت ہو کیونکہ آنحضرت فرماتے تھے کہ قاتل زبیر کے لیے دوزخ کی بشارت ہے
ابن جرموز جناب امیر کے پاس سے واپس ہو کر کہنے لگا میں علی کے پاس زبیر کا سر لایا تھا اور اپنے نزدیک
اُسکو ثواب سمجھے ہوئے تھا افسوس انھوں نے مجھے دوزخ کی بشارت دی تحفہ لانے والے کیلیے
یہ بشارت بہت بُری ہے بعض روایات میں قاتل کا نام عمر ابن حرمون ہے جسکو جناب امیر نے جب
دوزخ کی بشارت دی تو اُس نے جھلا کر کہا اے علی تم امت کے لیے عجب بلا ہو اگر تمھارا ساتھ
دیں اور تمھارے دشمنوں کو ماریں تو تم دوزخی بناتے ہو اگر تمھارا ساتھ نہ دیں تب بھی دوزخی کہتے ہو

بیان شہادت حضرت طلحہ

حضرت طلحہ جنگ میں مصروف تھے کہ زانو میں ایک تیر لگا زخم سخت آیا جب اُسکو دبا لیتے
خون بند ہو جاتا جب چھوڑ دیتے جاری ہو جاتا حضرت طلحہ نے لوگوں سے فرمایا رہنے دو
خدا کا تیر ہے یہ زخم جان لینے والا ہے اس حالت میں انھوں نے اپنا پاؤں گھوڑے کے
پہلو سے خوب جما لیا تھا تاکہ گرنے سے بچے رہیں اور کہتے جاتے تھے اے اللہ کے بندو

لڑائی سے باز رہو میری طرف واپس آؤ قعقاع نے اُنکو زخمی پاکر کہا آپ زخمی ہوگئے ہیں لہذا
مناسب ہے کہ یہاں سے چلے جائیے اور کسی مقام پر آرام کیجیے یہ چلے گئے خون برابر جاری
تھا کہتے جاتے تھے خداوندا حضرت عثمان کے خون کا عوض مجھ سے لے اور مجھ سے راضی
ہوجا اسقدر خون نکلا کہ موزہ تر ہوگیا اور ضعف طاری ہوگیا اور حالت قریب بہ غشی ہوگئی
اُسوقت اپنے غلام سے کہنے لگے کہ میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوجاؤ اور مجھے گرنے سے
سنبھال اور جلد کسی مکان میں اُتارو غلام نے بدقت تمام بصرہ کے ایک ویران مقام
میں اُتارا اتفاقاً اُس مکان میں ایک شخص وارد ہوا ازالۃ الخفا میں اُسکا نام ثور ابن مجزاۃ
لکھا ہے حضرت طلحہ نے اُن سے پوچھا کیا تم امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے اصحاب میں
سے ہو اُسنے جواب دیا ہاں آپنے فرمایا اپنا ہاتھ پھیلاؤ میں تم سے بیعت کرتا ہوں چنانچہ آپنے
بیعت کی آپ کو خوف تھا کہ ایسی حالت میں کہیں دم نہ نکل جائے جو جناب امیر سے بیعت نہ
کرسکوں لہذا بالواسطہ بیعت کرلی ثور کا بیان ہے کہ حضرت طلحہ نے جب میرے ہاتھ پر
بیعت کرلی تب انتقال ہوا میں نے پھر حاضر ہوکر جناب امیر سے سارا قصہ بیان کیا انھوں
فرمایا اللہ اکبر خداوند تعالےٰ نے نہ چاہا کہ حضرت طلحہ بغیر میری بیعت کیے ہوئے جنت میں
جائیں حالت زخم میں حضرت طلحہ فرماتے تھے افسوس مجھ سے زیادہ اپنے خون کا ضائع کرنیوالا
کوئی بوڑھا نہ ہوگا پاؤں میں تیر مروان بن حکم علیہ اللعن نے مارا تھا حضرت زبیر کے جانے
کے بعد مروان کہنے لگا زبیر چلے گئے طلحہ بھی جانے پر آمادہ معلوم ہوتے ہیں مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ ان کو یہیں ختم کردوں چنانچہ صفت اندام پر تیر مارا (تاریخ ابن اثیر و ابن خلدون
و مروج الذہب مسعودی و ازالۃ الخفا)۔

حضرات طلحہ و زبیر کے واقعہ کے بعد لڑائی تقریباً ختم ہوچکی تھی کچھ لوگ بھاگ بھی گئے تھے
کہ حضرت عائشہ کا اونٹ سامنے آگیا لوگ چاروں طرف سے گرد جمع ہوگئے مفرورین
دیکھ کر پھر لوٹے اور نہایت جوش و خروش سے لڑنے لگے حضرت عائشہ نے جب دیکھا کہ

لوگ لڑائی سے باز نہیں آتے تو کعب ابن سور سے کہنے لگیں تم اونٹ چھوڑ کر اور قرآن لیکر میدان
میں جاؤ اور لوگوں کو اس کے محاکمہ کی طرف بلاؤ کعب قرآن شریف لے کر گئے جناب امیر کا
لشکر بڑھا سب سے آگے گروہ مفسدین عبد اللہ ابن سبا کا فرقہ تھا جس نے جنگ کرادی تھی اُس نے
کعب ابن سور پر تیروں کی بارش شروع کی ہزاروں تیر آپ پر پڑ گئے ایسا کہ وہ شہید ہو گئے پھر اس
گروہ نے عماری پر تیر چلانا شروع کیے حضرت عائشہ نے باواز بلند ہمراہیوں کو بغرض امداد
بلایا یہ کہتی جاتی تھیں لوگو اللہ سے ڈرو قیامت کا خوف کرو مگر کون سنتا تھا آگے بڑھتے چلے
آتے تھے تب حضرت عائشہ قاتلین حضرت عثمان پر بد دعا کرنے لگیں تاکہ لوگ بد دعا سے ڈر
کر جنگ سے باز رہیں اہل لشکر بھی بد دعا کرنے لگے ایک طرف لڑائی اور دوسری طرف بد دعا کی
آوازوں سے میدان گونج اُٹھا جناب امیر نے دریافت کیا معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ قاتلین
حضرت عثمان پر بد دعا کر رہی ہیں جناب امیر نے بھی فرمایا اللھم العن قتلۃ عثمان (اے اللہ
قاتلین عثمان پر لعنت کر) اس تدبیر سے بھی لڑائی نہ رُکی تب حضرت عائشہ نے سرداران میمنہ و
میسرہ سے کہلا بھیجا تم لوگ ثابت قدمی سے لڑتے رہو میں مدد کے لیے اور فوج بھیجتی ہوں حضرت
ام المومنین نے جب دیکھا کہ لوگ مجھ پر حملہ کرنے لیے بڑھتے چلے آتے ہیں تو اپنے لشکر والوں کو ایک
پر جوش تقریر سے لڑائی پر اُبھارا حملہ کرنے والے فرقۂ سبائیہ کے لوگ تھے اس تقریر سے بصرہ
کے قبیلۂ مضر نے اپنے مقابل کوفہ کے مضر کو شکست دی اور اونٹ کے سامنے کا میدان حملہ آور
حریف سے صاف کر دیا پھر طرفین میں تیر چلنا شروع ہوئے جناب امیر جس جگہ تھے وہاں لڑنے
والوں کی ریل پیل سے مجمع بڑھ گیا اُسوقت آپ نے محمد ابن الحنفیہ علمدار سے فرمایا کہ ان لوگوں کو
ہٹا دو محمد ابن الحنفیہ نے آگے بڑھنے کا قصد کیا بجز تیروں کی نوک کے کسی طرف راستہ نہ پا کر
مجبوراً رک رہے یہ دیکھ کر جناب امیر نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا تم میرے آگے رہو اُسوقت
تک صرف مضر میں باہم مقابلہ تھا باقی فریقین علیحدہ تھے جناب امیر کے لشکر میں یزید ابن صوحان
کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ تم بھی ہمارے ساتھ رہو مگر اس ہنگامہ سے الگ ہو نہ ورنہ شور تم

کسی طرح نہیں روک سکتے تم نہیں دیکھتے کہ مضر کس طرح سے مضر کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جو اونٹ کے قریب جاتا ہے مارا جاتا ہے انھوں نے جواب دیا کہ موت زندگی سے بہتر ہے اور میں موت کا خواہاں ہوں یہ کہکر معرکہ میں گھس پڑے زید ابن صوحان اور سیحان ابن صوحان دونوں بھائی مارے گئے انکے بھائی صعصعہ زخمی ہوکر کچھ دنوں زندہ رہے ان کے بعد دوسرے قبائل بھی لڑنے لگے جناب امیر نے ہنگامہ فرو کرنے کی تدبیریں کیں مگر کوئی تدبیر نہ چلی قبائل ربیعہ و یمن کی طرف آدمی بھیجکر کہلا بھیجا کہ اپنے سرداروں کی متابعت کرو لڑائی سے باز رہو چنانچہ بنی عبدالقیس کے ایک شخص نے کھڑے ہوکر کہنا شروع کیا اے لوگو امیر المومنین تم کو خدا کیطرف بلاتے ہیں کسی نے نمانا بلکہ یہ جواب دیا کہ جو شخص حدود اللہ قائم نہیں کرتا وہ ہم کو کیوں بلاتا ہے کعب ابن ثور کو ربیعہ نے تیروں سے مار ڈالا انکے خون کا عوض کوئی نہیں لیتا ہے غرضکہ فریقین کسی طرح باز نہ آئے لڑائی کا منظر خطرناک ہوگیا کوفہ کے یمن والوں نے بصرہ کے یمن والوں کا مقابلہ کیا اہل کوفہ قتال سے کسی طرح ہاتھ نہ روکتے تھے مطلب یہ تھا کہ کسی طرح حضرت ام المومنین کے اونٹ تک پہونچ جائیں اور انکو تکلیف پہونچائیں حضرت ام المومنین نے یہ کیفیت دیکھکر اپنے لشکریوں کو حفاظت کی تاکید کی دونوں میں خوب لڑائی ہوئی بصرہ کا گروہ یمن و ربیعہ کوفہ کے گروہ یمن و ربیعہ پر غالب آیا یہ دیکھکر کوفہ والے سنبھلے جن کے علم کے نیچے دس آدمی یعنی پانچ ہمدان کے اور پانچ یمن والے قتل ہوئے پھر علم قیس ابن یزید نے لیا کوفہ کے گروہ ربیعہ کے علم کے نیچے زید عبداللہ ابو عبیدہ ابن راشد قتل ہوئے لڑائی یہانتک تیزی پکڑ گئی کہ صفوں کی ترتیب جاتی رہی فریقین نے کہنا شروع کیا کہ حریف کے ہاتھ پاؤں کاٹو جان سے نہ مارو اس معرکہ میں جسقدر ہاتھ پاؤں کاٹے گئے وہ کسی معرکہ میں نہ دیکھے گئے عبدالرحمن ابن عتاب کا ہاتھ بھی قبل شہادت کٹ گیا تھا حضرت ام المومنین نے اپنے بائیں طرف ملاحظہ فرماکر دریافت کیا تم لوگ کون ہو جواب ملا صبرہ ابن شیمان آپنے فرمایا شاباش اے آل غسان میری حفاظت کرو اور مفسدوں کے ہاتھ سے بچاؤ پھر داہنے طرف والوں سے پوچھا کہ تم کون ہو

کہنے لگے بکر ابن وائل فرمایا تمہارے مقابلہ میں عبدالقیس ہیں مجھکو اُن کے حملہ سے بچانا پھر سامنے
کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئیں اور پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا بنی ناجیہ ان لوگوں کے علاوہ
بنو ضبہ و بنو عدی۔ ابن عبیدہ نے اونٹ کی جان توڑ حفاظت کی سب سے پہلے اونٹ کی
مہار کعب ابن سور کے ہاتھ میں تھی جب یہ مارے گئے تو انکے بھائی عبداللہ آئے وہ بھی
ختم ہوئے پھر عمیرہ ابن تیربی نے مہار اپنے ہاتھ میں لی ہند ابن عمر جملی مرادی نے حملہ کیا
ابن تیربی کے ہاتھ سے قتل ہوا علباء ابن ہیثم بڑھے وہ بھی قتل ہوئے اسی طرح سیحان ابن صوحان
مارے گئے اُن کے بھائی صعصعہ زخمی ہوئے ابن تیربی نے جوش میں آکر رجز یہ اشعار پڑھنا
شروع کیے کہنے لگا میری شجاعت کا کون منکر ہوگا میں قاتل علباء و ہند جملی و ابن صوحان
ہوں میں علی کے دین پر ہوں میں نے ان لوگوں کو مار ڈالا کچھ پروا نہیں میرے عم کو ابوالحسن علی
دفع کرنے والے کافی ہیں حضرت عمار نے سنکر فرمایا تو نے بڑی حفاظت کیساتھ پناہ پکڑی اور
تو سچا ہے تو اس لشکر سے نکلکر ہمارے پاس چلا آ ابن تیربی نے یہ سنکر اونٹ کی مہار دوسرے
شخص کو دی اور عمار سے مقابلہ کیا عمار کا سن تقریبًا نوے برس کا تھا صرف ایک پوستین بدن
پر تھی جسکو رسی سے باندھے ہوئے تھے ابن تیربی کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے لوگوں
نے افسوس کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ عمار بھی چلے ابن تیربی نے تلوار ماری انھوں نے سپر پر روکی
تلوار الجھ رہی ابن تیربی نے بہت زور کیا نہ نکلی عمار نے اس موقع پر اپنی تلوار سے اُس کے
پاؤں قلم کر دیے ابن تیربی جب قید کر کے جناب امیر کے پاس لایا گیا تو اُس نے فریاد کرنا
شروع کی کہ مجھے قتل نہ کیجیے جناب امیر نے فرمایا تو نے تین آدمیوں کو قتل کیا لہذا مارا جائیگا
چنانچہ وہ قتل ہوا پھر ایک عدوی نے باگ لی اور ربیعہ عقیلی سے لڑا دونوں سخت زخمی
ہو کر گرے اور مر گئے پھر حارث ضبی آیا یہ شخص بڑا سخت تھا قتل ہوا پھر عمر ضبی آیا وہ بھی قتل
ہوا مہار شتر پر اسیطرح چالیس آدمی اور ایک روایت میں ہے کہ ستر آدمی قتل ہوئے حضرت
عائشہ فرماتی تھیں جب تک بنو ضبہ میرے اونٹ کے محافظ رہے وہ اچھی حالت میں رہا

جب اُنکی آوازیں میں نے نہ سنیں تب اونٹ مارا گیا ہو ضبہ کا رجز یہ تھا ہم اصحاب جمل ہیں
جب موت آتی ہے تو بیدریغ اُس کے منھ میں کودتے ہیں موت ہمارے نزدیک شہدسے
زیادہ شیریں ہے محمد ابن طلحہ نے جب مہار پکڑی تو حضرت عائشہ سے پوچھا کہ میرے لیے
کیا حکم ہے فرمایا تم اولاد آدم میں بہتر ہو گے بشرطیکہ جنگ نہ کرو یہ اُسی جگہ جمے رہے جو حملہ کرتا
اُسکو دفع کرتے اور حمٓ لا ینصرون پڑھتے جاتے خود کسی پر حملہ نہ کرتے ایک جماعت اُنکے
قتل پر آمادہ ہوئی جسمیں معکبر اسدی معکبر ضبی معاویہ ابن شداد عبسی عفار سعدی تھے
انمیں سے کسی نے نیزہ مار کر انکو شہید کیا پھر عمر ابن اشرف ازدی نے مہار پکڑی حارث
ابن زہیر ازدی سے مقابلہ ہوا دونوں ختم ہوئے عمر ابن اشرف کے بعد اُن کے خاندان
کے تیرہ آدمی اسی طرح مارے گئے اونٹ کے گرد بڑے بڑے شجاع اور دلیر لوگ تھے قتل
ہو جاتے تھے اور کسی کو قریب نہ آنے دیتے تھے جسنے اونٹ کی مہار پکڑی وہ قتل ہوا علم
فوج اُس شخص کے ہاتھ میں ہوتا تھا جو محافظت اور شجاعت میں معروف و مشہور ہوتا مہار
لے کر اپنا نام و نسب بھی بیان کر دیتا تھا موت کسی کو بالطبع مرغوب نہیں ہوتی نہ کوئی
اُسکا خواستگار ہوتا ہے اُس روز معاملہ برعکس تھا ہر شخص یقینی طور پر جانتا تھا کہ جس نے
مہار پکڑی مارا گیا مگر لوگ خوشی سے اس کام کو کرتے تھے جو شخص قصد کرتا وہ یا مقتول ہوتا
یا ایسا زخمی ہوتا کہ پھر نہ آسکتا عدی ابن حاتم طائی کی آنکھ جاتی رہی تھی عبد اللہ ابن زبیر
جب اونٹ کے قریب آئے تو حضرت عائشہ نے پوچھا کون کہنے لگے آپ کا بھانجا ہوں
یہ کہکر اونٹ کی مہار پکڑلی اشتر نخعی نے تلوار کا ایک ہاتھ رسید کیا جس سے شدید زخم
پہونچا ابن زبیر نے بھی وار کیا اشتر نخعی بھی سخت زخمی ہوئے پھر دونوں میں کشتی ہونے
لگی دونوں زمین پر گر پڑے ابن زبیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم دونوں کو قتل کر ڈالو
لوگ نہ سمجھے طرفین کے لوگ بیچ میں دوڑ کر دونوں کو چھڑا دیا پھر عبد الرحمن ابن عتاب نے مہار لی اشتر
کہتے تھے میں نے مقابلہ کیا انکو سخت مار ہوشیار پایا پھر اسود ابن عوف انکی جگہ پر آئے

یہ اُن سے زائد بہادر تھے اُن سے لڑنے میں مجھے دشواری پیش آئی اسی اثنا میں میں نے
جندب ابن زہیر عامدی سے مقابلہ کر کے انکو قتل کیا عبداللہ ابن حکیم ابن حزام قریش کے
علمبردار تھے عدی ابن حاتم سے اُن سے لڑائی ہو رہی تھی ہم نے اور عدی نے ملکر اُن کو
قتل کیا پھر اسود ابن ابی البختری آئے وہ بھی مارے گئے مروان بھی شدید زخمی ہوا ابن زبیر کے
ستر زخم لگے تھے باوجود اس کے بھی ہمراہیان جمل کا جوش کم نہ ہوتا تھا نہ عبداللہ ابن سبا
کا گروہ حملہ کرنے سے باز رہتا تھا اشتر کا قول ہے کہ جنگ جمل سے زیادہ سخت کوئی معرکہ
میری نظر سے نہیں گذرا کوئی بھاگنے کا نام تک نہ لیتا تھا اونٹ کی مہار اس قدر لوگوں
کے ہاتھوں میں رہی کہ وہ بھی ٹوٹ گئی لڑائی کسی طرح ختم ہوتی نہ تھی کثرت سے لوگ
قتل ہو گئے تھے ہزاروں ہاتھ پیر کٹ گئے تھے میمنہ میسرہ کا فرق جاتا رہا تھا فریقین قلب لشکر
سے مل گئے تھے جوش بدستور تھا بالآخر جناب امیر نے جنگ ختم کرنے کی یہ تدبیر سوچی اور
دوسرے لوگ بھی اس رائے کے موافق ہوئے فرمانے لگے جب تک اونٹ زندہ ہے لڑائی ختم نہ ہوگی
کسی طرح اونٹ مارا جائے تو لڑائی ابھی ختم ہو جائے چنانچہ جناب امیر نے باواز بلند فرمایا کہ اونٹ
کی کوچیں کاٹ دو لوگ خود ہی متفرق و منتشر ہو جائیں گے اونٹ کی مہار اسوقت ایک کوفی
کے ہاتھ میں تھی جناب امیر کے حکم سے حملہ کرتے وقت اونٹ کے دونوں پاؤں کاٹ دیے گئے
اونٹ بلبلا کر گر پڑا ایسی تیز آواز سے بلبلایا کہ کسی نے ویسی بلبلاہٹ کبھی نہ سنی تھی کوفیان
ازدو کا علم مخنف ابن سلیم کے پاس تھا اُن کے بعد صقعب نے لیا پھر عبداللہ ابن سلیم نے پھر
علاء ابن عرور نے انھیں کے ہاتھ میں علم تھا کہ فتح ہو گئی کوفیان عبد قیس کے علمبردار قاسم
ابن سلیم۔ زید ابن صوحان۔ سیمان ابن صوحان۔ عبداللہ ابن رقبہ۔ منقذ ابن نعمان۔ مرہ
ابن منقذ رہے یہ یکے بعد دیگرے لڑتے رہے بکر ابن وائل کا علم حریث ابن حسان ذہلی
کے ہاتھ میں تھا اس لڑائی میں اُنکے خاندان کے پانچ آدمی اور چند بنی مخدوج کے اور
پینتیس قبیلۂ ذہل کے قتل ہوئے حارث ابن حسان نے حریث سے کہا یہ بھی اچھی

لڑائی ہے اگر ہم حق پر ہوں حسرت کہنے لگے ہم حق پر ہیں لوگ ادھر اُدھر ہو گئے ہم اہلبیت آنحضرت کے
پاس ہیں ان کی حفاظت میں ہم جان دے رہے ہیں اسی جنگ میں عمیر ابن اہلب ضبی زخمی
ہو کر گر ا زمین پر پڑا ہڑبڑا رہا تھا کہ جناب امیر کے لشکر کا ایک سپاہی اس کے پاس سے
ہو کر گزرا عمیر کو شعر پڑھتے دیکھکر کہنے لگا کلمہ پڑھنے کا وقت ہے شعر نہ پڑھو عمیر نے کہا
میرے پاس آکر کہو میں اونچا سنتا ہوں وہ شخص عمیر کے پاس بیٹھ گیا اور اُس کے منھ
کے پاس جا کر کلمہ پڑھا عمیر نے جست کر کے اُس کا کان دانتوں سے کاٹ لیا۔
اونٹ کے مارے جانے کا قصہ یوں ہے کہ مالک اشتر اونٹ کے پاس سے لڑ کر واپس
آرہے تھے ادھر سے قعقاع ابن عمر جا رہے تھے انھوں نے اشتر سے کہا کیا تم پھر اونٹ
کے پاس جا کر لڑ سکتے ہو اشتر نے اسکا کچھ جواب نہ دیا قعقاع کہنے لگے تم یہ نہ سمجھنا
کہ تم ہی لڑنا جانتے ہو ہم بھی لڑائی کے فنوں سے خوب واقف ہیں یہ کہکر قعقاع نے
بڑھ کر حملہ کر دیا اونٹ کی مہار زفر ابن حارث کے ہاتھ میں تھی بنی عامر کے شیوخ میں سے
کوئی نہ بچا تھا سب اونٹ کی حفاظت میں مارے گئے سب کے بعد زفر نے مہار ہاتھ میں لی
قعقاع نے بجیر ابن دلجہ سے کہا اے بجیر ابن دلجہ تم اپنی قوم سے تدبیر مناسب کر کے اونٹ
کے پاس جاؤ اور اُس کو مار کر گرادو تاکہ لڑائی کا خاتمہ ہو جائے ورنہ اسکا انجام بد نظر آتا ہے
اگر حضرت عائشہ کو خدانخواستہ کوئی صدمہ پہونچا تو بہت بری بات ہے اس صورت میں
البتہ لڑائی کا خاتمہ ہے اور ہماری تمھاری سب کی نجات ہے چونکہ فریقین میں ہر قبائل کے
لوگ کچھ ادھر اور کچھ اُدھر تھے لہذا بجیر ابن دلجہ نے اپنی قوم سے سازش کرنا چاہی یہ
جناب امیر کے لشکر میں تھے انھوں نے اپنی قوم سے پکار کر کہا اے آل ضبہ اے آل عمر
ابن دلجہ میں تمھارے پاس آنا چاہتا ہوں تم سے کچھ کہونگا انھوں نے اجازت دی بجیر نے
وہاں پہونچکر کہا کیا مجھکو تھوڑی دیر تک تا وقتیکہ تمھارے پاس سے واپس نہ جاؤں امن
دے سکتے ہو انھوں نے جواب دیا ہاں تم کو امن ہے بجیر امن پاکر اونٹ کے پاس گئے اور

ایک تلوار اُسکے پاؤں پہ ماری اور خود اونٹ کے دوسرے پاؤں پر گر پڑے اونٹ بلبلا کر گرنے لگا۔ قعقاع نے اپنے نزدیک والوں سے کہا کہ تم کو امن ہے پھر خود زفر کے ساتھ تنگ ور رسیاں کاٹ کر ہاتھوں ہاتھ عماری سنبھالکر زمین پر رکھدی عماری کثرت تیروں سے بشکل ساہی نظر آتی تھی جو لوگ اونٹ کے گرد و پیش تھے اونٹ کے گرتے ہی بھاگے لڑائی دفعتاً فرو ہوئی جب لوگ بھاگنے لگے تو جناب امیر نے اسلامی ہمدردی کو مد نظر رکھکر مخالفین کی نسبت یہ منادی کرادی (۱) کہ بھاگتے ہوئے کا تعاقب نہ کیا جائے (۲) مجروح کو کوئی قتل نہ کرے اور نہ اسباب چھینے (۳) کوئی کسی کے گھر میں نہ گھسے۔

پھر جناب امیر نے حکم دیا کہ حضرت عائشہ کی عماری مقتولین کے درمیان سے اُٹھا کر صاف میدان میں رکھی جائے محمد ابن ابی بکر سے ارشاد ہوا کہ عماری پر ایک قبہ یعنی خیمہ نصب کردو اور دریافت کرو کہ ام المومنین کے کہیں زخم تو نہیں لگا محمد ابن ابی بکر عماری کے پاس آئے اور اپنا سر عماری میں ڈالا ام المومنین نے فرمایا کون عرض کیا آپ کے گھر والوں میں سے آپکے نزدیک جو سب سے بُرا شخص ہو وہ میں ہوں ام المومنین نے اپنے بھائی کو بخیریت و زندہ پاکر فرمایا الحمد للہ خداوند تعالےٰ نے تم کو صحیح وسالم رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ محمد ابن ابی بکر اور عمار ابن یاسر دونوں نے عماری کو اُتارا اور فاصلہ پر جاکر رکھا محمد ابن ابی بکر نے عماری کے اندر ہاتھ ڈالا حضرت عائشہ کے جسم کو وہ ہاتھ لگا حضرت عائشہ کو غصہ آگیا حالت غصہ میں فرمانے لگیں وہ ہاتھ جلے جس نے اس جسم کو چھوا ہو جسکو سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور کسی نے نہ چھوا تھا محمد ابن ابی بکر کہنے لگے میں تمھارا بھائی ہوں دعا کرو دنیا میں یہ ہاتھ جلے آخرت میں نہ جلے پھر پوچھا کیا اب بھی میں گمراہی پر ہوں فرمایا نہیں۔ عمار ابن یاسر نے پوچھا اے میری ماں آج آپنے اپنے لڑکوں کی لڑائی ملاحظہ فرمائی حضرت عائشہ نے فرمایا میں تمھاری ماں نہیں ہوں عمار کہنے لگے میں ضرور کہونگا چاہے آپ ناخوش ہوں فرمانے لگیں اب تم نے فتح پائی

تو فخر کرنے لگے یہ کوئی فتح نہیں ہے پھر جناب امیر خود تشریف لائے اور دریافت فرمایا آپ کیسی ہیں فرمایا الحمد للہ خیریت سے ہوں جناب امیر نے فرمایا اللہ تعالےٰ آپ سے درگزر کرے حضرت عائشہ نے بھی یہی فرمایا اسی اثنا میں اعین ابن ضبیعہ یا اعین ابن مجاشعی حاضر ہوا اور عماری میں جھانکنے لگا حضرت عائشہ نے فرمایا دور ہو تجھ پر خدا کی لعنت اس نے کہا بخدا میں نے حمیرا (حضرت عائشہ) کو دیکھ لیا حضرت عائشہ اس کے اس لفظ پر اور بھی برافروختہ ہوئیں فرمانے لگیں خدا تیرا پردہ فاش کرے تیرے ہاتھ کٹیں اور نعش برہنہ پڑی رہے یہ بد دعا اس کے حق میں تیر کا کام کر گئی بصرہ میں پہلے اُس کے ہاتھ کٹے پھر قتل کیا گیا اور سولی پر چڑھایا گیا نعش بے کفن ازد کے کھنڈروں میں پھینک دی گئی پھر حسب الحکم جناب امیر محمد ابن ابی بکر حضرت عائشہ کو بصرہ لے گئے اور عبد اللہ ابن خلف خزاعی کے گھر میں صفیہ بنت حارث ابن ابی طلحہ عبد الدار ی مادر طلحۃ الطلحات ابن عبد اللہ ابن خلف کے پاس ٹھہرایا سرداران اسلام حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوتے قعقاع ابن عمر نے آکر سلام کیا حضرت عائشہ نے بعد جواب کے فرمایا خدا کی قسم مجھکو یہ منظور تھا کہ آج کے واقعہ سے بیس برس پیشتر میں مر جاتی قعقاع نے واپس ہو کر جناب امیر سے بیان کیا انھوں نے بھی یہی کہا پھر جناب امیر نے رات ہی میں فریقین کے زخمیوں کو ملاحظہ فرمایا علاج و مرہم پٹی کی مناسب تدبیر کی غلام کے ہاتھ میں شمع تھی ہر ایک نعش کو بغور دیکھتے اور افسوس کرتے کعب ابن ثور کی لاش دیکھکر فرمایا افسوس کیا تم کو خیال ہے کہ ہم پر صرف عوام الناس نے خروج کیا تھا حالانکہ انمیں ایسے عالم بزرگ بھی تھے پھر عبد الرحمن ابن عتاب کی نعش دیکھکر فرمایا افسوس ہے یہ شخص اپنے قبیلہ کا سردار حامی و مددگار تھا حضرت طلحہ ابن عبد اللہ کی نعش بھی ملاحظہ فرمائی اُن کے چہرہ سے غبار صاف کرکے فرمانے لگے اے ابو محمد میں سخت متاسف ہوں کہ تم کو غبار آلودہ دیکھ رہا ہوں مجھکو یہ امر بہت مکروہ معلوم ہوتا ہے جب نعشوں کو دیکھکر افسوس کر چکے تو حکم دیا کہ یہ سب رصافہ میں جمع کی جائیں چنانچہ جمع کی گئیں دونوں طرف

کے مقتولین پر نماز پڑھ کے ایک قبر میں دفن کر دیا کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں ایک جگہ دفن کر دیے
مخالفین کی اس طرح تجہیز و تکفین ایک نئی بات تھی جو اس موقع پر جناب امیر سے عمل میں آئی
پھر لشکر کے مقتولین و مفرورین و مال و اسباب ہتھیار وغیرہ جمع کرا کے بصرہ کی جامع مسجد میں
بھجوا دیے اور یہ منادی کرا دی کہ اسلحہ خزانۂ شاہی کے علاوہ جس چیز کو جو کوئی شناخت کرے
وہ اُس کو دیدیجائے فوجیوں نے مال کی بہم رسانی میں بڑی مستعدی اور ایمانداری ظاہر کی
کسی قسم کی خیانت نہ ہونے دی۔

مقتولین جنگ جمل اس جنگ میں طرفین کے دس ہزار آدمی قتل ہوئے منجملہ اُن کے بنی ضبہ
میں سے ایک ہزار جوان قتل ہوئے۔ بنی عدی میں سے ستر آدمی اونٹ کے گرد مارے گئے
جن میں اکثر حافظ قرآن تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مقتولین میں دونوں طرف کے نصف نصف تھے
ایسا ہی ابن خلدون و ابن اثیر میں ہے بعض روایات میں ہے کہ جناب امیر کی طرف
ایک ہزار اور حضرت عائشہ کی طرف نو ہزار قتل ہوئے۔ تاریخ مسعودی میں تیرہ ہزار
کی تعداد لکھی ہے جس میں جناب امیر کے طرفدار پانچہزار اور بقیہ اصحاب جمل تھے اسمیں بہت
اقوال ہیں بعض سات ہزار لکھتے ہیں تاریخ یافعی میں مقتولین کی تعداد اٹھئیں ہزار لکھی ہے
واللہ اعلم اس واقعہ میں طرفین سے حسب ذیل اصحاب شہید ہوئے یہ اُن لوگوں کے علاوہ
ہیں جنکے نام واقعات جنگ میں آچکے۔ جناب امیر کی طرف سے حضرت عبد الرحمن ابن عبید اللہ
برادر حضرت طلحہ و حضرت عمر ابن عبد اللہ ابن ابی قیس ابن عامر و حضرت محرز ابن حارثہ
ابن ربیعہ ابن عبد العزے ابن عبد الشمس و معرض بن علاط سلمی و ہند ابن ابی ہالہ اسدی و
معاذ ابن عضراء بدری شہید ہوئے معاذ کے متعلق بعض کا قول ہے کہ یہ شہید نہیں ہوئے
بلکہ واقعۂ حرہ تک زندہ رہے حضرت عائشہ کی طرف سے مجاشع و مجالد ابن مسعود سلمی۔
عبد اللہ ابن حکیم ابن حزام اسدی ہلال ابن وکیع تمیمی شہید ہوئے۔ جس دن واقعہ جمل ہوا
اُسی دن شام کے وقت قبل غروب اہل مدینہ کو باوجود بعد مسافت اس جنگ کی اطلاع

خبر ہوگئی ایک گدھ مدینہ منورہ کے قریب اُڑتا جاتا تھا اُسکے پنجہ میں کوئی چیز لٹکتی نظر آتی تھی اتفاقاً وہ پنجہ سے گری لوگوں نے دوڑ کر اٹھایا معلوم ہوا کسی کا کٹا ہوا ہاتھ ہے انگلی میں مہر تھی جس پہ عبدالرحمن ابن عتاب لکھا تھا مہر دیکھکر معلوم ہوا کہ لڑائی ہوگئی یہ ہاتھ وہی تھا جو قبل شہادت کٹ گیا تھا اُس کو گدھ اٹھا لایا تھا اس طرح پر جو مقامات درمیان مکہ و مدینہ و بصرہ کے واقع ہیں ہاں بھی کٹے ہوے ہاتھ و پیر پاے گئے جنکو گدھ اٹھالے گئے تھے وہاں کے باشندے بھی جنگ جمل سے مطلع ہوگئے قعقاع کا بیان ہے کہ جنگ جمل کچھ عجب نہ از کی تھی ہم اپنے حریف کو نیزوں کی نوک سے ٹالتے تھے اور نیزے کے نیچے والے سرے پر ہم خود ٹیک لگاتے تھے اسی طرح پر ہمارے حریف بھی کرتے تھے عبداللہ ابن سنان کا بیان ہے کہ جمل میں پہلے ہم نے تیراندازی کی جب تیر ختم ہوگئے تو نیزوں سے کام لیا جب وہ بھی نہ رہے تو جناب امیر نے فرمایا اے مہاجرین اب تلواریں لو پھر تلواریں نکل پڑیں اور اُن کی چوٹوں کی آوازیں ایسی سنی جاتی تھی جیسے دھوبی کُندی کرتا ہے تلواروں کے ہاتھ بھی اس طرح مارتے تھے کہ دیکھنے والے ڈر جائیں اگر کسی پر ہاتھ بھی پڑ جائے تو جان سے بچ جائے بلکہ قصداً اُلٹی تلوار ہاتھ بچا کر مارتے تھے۔

وقوع جمل | واقعہ جمل شروع تاریخ ہجری سے چھتیس سال پانچ ماہ دس دن کے بعد پیش آیا تاریخ ہجرت یوم روانگی آنحضرت مکہ معظمہ سے رکھی جائے خواہ یوم تشریف آوری مدینہ منورہ سے قرار دیجائے ماہ جمادی الآخر تک مدت پوری نہیں ہوتی حساب سے ماہ شعبان یا رمضان کا یہ واقعہ معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

واقعات بعد جنگ | بعد اختتام جنگ احنف ابن قیس بنی سعد کو لے کر جناب امیر کی خدمت میں آئے آپ نے فرمایا اب تم انتظار کر چکے احنف نے جواب دیا میں نے اپنے حق میں اسی کو بہتر سمجھا جو کچھ ہوا وہ آپ کے حکم سے ہوا نرمی اختیار کیجیے جو راستہ آپ نے اختیار کیا ہے وہ دور و دراز ہے آئندہ حوادث میں مجھے اپنا دوست خالص سمجھیے میں ہمیشہ سے آپکا ساتھی ہوں۔ دو شنبہ کے روز جناب امیر بصرہ میں داخل ہوے تمامی اہل بصرہ سمیت اراکین قوم مع

اپنی جماعت کے حاضر تھے اور سب نے بیعت کی یہانتک کہ زخمی و مستامن یعنی طالب امان بھی بیعت میں داخل ہوئے عبدالرحمن ابن ابی بکرہ نے بھی آکر بیعت کی امیر المومنین نے اُن سے پوچھا کہ مجھ سے علیحدہ ہوکر انتظار میں چپ بیٹھے رہنے والے ابوبکرہ کس حال میں ہیں عبدالرحمن نے کہا بیمار ہیں ورنہ وہ خود آتے وہ تو آپ کی ہوا خواہوں میں سے ہیں فرمایا چلو اُنکو دیکھ آئیں چنانچہ امیر المومنین اُن کے ہمراہ ابوبکرہ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے فرمایا کہ تم بھی مجھ سے الگ ہوکر منتظر تھے ابوبکرہ نے سینہ پر ہاتھ رکھکر کہا اس درد نے مجبور کردیا نشست و برخاست کی بھی طاقت نہ تھی ورنہ ضرور حاضر ہوتا آپنے عذر قبول فرماکر ارشاد کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمکو بصرہ کی حکومت دوں وہ کہنے لگے اس سے یہ بہتر ہے کہ آپ اپنے ہی خاندان سے کسی کو مقرر فرمائیں میں اُس کو وقتاً فوقتاً نیک مشورہ دیتا رہوں گا جناب امیر وہاں سے اُٹھکر حضرت عائشہ کے پاس عبداللہ ابن خلف کے مکان میں تشریف لے گئے بصرہ میں یہ مکان بہت بڑا تھا جنگ میں عبداللہ ابن خلف حضرت عائشہ کی طرف سے شہید ہوے تھے اور اُنکے بھائی عثمان ابن خلف آپ کی طرف سے شہید ہوے تھے عورتیں گھر میں جمع تھیں اور اپنے مقتولین کو یاد کرکے روتی تھیں انھیں عورتوں میں صفیہ زوجہ عبداللہ ابن خلف بھی تھی آپکو دیکھتے ہی کہنے لگی اے علی دوستوں کے قاتل جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے خدا تمھارے بچوں کو بھی یتیم کرے جسطرح تم نے عبداللہ کے بچوں کو یتیم کیا آپنے اُس کے کہنے کی کچھ پروا نہ کی سلام کرکے حضرت عائشہ کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا صفیہ تو مجھکو بُرا کہہ رہی ہے میں نے جب اُس کو دیکھا تھا تو وہ لڑکی تھی جناب امیر کے ہمراہ اس مکان میں حضرات حسنین اور دیگر صاحبزادے اور بھتیجے اور بنی ہاشم بھی گئے تھے حضرت عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر کی سفارش کی کہ اُن کو امن دیا جائے آپنے امن دیا حضرات حسنین نے مروان و ولید ابن عقبہ اور حضرت عثمان کے صاحبزادوں کے لیے امان چاہی آپ نے منظور فرمایا آپکا دستور تھا کہ لڑائی سے بھاگنے والے کو قتل نہیں کرتے تھے نہ زخمی پر ہاتھ اٹھاتے نہ گھروں میں گھستے

نہ اُنکا مال لوٹتے جب آپ واپس ہوے تو صفیہ پھر بُرا کہنے لگی قبیلۂ اُزد کے ایک شخص نے کہا یہ عورتیں جانے نہ پائیں انھوں نے کیا کچھ کہہ نہیں ڈالا ہے آپ اُس کے کہنے پر ناخوش ہو کر فرمانے لگے ان کی پردہ دری کرنا گھر میں گھس جانا اور ان کو ذلیل کرنا ہمارا کام نہیں خبردار اس کا خیال نہ کرنا وہ جو چاہیں کہیں تم کو گالیاں دیں تمہارے سرداروں کو بُرا کہیں وہ ناقصات العقل ہیں تم کو تو زنان مشرکین سے ہاتھ روکنے کا حکم ہے یہ تو مسلمان بیویاں ہیں ان کو ایذا دینے سے سخت گناہ ہوگا دوسرا شخص کہنے لگا امیر المومنین دو آدمی کھڑے ہوے حضرت عائشہ کو بُرا کہہ رہے ہیں ایک کہہ رہا ہے کہ ہماری ماں کو جزا ملی کہ اُن کے لڑکے اُن سے نافرمان ہو گئے دوسرا کہتا ہے اے میری ماں آپ اپنے گناہوں سے توبہ کیجیے جناب امیر نے قعقاع کو حکم دیا کہ تم جا کر تحقیقات کرو یہ کون لوگ ہیں اور اُن کو میرے پاس پکڑ لاؤ چنانچہ وہ گئے اور تحقیقات سے معلوم ہوا کہ قبیلۂ اُزد کے دو کوفی شخص عجلان و سعد ابن عبد اللہ ہیں وہ دونوں کو پکڑ لائے جناب امیر نے اُنکو برہنہ کرا کے درّہ لگوائے سو سو درّہ دونوں پیٹے حضرت عائشہ و جناب امیر عین حالت جنگ میں دونوں طرف کے مقتولین کے متعلق فرماتے تھے خدا ان پر رحم کرے کسی نے اعتراضاً پوچھا یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے ان لوگوں کے حق میں جنت کی بشارت دی ہے۔

کیفیت مفرورین | جو لوگ ونٹ کے گرتے وقت یا ختم جنگ پر بھاگ گئے تھے اُنکا یہ حال ہوا کہ بنی امیہ کا گروہ جو جنگ سے بچ گیا تھا شام کی طرف روانہ ہوا ان میں عتبہ ابن ابی سفیان عبد الرحمٰن و یحییٰ پسران حکم برادران مروان پریشان و بدحواس بھاگے چلے جا رہے تھے راستہ میں عصمہ ابن زہیر تیمی مل گئے وہ ان دونوں کو پناہ دے کر اپنے گھر لے گئے آرام سے رکھا مرہم پٹی کرائی جب زخم مندمل ہو گئے تو ان کو شام روانہ کیا چار سو سوار لے کر خود انکو دومۃ الجندل تک پہونچا گئے ان لوگوں نے کہا اب تم تکلیف نہ کرو تمھارا جو حق تھا تم نے پورا کر دیا۔ ابن عامر کو ایک شخص بنی حرقوص مری نام ملگیا اس نے ابن دیگران کو شام

پہونچا دیا مروان اور آل مالک ابن مسمع کی پناہ میں رہا اُس نے ان کو نہایت امن و آرام سے رکھا اُسکی اولاد سے مروان نے اپنے زمان حکومت میں اچھا سلوک کیا بعضوں کا قول ہے کہ یہ بصرہ ہی میں یا حضرت عائشہ کے ہمراہ بصرہ سے روانہ ہو کر راستہ سے چلا گیا حضرت عبداللہ ابن زبیر جنگ سے بھاگ کر ایک اُزدی کے گھر میں جسکا نام زریہ تھا چھپ رہے بعد رفع شور و شر صاحب خانہ سے کہا تم حضرت عائشہ کی خدمت میں جاؤ اور میرے حال سے مطلع کرو خبردار محمد ابن ابی بکر کو خبر نہ ہونے پائے زریہ خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال ظاہر کی انھوں نے فرمایا محمد کو بلاؤ زریہ نے کہا عبداللہ نے منع کر دیا ہے کہ محمد کو اطلاع نہ ہونے پائے حضرت عائشہ نے کچھ خیال نہ کیا اور محمد کو بلا کر حکم دیا کہ اس شخص کے ساتھ جاؤ عبداللہ ابن زبیر اس کے گھر میں ہیں اُن کو میرے پاس لے آؤ وہ گئے اور عبداللہ ابن زبیر کو لے آئے۔

روانگی ام المومنین جانب مدینہ جب امور انتظامی سے فرصت ملی تو حضرت ام المومنین کی روانگی کی تیاری کی گئی جملہ سامان سفر سواری اونٹ وغیرہ مہیا کر دیے گئے ہمراہیوں میں سے جو معرکہ جنگ سے بچ رہے تھے اور ساتھ جانے کو راضی ہوئے اُنکو جناب امیر نے ساتھ کیا خواتین باعفت میں سے چالیس خواتین ہمراہ رکاب گئیں محمد ابن ابی بکر بھی ساتھ گئے جب سب سامان درست ہو گیا تو روانگی کا دن مقرر ہوا جسوقت قافلہ روانہ ہونے لگا جناب امیر تشریف لائے جملہ اکابر و روسا بصرہ و امراء اسلام بھی جمع ہوئے حضرت عائشہ سواری میں تھیں انھوں نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا اے میرے عزیز لڑکو خبردار آپس میں کسی کو بُرا نہ کہنا بخدا میرے اور علی کے درمیان کسی قسم کا رنج و ملال کبھی اس سے پہلے نہ تھا نہ اب ہے اسوقت جو پیش آیا امر شدنی تھا یہ ایسا تھا جیسے کسی عورت کو اپنی سسرالی رشتہ داروں سے شکر رنجی ہو جاتی ہے پھر دیر تک اُس کا اثر باقی نہیں رہتا علی کیطرف سے اگر میری شان میں کوئی امر ظہور پذیر ہو تو وہ اُن کی خیر خواہی پر محمول ہے وہ خدا کے

خاص بندوں اور اچھے لوگوں میں سے ہیں جناب امیر نے فرمایا بیشک ام المومنین سچ فرماتی ہیں درحقیقت میرے اُن کے کوئی رنجش نہ تھی یہ ہمارے نبی کریم کی محبوب بیوی دنیا و آخرت کی ہیں پھر حضرت عائشہ نے کوچ کیا جناب امیر نے بلحاظ حفظ ناموس اُن چالیس عورتوں کو مردانہ لباس میں ساتھ کردیا تھا جن کے متعلق راستہ میں تو حضرت عائشہ کو جناب امیر سے اسکی شکایت رہی کہ نامحرم مردوں کے ساتھ مجھے بھیجا مدینہ پہونچکر جب از کھلا تب حضرت عائشہ خوش ہوگئیں جناب امیر چند میل تک اُن کے ساتھ گئے اور پڑاو تک حضرات حسنین کو ساتھ بھیجا غرۂ رجب یوم شنبہ کو بصرہ سے روانہ ہوکر مکہ معظمہ پہونچیں اور تا ادائے حج وہیں مقیم رہیں بعد حج مدینہ گئیں اور وہیں رہیں۔

ارشادات حضرت عائشہ بعد جنگ حضرت عائشہ اپنی اس خطاء اجتہادی پر کہ اصلاح کا جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا تھا کہانتک مناسب تھا عمر بھر افسوس کرتی رہیں مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کاش آج سے بیس برس پہلے میں نیست و نابود ہوچکی ہوتی اور فرماتیں کہ میں ایک شاخ درخت ہوتی تو بہتر تھا تاکہ اس واقعہ میں میرے قدم نہ آتے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک بصری حضرت عائشہ کی ملاقات کو آیا حضرت عائشہ نے اُس سے پوچھا تم ہماری لڑائی میں شریک تھے اُس نے کہا ہاں پھر آپ نے پوچھا تم اُس کو جانتے ہو جو رجزیہ شعر پڑھتا تھا یَا اُمَّنَا یَا خَیْرَ اُمٍّ نَعْلَم اُس نے کہا وہ میرا بھائی تھا وہ بہت روئیں بخاری شریف میں ہے کہ وفات کے وقت انھوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے روضۂ نبوی میں آنحضرت کے پاس دفن نہ کرنا بلکہ بقیع میں اور ازواج کے ساتھ دفن کرنا مدرک میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے آنحضرت کے بعد ایک جرم کیا ہے۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب آپ آیت وقرن فی بیوتکن (یعنی اے پیغمبر کی بیویو اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھو) پڑھتیں تو اسقدر روتیں کہ آنچل تر ہوجاتا۔

ارشادات جناب امیر بعد جنگ

ابوبکر ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ کسی نے جناب امیر سے اصحاب جمل کے بارہ میں سوال کیا کہ کیا وہ مشرک تھے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں شرک سے وہ بھاگے انھوں نے اسلام قبول کیا سائل نے پوچھا کیا وہ منافق تھے جواب دیا کہ منافق اللہ کو کم یاد کیا کرتے ہیں پھر پوچھا کس درجہ کے تھے فرمایا ہمارے مسلمان بھائی تھے ہم سے باغی ہو گئے تھے۔ عقد الفرید میں ہے کہ جسوقت جناب امیر مقتولین کی نعشیں ملاحظہ کرتے تشریف لے گئے تو حضرت محمد ابن ابی بکر و حضرت عمار ابن یاسر ہمراہ تھے جناب امیر فرماتے جاتے خدایا ہم کو اور ان مقتولوں کو بخشدینا انمیں سے ایک نے دوسرے سے کہا سنتے ہو جناب امیر کیا فرماتے ہیں دوسرے نے کہا ہاں سنتا ہوں بروز جمل جناب امیر فرماتے تھے کہ ہمارے حریف کا خیال ہے کہ ہم نے اُن پر ظلم کیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ انکی زیادتی ہے ہمارا یہ خیال انکی طرف ہرگز نہ تھا کہ ہم کافروں سے لڑتے ہیں یا وہ کافر ہیں۔ وقت شکست جب جناب امیر نے لوگوں کو لوٹنے سے منع فرمایا تو انھوں نے کہا کہ اچھا حکم ہے خون تو ہمارے لیے حلال ہے مگر مال حرام جناب امیر نے فرمایا کہ اہل قبلہ کی لڑائی میں یہ طریقہ مسنونہ جاری ہے کہ بعد فتح انکا مال لینا درست نہیں انھوں نے کہا ہماری سمجھ میں نہیں آتا فرمایا اچھا حضرت عائشہ کو تم سب مل کر لوٹ لو قرعہ ڈالو جسکے نام نکلیں وہ لیجائے وہ لوگ کہنے لگے یہ تو ہماری ماں ہیں جناب امیر نے فرمایا کیا تم پر حرام ہیں لوگوں نے جواب دیا ہاں فرمایا جب تمھارا ان کی نسبت یہ خیال ہے اور اُن کو لوٹنا حرام سمجھتے ہو تو اسی طرح اُن کا مال بھی تم پر حرام ہے۔ فرقہ سبائیہ سے پھر جناب امیر نے فرمایا کہ ہم میں اُن میں کوئی فرق نہیں جب ہم سے انھوں نے اعراض کیا اور جنگ سے رک رہے تو وہ ہم میں مل گئے اور جب انھوں نے خروج کیا اور ہمارے خون کے خواہاں ہو گئے تو ہمارے دشمن ہوئے ہم اُن سے لڑے بعد واقعۂ جنگ جمل جناب امیر فرمایا کرتے تھے خداوندا میں تیرے سامنے اپنا حال عرض کرتا ہوں اور اپنی قوم کی شکایت کرتا ہوں جس نے مجھے دھوکا دیا

اور آپسمیں لڑا دیا۔

انتظامات بعد جنگ | جب حضرت عائشہ روانہ ہوگئیں تو جناب امیر بعد فراغت بیعت اہل بصرہ و دیگر مہاجرین و انصار کے ہمراہ بیت المال تشریف لے گئے خزانہ میں روپیہ و اشرفی کا ڈھیر دیکھکر فرمایا یا صفراء غری غیری اے دنیا اپنی زرد رنگت پر تو دوسروں کو فریب دے پھر خزانہ کو دیکھتے رہے چھ لاکھ سے زائد نقد موجود تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ مال غنیمت ساٹھ لاکھ درہم تھا جناب امیر نے وہ روپیہ نکلوا کر تقسیم فرمایا فی کس پانچسو کی رقم دی گئی پھر اہالیان لشکر سے فرمایا کہ اگر اللہ تعالے نے تمکو شام پر فتح مرحمت فرمائی تو تمھارے وظائف کے علاوہ اس قدر اور دیا جائیگا جناب امیر نے چاہا تھا کہ کچھ دن بصرہ میں قیام فرما کر وہاں کا انتظام کر کے دوسری طرف متوجہ ہوں مگر فرقہ سبائیہ نے ٹھہرنے نہ دیا یہ لوگ بعجلت تمام بغیر اجازت دوسری طرف روانہ ہوگئے آپ نے اُن کا تعاقب کیا اس خیال سے کہ مبادا یہ لوگ کچھ اور کر بیٹھیں تو فوراً روک تھام کر دیجائے (ابن اثیر) حضرت حسن سے مروی ہے کہ جسوقت جناب امیر بصرہ تشریف لائے اور حضرت طلحہ اور اُنکے اصحاب کا معاملہ طے کرنا چاہا تو عبد اللہ ابن الکواء و قیس ابن سعد ابن عبادہ[1] نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے امیر المؤمنین کیا آپ کو آنحضرتؐ نے اس سفر کے بارہ میں کوئی وصیت کی تھی یا آپ سے کوئی عہد لیا تھا یا آپ نے کچھ دیکھا امت کیوں متفرق ہوئی اور اُن کی باتیں کیوں مختلف ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ ہوگے یہ کہانتک سچ ہے کیونکہ آپ سے زیادہ اس معاملہ میں کون ثقہ ہو سکتا ہے آپ سے آنحضرت نے فرمایا ہوگا جناب امیر نے فرمایا یہ تو غلط ہے میں ہرگز

[1] واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصر جا چکے تھے انکی غیبت میں واقعات جمل ہوئے اس واقعہ سے انکی موجودگی بصرہ کی پائی جاتی ہے ممکن ہے کہ یہ اسوقت کسی ضرورت سے آگئے ہوں یا بجائے انکے اس نام کے کوئی اور صاحب ہوں غلطی سے قیس ابن سعد ابن عبادہ روایت ہوگیا واللہ اعلم ۱۲ مؤلف۔

اول اُن پر جھوٹھ بولنے والا نہ ہوں گا میں نے سب سے اول اُن کی تصدیق کی اب کیسے اُن پر جھوٹھ تراشوں درحقیقت اگر آنحضرتؐ نے مجھ سے وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرات شیخین یعنی ابوبکر وعمر کو ممبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا ان دونوں کو سب سے پہلے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالتا خواہ میرا ساتھ دینے والا ایک بھی نہ ہوتا یہ سب کو معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نہ قتل ہوئے اور نہ انکا اچانک انتقال ہوا بلکہ مرض الموت میں چند دنوں زندہ رہے بیماری نے طول کھینچا اور مؤذن نے آپکو نماز کے لیے ہوشیار کیا تو آپ نے حضرت ابوبکر کو نماز کے لیے حکم دیا مجھ سے نہیں فرمایا۔ حالانکہ میرے حال سے واقف تھے اگر مجھ سے فرماتے تو میں پیشقدمی کرتا حضرت عائشہ کہنے لگیں کہ حضرت ابوبکر مرد رقیق القلب ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہ پڑھا سکیں گے آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں آنحضرتؐ حضرت عائشہ کے کہنے سے منزجر ہو کر فرمانے لگے تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو چنانچہ حضرت ابوبکر نے نماز پڑھائی جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو ہم لوگوں نے اپنے معاملات میں غور کیا اور اُسی شخص کو دنیا کے لیے اختیار کیا جسکو آنحضرت نے دین کے لیے اختیار کیا تھا کیونکہ نماز دین کی اصل ہے اور آنحضرتؐ دین و دنیا دونوں کے قائم رکھنے والے تھے تمام مسلمانوں نے اُن سے بیعت کی میں نے بھی بیعت کی حقیقتاً وہ اسکے اہل تھے کسی نے اختلاف نہیں کیا نہ انھوں نے کسیکو نقصان پہونچانے کا ارادہ کیا نہ کوئی اُن کی خلافت سے بیزار ہوا میں نے بھی اسی بنا پر اپنا حق ادا کیا اور لشکر میں شریک ہو کر کفار سے جنگ کا ارادہ رکھا اور جو کچھ انھوں نے دیا میں نے لے لیا اگر مجھے کہیں لڑائی کیلیے بھیجتے میں جاتا اور لڑتا میں نے اُنکے زمانہ میں اُنکے حکم سے حد لگائی اپنے انتقال کے وقت وہ حضرت عمر کو خلیفہ بنا گئے ہم سب نے اُنکے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو حضرت ابوبکر کے ساتھ کر چکے تھے اگر یہ عمارت اُن کو پسند ہوتی تو اپنے بیٹے کو امیر کرتے حالانکہ انھوں نے ایسا نہیں کیا حضرت عمر کو خلیفہ کیا حضرت عمر بھی اگر اسکو پسند کرتے تو اپنے بیٹے ہی کو امیر کرتے حضرت عمر کے زمانہ میں بھی میں اُسی حالت میں رہا جب اُنکا

بھی انتقال ہوگیا تو میں نے اپنے دلمیں غور کیا اور اپنی قرابت اور سبقت فی الاسلام اور اعمال
اور دیگر فضیلتوں کو دیکھا تو مجھے خیال پیدا ہوا کہ غالباً حضرت عمر اب میری خلافت سے
اعراض نہ کریں گے مگر انھیں خوف پیدا ہوا کہ کہیں ایسے خلیفہ کو میں منتخب نہ کر جاؤں کہ جسکا
انجام اچھا نہ ہو یہ سوچکر انھوں نے اپنی اولاد کو محروم کر دیا بخشش میں وہ اصول کو نہ چھوڑتے
مجبور ہو کر انھوں نے گروہ قریش کو اختیار دیا کہ وہ کسی کو خلیفہ منتخب کریں تا کہ امر امامت
اُسکے سپرد کیا جائے اور کوئی بُرائی اُس سے نہ پیدا ہو انتقال کے بعد انتخاب قریش کے
چھ آدمیوں کے ہاتھ میں آیا جن میں ایک میں بھی تھا جب یہ جماعت انتخاب کے لیے بیٹھی
تو میں نے پھر دلمیں خیال کیا کہ یہ مجھ سے دریغ نہ کرینگے مجھ سے سب نے وعدہ لیا پھر انھوں
نے حضرت عثمان سے بیعت کر لی تب میں سمجھا کہ میری بیعت میری اطاعت پر غالب ہوگئی
اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا دوسرے کی اطاعت کے لیے لیا گیا پھر میں نے اُن سے بیعت کی
اور اُن کو تسلیم کیا اور اُسی طرح اُن سے پیش آیا جسطرح شیخین سے پیش آیا تھا جب حضرت عثمان
شہید ہوگئے تو میں نے سوچا کہ جن خلفا کی اطاعت پر مجھ سے بیعت کیگئی تھی اُن کی وفات ہوگئی
تب لوگوں کے اصرار پر میں نے بیعت لینا شروع کی مجھ سے اہل حرمین اور بصرہ اور کوفہ والوں
نے بیعت کی میں مسلمانوں میں ایک شخص ہوں کسی کا مجھ پر نہ کوئی دعویٰ ہے نہ حق اب اس معاملہ
خلافت میں ایک شخص یعنی معاویہ میرا سہیم و شریک بننا چاہتا ہے نہ اُسکو میرا ایسا علم ہے نہ سابقیت
نہ وہ قرابت آنحضرت میں میرے مثل ہے کسی بات میں مجھ سے زیادہ نہیں میں ہر حال میں
اُس سے زیادہ خلافت کا مستحق ہوں ابن الکوا اور ابن عبادہ کہنے لگے آپ سچ فرماتے ہیں اب
ان دونوں یعنی حضرات طلحہ و زبیر کے قتال کے بارہ میں کہیے جو آپ کے ساتھ ہجرت اور بیعت الرضوان
اور مشورہ میں رہے جناب امیر نے فرمایا کہ انھوں نے مجھ سے مدینہ میں بیعت کی اور بصرہ میں مخالفت
کی اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر سے بیعت کرتا اور اُنکے خلاف کرتا تو بھی ہم اُس سے لڑتے اس حدیث
کو ابن راہویہ نے روایت کیا اور اسکی تصحیح کی (کنز العمال) یہی حدیث با اختلاف الفاظ اُس سے

زیادہ خلافت کا مستحق ہوں ہمک ابن عساکر کی روایت سے جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفا
میں بھی مرقوم ہے۔

پھر جناب امیر نے عبد اللہ ابن عباس کو بصرہ کا والی کیا اور خراج و بیت المال پر زیاد کو مقرر کیا
اور ابن عباس کو زیاد کی رایوں کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا اور خود کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جنگ جمل پر ایک نظر | واقعات جنگ تاریخ طبری و ابن خلدون و ابن اثیر و ابو الفدا و عقد الفرید و مروج الذہب
مسعودی و روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و تاریخ اعثم کوفی وغیرہ سے لیکر لکھے گئے ہیں۔ اس
لحاظ سے ان واقعات کی صحت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کیونکہ مختلف الخیال و مختلف العقائد
لوگ کسی امر میں جب ہی متفق ہوتے ہیں کہ تاریخی حیثیت سے اُسکے اتفاق پر مجبور ہوں۔ یہ واقعات
حدیث کی کتابوں میں مرقوم نہیں ہیں۔ یہ ایک ایسی لڑائی ہے جس میں غلطی رائے و اجتہاد کا
بُرے سے بُرا پہلو اچھے سے اچھے لوگوں سے ظہور پذیر ہوا۔ ان نفوس کو قطعی جنتی تھے کدورت
فتن اور زمانہ تاریک نے متاثر کیے بغیر نہ چھوڑا۔ باوجود علم یقینی منشا تقدیر پورا ہو کر رہا واللہ
غالب علی امرہ۔

ناظرین اس واقعہ کو اول سے آخر تک دیکھ کے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ جنگ دھوکہ میں ہوئی
گفتگوے صلح طے ہو جانے کے بعد باعث جنگ مفسدین فرقہ سبائیہ تھے جنکو اپنی جانوں کا
دغدغہ تھا مفسدین اپنی تدبیر میں کامیاب ہوے۔ ان واقعات کے متعلق جناب امیر یا حضرت
عائشہ یا حضرت طلحہ یا حضرت زبیر کو بُرا کہنا بڑا گناہ ہے۔ جناب امیر امام برحق تھے حضرت
طلحہ و زبیر و حضرت عائشہ اپنے اس فعل سے نادم ہوے اور اس گروہ کا نام ناکثین رکھا گیا
نکث کے معنی عہد توڑنے والے کے ہیں۔ کنز العمال میں مخنف[1] ابن سلیم سے مروی ہے کہ
اُنکے پاس حضرت ابو ایوب انصاری آئے۔ ابن سلیم نے ان سے پوچھا کہ آنحضرتؐ کے زمانہ

[1] اسد الغابہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مخنف ابن سلیم جناب امیر کے لشکر میں تھے یہ گفتگو دوران جنگ صفین
میں اُنسے اور حضرت ابو ایوب انصاری سے ہوئی جو بھی جناب امیر کے لشکر میں تھے ۱۲۔

میں آپنے اُنکے ساتھ مشرکین سے جہاد کیا۔ اب آپ مسلمانوں سے قتال کرتے ہیں اُنھوں نے فرمایا کہ آنحضرت نے مجھے سے تین گروہوں کے متعلق جنگ کرنے کو فرمایا تھا اور وہ ناکثین وقاسطین و مارقین ہیں ناکثین سے جنگ کرچکا اب انشاء اللہ قاسطین سے جنگ کرونگا حضرت ابوایوب انصاری برابر جناب امیر کے ساتھ رہے اس جنگ کے متعلق بہت سے مباحث ہیں جو فریقین یعنی اہلسنت والجماعت و اہل تشیع کی کتابوں میں مذکور ہیں متبعین فرقہ سبائیہ اس جنگ کی وجہ سے اصحاب جمل یعنی حضرت عائشہ و حضرات طلحہ وزبیر پر لعن وطعن بھی کرتے ہیں حضرات اہل سنت و الجماعت اُنکے دلائل کو بہ احسن وجوہ رد کرکے بوجہ فضائل اُنکو واجب الاحترام سمجھتے ہیں یہی عقیدہ بندۂ مؤلف کا بھی ہے۔

قیام کوفہ | جناب امیر بصرہ کے معاملات سے فارغ ہوکر کوفہ روانہ ہوئے اور وہاں پہونچکر کوفہ عراق، خراسان، یمن، مصر اور حرمین کا انتظام کیا شام کے علاوہ تمام ممالک پر قبضہ ہوگیا معاویہ امیر شام کے جو حالات اس عرصہ میں ظاہر ہوئے وہ ہر طرح غیر تسلی بخش تھے جناب امیر کو اندیشہ ہوا کہ اگر معاویہ عراق وفارس پر اپنا تسلط کرلیں گے تو پھر بڑی مشکل ہوگی اس خیال سے جناب امیر نے کوفہ کو اپنا دارالخلافت مقرر کیا آنحضرت کے زمانہ ہجرت سے آج تک خلافت کا صدر مقام مدینہ طیبہ چلا آتا تھا ۳۶ھ میں کوفہ دارالخلافت ہوگیا۔ یہ اعزاز ایسے وقت مدینہ سے منتقل ہوا کہ مدینہ کو پھر خلافت کا صدر مقام ہونا نصیب نہ ہوسکا۔ جناب امیر کوفہ میں دوشنبہ کے روز ۱۲ رجب ۳۶ھ میں داخل ہوئی اہل کوفہ نے قصر الامارت میں مہماں نوازی کا سامان کیا لیکن شہنشاہ زہد وقناعت نے قصر الامارت میں اُترنے سے انکار کیا فرمانے لگے حضرت عمر ابن الخطاب نے ہمیشہ ان عالیشان محلات کو بنظر حقارت دیکھا مجھے بھی اس کی حاجت نہیں میدان میرے لیے کافی ہے غرضکہ میدان میں اترے پھر مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا کی اور جمعہ کے روز ایک نہایت مؤثر خطبہ دیکر لوگوں کو اتقاء و پرہیزگاری ہو دوکا شعاری کی ہدایت کی کوفہ میں مستقل قیام نیز دارالحکومت کی

اس تبدیلی کی صحیح وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کے فتنۂ قتل سے حرم نبوی کی جو توہین ہوئی تھی وہ ایسا دہشت ناک منظر تھا جس نے جناب امیر کو مجبور کیا کہ وہ آیندہ سلطنت کے سیاسی مرکز کو علمی ومذہبی مرکز سے علیحدہ کر دیں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کوفہ میں جناب امیر کے طرفداروں و رحامیوں کی اُسوقت سب سے بڑی تعداد موجود تھی بہرحال آپنے کوفہ میں قیام فرماکر از سر نو ملک کا نظم و نسق شروع کیا۔ مدائن پر یزید ابن قیس۔ اصفہان پر محمد ابن سلیم۔ کسکر پر قدامہ ابن عجلان ازدی اور خراسان پر خلید ابن قرہ کو مامور کر کے بھیجا جب خلید خراسان پہونچے تو معلوم ہوا کہ خاندان کسریٰ کی ایک لڑکی نے نیشاپور پہونچکر بغاوت کرادی ہے خلید نے نیشاپور پر فوج کشی کر کے بغاوت فرو کی اور اس لڑکی کو بارگاہ خلافت میں بھیجدیا جناب امیر نے اُسکے ساتھ نہایت لطف و کرم کا برتاؤ کیا اور اُس سے فرمایا کہ اگر تم پسند کرو تو تمھارا نکاح اپنے بڑے بیٹے حضرت امام حسن سے کر دوں اُس نے کہا کہ میں ایسے شخص سے نکاح کرنا نہیں چاہتی جو خود مختار نہ ہو اگر آپ خود نکاح سے مشرف فرمائیں تو منظور ہے آپنے انکار کیا اور اُسکو آزاد کر دیا کہ جہاں جی چاہیے رہے اور جس سے دل چاہے نکاح کرے۔ پھر آپنے جزیرۂ موصل اور شام کی متصلہ علاقوں پر اشتر نخعی کو مامور کیا اشتر نے بڑھکر شام کے بعض علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا معاویہ کے عامل ضحاک ابن قیس نے حران اور رقہ کے درمیان فوجی قوت سے مقابلہ کر کے اشتر نخعی کو پھر موصل واپس جانے پر مجبور کیا اشتر نے موصل میں قیام کر کے شامی فوج سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور اس سیلاب کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا۔ اسی سنہ میں جناب امیر نے یزید ابن حجبہ تیمی کو رے کا حاکم کیا انھوں نے خراج میں تیس ہزار کا تغلب کیا جناب امیر نے بلاکر بعد تفتیش دُرّوں سے پٹوا کر قید کر دیا اور انکو موئی سعد کے سپرد کر دیا یزید حراست سے بھاگ کر معاویہ کے پاس پہونچے انھوں نے روپیہ دیا یہ وہاں رہنے لگے اور جناب امیر کی برائیاں کیں عہد معاویہ میں اُنکے ساتھ عراق آئے اور پھر اُن کی طرف سے رے کے حاکم ہوے۔

معاویہ کی مخالفت اور بنی امیہ کی کامیابی

جناب امیر بعد بیعت خلافت کئی ماہ تک مدینہ اور بصرہ کے انتظامات یعنی جنگ جمل کی مہم میں مصروف رہے۔ اس عرصہ میں معاویہ نے حصول حکومت میں خوب خوب کوششیں کیں باشندگان ملک کو ہر طرح سے اپنا مطیع کرلیا حضرت عمر کے زمانہ سے ملک شام پر مستقل گورنر تھے پانچ صوبہ ماتحت تھے طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی قاتلان حضرت عثمان کا شرعی بہانہ مل گیا اہل شام کے دلوں میں یہ امر جاگزیں کردیا کہ جناب امیر حضرت عثمان کے قاتلوں میں شریک تھے اس خیال کو پیدا کرکے تمام اہالیان شام کو آپ سے بددل کردیا درحقیقت اُن کو جناب امیر اور خاندان رسالت سے بغض تھا اُن کے والد ابوسفیان نے آنحضرت کو ہر طرح کی تکلیفیں پہونچانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا انھیں کے بیٹے یہ بھی تھے اگرچہ یہ دونوں باپ بیٹے فتح مکہ میں ایمان لائے مگر آنحضرت کی صحبت کم نصیب ہوئی نفس ایمان لانے سے اصلاح نہیں ہوا کرتی صحبت اور تعلیم سے اخلاق ذمیمہ مبدل بہ اخلاق حسنہ ہوجایا کرتے ہیں یہاں یہ صورت بالکل مفقود تھی حکومت شام حاصل ہوتے ہی عرب کے قدیم اوصاف حسد وحقد وکینہ وبغض وغیرہ جو اُس وقت جوہر انسانیت سمجھے جاتے تھے متقاضی ظہور ہوئے مگر اسلام کے ترفع وشیخین کے وجود کے سبب سے دبے رہے اُنکے بعد سے جو کیفیات دبی ہوئی تھے وہ پھر اُبھرنا شروع ہوئے جناب امیر آنحضرت کے محبوب ترین اصحاب میں سے تھے آنحضرت سے نسبت ولدیت بھی رکھتے تھے قرابت ومحبت وفضل وشجاعت وغیرہ میں اپنے زمانہ میں بے بدل تھے آنحضرت کے کمالات ظاہری وباطنی کا بہترین نمونہ اور مرتبہ ولایت محمدی کے حامل تھے ان وجہوں سے یہ ضروری تھا کہ جسطرح آنحضرت کو ابوسفیان نے تکلیفیں پہونچائیں اُسی طرح اُن کے بیٹے معاویہ آنحضرت کے محبوب خاص وولد نبوی جناب امیر کو بھی تکلیفیں پہونچائیں اور الولد سر لابیہ کا مصداق بنیں فرق یہ تھا کہ ابوسفیان نے بحالت کفر تکلیفیں پہونچائیں اور انھوں نے بحالت اسلام جو بدتر حالت ہے اس سے زیادہ سخت معلوم ہوتی ہیں استقلال حکومت میں کوشش

اُٹھا نہ رہی جو نہ کیگئی ہو شجر حکومت صحابہ و تابعین خصوصاً اہلبیت نبوی کے خون سے سینچ سینچ
کر تر و تازہ کیا گیا حکومت معاویہ میں جناب امیر و حضرت امام حسن کا وجود مثل کانٹے کے
نظروں میں کھٹکتا تھا جناب امیر کی حکومت درہم برہم کرنے اور مشکلات میں اضافہ کرنے کے
لیے تمام تدابیر مکر و فریب عمل میں لائے گئے یہ تمام حالات صفحۂ تاریخ پر آفتاب کی طرح روشن
ہیں ناظرین واقعات صفین میں خود ملاحظہ فرمالیں گے انتقام کے بہانہ سے ملکی طاقت میں
ترقی ہوئی جناب امیر نے معاویہ کو مدینہ منورہ سے متعدد خطوط دربارۂ بیعت و اطاعت لکھے
مگر یہ مطیع نہ ہونا تھا نہ ہوئے۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ اور تمام بنی امیہ بڑے جوڑ توڑ کے لوگ تھے
ہر مکر و حیلہ سے اپنا کام نکالتے یہ بالکل دنیا کے آدمی تھے مدبر بہت بڑے تھے پالیسی انمیں کوٹ
کوٹ کر بھری تھی برخلاف ان کے بنی ہاشم کا یہ حال تھا کہ ہر کام میں خدا پر بھروسہ کرتے تھے
اپنے حق کے لیے لڑتے تھے تدبیر و سیاست و پالیسی کی پروا نہیں کرتے تھے خاندان آنحضرت
میں ہونے کا بڑا فخر تھا جوڑ توڑ برتنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے خیال تھا کہ بوجہ قرابت
آنحضرت لوگ ہمارا خیال کریں گے آنحضرت کی طرح ہر کام میں خدا پر بھروسہ کرتے تھے
اُس زمانہ میں ابوسفیان و دیگر مفسدین قریش آنحضرت کی ایذا رسانی پر تلے ہوئے تھے ہر ممکن
تدبیر و مکر و فریب عمل میں لاتے چونکہ اُس زمانہ میں سلسلۂ وحی جاری تھا ہر ہر بات کی اطلاع
بذریعہ حضرت جبرئیل آنحضرت کو ہو جاتی تھی جسکی بنا پر آنحضرت اُسکے دفعیہ میں مصروف
ہو جاتے آنحضرت کے بعد سلسلۂ وحی مسدود ہو چکا تھا بنی امیہ کی قدیم چالبازیاں
اور مکر و فریب کی تدبیریں چلجاتیں جناب امیر کا فروغ اسلیے نہ ہوا کہ اُنھوں نے اپنی خدا داد
شجاعت سے غزوات نبویہ میں کفار کو بہت قتل کیا تھا اُن مقتولین کے ۔ اپھر بعد کو سلام لے آئے
تھے لیکن کینہ وری اور بغض و عداوت جو اہل عرب کی طینت میں تھا وہ اُن میں بدستور قائم
رہا تھا آنحضرت کی صحبت بہت کم نصیب ہوئی تھی چونکہ آنحضرت کے آخر زمانہ میں ابتدائی زمانہ
کا ایسا افلاس نہ تھا اور بعد آنحضرت خلفا کے زمانہ میں اموال و حکومتوں کی کثرت تھی ان

عادتوں نے بھی خاص طور پر عود کر لیا تھا اہلبیت نبوی عموماً اور جناب امیر خصوصاً بوجہ کمال خصوصیت و قرابت و ولدیت آنحضرت ان امور کے لیے مخصوص کر لیے گئے تھے اور ہونا بھی چاہیے تھا تاکہ آنحضرت کے حالات اور کیفیات سے پوری پوری مشابہت پیدا ہو جائے جو بغیر اس ابتلا کے ممکن نہ تھا۔

فرمان جناب امیر بنام اشعث بن قیس

حضرت عثمان کی شہادت کے وقت اشعث ابن قیس کندی آذر بائیجان پر انکی طرف سے حاکم تھے جناب امیر نے بعد فراغت مہم جمل انکے نام یہ فرمان لکھا:-

"سلام علیک - اگر تمہارا دل میری طرف سے صاف ہوتا تو سب سے پہلے تم میری بیعت قبول کرتے میری خلافت اور لوگوں کا میری بیعت کرنا حضرات طلحہ و زبیر کا مجھ سے بیعت کر کے عہد شکنی کرنا حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر بصرہ آنا میرا مدینۂ منورہ سے آنا اور واقعۂ جمل کا ہونا ان سب کا تم کو علم ہوا ہوگا اب تم اپنے مآل کار پر نظر کرو میری بیعت تمہارے حق میں مفید ہوگی یا مضر اور مخالفت سے سرسبز ہوگے یا نہیں یہ خوب سمجھ لو کہ یہ حکومت جو تم کو دی گئی ہے غذا اے نرم اور لقمہ تر تمہارے کھانے کے لیے نہیں ہے یہ سب خدا کا مال ہے جو تمہارے ہاتھ میں امانت ہے تم خدا کے خزانچی ہو تمہارے ذمہ محض اس کی حفاظت ہے اور کچھ نہیں تمہارا یہ کام ہے کہ جو اس کے مستحق ہوں ان کو تمہارے ہاتھ سے پہونچ جائے۔"

جب یہ فرمان اشعث کے پاس پہونچا انھوں نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا "اے لوگو حضرت عثمان نے مجھکو والی آذر بائیجان کر کے بھیجا تھا چنانچہ اُسوقت سے ابتک تمہارا حاکم ہوں حضرت عثمان شہید ہوگئے اور جناب امیر انکی جگہ پر خلیفہ ہیں لوگوں نے اُن سے بیعت کی ہم لوگوں پر بھی اُن کی اطاعت کرنا واجب ہے کیونکہ جناب امیر کے مخالفین کا جو انجام ہوا وہ ظاہر ہے جناب امیر ہر طرح معہ اہل اسلام میں مامون ہیں۔ استحقاق خلافت انھیں کو ہے لہذا تم سب لوگ انکی اطاعت قبول کرو (عقد الفرید)۔

خروج اہل سبستان واقعۂ جمل سے فارغ ہوے تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ حسکہ بن عتاب حبطی اور عمران ابن فضیل برجمی عرب کے عوام الناس کا ایک گروہ جمع کر کے خود اس کے سردار ہوے اور بقصد ملک گیری خروج کر کے سبستان آئے وہاں کے لوگ بھی نقض عہد کر کے خود سر اور مستقل حاکم ہو گئے تھے یہ لوگ وا مقام رابق نواح سیستان میں اترے یہاں کے لوگوں نے بھی عہد شکنی کی تھی حسکہ اور عمران نے رابق پر قبضہ کیا مال غنیمت بہت ملا بختری اصم ابن مجاہد مولی شیبان کے دادا کو پکڑ لینے سے مالدار ہو گئے ہمتیں بڑھیں آگے بڑھکر زرنج پہونچے وہاں عبد الرحمن ابن سمرہ فاتح تھے اور ان شہروں کے حضرت عثمان کے عہد میں حاکم تھے زمانۂ شور و فتنہ محاصرۂ عثمانی میں اپنی جگہ پر امیر ابن احمر یشکری کو حاکم کر کے مدینہ منورہ چلے آئے تھے جنکے آتے ہی اوگار عایا نے سر اٹھایا اپنے حاکم امیر کو نکالکر خود مختار ہو گئے اور اپنی قوم میں سے ایک شخص کو حاکم کر چکے تھے حسکہ و عمران پہونچے ان سے ڈر کر بغیر جنگ و جدال صلح کر کے انکو اپنے شہر میں داخل کر لیا جناب امیر کو ان لوگوں کا جب حال معلوم ہوا تو عبد الرحمن طائی کو مہم سر کرنے کے لیے سیستان بھیجا انھوں نے زرنج پہونچکر مقابلہ کیا حسکہ کے ہاتھ سے قتل ہوے جناب امیر کو جب اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ حسکہ کے قبیلہ کے چار ہزار مرد کو قتل کرونگا پھر عون ابن جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی کو عامل سیستان مقرر کر کے روانہ فرمایا ان کو عراق کے راستہ میں ایک ڈاکو نے مار ڈالا تب جناب امیر نے حضرت عبد اللہ ابن عباس کو لکھا کہ کسی شخص کو والی سیستان کر کے چار ہزار کی جماعت کے ساتھ سیستان روانہ کرو حضرت ابن عباس نے ربعی ابن کاس عنبری کو چار ہزار جوانوں کے ساتھ اس طرف روانہ کیا انکے ساتھ حصین ابن ابی الخیر اور مالک بن خشخاش عنبری اور عبد الرحمن اثاث ابن ذی الحرہ حمیری مقدمۃ الجیش پر تھے یہ جماعت سیستان پہونچی حسکہ سے مقابلہ ہوا حسکہ مارا گیا ربعی نے اس ملک پر اپنا قبضہ کر کے انتظام کیا (ابن اثیر و فتوح البلدان)

امارت قیس ابن سعد بر مصر و اغوائے معاویہ حضرت قیس ابن سعد صحابی قوم انصار کے سردار تھے غزوات میں

آنحضرت کے ساتھ رہے جماعت انصار کا علم انھیں کے ہاتھ میں ہوتا نہایت خوش تدبیر اور بڑے بہادر تھے جناب امیر نے اُن کو حکومت مصر پر مقرر کیا جب یہ مصر جانے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا جن لوگوں پر تم کو بھروسہ ہو اپنے ساتھ لیتے جاؤ اور یہاں سے ایک لشکر بھی مرتب کر کے ساتھ لے لو تاکہ دشمن تمھارے رعب داب کو مانیں ان امور کا لحاظ رکھنا دوست کی عزت کرنا محسن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا جس سے نقصان کا اندیشہ ہو اُس پر سختی کرنا عوام و خواص کے ساتھ نرمی و خوش مزاجی سے پیش آنا حضرت قیس کہنے لگے کہ لشکر لیجانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں سے لشکر لیجانے پر بھی اگر ایسی صورت پیش آئی کہ میں مصر میں داخل نہ ہو سکا تو پھر کوئی تدبیر قبضہ و تسلط کی نہ ہوگی میں مصر کے اندر قدم نہ رکھ سکوں گا لہذا مناسب یہ ہے کہ لشکر آپ کے لیے چھوڑ جاؤں شاید آپ کو لشکر کی ضرورت ہو تو آپ کے پاس موجود رہے گا یا اگر آپ کسی مقام پر روانہ کرنا چاہیں گے تو بھی ممکن ہوسکیگا یہ کہکر حضرت قیس نے صرف سات آدمی اپنے ساتھ لیے اور مصر پہونچے وہاں پہونچکر لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور ممبر پر بیٹھکر جناب امیر کرم اللہ وجہہ کا فرمان لوگوں کو پڑھکر سنایا۔ اپنی امارت کا اظہار کیا بیعت اطاعت لینے کا اعلان کیا پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا "قابل حمد و ثنا وہ معبود برحق ہے جس نے حق کو ظاہر کیا اور باطل کو مٹایا ظالموں کو پامال فرمایا اے حاضرین ہم نے جس شخص کو بعد آنحضرت افضل و اعلیٰ اور مستحق خلافت پایا اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی لہذا تم لوگ بھی بہ تعمیل حکم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اُن کی بیعت ہم سے کرو اور اگر ہم کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عمل نہ کریں تو ہماری بیعت تمھاری گردنوں میں نہ رہے گی"۔ اس خطبہ کے تمام ہوتے ہی جملہ حاضرین نے بیعت کر لی اس صورت سے مصر پر انکا تسلط ہو گیا حضرت قیس نے بیعت لینے کے بعد مصر کے اطراف و جوانب میں اپنے عمال روانہ کیے باستثنا ایک قریہ کے جو بنام خربتا مشہور تھا یہاں والے حضرت عثمان کے خون کے طالب تھے یزید ابن حارث و مسلمہ ابن مخلد عمائدین و روساء قوم

سے تھے۔ اہل قریہ نے حضرت قیس کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور مطالبہ خون عثمانی میں مدد چاہی مسلمہ ابن مخلد نے بھی یہی خواہش ظاہر کی چونکہ یہ گروہ باشوکت و قوت تھا فی الوقت لڑائی اُن سے مناسب بھی نہ تھی اسلیے حضرت قیس نے نرمی و سہولت سے اُنکو قابو میں کرنا چاہا اُن کے قاصد کو یہ جواب دیا کہ کیا تم مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہو میں تم سے ایسا ارادہ نہیں رکھتا اور نہ مجھے تم سے جنگ منظور ہے اگر تم سے جنگ کر کے بعوض حکومت مصر امارت شام بھی پاؤں تو یہ بھی مجھے منظور نہیں اسکے جواب میں یزید ابن حارث سردار قریہ نے جواب دیا میں جب تک زندہ ہوں تمھیں کوئی صدمہ نہ پہونچے گا تم بلا خوف و خطر مصر کی حکومت کرو حضرت قیس نے کہلا بھیجا میں تم کو جناب امیر کی بیعت پر مجبور نہیں کرتا تم کو اختیار ہے کرو یا نہ کرو۔ الغرض حسن تدبیر سے ان لوگوں سے مصالحت میعادی کر لی اور اُنکو اُنکے حال پر چھوڑ دیا اس میل جول سے اس قریہ کا خراج بھی وصول کر لیا کسی نے خراج دینے سے انکار نہ کیا یہ مصر ہی میں تھے کہ اس عرصہ میں جمل کا عظیم الشان واقعہ بھی ہو گیا جناب امیر کی کامیابی اور حضرت قیس ابن سعد کی مصر پر امارت معاویہ کو سخت گراں گزری دل میں بہت خائف ہوئے اُنکو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر جناب امیر ایک طرف سے اہل عراق و کوفہ کو لے کر اور دوسری طرف حضرت قیس ابن سعد مصریوں کو لے کر شام پر حملہ کر دیں تو بڑی مشکل پڑے گی ہم دونوں کے درمیان دبکر مجبور محض ہو جائینگے ساری قوت اور طاقت سلب ہو جائیگی معاویہ نے حضرت قیس ابن سعد کو اس مضمون کا خط لکھا۔

"سلام علیک اما بعد تم نے حضرت عثمان پر امور سیاست میں الزامات قائم کیے اور جو انوں کو حکومت دینا بڑا جرم قرار دیا پھر اُن کے خون میں پڑ گئے حالانکہ تم کو معلوم تھا کہ اُن کا خون کسی طرح تمھارے لیے حلال نہ تھا تم نے سنگین جرم کا ارتکاب کیا امر مکروہ و ناپسند و حرام پر عمل کیا اے قیس اللہ تعالے کے دربار میں توبہ کرو تم اُن لوگوں میں ہو جو حضرت عثمان پر بلوہ کر کے آئے تھے تمھاری ہی ذات سے یہ ہنگامہ ہوا تمھارے دوست حضرت علی کی نسبت ہمکو یقین کامل ہے کہ ساری کارروائی اور حضرت عثمان کی شہادت

انھیں کے دم سے ہوئی یاد رکھو کہ یہ خون تمھارا پیچھا نہ چھوڑے گا اور تمھاری قومی شرافت
وعزت کا کچھ پاس ولحاظ نہ کرے گا اگر تم کو اپنی جان کی فکر اور اسکی حفاظت مطلوب ہے
تو حضرت عثمان کے قصاص طلب کرنے والوں میں ملجاؤ اس امر میں ہمارے تابع ہو کر معین
ومددگار رہو بروقت فتح ہم تم کو مصر وعراق دونوں کی حکومت دیں گے اور اپنی زندگی تک
تمھاری قوم میں سے جسکو تم چاہو گے حجاز کی حکومت دیں گے اور جو تمھاری خواہش
ہوگی جلد پوری کریں گے اپنی رائے سے جلد اطلاع دو۔"

حضرت قیس کے پاس جب یہ خط پہونچا وہ خط پڑھکر یہ سوچے کہ ابھی معاویہ کو باتوں میں ٹالنا
چاہیے اپنے ذاتی خیالات کا اظہار مناسب نہیں فی الحال اُن سے ظاہر داری کرنا اور جنگ سے
بچنا مناسب ہے چنانچہ خوب اچھی طرح سے ہر پہلو پر نظر کر کے یہ جواب لکھا۔

"بعد حمد ونعت کے جو تم نے لکھا مجھے معلوم ہوا میں خوب سمجھا حضرت عثمان کی شہادت
کے بارے میں جو لکھتے ہو یہ محض تمھارا خیال ہے مجھکو اس واقعہ سے در اصل کوئی تعلق
نہ تھا نہ میں اسمیں کسی طرح شریک تھا بلکہ اس کام کے پاس تک نہ گیا مجھکو حضرت علی کی
شرکت اس ہنگامہ میں محسوس ہوتی ہے میں جہانتک غور کرتا ہوں وہ بھی اس سے بالکل
بے لوث ہیں باقی رہی تمھاری اطاعت یہ معمولی بات نہیں کہ میں اس کا جواب فوری دیدوں
اس معاملہ میں ابھی غور وتامل کر رہا ہوں یہ عجلت کا کام نہیں حالانکہ میں ہر طرح تمھارے لیے
کافی ہوں تاہم میری طرف سے کوئی ایسا امر نہ ہوگا جو تم کو ناگوار وشاق گزرے اس کی
سمجھ بوجھکر انشاء اللہ جواب دوں گا۔"

معاویہ نے یہ خط پڑھکر پھر دوسرا خط اس مضمون کا لکھا۔

"کہ میں نے تمھارا خط پڑھا اسمیں کوئی بات صاف نظر نہیں آتی تم میری خواہش کے
قریب نہیں ہوتے تاکہ میں تم کو صلح خواہ خیال کروں اور نہ تمھارے اس خط سے دوری و
خلاف ظاہر ہوتا ہے کہ میں تم کو اپنا دشمن سمجھوں میں تم کو صلح کے لیے بلاتا ہوں تم اس سے

نہ جاگو میں تمہیں لڑائی سے بچاتا ہوں میرا کہنا مانو اور جعل و فریب کی باتیں مجھ سے نہ کرو مجھ سا شخص ہرگز تمہارے دام تزویر میں نہیں آسکتا اور نہ تم ایسوں کے فقروں میں آکر کسی حیلہ میں گرفتار ہو سکتا ہے"

حضرت قیس نے یہ خط دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب معاویہ حیلہ و حوالے سے نہ مانیں گے اور نہ ٹالنے سے ٹلیں گے جو کچھ دل میں تھا اُس کو صاف الفاظ میں تحریر کر دیا اور نہایت طعن آمیز خط معاویہ کو لکھا۔

"کہ مجھکو تعجب ہے تم مجھکو کس قدر فریب دیتے ہو مجھسے اطاعت کی طمع رکھتے ہو تم نے مجھکو بالکل حقیر و کمزور سمجھ لیا ہے کیا تم مجھکو مستحق امارت و خلافت کی اطاعت سے نکالنا چاہتے ہو وہ شخص بہت عالی مرتبہ ہے سب لوگوں میں امارت کے لائق سب میں حق بات کہنے والے راہ حق کے ہادی۔ آنحضرت سے باعتبار تعلقات کے سب سے قریب تم مجھ سے اپنی اطاعت کے لیے کہتے ہو تم اپنی حقیقت بھولے ہوئے ہو تم ایسے ہو جو اس امارت میں سب لوگوں سے دور سب مکاروں سے زیادہ مکار آنحضرت سے باعتبار تعلق بہت بعید گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی اولاد ایک شریر شیطان ابلیس کی جماعت ہے بخدا اگر میں تم کو مجبور رہو اپنی لڑائی میں مصروف نہ کردوں کہ تم کو اپنی جان کے لالے پڑ جائیں تو سمجھنا کہ تم بڑے خوش نصیب ہو"

معاویہ یہ خط پڑھکر حضرت قیس کی طرف سے ناامید ہو گئے اور سمجھ لیا کہ قیس دم میں نہ آئیں گے یہ جناب امیر کے سچے ہمدرد اور مطیع ہیں تب دوسرا جال پھیلایا۔ اہل شام پر یہ ظاہر کیا کہ قیس ہمارے مطیع ہو گئے ہیں ہم سے اُن سے خط و کتابت ہے طرفین سے برابر قاصد آتے جاتے رہتے ہیں تم لوگ کبھی قیس کو بُرا نہ کہنا وہ ہمارے خیر خواہ و ہمدرد ہیں اُنکے معاملات و برتاؤ سے بخوبی سمجھ سکتے ہو کہ وہ کس طرف ہیں دیکھو تمہارے ہمخیال بھائیوں طالب قصاص حضرت عثمان یعنی خربتا کے رہنے والوں سے کس طرح پیش آتے ہیں اُنکے وظائف و عطایا بدستور

جاری رکھے اسکے علاوہ اور بھی احسانات کرتے رہتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ در پردہ حضرت قیس ہم لوگوں کے رفیق ہیں پھر ایک فرضی خط حضرت قیس کی طرف سے اپنے نام لکھوایا اس میں در بارۂ قاتلین حضرت عثمان اپنا ارادہ جنگ کا ظاہر کرنا اور معاویہ کے ساتھ ہونا مرقوم تھا یہ خط معاویہ نے علی الاعلان اہل شام کو سنایا اس چال میں معاویہ بازی لے گئے حضرت محمد بن ابی بکر و حضرت محمد ابن جعفر نیز اُن جاسوسوں کی معرفت جو شام میں تھے ان واقعات کی خبر جناب امیر کو ہوئی آپ کو ان باتوں سے تردد ہوا جناب امیر نے حضرات حسنین و عبد اللہ ابن جعفر کو بلا کر حالات سے مطلع کیا ابن جعفر کہنے لگے جس امر سے آپ کو قلق و اضطراب ہو یا کسی شخص کی نسبت شک و تردد ہو اُسے چھوڑ کر جو سبب اطمینان و تسلی قلب کا ہو اختیار فرمائیے حضرت قیس کو مصر سے معزول کیجیے جناب امیر نے فرمایا کہ مجھکو واللہ قیس کی طرف سے ایسی افواہ کی اصلیت کا گمان نہیں ہے میں یہ باتیں سچ نہ مانوں گا یہ محض افترا پردازی ہے قیس اس اتہام سے بالکل پاک ہیں حضرت ابن جعفر کہنے لگے آپ قیس کو معزول کریں اگر درحقیقت انکا خیال ایسا ہے تو آپ پر ملامت نہ کرینگے جناب امیر اسی تردد میں تھے ہنوز کوئی بات طے نہیں کی تھی کہ مصر سے حضرت قیس نے ایک عرضداشت بھیجی جسکا مضمون یہ تھا کہ کچھ لوگ آپ کی بیعت سے متوقف ہیں اسوقت مصلحتاً ان سے تعرض نہیں کیا گیا اُن کے جدال و قتال سے ہاتھ روک لیا گیا محمد ابن ابی بکر و محمد ابن جعفر نے رائے دی کہ آپ قیس کو لکھیں کہ متوقفین سے لڑیں مجھے اندیشہ ہے کہ چھوڑنے پر رفتہ رفتہ سرکش ہو جائیں گے اور آیندہ اُنکی حالت خطرناک ہو جائیگی ابھی سے اُن کو دبانا چاہیے جناب امیر نے حضرت قیس کو لکھا کہ جو لوگ میری بیعت سے ساکت ہیں اُن سے بزور شمشیر بیعت لو حضرت قیس نے مخالفت کی اور جواباً لکھا مجھے آپ کے حکم سے سخت تعجب ہے آپ اُن لوگوں سے لڑنے کو فرماتے ہیں میرے نزدیک مصلحت نہیں یہ لوگ ابھی رُکے ہوئے ہیں اور دشمن کو بھی روکے ہوئے ہیں اس حالت میں اگر اُن سے

جنگ کی جائیگی تو وہ دشمن سے ملکر اُسکے مددگار ہو جائینگے اور آپ پر حملہ کر دینگے اے امیر المومنین میری رائے پر عمل فرمائیے اور اُن کی لڑائی سے ہاتھ روکیے اسوقت یہی مناسب ہے خربتا میں تقریباً دس ہزار آدمی ہیں جنہیں بُسر ابن ارطاۃ مسلمہ ابن مخلد معاویہ ابن خدیج ایسے بہادر موجود ہیں ان سے اس وقت لڑنا خلاف مصلحت ہے یہاں سے مکرر اصرار ہوا ایک روایت میں ہے کہ اس اصرار پر انھوں نے استعفا دیدیا اور ایک روایت میں ہے کہ جب یہ خط پڑھا گیا تو ابن جعفر نے کہا آپ حضرت قیس کی معزولی میں دیر نہ کیجیے فوراً ان کی جگہ پر محمد ابن ابی بکر کو امیر مصر مقرر کر کے روانہ فرمائیے مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت قیس کا مقولہ ہے کہ تا وقتیکہ مسلمہ ابن مخلد جو موضع خربتا میں سرگروہ قوم ہیں قتل نہ ہونگے امارت مصر کو ثبات نہ ہوگا حضرت قیس تو ان لوگوں کو مہلت بھی دے چکے ہیں وہ نہیں لڑیں گے محمد ابن ابی بکر جاکر اس سرکش سے لڑیں اور اس کو قتل کریں غرضکہ اُن کی تجویز کے مطابق جناب امیر نے حضرت قیس کے نام معزولی کا حکم اور محمد ابن ابی بکر کے نام تقرری کا پروانہ لکھکر مصر روانہ فرمایا محمد ابن ابی بکر نے مصر پہونچکر اپنی تقرری امارت کا حکم حضرت قیس کو دکھایا انھوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کسی نے امیر المومنین کو میری طرف سے بدظن کر دیا محمد ابن ابی بکر نے کہا آپ شوق سے اپنی حکومت پر رہیں میں بھی آپ کے ساتھ رہونگا حضرت قیس نے منظور نہیں کیا اور کہا اب میں یہاں نہیں رہوں گا پھر مصر سے مدینہ منورہ چلے آئے۔ ایک روز حسان ابن ثابت اُن سے بطور طعن کہنے لگے کہ تم نے حضرت عثمان کو قتل کرایا جناب امیر نے تم کو امارت مصر سے نکالدیا تمپر قتل حضرت عثمان کا مواخذہ رہا تمھاری کچھ قدر نہ ہوئی حضرت قیس نے کہا اے دل کے اندھے اگر مجھکو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمھارے مارنے سے تمھاری و میری قوم میں لڑائی ہو جائے گی تو میں تم کو ابھی قتل کرڈالتا۔ مروان ابن حکم مدینہ منورہ میں مقیم تھا اس نے اپنی فطری خباثت سے حضرت قیس اور سہل ابن حنیف کو اس قدر دق کیا کہ دونوں مدینہ سے کوفہ جناب

امیر کے پاس چلے آئے اور آپ سے زبانی سارا واقعہ بیان کیا تو آپ کو معلوم ہوا کہ اُن کی معزولی
میں بڑا دھوکا ہوا یہ دونوں اُسوقت سے ساتھ ساتھ رہے معاویہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ
مروان نے حضرت قیس کو مدینۂ منورہ سے نکالدیا اور وہ جناب امیر کے پاس چلے گئے
اُن کو سخت افسوس ہوا مروان کو ایک نہایت عتاب آمیز خط لکھا اگر تم علی کی مدد کو ایک
لاکھ مردان کارزار بھیجتے تو یہ آسان تھا مجھکو بالکل ناگوار نہ ہوتا البتہ قیس ابن سعد ایسے
خوش تدبیر صاحب رائے کا جناب امیر کا رفیق و مشیر ہوجانا مجھ پر سخت گران گزرا۔ محمد
ابن ابی بکر نے مصر پہونچکر فرمان مجمع عام میں سنایا اور کہنے لگے ہم کو اور تم کو خدا نے راہ
حق کی ہدایت کی جس میں ہزاروں نے اختلاف کیا اور راہ نہ پائی ہم سب کو وہ باتیں
سوجھائیں حق سے جاہل لوگ نابینا رہے لوگو خبردار ہوجاؤ مجھکو امیر المومنین نے تم پر
حاکم کرکے بھیجا ہے میں خدا سے مدد چاہتا ہوں اُسی پر توکل ہے اُسی کی طرف رجوع
کرو اگر تم میری امارت اور میرے اعمال میں طاعت الٰہی دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو اور
اگر اعمال و افعال خلاف حق نظر آئیں تو مجھے تنبیہ کرکے مجھ سے اصلاح کرالو یہ کہہ کر
ایک مہینہ تک کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کیا پھر متوقفین کو جنھیں حضرت قیس نے مہلت
دی تھی پیغام بھیجا کہ میری اطاعت قبول کرکے جناب امیر سے بیعت کرو یا ملک سے نکلجاؤ
انھوں نے کہا ابھی ہم کچھ نہیں کہتے فی الحال ہم کو اور مہلت دو کہ ہم انجام پر غور کرکے
تمھاری اطاعت کریں یا جو مناسب سمجھیں وہ کریں ابھی ہم سے جنگ نہ کرو انھوں نے
مہلت نہ دی ان لوگوں نے بھی اپنی حفاظت کا معقول انتظام کرلیا تھا اسی عرصہ میں جنگ
صفین پیش آگئی پہلے یہ لوگ محمد ابن ابی بکر سے بہت ڈرتے تھے جنگ صفین میں جب
معاملہ حکمین کے سپرد ہوا اب دلیر ہوگئے اور مقابلہ کے لیے نکلے انھوں نے اولاً بسرداری
حارث ابن جمہان جعفی لشکر بھیجا اس لشکر میں یزید ابن حارث معہ قبیلۂ بنی کنانہ کے
تھے دونوں میں خوب جنگ ہوئی حارث ابن جمہان مارے گئے انکی جگہ پر مضا ہم کلبی

سردار ہو کر گئے وہ بھی مارے گئے لشکر شکست خوردہ مصر واپس گیا جب دو مرتبہ شکست ہوئی تو محمد ابن ابی بکر نے جناب امیر کو اطلاع کی آپ نے حکم دیا کہ فی الحال ان سے متعرض نہ ہو آیندہ وقت فرصت سمجھا جائے گا (شمس التواریخ)

قدوم عمر ابن العاص نزد معاویہ عمر ابن العاص صحابی تھے اور عہد رسالت میں عمان کے عامل رہے حضرت عمر کے زمانہ میں امیر مصر تھے اور مصر انھیں کی کوششوں سے فتح ہوا۔ عہد فاروقی میں جب انکی متواتر شکایتیں دربار خلافت میں ہوئیں تو حضرت عمر نے انکو معزول کیا یہ حاضر ہوے اور جب اپنے تقصیرات سے نادم ہو کر انھوں نے معافی چاہی تو حضرت عمر نے پھر بحال کر دیا اس وقت سے حضرت عثمان کے زمانہ تک یہ مصر میں رہے حضرت عثمان نے ۲۶ھ میں انکو بہ اغواء عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح معزول کیا اور ان کو انکی جگہ پر مقرر کیا اور ان کو واپس بلالیا یہ حضرت عثمان سے بہت خفا ہوے انھیں نے جناب امیر کو دور کر کے دیگر حضرت عثمان کو خلافت دلوائی تھی پھر سب سے پہلے حضرت عثمان کی مخالفت پر آمادہ ہوے مسجد میں ان سے سخت کلامی کی ان کی بہن کو طلاق دی لوگوں کو علانیہ جوش دلا کر حضرت عثمان کے مار ڈالنے کی ترغیب دی جب بلوائیوں نے مدینہ میں حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا تو یہ معہ اپنے دونوں لڑکوں عبد اللہ و محمد کے مدینہ سے نکلکر فلسطین چلے گئے وہاں پہونچکر دو چار دن کے بعد ان کو ایک سوار مدینہ سے آتا ہوا ملا انھوں نے نام پوچھا اس نے حصیرہ نام بتایا انھوں نے جواب میں کہا ابھی محصور ہیں پھر دوسرا سوار ملا اس نے نام قتال بتایا یہ نام سنکر کہنے لگے کہ حضرت عثمان شہید ہوے اس سے دریافت حال پر بھی یہی معلوم ہوا پھر ایک اور سوار ملا اس نے اپنا نام حرب بیان کیا یہ کہنے لگے لڑائی ہو گی انکو عمان میں ایک یہودی عالم سے تمام وقائع آیندہ معلوم بھی ہو گئے تھے اس سوار سے جب حال پوچھا تو اس نے کہا کہ جناب امیر خلیفہ ہوے ہیں یہ سنکر سلم ابن زنباغ کہنے لگے اے گروہ عرب تمھارے اور لڑائی کے درمیان

ایک مضبوط دروازہ تھا تم نے اسکو توڑ ڈالا اور بجائے اسکے دوسرا دروازہ قائم کیا۔ عمر ابن
العاص کہنے لگے ہم یہی چاہتے تھے کہ وہ دروازہ ٹوٹے پھر انھوں نے مع دونوں لڑکوں کے پیادہ پا
فلسطین سے کوچ کیا اور روتے ہوئے ہائے عثمان وا عثماناہ کرتے چلے اسی حالت میں دمشق پہونچے انکو
امید تھی کہ حضرت طلحہ خلیفہ ہونگے اسپر خوش تھے جناب امیر کی خلافت کا حال معلوم کرکے
انکو رنج ہوا دمشق میں یہ پہونچکر مقیم رہے اور اس امر کے منتظر تھے کہ لوگ کیا کرتے ہیں پھر حضرت
عائشہ و حضرات طلحہ و زبیر کے خروج کا حال سنکر مسرور ہوئے واقعہ جمل اور جناب امیر کی فتح
سنکر کبیدہ خاطر ہوگئے جب معلوم ہوا کہ شام میں معاویہ جناب امیر کے خلاف ہیں انکو حضرت
عثمان کا شہید ہونا بہت شاق گزرا ہے عمر ابن العاص کے نزدیک معاویہ بہ نسبت جناب
امیر کے زیادہ دوست اور محبوب تھے انکے بیعت نہ کرنے سے انکو تسلی و سکون ہوا۔ ایک
روایت میں ہے کہ معاویہ نے انکو بذریعہ خط بلا بھیجا اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں
نے خود جانے کا ارادہ کیا بہرحال انھوں نے اپنے بیٹوں سے صلاح کی کہ تمھارے نزدیک
کیا مناسب ہے جناب امیر سے ملوں یا معاویہ سے جناب امیر سے مجھے کوئی نفع کی امید نہیں
وہ مجھے اپنے کسی کام میں شریک نہ کرینگے عبداللہ ابن عمر جو اجلائے صحابہ سے تھے انھوں
نے رائے دی کہ آنحضرت اور خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں تم نیک نام رہچکے ہو گوشۂ عافیت میں
بیٹھے رہو اور دیکھو کہ لوگوں کا اجتماع کدھر ہوتا ہے ان جھگڑوں میں نہ پڑو محمد ابن عمر کہنے لگے
کہ تم عرب ممتاز اور ذکی اشخاص میں سے ہو تعجب ہے کہ یہ معاملہ طے ہوجائے اور تمھارا نام اسمیں
شہرہ ہو بغیر تمھارے دخل دیے کوئی بات طے نہیں ہوسکتی دونوں بیٹوں کی باتیں سنکر عمر ابن العاص
کہنے لگے اے عبداللہ تم مجھکو دین کی بہتری کی صلاح دیتے ہو اور محمد تم دنیا کی فائدہ اور عقبیٰ
کی خرابی کی یہ کہکر مع دونوں بیٹوں کے معاویہ کے پاس گئے یہاں اہل شام کو حضرت
عثمان کے خون کے قصاص کا طالب پایا عمر ابن العاص معاویہ سے کہنے لگے تم حق پر ہو
اپنے خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ ضرور لو پھر روزانہ دربار میں جانے لگے معاویہ نے ابتداءً

کچھ زیادہ توجہ انکی طرف نہ کی دونوں بیٹوں نے باپ سے کہا کہ آپ کی یہاں کچھ قدر و منزلت نہ ہوئی یہاں سے کہیں اور چلیے ایک روز عمر ابن العاص معاویہ کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے تعجب ہے میں ہر طرح سے تمھاری مدد و نصرت کو موجود ہوں اسلیئے یہاں آیا ہوں اب تم مجھ سے اعراض کرتے ہو میرا ارادہ ہے کہ تمھارے ساتھ ہوکر قاتلین حضرت عثمان کو مارڈالوں اس کام کے لیے میں نے اس قدر رختہ ارادہ کرلیا ہے کہ جس شخص کی فضیلت و قابلیت مسلم ہے اسکو چھوڑکر اور دنیا کا طلبگار ہوکر تمھارے پاس آیا ہوں معاویہ اُنکے حال سے واقف تھے انھیں یہ معلوم تھا کہ حضرت عثمان کا قتل در اصل انھیں کی علانیہ ترغیب سے ہوا ہے مگر یہ دیکھکر کہ عمر کام کا آدمی ہے اسکی وجہ سے سلطنت کو فروغ ہوگا تھوڑے سے غور کے بعد انکو اپنا رازدار بنالیا کاروبار صلاح و مشورۂ حکومت میں اپنا شریک کرلیا دونوں میں باہم یہ معاہدہ قرار پاگیا کہ اگر معاویہ کو جناب امیر کے مقابلہ میں کامیابی ہو تو مصر کی حکومت عمر ابن العاص سے متعلق رہے گی اسکے بعد عمر ابن العاص کی چالبازیوں نے خوب ترقی کی جیسا کہ واضح ہوگا (شمس التواریخ)

مبادات صفین اکوفہ سے جناب امیر نے ایک خط جریر ابن عبداللہ بجلی عامل ہمدان کو اور دوسرا خط اشعث بن قیس کندی والی آذربائیجان کو لکھا دونوں خطوں کا مضمون ایک تھا کہ اپنے بلاد متعلقہ سے ہماری بیعت لیکر خود ہمارے پاس چلے آؤ چنانچہ دونوں نے حکم کی تعمیل کی اور حاضر خدمت ہوے جناب امیر نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ کسی کو معاویہ کے پاس خط دیکر بھیجیں جریر نے کہا یہ خدمت میرے متعلق کیجیے مجھ سے اُن سے دوستی ہے میں اُنکو زبانی نصیحت کرونگا کیا عجب کہ میرا کہنا مانکر آپ کی بیعت قبول کرلیں مالک ابن اشتر اس کے خلاف تھے انھوں نے جناب امیر سے کہا کہ یہ معاویہ کے دوست ہیں انکو نہ بھیجیے مجھ سے فرمائیے میں اس خدمت کو انجام دوں گا جناب امیر نے فرمایا انھیں کو جانے دو دیکھو معاویہ کیا جواب دیتے ہیں اگرچہ یہ معلوم تھا کہ معاویہ مصالحت کے ساتھ خلافت کو تسلیم نہیں کرینگے

لیکن آپ نے ایک مرتبہ پھر صلح کی دعوت دی جریر سفارت کے لیے تیار ہوئے آپ نے اُنکو قاصد بناکر بھیجا یہ معاویہ کے پاس ایسے وقت پہونچے کہ دربار میں امرائے شام کا مجمع تھا معاویہ نے پہلے خط خود پڑھا پھر حاضرین کو پڑھکر سنایا خط کا مضمون یہ تھا۔

"تم اور تمھارے زیر اثر جس قدر مسلمان ہیں سب پر میری بیعت لازم ہے کیونکہ مہاجرین اور انصار کے اتفاق عام نے مجھے منصب خلافت کے لیے منتخب کیا ہے حضرات ابوبکر وعمر وعثمان کو بھی انھیں لوگوں نے منتخب کیا تھا اسلیے جو شخص اس بیعت کے بعد سرکشی واعراض کرے گا وہ جبراً اطاعت پر مجبور کیا جائے گا پس تم مہاجرین و انصار کا اتباع کرو یہی سب سے بہتر طریقہ ہے ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تم نے حضرت عثمان کی شہادت کو اپنی مقصد برآری کا وسیلہ بنایا ہے اگر تم کو قاتلوں سے انتقام کا حقیقی جوش ہے تو پہلے میری اطاعت کرو اس کے بعد باضابطہ یہ مقدمہ پیش کرو میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا ورنہ تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ محض دھوکہ وفریب ہے۔"

معاویہ نے جواب دینے میں تاخیر کی اور عمرابن العاص سے مشورہ کیا انھوں نے رائے دی کہ اہل شام کو جمع کر کے جناب امیر پر تہمت خون حضرت عثمان لگائیے اور لشکر لے کر جناب امیر سے مقابلہ کیجیے معاویہ نے اُنکے کہنے پر عمل کیا چونکہ بیس بائیس برس سے والی شام تھے اس طویل مدت ولایت میں دلمیں خود مختاری کی ہوس پیدا ہو گئی تھی جس کے حصول کے لیے اس سے زیادہ بہتر موقع میسر نہیں آسکتا تھا بنو امیہ و بنی ہاشم کی دیرینہ چشمکیں پھر تازہ ہو گئیں معزول عمال عثمانی سب معاویہ کے گرد پیش جمع ہو گئے بہت سے قبائل عرب اگرچہ اموی نہ تھے تاہم اُنکی شاہانہ داد و دہش نے اُنکو بھی طرفدار بنا دیا تھا بعض صحابہ بھی اغراض و مقاصد کی وجہ سے اُن کے دست و بازو ہو گئے تھے عمرابن العاص نے تو مصر کی حکومت کا وعدہ لیکر اعانت کا وعدہ کر ہی لیا تھا مغیرہ ابن شعبہ جو عرب کے بڑے

چالاک ور سیاسی لوگوں میں سمجھے جاتے تھے دربار مرتضوی سے برداشتہ خاطر ہو کر حصول
دنیا کے لیے معاویہ کے حلقۂ احباب میں شامل ہو گئے۔ عبیداللہ ابن عمر فاروق جنھوں نے
اپنے والد کے جوش انتقام میں ایک پارسی نومسلم ہرمزان کو بے وجہ قتل کر ڈالا اور حضرت عثمان
نے اُن سے قصاص نہیں لیا تھا جناب امیر کی خلافت میں اس خوف سے بھاگ کر
چلے گئے کہ شاید مقدمہ پھر نئے سرے سے چلایا جائے اور معاویہ کے دامن عاطفت میں پناہ گزیں
ہوئے حضرت عثمان کی شہادت اور اُنکے قاتلوں کو سزا نہ دینے کا قصہ عوام کو ہیجان میں لانے
کیلیے بہت کافی تھا چنانچہ تمام ملک شام میں پُر درد طریقہ پر اسکی اشاعت کی گئی ہر ہر قصبہ
و شہر میں واعظ و خطیب مقرر کیے گئے کہ لوگوں میں انتقام کا جوش پیدا کریں دمشق کی جامع مسجد
میں حضرت عثمان کا خون آلود کرتہ اور بی بی نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیوں کی نمائش کیجاتی تھی
یہ چیزیں نعمان ابن بشیر شام میں لیکر گئے تھے بی بی نائلہ کی دو انگلیاں جڑ سے علیحدہ ہو گئی
تھیں اور نصف انگوٹھا بھی انگوٹھا و انگلیاں مع کسیقدر حصۂ ہتیلی کے تھیں معاویہ اس
کرتہ کو ممبر جامع مسجد دمشق پر رکھواتے اور اسی پر انگلیاں لٹکدی جاتیں اہل شام انکو دیکھ کر
مدتوں روتے رہے اس موقع پر انھوں نے متفق ہو کر قسم کھائی کہ جبتک خون عثمانی کا معاوضہ
نہ لینگے ٹھنڈا پانی نہ پییں گے نہ پانی کو سوائے غسل جنابت کے ہاتھ سے چھوئیں گے
نرم بچھونے پر نہ سوئیں گے جو شخص خون کا بدلہ لینے میں حائل و حارج ہو گا اسکو بھی مار ڈالیں گے
(تاریخ طبری و کامل ابن اثیر) معاویہ نے عمر ابن العاص کے کہنے سے جریر کو تین مہینہ روکے رکھا
جب انھوں نے خط کا جواب مانگا یہ ٹال گئے روکنے سے یہ غرض تھی کہ جریر خود اپنے آنکھ سے
اہل شام کا خون عثمانی کے معاوضہ پر مستعد ہونا دیکھ لیں اور جناب امیر پر اتہام اپنی زبان سے
سن لیں اور واپس جا کر یہاں کا جوش و خروش بیان کر دیں۔ اس عرصہ میں جناب امیر نے جریر
کے نام خط لکھا کہ تم معاویہ سے قطعی جواب لو لڑائی یا صلح دونوں باتوں میں جس کو اختیار
کریں مختار ہیں اگر لڑائی پر مستعد ہوں تو انکو اُنکے حال پر چھوڑ کر چلے آؤ اور اگر صلح چاہتے ہوں

تو میری بیعت لیکر واپس آؤ (عقد الفرید) جریر یہ حالت اور اہل شام کا جوش دیکھ کر کوفہ واپس
آئے اور سب حال عرض کیا جریر کو بلا جواب واپس کرنے کے باعث شرحبیل بن سمط کندی
ہوئے تھے اس وجہ سے کہ عہد فاروقی میں جب حضرت سعد ابن وقاص عامل عراق تھے تو
حضرت عمر نے شرحبیل کو انکے پاس بھیجدیا تھا حضرت سعد نے انکی بہت عزت کی اور
مقربین میں داخل کیا۔ اشعث ابن قیس کندی بھی عراق میں تھے جنکو شرحبیل کی عزت و
مرتبہ پر حسد ہوا اُسی زمانہ میں حضرت سعد نے جریر کو مدینہ منورہ روانہ کیا تھا اشعث نے جریر سے کہا کہ تم مدینہ منورہ
جاتے ہو اگر ممکن ہو تو حضرت عمر کے حضور میں شرحبیل کی شکایت کرنا مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ تعریف کی
پھر حضرت عمر نے شرحبیل اور جریر کو عراق سے اپنے پاس بلا لیا جریر کو مدینہ میں رکھا اور شرحبیل کو شام بھیجدیا
یہ یہاں بہت عزت سے رہے انکے باپ سمط غازیان شام سے تھے جب جریر معاویہ کے پاس آئے تو انھوں
نے شرحبیل کو بلایا اور اُن سے جناب امیر کے آنے کا تذکرہ کر کے جریر سے بلوایا انھوں
نے رائے دی کہ حضرت عثمان ہمارے خلیفہ تھے اگر تم اُنکے خون کا معاوضہ طلب کر سکتے ہو تو
کوتاہی نہ کرو ورنہ ہم تم سے الگ ہوتے ہیں اور جریر کو واپس کرا یا جب جریر بے نیل مرام
واپس ہوئے تو اشتر نخعی نے جناب امیر سے کہا میں نے آپ کو پہلے منع کیا تھا آپ نے نہ مانا
جریر نے قصداً شام میں اتنی دیر لگا دی کہ اہل شام نے اپنی مضبوطی کر لی انکے جانے سے
ایسا دروازہ کھلگیا جسکے کھلنے کی امید نہ تھی جریر انکی طعنہ زنی سے برہم ہو کر کہنے لگے اگر
بجائے میرے تم جاتے تو زندہ واپس نہ ہوتے اہل شام تمھارا قیمہ بنالیتے وہ تم کو قاتل سمجھتے
ہیں وہ کہنے لگے اگر امیر المومنین مجھے اجازت دیتے اور میں جاتا تو اہل شام کو معقول جواب دیتا
معاویہ کو اپنی تقریر سے ایسا لاجواب کرتا کہ انکو فکر و تامل کی مہلت نہ ملتی اگر امیر المومنین
میرا کہنا مانتے تو میں تم ایسے آدمیوں کو اسوقت تک قید خانہ میں رکھتا جبتک کہ ہمارا اور
معاویہ کا معاملہ طے نہ ہو جاتا جریر اس گفتگو سے ناخوش اور کبیدہ خاطر ہو کر کہیں چلے گئے جہاں سے
پھر معاویہ کی طلبی پر شام آئے یہ طلبی حسب اشارہ شرحبیل ہوئی تھی (ابن خلدون و ابن اثیر)

جریر کی واپسی کے بعد معاویہ نے اپنے حاشیہ نشینوں کے مشورہ سے خط کا جواب لکھا اور قاتلین حضرت عثمان کے حوالہ کر دینے پر اصرار کیا اور خط ابو مسلم کے ہاتھ بھیجا انھوں نے دربار خلافت میں خط پیش کرنے کے بعد پنج کے طور پر گذارش کی کہ اگر آپ قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دیں تو ہم اور تمام اہل شام خوشی سے بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں کیونکہ حقیقتہً فضل و کمال کے لحاظ سے آپ ہی خلافت کے حقیقی مستحق ہیں جناب امیر نے دوسرے روز جواب دینے کا وعدہ کیا ابو مسلم دوسرے روز دربار میں حاضر ہوئے تو وہاں تقریباً دس ہزار آدمیوں کا مجمع تھا ان کو دیکھکر سب نے ایک ساتھ بہ آواز بلند کہا ہم سب قاتل ہیں ابو مسلم نے متعجب ہو کر عرض کیا معلوم ہوتا ہے کہ سب نے باہم سازش کر لی ہے جناب امیر نے فرمایا تم اس سے سمجھ سکتے ہو کہ قاتلین پر میرا کہاں تک اختیار ہے پھر جناب امیر نے معاویہ کو لکھا کہ وہ ناحق کی ضد سے باز آئیں اور یہ بھی لکھا کہ حضرت عثمان کے قتل میں انکی کوئی سازش نہ تھی اسی کے ساتھ عمرو ابن العاص کو بھی لکھا کہ دنیا طلبی چھوڑ کر حق کی حمایت کرو جناب امیر برابر صلح ہو جانے کی کوشش کرتے رہے ایک خط معاویہ کو لکھا غَرَّكَ عِزُّكَ فَصَارَ قُصَارَ ذٰلِكَ ذُلُّكَ فَاخْشَ فَاحِشَ فِعْلِكَ فَعَلَّكَ تُهْدٰى بِهٰذِهِ یعنی تمہاری عزت و مرتبہ نے تم کو فریب دیا انجام ذلت و خواری ہے اپنے فعل بد سے ڈرو شاید اسکے ذریعہ سے ہدایت پاؤ معاویہ نے جواب دیا عَلٰى قَدْرِى یعنی بقدر میرے حوصلہ و ہمت کے میری دیگ کو جوش ہے (تاریخ الخمیس و عقد الفرید) چونکہ زمین مسلمانوں کے خون کی پیاسی تھی اگرچہ جنگ جمل میں مسلمان باہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ کر اسے اپنے خون سے سینچ چکی تھی تاہم العطش اور ھل من مزید کی صدا آرہی تھی اس لیے مصالحت کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔

روانگی جانب صفین و وقائع اثنائے راہ جناب امیر کو جب معاویہ کی طرف سے کسی طرح صلح کی امید باقی نہیں رہی تو بجائے اسکے کہ انکی طرف سے جنگ کی ابتدا ہوتی جناب امیر نے مجبور ہو کر قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھا تمام عمال و حکام کو دور دراز حصص ملک سے بلایا کوفہ میں

ابومسعود انصاری کو اپنا نائب کرکے ۶ ماہ شوال ۳۶ھ میں تقریباً اسی نوے ہزار کی جمعیت سے حدود شام کا رخ کیا نخیلہ میں پہونچکر لشکر مرتب ہوا سات حصوں میں اسکی تقسیم ہوئی ہر حصہ پر ایک سردار مقرر ہوا انہیں عبداللہ ابن عباس معہ اہل بصرہ آکر ملے اہل کوفہ میں سے مرہ ہمدانی اور مسروق قزوین چلے گئے تھے یہ دونوں صفین میں نہیں شریک ہوئے بعد کو مسروق نے اپنی غیر حاضری پر افسوس کیا اور خدا کی جناب میں استغفار کرتے رہے معاویہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے لشکر جمع کرنا شروع کیا اور عمر ابن العاص سے مشورہ کیا وہ کہنے لگے جناب امیر نے لشکر کشی کی ہے آپ بھی انکی طرف چلیے اور اپنی تدبیر اور حیلوں و حوالوں سے اُن کا مقابلہ کیجیے آپ کے مقابل علی بہت کمزور ہیں انکے تابعین میں سے اہل عراق کی جماعت متفرق ہوگئی ہے بصرہ والے ان سے ناخوش ہیں انکی جماعت قلیل ہے آپ حق پر جنگ کرنا چاہتے اور حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اللہ مددگار ہے آپ کے ذمہ مظلوم کا حق ہے اسکو ادا کیجیے اور خدا سے ڈریے ایسا نہ ہو کہ آپ کی طرف سے بدلہ لینے میں قصور ہو جسکی پاداش میں اُلٹے آپ مبتلا ہوں ایسی باتیں کرکے ابن عاص نے معاویہ کو آمادہ کیا انھوں نے ممالک محروسہ میں فوج جمع کرنے اور سامان مہیا کرنے کے لیے تاکید کی تین علم تیار کرائے ایک ابن عاص کو دوسرا ان کے دونوں بیٹوں کو اور تیسرا اپنے غلام وردان کو دے کر روانہ کیا ابن عاص نے سب سے پہلے غلام کو روانہ کیا پھر خود روانہ ہوئے سب کے بعد معاویہ آئے فوج کی تعداد اُسوقت تراسی ہزار تھی راستہ میں مدد ملجانے پر ایک لاکھ بیس ہزار ہوگئی جناب امیر نے اپنے غلام قنبر کو علم لشکر عنایت فرمایا اور آٹھ ہزار کی جماعت سے زیاد ابن نضر حارثی کو چار ہزار کی جماعت سے شریح ابن ہانی کو بطور مقدمۃ الجیش روانہ فرمایا اور خود کوچ کرکے مدائن تشریف لائے یہاں سے بھی لشکر لیا سعد ابن مسعود ثقفی عم مختار کو والی مدائن مقرر کرکے معقل ابن قیس کو تین ہزار بہادروں کے ساتھ آگے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ موصل ہوتے ہوئے ہم سے رقہ میں ملنا پھر یہاں سے چلکر رقہ میں تشریف لائے اہل رقہ کو پُل تیار

کرنے کا حکم دیا تاکہ اُس پُل کے ذریعے سے عبور کرکے شام پہونچ جائیں وہاں کے لوگوں نے تعمیل حکم میں کاہلی کی سامان اُنکے پاس موجود تھا جناب امیر نے اس حکم عدولی پر کچھ تشدد نہ کیا یہ ارادہ کرلیا تھا کہ دوسرے راستہ یعنی منبج کے پل سے عبور کرلینگے مالک ابن اشتر کی متعدی سے پل تیار ہوگیا لشکر نے چلنا شروع کیا اولاً عبداللہ ابن حصین کی ٹوپی سر سے گری انھوں نے اتر کر اٹھالی پھر عبداللہ ابن حجاج ازدی کی ٹوپی گری انھوں نے اٹھاکر کہا اگر یہ نداُٹھا کر فال لینا ٹھیک ہے تو ہم بہت جلد قتل ہوں گے یہ سنکر ابن حصین بولے تم سچ کہتے ہو میرے نزدیک موت سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں یہ دونوں جنگ میں شہید ہوے (تاریخ ابن اثیر و مسعودی) اثنائے سفر میں ایک مقام پر لشکر پیاسا ہوا اور تک جب پانی کا پتہ نہ ملا تو جناب امیر راستہ چھوڑکر جنگل کی طرف چلے کچھ دور چلے تھے کہ ایک دیر نظر پڑا لوگ پانی کی امید پر اُس طرف دوڑے وہاں کے راہب سے پانی کا پتہ پوچھا اس نے کہا یہاں سے دو کوس پر پانی ہے لشکریوں نے یہ سنکر عرض کیا کہ امیرالمومنین ہم کو اجازت دیجیے تاکہ جلد سے جلد ہم پانی تک پہونچ جائیں فرمایا انشاءاللہ اسی مقام پر پانی ملے گا یہ فرماکر جناب امیر نے خچر چند قدم آگے بڑھایا اور ایک مقام کی طرف اشارہ کیا کہ یہاں کھودو لشکری کدال لے کر بڑھے تھوڑی زمیں کھودی تھی کہ ایک بڑا پتھر نکلا وہ اسقدر سخت تھا کہ کسی کدال سے نہ ٹوٹ سکا فرمانے لگے اس کے نیچے آب شیریں کا چشمہ ہے لشکریوں نے بہت کوشش کی پتھر نہ ٹوٹا اور نہ اپنی جگہ سے ہٹا جناب امیر خود خچر سے اتر پڑے آستین چڑھاکر بزور قوت حیدری ایک ہی بار میں پتھر اٹھاکر دور پھینکدیا نہایت صاف و شیریں خوش مزہ سرد پانی کا چشمہ نکلا سب لوگوں نے پیا اور مشکیں و ظروف بھر لیے جناب امیر نے پھر پتھر وہیں رکھدیا اور لوگوں کو اُسکے پاٹنے سے منع کیا راہب یہ دیکھکر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ کیا آپ پیغمبر مرسل ہیں فرمایا نہیں پھر کہا کیا آپ کوئی فرشتہ مقرب ہیں فرمایا نہیں اُس نے پھر پوچھا کہ آخر آپ کون ہیں فرمایا میں پیغمبر مرسل محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصی و ابن عم ہوں۔ ایک مرتبہ آنحضرت نے

میرے لڑکپن کے زمانہ میں قریش کے مجمع میں ایک پتھر جبل ابو قبیس سے گرا کر مجھے حکم دیا تھا کہ
اٹھا کر پھینک دو کفار نے مضحکہ اڑایا تھا کہ اس لڑکے سے پتھر کیا اٹھ سکیگا اس کو بہت سے
آدمی بھی نہ اٹھا سکیں گے میں نے بحکم آنحضرت اسکو اٹھا کر پھینکدیا اسی قوت سے میں نے اس
پتھر کو بھی اٹھایا راہب کہنے لگا مجھے مسلمان کیجیے آپ نے اسے اسلام میں داخل کر لیا اور
اس سے پوچھا عرصہ سے تم اپنے دین پر تھے مجھکو دیکھتے ہی مسلمان کیوں ہو گئے اس نے کہا
میں نے اپنی کتابوں میں پڑھا اور اپنے یہاں کے عالموں سے سنا تھا کہ یہاں ایک چشمہ
ہے جس پر بھاری پتھر رکھا ہوا ہے جسکو بجز پیغمبر مرسل یا اس کے وصی کے دوسرا شخص
نہ اٹھا سکے گا میں نے اس وقت آپ کو اٹھاتے دیکھا مجھے یقین ہوا کہ وصی آپ ہی ہیں
پھر وہ راہب ساتھ ہوا اور جنگ صفین میں لڑکر شہید ہو گیا جناب امیر نے اس پر نماز پڑھی
اور مقبرۂ شہداء صفین میں دفن کیا اکثر اس کے لیے دعا کیا کرتے اور فرماتے میرا دوست تھا
(روضۃ الشہداء روضۃ الصفاء شواہد النبوت) پھر جناب امیر فرات پر پہونچے یہیں زیاد ابن نضر
اور شریح ابن ہانی آکر ملے یہ دونوں اسوجہ سے پیچھے رہگئے تھے کہ یہ مع لشکر فرات کے کنارہ
کنارہ خشکی کے راستہ سے آرہے تھے جب عانات پہونچے تو معلوم ہوا لشکر شام آرہا ہے
ان کو خیال ہوا کہ راستہ ہی میں جنگ نہ ہو جائے ہمارے اور امیر المومنین کے درمیان فرات
حائل ہے ہم اس طرف ہیں اور امیر المومنین اُس طرف معلوم نہیں حریف کے لشکر کی تعداد
کسقدر ہے اگر ہم مقابلہ میں کمزور پڑے تو اُن کو ہماری خبر نہ ہوگی لشکر ختم ہو جائیگا یہ سوچکر
جسطرف جا رہے تھے راستہ چھوڑ دیا عانات سے نکلنا چاہا وہاں کے لوگوں نے نہ جانے
دیا مجبوراً ہیت کی طرف پلٹے وہاں سے فرات عبور کر کے آپ کے لشکر سے ملے جناب امیر نے
پھر ان دونوں کو بارہ ہزار کا لشکر دیکر آگے روانہ کیا جب حدود روم میں پہونچے
تو ابو الاعور سلمی لشکر شام لیے ہوئے موجود تھا زیاد و شریح نے جناب امیر کو مطلع کیا
آپ نے اشتر کو بھیجا اور فرمایا کہ جا کر ان سے بہت جلد ملو وہاں پہونچکر زیاد و شریح کو میمنہ و میسرہ

پر مامور کرنا اور خود پورے لشکر کو اپنے کماں میں لینا خبردار جنگ میں تقدیم نہ کرنا اوّلاً صلح کی طرف بلانا جو کچھ وہ کہیں سننا اُن کے بغض و عداوت میں آپے سے باہر ہو کر فوراً ہی حملہ نہ کر بیٹھنا کر رسہ کر اُن کو سمجھانا اور باہمی اسلامی جنگ کے بُرے نتائج اور عاقبت خراب ہونا اُن سے بیان کرنا اگر وہ نہ مانیں اور لڑائی شروع کر دیں تو تم بھی لڑنا اُن کے قریب پڑاو نہ ڈالنا نہ بہت دور پر حتی الامکان میرے پہونچنے تک اگر لڑائی نہ ہو تو بہت اچھا ہے میں بھی آتا ہوں اشتر نے پہونچکر تعمیل ارشاد بہت اچھے طور پر کی ابتداً ادھر سے نہ ہوئی حریف بھی دن بھر چپ رہا شام کے وقت ابوالاعور نے اشتر کی فوج پر حملہ کیا تھوڑی دیر تک دونوں لڑتے رہے پھر علیحدہ ہو گئے رات اطمینان سے کٹی دوسرے دن پھر صف بندی ہوئی ادھر سے ہاشم ابن عتبہ اور لشکر شام سے ابوالاعور میدان میں نکلے دن بھر لڑائی رہی شام کو دونوں لشکر واپس ہو رہے تھے کہ اشتر نے لشکر شام پر حملہ کر دیا اور ابوالاعور کو تلاش کرنے لگے ابوالاعور یہ دیکھکر پیچھے ہٹ گیا اشتر نے اپنا لشکر بڑھایا اور سنان ابن مالک نخعی سے کہا کہ تم ابوالاعور کے پاس جاکر کہو کہ اگر دعوی مردانگی ہے تو نکلکر مقابلہ میں آؤ۔ سنان نے کہا کہ اپنے مقابلہ کیلیے بلاؤں یا آپ کے مقابلہ کے لیے اشتر نے کہا میرے نام سے بلانا انھوں نے لشکر شام میں جاکر ابوالاعور سے کہا مگر وہ نہیں آیا دونوں طرف سپاہی برابر لڑتے رہے رات میں لڑائی ختم ہوئی دوسرے دن جناب امیر خود تشریف لائے آتے ہی آگے بڑھنے کا حکم دیا اشتر لشکر لے کر آگے بڑھے۔

معرکہ صفین | ابوالاعور نے چونکہ فوج مخالف کی آمد کی اطلاع معاویہ کو کر دی تھی انھوں نے صفین کے میدان کو مدافعت کے لیے منتخب کیا اور پیشقدمی کر کے مناسب موقعوں پر لشکر جما دیے۔ گھاٹ پر بھی تسلط کر لیا اور ابوالاعور کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ متعین کر دیا کہ دریا سے فوج مخالف کو پانی نہ لینے دیں

پانی کیلیے کشمکش | جناب امیر کی فوج نے صفین میں پہونچکر پانی کے لیے سخت تکلیف اُٹھائی

سب سے پہلے آپ نے صعصعہ ابن سوحان کو معاویہ کے پاس بھیجا اور اُن سے کہلوایا کہ ہم تمھاری طرف بقصد جنگ نہیں آئے تھے جب تک تمھارے عذر سنکر جواب معقول نہ دیدیتے ہرگز تم سے لڑائی کا ارادہ نہ کرتے تمھاری ہی طرف سے ابتدا ہوتی ہے تمھارے سواروں نے تم سے پہلے پہونچکر ہمارے لشکر سے جنگ چھیڑی ہم کو تمھارے ساتھ لڑنے سے پہلے ہی گریز تھا اور اب بھی ہے تاوقتیکہ تم کو دعوت راہ حق نہ دے لیں گے اور اتمام حجت نہ کرلیں گے تم پر دست اندازی نہ کرینگے تمھاری طرف سے دوسرا ظلم یہ ہوا کہ ہم لوگوں پر تم نے پانی روک دیا اور پہرہ قائم کردیا اپنے ہمراہیوں سے کہلا بھیجو کہ وہ پانی کی روک نہ کریں تاکہ بہ آسانی ہمارے اور تمھارے امور متنازعہ کا فیصلہ ہوجائے اور اگر تم کو یہ منظور ہو کہ ان سب باتوں کو چھوڑ کر پہلے پانی کے لیے لڑیں جو غالب ہو اُس کو پانی ملے اور مغلوب پیاس سے مرے تو ہم اس پر بھی راضی ہیں معاویہ نے یہ سنکر اپنے ساتھیوں سے رائے لی ولید ابن عقبہ اور عبد اللہ ابن سعد نے کہا پانی نہ دینا چاہیے جسطرح حضرت عثمان پیاسے شہید ہوئے یہ بھی پیاسے رکھے جائیں عمر ابن العاص نے اس سے اختلاف کیا عبد اللہ نے نہ مانا صعصعہ نے سخت کلامی کی بعضوں کا قول ہے کہ یہ دونوں موجود نہ تھے معاویہ نے صعصعہ کو واپس کیا اور کہدیا کہ ہم بعد کو کہلا بھیجیں گے بجائے کہلا بھیجنے کے معاویہ نے حکم نافذ کردیا کہ خبردار پانی نہ لینے پاویں مددی پیادہ اور سوار بھی بھیجے جناب امیر نے یہ اطلاع پاتے ہی حکم دیا کہ حملہ کرکے پانی پر قبضہ کرو۔ اشعث ابن قیس لشکر مرتب کرکے فرات کی طرف بڑھے معاویہ نے یزید ابن اسد کو ابو الاعور کی مدد کے لیے بھیجا ادھر سے شبث ابن ربعی مدد کے لیے پہونچے پھر اُدھر سے عمر ابن العاص لشکر کثیر لے کر آئے اور ادھر سے اشتر نخعی بھی خوب لڑائی ہوئی آخر پانی پر جناب امیر کا قبضہ ہوگیا ابو باقی کہتے ہیں کہ اُس روز اشتر نے بہت بہادری کی شدت پیاس میں بھی برابر لڑتے رہے جب اُن کے سامنے پانی لایا گیا تو انھوں نے یہ کہکر واپس کیا تاوقتیکہ اور مسلمان بھائی پانی نہ پی لیں گے میں نہیں پیونگا اور لشکر کو ہٹا کر پانی پر قبضہ کرلیا اس رادہ سے

کہ ہم بھی اہل شام کو ایک قطرہ پانی نہ دینگے جناب امیر نے اپنی کمال ہمدردی اور حمیت انسانی سے منع فرمایا کہ ایسا نہ کرنا چاہیے جناب امیر کا قبضہ ہو جانے پر معاویہ نے عمر ابن العاص سے کہا تمھاری کیا رائے ہے آیا یہ لوگ ہمیں پانی دیں گے یا نہیں وہ کہنے لگے کہ جناب امیر پانی لینے کی ممانعت کبھی نہ کرینگے چنانچہ معاویہ نے جناب امیر کے پاس آدمی بھیجا اور پانی لینے کی اجازت مانگی آپنے بخوشی خاطر اجازت دے دی اور عام منادی کرادی کہ جسکو ضرورت ہو بلا خوف وخطر پانی لیجائے جس مقام پر طرفین جمع ہوئے تھے وہ دریائے فرات کے کنارے رقہ کے قریب واقع ہے اور صفین کے نام سے مشہور ہے معاویہ کے لشکر کی تعداد میں بھی اختلاف ہے بعض کے نزدیک ستر ہزار اور بعض کے نزدیک نوے ہزار یا پچاسی ہزار اور بعض کے نزدیک ایک لاکھ بیس ہزار تھا اور اس لشکر کا نام خضریہ مشہور تھا (ابن اثیر و مسعودی و تاریخ الخمیس و عقد الفرید و روضۃ الصفا)۔

صلح کی آخری کوشش جناب امیر فرات پر قبضہ پاکر دو روز تک ٹھہرے رہے کسی طرف کو کی چھیڑ چھاڑ ان دو دن میں نہ ہوئی تیسرے روز یکم ذی الحجہ ۳۶ھ کو اتمام حجت کے لیے جناب امیر نے ابو عمر بشیر بن عمر بن محصن انصاری و سعید ابن قیس ہمدانی و شیث ابن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بھیجنے کے لیے انتخاب کیا اور اُن کو معاویہ کی فہمائش کا حکم دیا شیث کہنے لگے امیر المومنین آپ معاویہ کی طرف سے اتباع اور بیعت کی امید نہ رکھیے آپنے فرمایا ہم کو قطع حجت کرنا اور اپنے اوپر سے الزام اٹھانا لازم ہے آگے اُن کو اختیار ہے تم جاؤ دیکھو کیا جواب دیتے ہیں یہ لوگ معاویہ کے پاس آئے اور ابو بشیر نے کہا اے معاویہ دنیا ہمیشہ پاس نہ رہے گی ایک روز تمھارا ساتھ چھوڑیگا خدا کے لیے تم مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو اور خونریزی نہ کرو معاویہ کہنے لگے یہ نصیحت اپنے رفیق (علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) کو کیوں نہیں کی بشیر نے جواب دیا وہ تمھارے ایسے نہیں ہیں بہت عالی مرتبہ سابق الاسلام۔ آنحضرتؐ کے قریبی رشتہ دار

اور تم سب سے زائد خلافت کے مستحق ہیں معاویہ نے کہا تمھاری کیا رائے ہے وہ کیا کہتے ہیں اور انکا منشا کیا ہے بشیر نے جواب دیا جناب امیر کا کہنا مان لو اور انکی اطاعت کرو معاویہ نے کہا کیا ہم خون عثمان کا مطالبہ چھوڑ دیں خدا کی قسم یہ ہم سے کبھی نہ ہوگا اسکے بعد سعید ابن قیس نے کہنا چاہا شبث نے انھیں روکا اور کہنے لگے ہم خوب جانتے ہیں کہ تم نے قصاص حضرت عثمان کے بہانہ سے ان احمقوں کو اپنی طرف مائل کر لیا ہے تم نے خلافت کی خواہش میں باوجود قدرت حضرت عثمان کی مدد نہ کی مرتبہ وعزت حاصل کرنے میں خلیفہ مظلوم کو قتل ہوتے دیکھا کیے انکی شہادت پر تم خوش تھے آج تم کو یہ موقع حاصل ہو گیا خدا سے ڈرو اور اپنے ارادہ سے باز آؤ جو شخص خلافت کا مستحق ہے اُس سے جھگڑا نہ کرو معاویہ نے اس سب کے جواب میں کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ ہم میں اور تم میں تلوار کے سوا کوئی چیز فیصلہ کرنے والی نہیں یہ تقریر سنکر تینوں واپس آئے اور کل کیفیت بیان کی جناب امیر نے فرمایا اب وعظ و نصیحت سے کام نہ چلے گا مجبوراً لڑائی پر آمادگی ظاہر کی اور روزانہ لڑائی ہونے لگی۔

سنہ ۳۷ھ

آغاز جنگ لڑائی کا یہ طریقہ تھا کہ دونوں طرف سے دن میں دو دفعہ تھوڑی تھوڑی فوج میدان جنگ میں آتی اور پھر واپس جاتی کمان کبھی خود جناب امیر کرتے اور کبھی باری باری سے اشتر۔ حجر ابن عدی۔ شبث ابن ربعی۔ خالد ابن معتمر۔ زیاد ابن النضر۔ زیاد ابن خصفہ تیمی۔ سعید ابن قیس۔ محمد ابن الحنفیہ۔ معقل ابن قیس۔ قیس ابن سعد۔ میدان جنگ میں آتے۔ معاویہ کی طرف سے عبدالرحمن ابن خالد ابن الولید۔ ابوالاعور سلمی۔ شرجبیل ابن سمط کندی۔ حمزہ ابن مالک ہمدانی باری باری سے آتے تمام ماہ ذی الحجہ اسی جنگ میں گزرا محرم شروع ہوتے ہی لڑائی رُک گئی بعض روایات

میں ہے کہ جمادی الآخر کے مہینہ بھر لڑائی ہوئی جب سے آخر محرم تک لڑائی کا سلسلہ بند رہا
اسی عرصہ میں حضرت ابوالدرداء اور ابوامامہ باہلی معاویہ کے پاس گئے ابوالدرداء نے
معاویہ سے کہا تم جناب امیر سے کیوں لڑتے ہو کیا وہ امامت کے تم سے زیادہ مستحق نہیں ہیں
معاویہ کہنے لگے حضرت عثمان کے خون ناحق کے لیے لڑتا ہوں ابوالدرداء نے پوچھا کیا
حضرت عثمان کو جناب امیر نے قتل کیا ہے معاویہ کہنے لگے اگر قتل نہیں کیا تو قاتلوں کو
پناہ تو دی ہے اگر انکو میرے سپرد کر دیں تو میں طاعت کیلیے تیار ہوں اس گفتگو کے بعد
یہ دونوں دربار خلافت میں آئے اور معاویہ کی شرط سے مطلع کیا اس خبر کو سنکر تقریباً بیس
ہزار آدمی فوج سے علیحدہ ہو کر دور سے کہنے لگے ہم سب حضرت عثمان کے قاتل ہیں
ابوالدرداء اور ابوامامہ نے جب یہ رنگ دیکھا تو لشکر کو چھوڑ کر ساحلی مقامات پہ چلے گئے
جنگ میں شریک نہیں ہوئے اسی درمیان میں جناب امیر نے صلح کے لیے پھر عدی ابن حاتم
یزید ابن قیس شبث ابن ربعی۔ زیاد ابن خصفہ کو معاویہ کے پاس بھیجا عدی ابن حاتم نے
پہونچکر ان سے کہا اے معاویہ ہم تمھارے پاس بغرض دعوت راہ حق و اتفاق آئے ہیں
اختلاف سے کوئی فائدہ نہیں تمھارے چچا زاد بھائی حضرت علی مسلمانوں کے سردار سابقیت
میں سب سے افضل صاحب خصائل حمیدہ مستحق بالخلافت و واجب الاطاعت ہیں سب نے انکی
بیعت پر اتفاق کر لیا ہے بجز تمھارے اور وہ جو تمھارے ساتھی ہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی
واقعہ پیش آئے جو اصحاب جمل کو پیش آیا معاویہ نے قطع کلام کر کے غصہ میں کہا عدی تم ہم سے
لڑنے آئے ہو یا صلح کرنے تم یہ کیا کہہ رہے ہو تمھیں نہیں معلوم میں کون ہوں حرب کا بیٹا
صخر کا پوتا میں لڑائی سے نہیں ڈرتا تم البتہ بلوائیوں میں ہو تم قتل ہو گے شبث اور زیاد
نے اسپر متفق اللفظ ہو کر کہا ہم تمھارے پاس صلح کی غرض سے آئے ہیں اور تم شیخی ہانکنے لگے یہ بیکار
باتیں جانے دو وہ باتیں کرو جس سے ہمارا تمھارا نفع ہو یزید نے کہا ہم محض بکار سفارت
آئے ہیں ہمارا یہ کام ہے کہ جو پیغام لائے ہیں وہ تم تک پہونچا دیں اور جو کچھ تم کہو اُن تک

پہونچادیں ناصح بنکر ہم نہیں آئے ہیں تمہاری خیرخواہی وعامہ مسلمین کا نفع ضرور ہم کو مدنظر ہے تم کو وہ باتیں ضروریاد دلانا چاہتے ہیں جو تمہر محبت ہوں ہماری غرض یہ ہے کہ مسلمانوں میں تفریق نہ ہو جناب امیر کی فضیلت کے تمام مسلمان قائل ہیں اور تمپر بھی مخفی نہیں اے معاویہ خدا کے غضب سے ڈرو اور انکی مخالفت نہ کرو خدا کی قسم ہم اس زمانہ میں خدا کے غضب سے ڈرنے والا احکام خداوندی پر عمل کرنے والا دنیا سے بے رغبت جامع جملہ عادات خیر حضرت علی سے بڑھکر کسی کو نہیں پاتے معاویہ جواب میں کہنے لگے جماعت کے متعلق ہم سے کیا کہتے ہو ہمارے ساتھ بھی جماعت ہے تمہاری اس خواہش کا کہ تمہارے دوست کی اطاعت قبول کریں یہ جواب ہے کہ ہم ان کو مستحق خلافت ہی نہیں سمجھتے اسوجہ سے واجب الاطاعت بھی نہیں ہیں انھوں نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا قاتلوں کو پناہ دی مسلمانوں کی جماعت میں تفریق ڈالی پھر کہتے ہیں کہ ہم قاتل نہیں ہیں ہم کو ان کی اطاعت اس شرط سے منظور ہے کہ قاتلین حضرت عثمان کو وہ حوالہ کردیں ہم انکو قتل کرڈالیں پھر ہم اطاعت کریں گے اور جماعت میں تفریق نہ ہوگی شیث کہنے لگے اے معاویہ خدا تم کو ہدایت دے کیا تم عمار ابن یاسر کو قتل کرکے خوش ہوگے معاویہ کہنے لگے کیوں کیا ہوا میں انکے قتل سے ناخوش کیوں ہونے لگا اگر میرا قابو چلے تو حضرت عثمان کے غلاموں کے بدلہ میں عمار کو قتل کردوں شیث کہنے لگے جبتک بہادروں کے شانے بار سر سے ہلکے اور زمین تمپر تنگ نہ ہوجائیگی تم عمار پر قابو نہ پاؤگے اس پر معاویہ بولے اگر ایسا وقت آیا تو تم پر بھی دنیا تنگ ہوجائے گی اور تم بھی نہ بچوگے یہ لوگ سخت غصہ سے برافروختہ ہوکر اٹھ آئے معاویہ نے زیاد ابن حصفہ کو روک لیا علیحدہ لیجا کر ان سے کہنے لگے اے برادر حضرت علی نے قرابت قطع کردی ہمارے خلیفہ کو قتل کرایا اور قاتلوں کو پناہ دی میں تم سے مدد چاہتا ہوں اپنے قبیلہ کے ساتھ میری مدد کرو میں حتمی وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے فتح ہوئی تو دو شہروں میں سے (مکہ ومدینہ مصر کوفہ) جسکو تم پسند کروگے اس پر تم کو حاکم کردوں گا زیاد نے انکار کرکے جواب دیا کہ میں دلیل روشن پر ہوں خدا کا احسان انعام

مجھپر ہے کہ میں مؤید من اللہ ہوں گنہگاروں کا معین و پشت پناہ نہیں ہو سکتا یہ کہہ کر لشکر
میں چلے آئے ان لوگوں کے جانے کے بعد معاویہ نے عمر ابن العاص سے کہا میں انہیں
سے جس کسی سے کوئی بات کہتا ہوں وہ ایک ہی جواب دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دل میں
یہ سب متفق ہیں پھر معاویہ نے اپنی طرف سے شرجیل بن سمط حبیب ابن سلمہ معن ابن یزید
کو جناب امیر کی خدمت میں بھیجا حبیب ابن مسلمہ نے آکر کہا کہ حضرت عثمان خلیفہ برحق
تھے کتاب اللہ پر انکا عمل تھا تم نے ان کی زندگی اچھی نہ سمجھی یہ خیال کیا کہ وہ بہت دنوں
زندہ رہینگے تم نے ظلم کرکے ان کا خاتمہ کردیا اگر تم کو انکار ہے تو اولاً تم قاتلوں کو ہمارے
حوالہ کردو پھر خلافت سے علیحدہ ہو جاؤ مسلمان اپنے اتفاق سے جسے چاہیں گے خلیفہ
کرلیں گے جناب امیر نے اُسے ڈانٹ کر کہا تو کون ہے جو ہم سے خلافت سے الگ ہونے کو
کہتا ہے چپ رہ ابن مسلمہ کہنے لگا واللہ تم مجھکو ایسی حالت میں دیکھو گے کہ تم کو ناگوار ہوگا
جناب امیر نے فرمایا خدا مجھکو اس دن کے لیے زندہ نہ رکھے جا جو تیرے دل میں ہو کر گذر
پھر شرجیل کہنے لگے ہم تو سفیر ہیں ہمارا یہ کلام نہیں بلکہ آپکے دوست (معاویہ) کا یہ قول
ہے آپ اسکا کیا جواب دیتے ہیں جناب امیر نے فرمایا میرے پاس اسکا کچھ جواب نہیں
پھر جناب امیر نے خطبہ پڑھا بعد حمد و ثنا فرمایا کہ اللہ نے اپنے نبی کو حق کے ساتھ مبعوث
کیا اور اُن کی برکت سے لوگوں کو گمراہی سے نجات دی اختلاف و نفاق کو اتفاق سے
بدل دیا سب کو ایک راستہ پر متفق کردیا پھر خدا نے اُن کو اپنے پاس بلالیا آنحضرت
کے بعد سب نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ کیا اُنھوں نے عمر فاروق کو یہ دونوں نیک سیرت
تھے اور عدل کرتے تھے میں بہ نسبت ان دونوں کے آنحضرت سے قریب تھا اگر یہ
دونوں اپنے فرائض منصبی کو عمدگی سے ادا کرتے رہے اس لیے میں نے بھی اُنکی امارت میں
دست اندازی نہیں کی ہر طرح اُنکا مطیع اور ہر کام میں اُن کا مشیر و خیر خواہ رہا ان
دونوں کے بعد سب نے ملکر حضرت عثمان کو خلیفہ کیا عوام الناس کو اُن سے کشیدگی پیدا

ہو گئی اُنکے افعال پر حرف گیری کرنے لگے جسکا انجام یہ ہوا کہ وہ قتل ہوئے پھر لوگ میرے پاس آئے اور میری بیعت کے خواستگار ہوئے میں نے انکار کیا مگر انھوں نے اصرار سے کہا کہ لوگ تمھاری بیعت خلافت پر رضی ہیں سوائے تمھارے کسی کو پسند نہیں کرتے ہم کو خوف ہے کہ تمھارے انکار سے تفرقہ نہ ہو جائے اور شیرازہ جمعیت ٹوٹ جائے جب میں نے یہ حال دیکھا تو مجبوری میں نے ان لوگوں سے بیعت لی پھر طلحہ و زبیر نے میری مخالفت کی اور میری بیعت فسخ کر دی میں اُن کی مخالفت سے بالکل نڈر اعلیٰ ہذا القیاس معاویہ نے میری بیعت نہیں کی اس سے بھی مجھکو کوئی اندیشہ نہیں یہ دولت سابقیت اسلام سے محروم ہیں یہ تو طلیق ابن طلیق ہیں انکو کسی طرح سے خلافت کا استحقاق نہیں عام اشخاص مین انکا شمار ہے معاویہ اور ان کے باپ ہمیشہ خدا اور رسول سے لڑتے رہے جبراً اسلام مین داخل ہوے مجھے تم لوگوں سے سخت تعجب ہے باوجودیکہ میں اہلبیت نبی کریم میں ہوں اور اسی خاندان سے ہوں جس سے کہ تمھیں بغض نہ رکھنا چاہیے میرے ہوتے تم معاویہ کے مطیع کیوں ہو گئے نہایت فاش غلطی میں پڑے میں تم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی دعوت دیتا ہوں حق کو زندہ رکھنے اور باطل کو مٹانے کیطرف بلا رہا ہوں سفیروں نے کہنا شروع کیا کیا آپ اسکی شہادت دیتے ہیں کہ حضرت عثمان مظلوم مارے گئے جناب امیر نے فرمایا نہ میں ان کو مظلوم کہتا ہوں نہ ظالم اس پر وہ لوگ یہ کہہ کر اٹھ گئے کہ جو شخص یہ نہیں کہتا کہ حضرت عثمان مظلوم مارے گئے ہم اس سے بیزار ہیں پھر وہ لشکر کی طرف چلے گئے جناب امیر نے اُنکے چلے جانیکے بعد یہ آیت پڑھی انك لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین وما انت بھدی العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یؤمن بآیاتنا فھم مسلمون آخر ماہ محرم میں جب جناب امیر نے مصالحت کی صورت نہ دیکھی مجبوراً اعلان جنگ کر دیا منادی نے لشکر شام میں پکار کر کہدیا اے شامیو امیر المومنین فرماتے ہیں مین نے تمکو مہلت

دی اور انتظار کیا کہ تم صراط مستقیم پہ آجاؤ مگر تم سرکشی و گمراہی سے باز نہ آئے اب میں تم سے
لڑائی پر آمادہ ہوگیا یہ اعلان سنکر شامی لوگ اپنے سرداروں کے پاس جمع ہوئے معاویہ
اور عمر ابن العاص ترتیب لشکر اور درستی سامان جنگ میں مصروف ہوئے جناب امیر نے
بھی اپنے لشکر میں رسالوں کی تیاری کا حکم دیا اور لڑائی شروع ہونے سے قبل فوج میں
یہ منادی کرائی (۱) جب تک فریق ثانی تم سے نہ لڑے نہ لڑو (۲) بھاگتے ہوئے کا
تعاقب نہ کرو (۳) زخمی کو قتل نہ کرو (۴) کسی کی بے پردگی نہ کرو (۵) مقتول کے ناک و
کان نہ کاٹو (۶) کسی کا مال نہ لو (۷) عورات سے معترض نہ ہو اگرچہ وہ تم کو گالیاں ہی کیوں
نہ دیں۔ جناب امیر کا یہ معمول ہر جنگ میں تھا پھر لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دی
اور انکے حق میں دعاے فتح و ظفر کی اور فرمایا اے اللہ کے بندو حرام سے آنکھ بند کرو
لڑائی کے وقت شور و غل نہ کرنا باتیں کم کرنا اپنی جانوں کی حفاظت کرنا لڑائی کے
قوانین اور اسکی گھاتوں سے مصائب پر سختی اور حملہ کرنے اور تیر اندازی پر ثابت قدم
رہنا خدا سے غفلت نہ کرنا تم فلاح پاؤ گے باہم خصومت نہ کرنا تاکہ سستی میں مبتلا
نہ ہو جاؤ اور تمھاری ہوا نہ بگڑ جائے سختی پر صبر کرنا اللہ تعالے اصبر کرنے والوں کے
ساتھ ہے پھر دعا فرمائی خداوندا تو انکے دلوں میں صبر ڈالدے اور ان پر اپنی نصرت
نازل فرما ان کو مستحق اجر کر یہ سب امور انتظامیہ آخر محرم میں ہوئے یکم صفر سے جنگ
شروع ہوئی جناب امیر نے اپنی فوج کو اسطرح مرتب کیا کہ سواران کوفہ پر اشتر نخعی کو
سواران بصرہ پر سہل ابن حنیف کو۔ پیادگان کوفہ پر عمار ابن یاسر کو۔ پیادگان بصرہ
پر قیس ابن سعد کو مقرر کیا اور لشکر کا علم ہاشم ابن عتبہ ابن ابی وقاص ملقب بہ مرقال
کو عنایت فرمایا جو جو سردار اپنی قوم کے ساتھ لشکر میں تھے ان کے نام یہ ہیں
سلیمان ابن صرد خزاعی۔ حارث ابن مرہ عبدی عمر ابن الحمق حصین ابن منذر
احنف ابن قیس نعیم ابن ہبیرہ۔ حارثہ ابن قدامہ۔ رفاعہ ابن شداد۔ ابو ایوب انصاری

ابوالہیثم ابن تیہان نقیب آنحضرت۔ عدی ابن حاتم طائی عمران عطارد۔ جنید ابن زہیر۔ خالد ابن المعتمر۔ شبیث ابن ربعی۔ سعد ابن قیس ابن عبداللہ۔ طفیل۔ عمر ابن حنظلہ۔ شداد الہاد۔ قاسم ابن حنظلہ۔ سعد ابن مسعود ثقفی۔ شریح ابن ہانی۔ معقل ابن قیس۔ قبیصہ ابن شداد۔ عامر ابن اثلہ حارث بن نوفل۔ زید ابن صوحان۔ حصین ابن نمیر۔ حجر ابن عدی۔ خزیمہ ابن جابر۔ معاویہ نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا میمنہ پر ذوالکلاع حمیری۔ میسرہ پر حبیب ابن مسلمہ فہری۔ مقدمہ لشکر پر ابوالاعور سفیان ابن عوف سلمی کو مقرر کیا۔ سواران دمشق پر عمر ابن العاص کو سردار بنایا اور پیادگان دمشق پر مسلم ابن عقبہ مری کو۔ بخشی فوج ضحاک ابن قیس کو کیا اور تمام شامی پیادوں نے مرنے اور نہ بھاگنے پر بیعت کی ایک دوسرے کو عمامہ سے باندھکر پانچ صفین مقرر کیں علم فوج عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کے سپرد کیا۔ لشکر کے بقیہ سردار حسب ذیل تھے۔ رفعہ بن حارث۔ سفیان بن عمر۔ مسلمہ ابن خالد۔ بسر ابن ارطاۃ۔ حارث ابن خالد۔ ہمام ابن قبیط۔ حوشب ابن ذی ظلیم۔ حسان ابن بجدل۔ حابس ابن ربیعہ۔ زید ابن بحیرہ۔ یزید ابن اسد۔ طریف بن عمیر۔ مخارق ابن حارث۔ قاتل ابن قیس۔ حمزہ ابن مالک۔ قعقاع ابن ازہر۔ ہلال ابن ابی ہبیرہ۔ یزید ابن امیہ۔ طرفین میں جب صف بندی ہو چکی تو جناب امیر کے لشکر سے مالک ابن اشتر اپنے رسالہ کو لیکر نکلے اور لشکر شامی سے حبیب ابن مسلمہ مقابل ہوے دن بھر لڑائی ہوئی کوئی نتیجہ خیز فیصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن ہاشم ابن عتبہ سواروں اور پیادوں کے ساتھ میدان جنگ میں آئے لشکر شام سے ابوالاعور سلمی نکلے دن بھر لڑائی ہوئی تیسرے دن عمار ابن یاسر اور عمر ابن العاص سے مقابلہ ہوا یہ لڑائی دونوں میں بہت سخت ہوئی عمار نے اپنے بہادروں سے کہا اے اہل عراق تم دیکھتے ہو اُس شخص کو جو خدا اور رسول سے لڑا جس نے مسلمانوں پر ظلم کیا مشرکین کی مدد کی پھر جب دیکھا کہ خدا اپنے دین کو غالب کریگا اور اپنے رسول کو فتح و ظفر عنایت فرمائے گا یہ شخص آنحضرت کی خدمت میں جان کے خوف سے حاضر ہوا نہ کہ

خدا ورسول کی خوشنودی سے خدا کی قسم یہ شخص بعد وفات آنحضرت مسلمانوں کی عداوت
میں مشہور رہا مجرموں اور بدکاروں کا ساتھی بھلائے بہادران اسلام اس شخص کے مقابلہ میں
ثابت قدم رہنا اور لڑائی سے منھ نہ موڑنا پھر زیاد ابن نضر افسر رسالہ سے فرمایا تم بھی اہل
شام پر حملہ کرو زیاد اُن پر ٹوٹ پڑے لوگ ان کے مقابلہ پر جمے رہے ظہر تک یہ لڑائی برابر
کی رہی پھر عمار نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عمر ابن العاص کا منھ پھر گیا وہ بھاگ کر اپنے لشکر سے
مل گئے زیاد ابن نضر سے عمر ابن معاویہ نے مقابلہ کیا دن بھر جنگ ہوتی رہی۔ چوتھے
دن ادھر سے محمد ابن الحنفیہ لشکر کے ساتھ نکلے اُدھر سے عبید اللہ ابن عمر قبائل حمیر لخم
جذام کے ساتھ نکلے ابن عمر نے محمد ابن الحنفیہ کو مقابلہ کے واسطے بلایا جناب امیر خود آئے
ابن عمر یہ دیکھکر واپس گئے فریقین کے لشکر میں لڑائی ہوتی رہی۔ پانچویں دن ادھر سے
عبداللہ ابن عباس اور اُدھر سے ولید ابن عقبہ نکلے لڑائی خوب ہوئی ابن عباس غالب رہے
چھٹے روز ادھر سے قیس ابن سعد اور اُدھر سے ذو الکلاع حمیری نکلے دن بھر لڑائی ہوتی
رہی۔ ساتویں دن ادھر سے اشتر اور اُدھر سے حبیب ابن مسلمہ نکلے سخت لڑائی ہوئی۔
جناب امیر نے فرمایا جب تک مجموعی قوت سے اُن پر حملہ نہ کیا جائے گا لڑائی ختم نہ ہوگی
پھر اہل لشکر کو نصیحت فرمائی کہ اللہ کی قدرت پر بھروسہ رکھو جسکو وہ توڑنا چاہے اُس کو
کوئی جوڑ نہیں سکتا جسکو وہ قوت دے اسکو کوئی ضعیف نہیں کرسکتا اگر وہ چاہے تو اختلاف
ہی بالکل باقی نہ رہے ایک متنفس بھی اُس کے خلاف کرنے پر قادر نہیں وہی ہم کو اور
ان مخالفین کو میدان میں لایا ہے اگر چاہے تو آن واحد میں ظالموں کو عذاب دے دنیا
کو دار الاعمال اور آخرت کو اُس نے دار القرار بنایا تاکہ بدکار اپنے اعمال قبیحہ کی سزا اُس
عالم میں پائیں اور اچھوں کو اچھا بدلہ ملے ہوشیار رہو کل پھر دشمن کا سامنا ہے خدا سے
فتح و ظفر صبر و استقلال کی دعا مانگو صبح کو نہایت ہوشیاری سے مقابلہ کرنا دوسرے
دن لشکری تیار ہوئے جناب امیر نے حکم دیا ہر قبیلہ والا اپنے قبیلہ والوں پر جو لشکر شام

میں ہیں حملہ کرے اُزد اُزدپر خثعم خثعم پر جن جن قبائل کے لوگ لشکر میں نہ تھے اُن سے مقابلہ کا حکم نخیلہ و لخم کو دیا گیا جناب امیر خود مع صحابہ کرام اہل بدر و مہاجرین وغیرہ کے شریک تھے خود اُس روز آنحضرت کے خچر شہبا پر سوار تھے سفید عمامہ زیب سر تھا جس طرف گزرتے ثبات و استقلال کی ترغیب دیتے ابن عباس کا قول ہے اسی طرح لشکر میں گشت لگاتے ہوئے میری جماعت کی طرف آئے اور فرمانے لگے جنگ کے وقت اپنی آواز بلند نہ کرنا خدا سے ڈرتے رہنا تلواروں کو میان کے اندر جنبش دیلو تاکہ مقابلہ کے وقت کند نہ ہوں حریف پر نگاہ جمائے رکھنا ایسا نہ ہو کہ غافل پاکر وہ تم پر حملہ کر بیٹھے صبر و استقلال اختیار کرنا اپنے دل میں خوش رہنا تم خدا کی حفاظت میں ہو ابن عم رسول اللہ کے ساتھ ہو سنبھل سنبھل کر حملے کرنا لڑائی سے نہ بھاگنا ورنہ قیامت میں آگ کا سامنا ہوگا خدا تمھارے ساتھ ہے تمھارے اعمال کم نہ کرے گا بلکہ پورا عوض دے گا (کنز العمال و طبری و ابن اثیر و مسعودی وغیرہ)

جنگ مغلوبہ | روزانہ کی لڑائی جب نتیجہ خیر نہ ثابت ہوئی تو بالآخر جناب امیر نے ارادہ کرلیا کہ اب بغیر قطعی فیصلہ کیے ہوئے لڑائی سے ہاتھ نہ روکا جائے لشکر کی ترتیب یوں کی میمنہ پر عبداللہ ابن بدیل اور میسرہ پر عبداللہ ابن عباس کو مقرر فرمایا قاریوں و حفاظ کے گروہ کو عمار و قیس ابن سعد و عبداللہ ابن یزید کے ساتھ کیا قلب لشکر میں خود مع اہل بصرہ و مدینہ تشریف فرما ہوئے معاویہ نے ایک پر تکلف خیمہ استادہ کرایا اُس میں بیٹھکر اہل شام سے موت پر بیعت لینا شروع کی عبداللہ ابن بدیل نے حبیب ابن مسلمہ پر حملہ شروع کردیا نہایت زور و شور کی لڑائی ہوئی ابن مسلمہ کے پاؤں اکھڑ گئے معاویہ کی طرف سے مدد آئی ادھر سے سہل ابن حنیف ابن بدیل کی مدد کیلیے آئے لشکر شام نے تیر برسانا شروع کیے جناب امیر کے پاس حضرات حسنین و محمد تھے وہ سامنے آجاتے مگر جناب امیر اُن کو ہٹا دیتے اسی حالت میں حضرت امام حسن نے عرض کیا کہ آپ قلب لشکر میں جائیں آپ نے فرمایا تمھارے باپ کے لیے بھی ایک دن مقرر ہے اس سے تجاوز ممکن نہیں کوشش

کرنے سے وہ وقت ٹل نہیں سکتا اور نہ جلد چاہنے سے وہ دن آسکتا ہے خدا کی قسم
تمہارے باپ کو کچھ پرواہ نہیں۔ بنی ربیعہ نے اُس روز خوب جنگ کی مالک ابن اشتر نے لشکر
کو خوب لڑایا اسی جنگ مغلوبہ میں عمار ابن یاسر نے بھی خوب جنگ کی معاویہ نے جب دیکھا
کہ اہل شام سب اس جنگ میں کام آئے جاتے ہیں تو نعمان ابن جبلہ سے کہنے لگے میں چاہتا
ہوں کہ تمہاری قوم پر تم سے زیادہ ہوشیار اور بہادر افسر مقرر کروں انھوں نے جواب
دیا ہم اگر کسی اور جنگ میں ہوتے تو آپ ہماری بہادری دیکھتے ایسے وقت میں کیا
کریں وہ لوگ بہادری میں ہمارے برابر ہیں یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ وہ صاحبان
بصیرت اہل حق سے ہیں خدا کی قسم ہم نے آپ کے ملک کی حفاظت میں اپنی جان
کی پرواہ نہ کی آپ کی خواہش کے بموجب ہم نے راہ حق کو چھوڑ دیا ابن عم رسول اللہ
سے مقابلہ کیا اور گمراہ ہوئے اگر اُن کی طرف سے لڑتے تو اچھا کرتے آپ کے ساتھ
ہو کر لڑتے ہیں اگر دنیا ہی سنبھل جائے تو غنیمت ہے۔ عبید اللہ ابن عمر بھی حریث ابن
جعفر کے ہاتھ سے اُسی روز قتل ہوئے عمار ابن یاسر علم لے کر یہ کہتے ہوئے میدان
جنگ میں نکلے کہ خدا کی قسم یہ لوگ طالب قصاص حضرت عثمان نہیں ان کو دنیا ہی کی چاٹ
پڑی ہے اس حیلہ سے بادشاہ بننا چاہتے ہیں اگر یہ ایسا حیلہ نہ کرتے تو آج دو آدمی بھی
ان کی طرف نہ ہوتے جسطرف سے عمار ابن یاسر ہو کر گزرتے صحابہ کی جماعت اُنکے ساتھ
ہو جاتی لشکر شام پر یہ برابر حملہ کرتے جاتے۔ نوّے برس کی عمر تھی بوجہ ضعیفی حربہ اُن کے
ہاتھ میں کانپتا جسوقت علم ان کے ہاتھ میں ہوتا تو علم لے کر کہتے کہ یہ وہ علم ہے جس سے
تین مرتبہ بدر۔ احد۔ حنین میں آنحضرت کے ساتھ لڑا ہوں اب یہ چوتھی لڑائی ہے۔
ہم تم سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تاویل قرآن پر اُسی طرح لڑتے ہیں جسطرح نزول قرآن
کے وقت لڑتے تھے یعنی جس طرح تم حالت کفر میں نزول قرآن کا انکار کرتے تھے اور
ہم تم سے لڑتے تھے اسی طرح اب اس وجہ سے لڑتے ہیں کہ تم باوجود مسلمان ہونیکے

جناب امیر کی خلافت کو نہیں مانتے حملہ کے وقت عمر ابن العاص مل گئے اُن سے فرمایا
عمر تف ہے تم نے اپنے دین کو مصر کے بدلہ میں فروخت کر ڈالا یہ کہنے لگے میں حضرت
عثمان کے خون کا معاوضہ طلب کرتا ہوں عمار نے فرمایا میں اپنے علم و یقین سے کہتا ہوں
تم اللہ کی خوشنودی نہیں چاہتے اگر قتل سے بچ گئے تو موت ضرور آئے گی اُس وقت
تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ ہر شخص پر اُس کی نیت کے موافق عذاب و ثواب ہوگا تم تنہا آج ہی
میرے ساتھ نہیں لڑ رہے ہو تین مرتبہ آنحضرت کے سامنے مجھ سے لڑ چکے ہو آج یہ
چوتھی مرتبہ ہے کیا تم کو یہ یاد نہیں کہ آنحضرت نے فرمایا اے عمار تمکو گروہ باغی قتل کریگا
تم اُن کو جنت کی طرف بلاؤ گے وہ تم کو دوزخ کی طرف بلائیں گے کیا یہ فعل تمھارا نیکی
و تقوے کی علامت ہے ابن العاص چپ ہو رہے اس ضعیفی کی حالت میں عمار نے اٹھارہ
آدمی قتل کیے اثنار جنگ میں پیاسے ہوئے پانی مانگا ایک عورت بنی شیبان کی ایک
پیالہ میں دودھ اور پانی ملا ہوا لائی آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر آج کے دن نیزے
کے بھالوں کے نیچے اپنے احباب سے جا کر ملوں گا مخبر صادق نے سچ فرمایا تھا کہ آخری
شربت جو تو پیے گا وہ دودھ ہوگا پھر عمار نے دودھ نوش کر لیا اور کہا آج میں آنحضرت
اور اُنکے اصحاب سے ملوں گا۔ اُس کے بعد کہنے لگے تم لوگوں میں کون آج نیزے کے
نیچے ہو کر اللہ کے پاس جانا چاہتا ہے یہ کہکر وہ شامی فوج میں گھس گئے چاروں طرف سے
لوگ ٹوٹ پڑے نیزے چلنے لگے یہانتک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے شریک ابن
سلمہ مرادی۔ ابو العاریہ عاملی و ابو حواء سکسکی نے شہید کیا۔ خزیمہ ابن ثابت انصاری بعد
شہادت عمار ابن یاسر معہ دیگر اصحاب جناب امیر کی طرف سے اس جنگ میں آکر شریک
ہوئے حبہ ابن جوین عرنی کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہ ابن الیمان سے کہا ہم کو کوئی حدیث
فتنہ کے متعلق سنائیے انھوں نے فرمایا تم اُس گروہ میں رہنا جس میں ابن سمیہ یعنی عمار ابن
یاسر ہوں کیونکہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ عمار کو فرقہ گمراہ و سرکش راہ حق سے دور قتل کریگا

ذوالکلاع حمیری عمرابن العاص سے یہ حدیث سن چکے تھے ابن العاص سے برابر
کہا کرتے افسوس تم کس مظلمہ میں گرفتار ہوے دیدہ ودانستہ فرقۂ باغی میں داخل ہوے
عبداللہ ابن عمر ابن العاص نے بعد قتل عمار ابن یاسر عمر ابن العاص سے کہا یہ بہت سخت
ہوا عمر ابن العاص نے یہ حدیث معاویہ کو سنائی وہ کہنے لگے عمار کو ہم نے تھوڑی ہی قتل کیا
جو شخص اُن کو لایا وہی اُن کا قاتل ہے جناب امیر کو جب معلوم ہوا تو آپ کو غصہ آگیا فرمانے
لگے اگر ایسا ہی ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ کے قاتل ٹھہرتے ہیں
کیونکہ حضور ہی نے کفار سے لڑنے کے لیے اُن کو بھیجا تھا[۱] اس جنگ میں جناب امیر

[۱] احادیث متعلق بہ شہادت حضرت عمار ابن یاسر، بخاری ومسلم میں ہے کہ آنحضرت نے حضرت عمار ابن
یاسر کی وفات کی خبر ان لفظوں میں دی تھی کہ اے عمار عنقریب تم کو گروہ باغی قتل کرے گا تم اُن کو جنت
کی طرف بلاؤ گے اور وہ تم کو دوزخ کی طرف بلائیں گے حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے حضرت
عمار سے فرمایا تھا کہ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا (مسلم وترمذی ونسائی ومسند امام احمد) امام نسائی کی روایت میں
جو حضرت ام سلمہ سے مروی ہے یوں ہے کہ جب خندق کا دن آیا تو آنحضرت اینٹیں اٹھا کر دیتے جاتے
تھے سینۂ اقدس کے بال مبارک غبار آلود ہو گئے تھے ام سلمہ کا ارشاد ہے کہ خدا کی قسم اب تک مجھے یاد ہے
میں بھولی نہیں ہوں آنحضرت فرماتے تھے کہ حقیقتاً نیکی آخرت ہی کی نیکی ہے اے اللہ تو انصار ومہاجرین
کو بخشدے اتنے میں حضرت عمار ابن یاسر آگئے آنحضرت نے ان سے فرمایا اے عمار تجھے گروہ باغی قتل
کرے گا۔ ابوسعید خدری وابوقتادہ انصاری نے بھی یہی روایت کی۔ خوارزمی کی روایت میں
جو ابوسعید خدری سے مروی ہے یوں ہے کہ ہم مسجد نبوی تعمیر کر رہے تھے ہم ایک ایک اینٹ اٹھاتے اور
عمار ابن یاسر دو اینٹیں اٹھاتے تھے آنحضرت نے جب دیکھا تو سر سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا تم کیوں
اپنے دوستوں کی طرح ایک ایک اینٹ نہیں اٹھاتے حضرت عمار نے عرض کیا میں خدا سے اجرت
چاہتا ہوں آنحضرت نے مٹی جھاڑ کر فرمایا اے عمار تجھے گروہ باغی قتل کرے گا۔ ابن عساکر اپنی تاریخ میں
ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ آنحضرت نے ہم کو ناکثین (بقیہ بر صفحۂ آئندہ)۔

بباس بدلکر برابر شریک رہے بہتوں کو تہ تیغ کیا جو مقابلہ میں آیا وہ ختم ہوا برابر مبارزہ طلب کرتے کوئی مقابلہ میں نہ آتا لڑتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ مع المتقین بعد شہادت حضرت عمار بکمال جوش کے ساتھ جناب امیر نے اپنے لشکر سے بارہ ہزار جوان منتخب کر کے حملہ کر دیا جس سے یہ حالت ہوئی کہ لشکر شام کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اس حالت میں بکمال جوش جناب امیر یہ رجز پڑھتے جاتے تھے اقتلھم ولا اریٰ معاویہ الجاحظ العین العظیم الحاویہ یعنی میں ان سب کو قتل کروں گا مجھے معاویہ بڑی آنکھ والا اور بڑے پیٹ والا نہیں دکھائی دیتا پھر آپ نے بہ آواز بلند فرمایا اے معاویہ میرے اور تیرے لڑائی ہے بیچ میں عرب کا کام ناحق تمام ہوا جاتا ہے تو خود میرے سامنے آتا کہ جو فتحیاب ہو وہی خلیفہ ہو۔ معاویہ کہنے لگے مجھے آپ کے مقابلہ کی ضرورت نہیں آپ نے

(بقیہ مضمون صفحہ ۳۱۲) وقاسطین ومارقین کیساتھ جنگ کرنے کے لیے حکم دیا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ان لوگوں سے لڑنے کا حکم دیا مگر کس کے ساتھ انھوں نے فرمایا علی ابن ابی طالب کیساتھ جنکے ساتھ عمار ابن یاسر بھی ہونگے اور وہ جنگ میں قتل ہوں گے۔ دیلمی نے حضرت انس سے روایت کی آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ عمار کا قاتل اور انکو برا کہنے والا دوزخ میں ہوگا حبہ ابن جوین عرنی کہتے ہیں کہ خزیمہ جمل میں حاضر ہوئے لیکن انھوں نے میان سے تلوار نہ نکالی پھر صفین حاضر ہوئے اور کہنے لگے میں کبھی اسوقت تک تلوار میان سے نہ نکالوں گا جب تک کہ عمار شہید نہ ہو جائینگے دیکھوں ان کو کون شہید کرتا ہے میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ انکو باغیوں کا گروہ قتل کریگا جب عمار شہید ہو گئے خزیمہ کہنے لگے اب مجھے گمراہی ظاہر ہو گئی پھر بڑھ کر لڑے یہانتک کہ شہید ہو گئے (خوارزمی ومسند امام احمد واسد الغابہ) علقمہ اور اسود کہتے ہیں جب حضرت ابو ایوب انصاری جنگ صفین سے لوٹے تو ہم ان سے ملنے گئے اور ان سے کہا اے ابو ایوب بیشک آپ کے گھر میں آنحضرت کے فروکش ہونے سے اللہ نے آپ پر بڑا اکرم کیا دوسروں کے گھر کے علاوہ آنحضرت کا ناقہ (بقیہ برصفحہ آئندہ)

عرب کے چار بہادر کریب ابن الصباح۔ مبرقع الخولانی۔ مسلم ابن عبدالرحمن۔ حارث حمیری کو قتل
کرڈالا معاویہ کی فوج سے عروہ ابن داؤد نے جناب امیر کو اپنے مقابلہ کے لیے طلب کیا آپ نے
ایک ہی وار میں اُسکو قتل کیا جناب امیر لشکر میں برابر ٹہل رہے تھے عمر ابن العاص نکلے چونکہ آپ
معاویہ کے فکر میں تھے بوجہ تبدیلی لباس عمر ابن العاص نہ پہچان سکے میدان میں نکل کر
کہنا شروع کیا اے کوفہ کے سردار اے فتنہ والو میں تمھیں مار ڈالونگا ابوالحسن کا لحاظ نہ کرونگا
جناب امیر نے اُن پر حملہ کیا انھوں نے پہچان لیا اور بھاگے آپ نے نیزہ مارا وہ زرہ کے
حلقہ میں اُلجھ گیا وہ گرے اور یہ خوف پیدا ہوا کہ جناب امیر اب مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے
اس لیے برہنہ ہوگئے آپ منھ پھیر کر واپس چلے گئے عمر ابن العاص خوف زدہ معاویہ کے
پاس چلے گئے معاویہ یہ دیکھکر ہنسنے لگے عمر ابن العاص نے شرمندہ ہوکر کہا میں نے انکو
نہیں پہچانا اگر پہچان لیتا تو کبھی قدم نہ بڑھاتا تم مجھ پر ہنستے ہو اگر میری جگہ پر تم ہوتے تو
تمھاری بھی یہی حالت ہوتی اگر وہ واپس نہ جاتے تو وہ تمھاری اولاد کو ضرور یتیم کرجاتے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۳۱۳) آپ ہی کے دروازے پر بیٹھ گیا اب آپ مسلمانوں کے قتل کیلیے کندھے پر تلوار رکھکر
آئے ہیں ابوایوب کہنے لگے کہ آنحضرت نے ہم کو بہ معیت جناب امیر ناکثین وقاسطین و مارقین سے جنگ کرنے
کے لیے حکم فرمایا تھا ناکثین اصحاب جمل ہیں قاسطین وہ جہاں سے ہم آرہے ہیں یعنی اہل شام اور مارقین اہل طرفا
ونخیل و راہل نہروال ہیں واللہ نہیں معلوم کہ اسوقت وہ کہاں ہیں لیکن انشاءاللہ تعالیٰ اُنکے ساتھ بھی جنگ
کرنا ضروری ہے پھر کہنے لگے کہ آنحضرت میرے گھر میں رونق افروز تھے حضرت علی داہنی طرف بیٹھے ہوے
تھے اور میں بائیں طرف تھا اور حضرت انس سامنے اچانک دروازہ ہلا آنحضرت نے فرمایا اے انس دیکھو
دروازہ پر کون ہے حضرت انس باہر گئے واپس آکر عرض کیا یارسول اللہ عمار ابن یاسر ہیں آنحضرت نے فرمایا
عمار پاک اور پاکیزہ کرنے والے کیلیے دروازہ کھولدو عمار نے حاضر ہوکر آنحضرت کو سلام کیا آنحضرت نے
جواب سلام دیکر فرمایا اے عمار عنقریب میری امت میں فتنہ ہوگا یہاں تک کہ لوگوں میں تلوار چلے گی اور ایک دوسرے
کو قتل کرے گا اے عمار جب تم لوگوں کو دیکھو کہ اپنے راستہ پر چل رہے ہیں تمکو لازم ہے کہ اس اصلع (بقیہ برصفحہ آئندہ)

پھر بسر ابن ارطاۃ سے مقابلہ ہوا اُس نے بھی یہی حرکت کی جناب امیر کی فوج سے ایک شخص نے نکلکر کہا اے اہل شام تجھیں شرم نہیں معلوم ہوتی اہل شام جناب امیر کی تلوار سے بہت خوف زدہ تھے پھر کوئی مقابلے کے لیے نہ نکلا ایک مرتبہ حضرت عثمان کا غلام احمر نکلا جناب امیر نے اسکو اور حریث کو قتل کیا پھر ربیعہ و ہمدان و مضر کے قبائل کو لیکر لشکر شام پر سخت حملہ کیا صفیں اُلٹ دیں جو سامنے آیا مارا گیا۔ یہانتک کہ یہ گروہ معاویہ کے قریب پہونچگیا جناب امیر نے آگے بڑھکر فرمایا اے معاویہ لوگوں کو ناحق لڑواکر کیوں قتل کرائے ہو اس سے کیا فائدہ آؤ ہم تم نپٹ لیں جو اپنے مقابل کو مارے وہی امارت و خلافت پائے عمر ابن العاص نے معاویہ سے کہا یہ فیصلہ تو اچھا ہے انھوں نے جواب دیا واہ کیا اچھا فیصلہ ہے تم جانتے ہو جو علی کے مقابل ہوا وہ مارا گیا تم کیوں نہیں اپنے لیے یہ فیصلہ پسند کرتے ہو اگر جوانمردی کا دعوی ہو تو اُنسے جاکر لڑو ابن العاص نے کہا وہ آپ کو بلا رہے ہیں اگر آپ نہ نکلے تو ٹھیک نہیں معاویہ نے جواب دیا یہ درست ہے خود بھاگتے ہو مجھ سے لڑنے کے لیے

(بقیہ مضمون صفحہ ۳۱۴) یعنی علی کو اختیار کرو علی تم کو راہ ہدایت سے نہیں پھیرینگے اور نہ بُرائی کی طرف رہنمائی کریں گے اے عمار علی کی اطاعت میری اطاعت اور میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے اے عمار جو کوئی تلوار اس لیے حمائل کرے کہ اُس سے علی کی اعانت کرے تو قیامت کے روز اللہ تعالے اُسکو موتیوں کی حمائل پہنائے گا اگر کوئی تلوار اس لیے حمائل کرے کہ اُس سے علی کے دشمنوں کی مدد کرے تو اللہ تعالی قیامت کے روز آگ کی حمائل اُسکی گردن میں ڈالیگا (مسند امام احمد و تاریخ ابن عساکر) خوارزمی کی روایت میں اسقدر زائد ہے کہ تجھکو گروہ باغی قتل کرے گا تو حق کے ساتھ اور حق تیرے ساتھ ہوگا۔ امام ابو المعالی کتاب الارشاد میں کہتے ہیں کہ حدیث تقتلک الفئۃ الباغیۃ نہایت ثابت شدہ احادیث میں سے ہے علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ متواتر حدیثیں آنحضرت سے مروی ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ عمار کو گروہ باغیوں کا قتل کریگا یہ آنحضرت کی پشینگوئیوں میں سے ایک پشینگوئی ہے اور نہایت صحیح احادیث میں سے ہے۔ جو احادیث اوپر لکھی گئی ہیں انمیں بہ استثناء دو حدیثوں کے بقیہ میں لفظ گروہ آنحضرت نے استعمال کیا ہے جس سے (بقیہ برصفحہ آئندہ)

کہتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ تم چاہتے ہو میں مارا جاؤں تاکہ بعد میرے حکومت تم کو مل جائے۔ اس معرکہ میں ایک مرتبہ معاویہ نے جناب امیر کے لشکر کے میسرہ پر حملہ کیا اتفاق سے اسی حصہ میں جناب امیر موجود تھے مقابل ہوئے معاویہ بھاگ گئے اثناء جنگ میں جناب امیر کے لشکر کے ایک گروہ کو شامیوں نے گرفتار کر لیا اور معاویہ کے پاس لے گئے انھوں نے چھوڑ دینے کا حکم دیا ابن عاص نے قتل کرڈالنے کا مشورہ دیا قیدیوں میں عمر ابن اوس دوسی بھی تھے کہنے لگے اے معاویہ مجھکو ضرور قتل کرو تم میرے ماموں ہو انھوں نے پوچھا یہ کیسے انھوں نے کہا اگر بتادوں تو امان دو گے معاویہ نے وعدہ کیا وہ کہنے لگے حضرت ام حبیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی ہیں یا نہیں انھوں نے کہا ہاں ہیں کہنے لگے وہ میری ماں تمھاری بہن ہیں لہذا تم ماموں ہوئے معاویہ کہنے لگے اتنے لوگوں میں کوئی اتنا سمجھدار نہیں پھر ان سب کو چھوڑ دیا جناب امیر کے پاس جب لشکر شام کے لوگ قید ہو کر آئے آپ نے چھوڑ دیا یہ لوگ معاویہ کے پاس اسوقت پہونچے جب عمر ابن العاص قتل کا مشورہ دے رہے تھے معاویہ نے ابن العاص سے مخاطب ہو کر کہا اگر تمھارے کہنے سے قیدیوں کو مرواڈالتا تو بڑی مصیبت میں پڑ جاتا جناب امیر لڑتے ہوئے غسانی قبیلہ کے پاس پہونچے وہ نہایت استقلال سے لڑتے تھے اُن سے فرمانے لگے جب تک اہل شام سخت مار نہ کھائیں گے تب تک نہ مانیں گے پھر ایک گروہ کو بلا کر محمد ابن حنفیہ کو اُنکا سردار کر کے قبیلۂ غسان کے مقابلہ کے لیے بھیجا ایک جماعت اور بطور مدد بھیجی محمد ابن الحنفیہ نے اپنے پر زور حملوں سے غسانیوں کو ہٹا دیا تمام دن بہت سخت جنگ ہوئی (ابن اثیر و ابن خلدون)

(بقیہ مضمون صفحہ ۳۱۵) یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کل وہ اشخاص جن میں قاتل حضرت عمار ابن یاسر ہو باغی سمجھے جائیں گے یہ ظاہر ہے کہ گروہ کے لفظ میں خود معاویہ اور اُن کے دیگر طرفدار مؤلفۃ القلوب جو شریک جنگ صفین تھے آجاتے ہیں۔ کیا اب ان احادیث کے بعد بھی اس میں بحث ممکن ہے کہ معاویہ اور اُنکا لشکر باغی نہ تھا پھر باغی کو مخطی ماجور ماننا یہ کس دلیل شرعی سے جائز سمجھا جا سکتا ہے ۱۲ مؤلف۔

لیلۃ الہریر | دن ختم ہونے پر بھی جنگ ختم نہیں ہوئی بدستور جاری رہی یہ شب جمعہ تھی اس رات میں اسقدر عظیم الشان جنگ ہوئی کہ طرفین کے نیزوں کے ٹکڑے ہو گئے تیر چلے وہ بھی ختم ہو گئے تلواریں نکلیں تمام شب جناب امیر گشت لگاتے رہے اور ہر گروہ کو تاکید کرتے رہے کہ آگے بڑھو مالک ابن اشتر اسوقت میمنہ پر اور عبداللہ ابن عباس میسرہ پر تھے چاروں طرف لڑائی ہو رہی تھی اس رات میں جناب امیر نے چارسو تکبیریں کہیں آپ کی عادت تھی کہ جب کسی کو قتل کرتے تو آپ تکبیر کہتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چارسو آدمی آپ نے قتل کیے بالآخر لڑتے لڑتے صبح ہو گئی اور صبح کو دوپہر تک لڑائی زور و شور سے ہوتی رہی مالک ابن اشتر بہت بہادری سے لڑتے ہوے مخالفین کے لشکر تک پہونچ گئے جناب امیر بھی برابر انکو مدد بھیجتے رہے فتح میں کوئی کسر باقی نہ تھی معاویہ کی فوج بھاگنے لگی سخت پریشان ہوے عمر ابن العاص فوج کی بدحواسی دیکھ کر ان سے کہنے لگے میدان آپ کے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے یہ جنگ اسقدر عظیم الشان ہوئی کہ صفحۂ تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی اس شب کا معرکہ ایسا ہوا کہ نعرشن کی گرج گھوڑوں کی ٹاپوں اور تلواروں کی جھنکار سے زمین تھرا گئی خونریزی کی کوئی انتہا نہیں رہی اسی مناسبت سے اسکا نام لیلۃ الھریر رکھا گیا مجروحین و مقتولین کے اٹھانے کے لیے کچھ دیر جنگ ملتوی ہو گئی تھی جناب امیر نے اپنے لشکر کو مخاطب کر کے نہایت پرجوش تقریر کی فرمایا ہماری کوششیں اس حد تک کامیاب ہو چکی ہیں حریف کو شکست دینے کے لیے تیار رہو جاؤ اسوقت تک میدان سے منھ نہ موڑنا جبتک قطعی فیصلہ نہ ہو جائے معاویہ و عمر ابن العاص کی پامردی نے افواج شام کو برابر گرم کارزار رکھا لیلۃ الہریر کی جنگ سے انھیں یقین ہو گیا تھا کہ اب لشکر حیدری کا مقابلہ ناممکن ہے قبیلوں کے سردار بھی ہمت ہار گئے تھے اشعث ابن قیس نے علانیہ کہا اگر مسلمانوں کی باہمی لڑائی ایسی ہی قائم رہی تو تمام عرب ویران ہو جائیگا رومی شام میں ہمارے اہل و عیال پر قبضہ کرینگے ایران کے دہقانی اہل کوفہ کی عورتوں اور بچوں پر متصرف ہو جائیں گے سب لوگوں نے اسکی تائید کی اور معاویہ کی طرف دیکھا

انھون نے جناب امیر کو خط لکھا کہ اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ جنگ سقدر طول کھینچے گی تو اُس کو کبھی
نہ چھیڑتے بہرحال اب ختم کرنا چاہیے ہم لوگ بنی عبد مناف ہیں اسلیے ایسی مصالحت ہونا
چاہیے کہ طرفین کی عزت برقرار رہے مگر اس چال میں معاویہ کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی لڑائی
بدستور زوروں پہ ہوتی رہی تب انسے عمر ابن العاص نے کہا کہ اب میں ایسی ترکیب کرتا ہوں
کہ یہ سب متفرق ہو جائیں گے ابن عاص نے اُسوقت یہ چال چلی کہ کلام مجید کو نیزوں پہ
بندھوا کر بہ آواز بلند کہنا شروع کیا کہ ہمارے تمھارے درمیان کلام الٰہی حَکم ہے اسکے مطابق
جو فیصلہ ہو وہ ہمیں منظور ہے یہ کہکر لشکر شام نے ہاتھ روک لیا اہل عراق یعنی جناب امیر
کے لشکر کے لوگ بھی رک رہے یکبارہ گی لڑائی بالکل بند ہو گئی جناب امیر یہ کیفیت دیکھکر
فرمانے لگے تم کیا غضب کرتے ہو دھوکہ میں نہ پڑو ہمت نہ توڑو معاویہ۔ عمر ابن العاص
ولید ابن عقبہ۔ حبیب ابن مسلمہ۔ ضحاک وغیرہ کے قرآن اُٹھانے پہ نہ جاؤ میں اُنکے حالات
سے بخوبی واقف ہوں یہ لوگ دیندار نہیں نہ صاحب قرآن ہیں انھوں نے مکر کیا ہے
تم کو دھوکہ دیتے ہیں اپنے بچاؤ کے لیے یہ ترکیب نکالی ہے دوس بن ہانی۔ سفیان ابن ثور
خالد ابن المعتمر نے جناب امیر کی تائید کی اور کہنے لگے پہلے ہم نے انھیں قرآن کی طرف بلایا
اُسوقت کچھ پروا نہ کی جب ناکامی ہونے لگی تو اس مکاری کے ساتھ ہمیں دھوکہ دینا چاہتے
ہیں مسعر ابن فدکی۔ زید ابن حصین۔ اشعث ابن قیس۔ ابن الکوا وغیرہ نے کہنا شروع کیا
ہم سے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں اور نہ جائیں جناب امیر
نے بہت سمجھایا کہ یہ لوگ فریب سے جنگ روکنا چاہتے ہیں کلام اللہ پہ ہرگز عمل نہیں
کرینگے میں جو کہتا ہوں اُسے مانو مصحف ناطق میں ہوں اگر میری طاعت کرتے ہو تو لڑتے
جاؤ اُن لوگوں نے کہا اگر آپ کتاب اللہ سے انکار کرینگے تو ہم آپ کو اُنکے حوالہ کر دینگے
اُن لوگوں نے ہر طرف لڑائی بند کرو کی صدا لگانا شروع کر دی جناب امیر نے انا للہ و
انا الیہ راجعون کہکر تلوار نیام میں کر لی اشتر اُسوقت نہایت زوروں پر لڑ رہے تھے

اُنکے متعلق لوگوں نے کہنا شروع کیا جسطرح ممکن ہو انھیں بلوائیے مجبوراً آپنے یزید ابن ہانی
کی معرفت اشتر کو بلوا بھیجا انھوں نے عرض کرایا اسوقت میرے پلٹنے کا موقع نہیں فتح ہوئی
جاتی ہے مسعر وغیرہ نے نہ مانا کہنے لگے یہ آپکے حکم سے لڑ رہے ہیں انکو بلوائیے ورنہ ہم
آپکو معزول کر دینگے آپنے پھر یزید کو بھیجا اور کہلایا فوراً چلے آؤ فتنہ کا دروازہ کھل گیا
ہے یزید نے جاکر حال بیان کیا مالک اُن سے پوچھنے لگے کیا قرآن شریف اُٹھانے سے
یہ آفت برپا ہوئی اُنھوں نے کہا ہاں اشتر کہنے لگے مجھے اسکا خیال پہلے ہی ہوا تھا ابن العاص
نے یہ فتنہ اٹھایا ہے اے یزید کیا تم یہ نہیں سمجھتے ہو کہ فتح ہونے والی ہے یہ موقع ایسا نہیں
ہے کہ ہم ذرا دیر کے لیے بھی یہاں سے الگ ہوں یزید نے کہا تم فتح کو دوست رکھتے
ہو یا یہ پسند کرتے ہو کہ امیر المومنین دشمنوں کے قبضہ میں ہو جائیں یا شہید کر ڈالے جائیں
اشتر نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے یزید نے پوری کیفیت بیان کی جسکو سنکر اشتر فوراً حاضر
ہوے اور مسعر وغیرہ سے کہنے لگے اے اہل عراق تم نہایت ذلیل ہو جب تم اہل شام
پر غالب آئے اور انکو تمھارے غلبہ کا یقین ہوا تو انھوں نے قرآن شریف اُٹھاے اور
اُسکے فیصلہ پر بلانے لگے یہ لوگ بڑے مکار ہیں احکام الٰہی انھوں نے بالکل چھوڑ دیے
قرآن اٹھانا محض فریب تھا جسمیں تم پھنس گئے خدا کے لیے تھوڑی دیر کی مہلت دو
تمہیں کو فتح ہوگی جسکے آثار پائے جاتے ہیں مسعر نے انکار کیا اشتر کہنے لگے عین وقت پر
دھوکہ کھاتے ہو پچھتاؤگے اسپر وہ کہنے لگے اگر ہم اجازت دیں تو تمھارے ساتھ ہم خود بھی
گنہگار ہوں اشتر کہنے لگے اس سے پہلے کیوں لڑ رہے تھے عین وقت پر دھوکا کھاتے ہو
پچھتاؤگے اُن لوگوں نے جواب دیا ہم خدا کے لیے لڑ رہے تھے اور خدا ہی کے لیے اب ترک
کرتے ہیں اشتر غضب ہو کر کہنے لگے افسوس تم نے فتح کھو دی اے سیاہ پیشانی والو
تمھاری پیشانی کے کالے ڈھٹے جو کثرت سجود سے نمایاں ہیں ہم ان کو
دیکھکر سمجھتے تھے کہ تم بڑے نمازی وزاہد وعابد ہو آج معلوم ہوا کہ تم محض ریاکار اور طالب دنیا ہو

نہ تم کو دنیا حاصل ہوگی اور نہ دین ہمیشہ ذلیل ہوگے اس گفتگو سے وہ لوگ بہت خفا ہوے قریب تھا کہ باہم جنگ ہو جائے جناب امیر نے فریقین کو روک دیا اشتر کے چلے آنے سے لڑائی کا خاتمہ ہوگیا مقتولین کے اعزا زور زور رو رہے تھے جسکی وجہ سے میدان جنگ مین ہیبت ناک منظر دکھائی پڑتا تھا۔

تقرر حکمین شور وغل جب رفع ہوگیا تو اشعث ابن قیس جناب امیر کے پاس آکر کہنے لگے لوگوں نے کلام مجید کو مان لیا لڑائی رک گئی ہین معاویہ کے پاس منشاء دلی دریافت کرنے کے لیے جانا چاہتا ہوں جناب امیر نے فرمایا بہتر ہے اس کارروائی سے آپ بہت افسردہ خاطر تھے خصوصًا اپنی فوج کے لوگوں کی عدم اطاعت سے اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ غرضکہ اشعث معاویہ کے پاس آئے اور اُنسے پوچھا کہ تم نے نیزوں پر قرآن شریف کس غرض سے بلند کرایا انھوں نے جواب دیا کہ ہم اور تم اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں تم اپنی طرف سے ایک متدین شخص منتخب کرو اور ہم بھی ایسا ہی انتخاب کریں پھر دونوں سے اُسکا حلف لیا جائے کہ وہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کریں جو کچھ وہ فیصلہ کرین ہم بخوشی خاطر اُسپر راضی ہو جائیں اشعث نے کہا یہ فیصلہ بہت مناسب ہے ہم کو منظور ہے یہ کہکر وہ جناب امیر کی خدمت میں آئے اور معاویہ کا پیغام پہونچایا حاضرین جلسہ نے کہا ہم اسپر راضی ہیں اس فیصلہ کو قبول کرتے ہیں معاویہ و اہل شام نے اپنی طرف سے عمرو ابن العاص کو منتخب کیا اشعث۔ زید ابن حصین مسعر فدکی نے اُن لوگوں نے جو بعد کو خارجی ہو گئے تھے کہا ہم ابوموسیٰ اشعری پر راضی ہیں وہ ہماری طرف سے حکم ہوں جناب امیر نے فرمایا میں اس انتخاب پر راضی نہیں ہوں اشعث وغیرہ نے کہا ہم انھیں کو منتخب کرتے ہیں انھوں نے قبل واقعۂ جنگ جن امور سے ڈرایا وہی پیش آئے اُنکے علاوہ ہم اور کسی کو حکم نہ بنائیں گے جناب امیر نے فرمایا یہ کوئی ثقہ نہیں ہیں اور نہ مجھکو انپر اعتبار ہے یہ وہ ہین جو مجھ سے متنفر ہو کر بھاگے واقعۂ جمل میں

لوگوں کو میرے ساتھ جانے سے روکا میری طرف سے انھیں بھڑکایا پھر بھی میں نے طرح دی
اور انھیں امن دیا ابن عباس البتہ اس قابل ہیں میں جنکو اپنی طرف سے حکم کرسکتا ہوں اشعث وغیرہ
نے کہا ابن عباس آپکے عزیز ہیں ہم غیر جانبدار کو حکم بنانا چاہتے ہیں جناب امیر نے فرمایا
اچھا انھیں جانے دو مالک ابن اشتر میرے عزیز نہیں ہیں یہ حکم ہو جائیں اسپر اشعث وغیرہ
بگڑ کر کہنے لگے اشتر کی وجہ سے سارا فساد پھیلا ہے کیا انکے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں
جناب امیر نے فرمایا کیا ابو موسی اشعری کے سوا دوسرا شخص نہیں اشعث وغیرہ کہنے لگے بیشک
ابو موسی صحابی ہیں اشتر نہیں ہیں اسکے علاوہ بے غرض غیر جانبدار شخص ہیں پھر آپ نے ان
مباحث سے تنگ آکر فرمایا جو تمھارے جی میں آئے کرو مجھ سے ناحق پوچھتے ہو اس گفتگو کے
دوران میں احنف ابن قیس نے جناب امیر سے کہا میں نے ابو موسی کو خوب آزمایا ہے انکی
مثال بعینہ اس کنوئیں کی ہے جسکی جگت پست ہو اور پانی قریب ہو ہر شخص اس سے پانی بآسانی
لے سکتا ہو ایسی حالت میں انکا حکم ہونا ٹھیک نہیں پھر جناب امیر نے حکم دیا کہ اچھا ابو موسی کو
بلاؤ انکا غلام لشکر میں موجود تھا وہ اطلاع کے لیے دوڑا گیا ابو موسی اسوقت بمقام عرض
مقیم تھے غلام نے جاکر خبر دی کہ دونوں گروہ میں مصالحت ہو گئی انھوں نے صلح کی خبر سنکر
الحمد للہ کہا پھر اسنے بیان کیا کہ آپکو لوگوں نے حکم مقرر کیا ہے اسپر انا للہ وانا الیہ
راجعون پڑھا قبل واقعہ صفین ابو موسی نے کہا کہ بنی اسرائیل میں برابر جنگ ہوتی رہی
بالآخر دو حکم مقرر کیے گئے اور انکا فیصلہ ایسا ہوا کہ فریقین اسپر راضی نہ ہوئے سوید ابن علقمہ
نے یہ سنکر کہا کہ شاید اب بھی ایسا اتفاق ہو تو آپ کسی طرف حکم نہ بنیے گا ابو موسی کہنے لگے
خدا ایسا وقت نہ لائے کہ میں حکم بنایا جاؤں میرے لیے زمین و آسمان میں کہیں امن کی جگہ
باقی نہ رہیگی جب یہ حکم ہوئے تو سوید ان سے کہنے لگے کہ آپکو اپنی وہ بات یاد ہے جواب
دیا خدا سے میرے لیے دعا مانگو میں حکم بنایا گیا ہوں خدا انجام بخیر کرے غرضکہ ابو موسی لشکر
میں آئے احنف ابن قیس نے پھر عرض کیا یا امیر المومنین عمر ابن العاص نے گویا آپ کو

شکست دیدی ابوموسے نہایت کند زبان چھوٹی عقل کا آدمی ہے اصلاح کی قابلیت اسمیں
بالکل نہیں اُن کے واسطے ایک ایسا شخص چاہیے جو اُن کے پاس رہ کر آسمان کے تارے
کی طرح اُن سے دور رہے اگر آپ مجھے حکم بناتے تو دیکھتے کہ میں کیا کرتا مجھے ابوموسی کیساتھ
تیسرا حکم بنا دیجیے عمر بن العاص نے میرے سامنے کوئی ایسا گرہ نہیں لگائی جسے میں نے
نہ کھول دیا ہو اشعث وغیرہ نے نانا ابوموسی ہی کے حکم بنانے پر اڑے رہے ابوموسے کے
آنے پر عمر ابن العاص بھی اقرار نامہ لکھوانے آئے کاتب نے یہ عبارت لکھی ھذا ما
تقاضی علیہ امیر المومنین یعنی یہ وہ عہد نامہ ہے جسکو امیر المومنین نے اتنا ہی
لکھا گیا تھا کہ عمر ابن العاص نے فوراً قلم پکڑ لیا اور کہنے لگے یہ ہمارے امیر نہیں ہیں تمہارے
ہوں تو ہوں لفظ امیر المومنین کو قلمزد کردو جناب امیر نے بخیال رفع فساد فرمایا ان کا
کہنا کردو احنف ابن قیس بولے کہ اس لفظ کو نہ مٹائیے مجھے اسکے مٹانے سے بدفالی کا خیال
ہوتا ہے مجھے خوف ہے اگر اسوقت یہ لفظ مٹ گیا تو پھر نہ ملیگا مٹ یا نہ جائے چاہے امیر جنگ
ہو جائے اشعث وغیرہ نے کہا یہ لفظ ضرور مٹا دیجیے آپ نے مٹا کر فرمایا اللہ اکبر صلح حدیبیہ
میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا یہ قدیمی سنت ہے آنحضرت نے اپنے ہاتھ سے لفظ رسول اللہ
مٹا دیا تھا اور مجھ سے فرمایا تھا کہ تم کو بھی ایک دن ایسا واقعہ پیش آئے گا عمر ابن العاص
کہنے لگے آپ ہم کو کفار سے تشبیہ دیتے ہیں حالانکہ ہم مسلمان ایماندار ہیں جناب امیر نے فرمایا
اے نابغہ کے بچے تو کب فاسقوں کا سردار و مددگار اور مسلمانوں کا دشمن نہ تھا ابن العاص
کہنے لگے آج کے بعد خداوند تعالیٰ آپکی صورت پھر کبھی نہ دکھائے جناب امیر نے فرمایا میری
بھی خدا سے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالے میری مجلس کو تم ایسے لوگوں سے ہمیشہ پاک رکھے
ابن العاص خاموش ہو گئے کاتب نے لکھنا شروع کیا " یہ اقرار نامہ علی بن ابی طالب اور
اُنکے ہمراہیاں کوفہ اور معاویہ ابن ابی سفیان اور اُسکے ہمراہیاں شام کی طرف سے
ہے ہم فریقین اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کے حکم اور اُسکی کتاب کے موافق عمل کرینگے اور کتاب

کے سوا کوئی چیز ہم کو متفق نہ کریگی اور خدا کی کتاب ابتدا سے انتہا تک ہمارے درمیان ہے
جسکو وہ زندہ کرے ہم زندہ کرینگے اور جسکی موت کا فتوی دے ہم اسکو مارنے میں کوشش
کرینگے یہ دونوں حکم ابوموسی اور عمر ابن العاص کتاب اللہ پر عمل کریں اور جو امر کتاب اللہ
میں نہ پائیں اسمیں سنت رسول اللہ پر عمل کریں جو انصاف کرنے والی جامع اور غیر مفرق
ہے" بعد تحریر عہدنامہ ان دونوں حکموں نے جناب امیر اور معاویہ اور دونوں لشکروں
سے یہ عہد لیا کہ ہم سے اور ہمارے اہل وعیال سے کوئی معترض نہ ہو امت مرحومہ پر واجب
ہے کہ جو فیصلہ ہم دونوں کردیں اسکے نفاذ و اجرا پر ہماری مدد و اعانت دل سے کرے۔
مروج الذہب مسعودی میں اتنا زائد ہے کہ دونوں حکم کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کرینگے
اگر اسکے خلاف فیصلہ ہو تو درجۂ اعتبار سے ساقط سمجھا جائیگا ابوموسی اور عمر ابن العاص سے
یہ عہد لیا گیا کہ یہ دونوں خدا کو حاضر و ناظر سمجھکر بلا رو رعایت کسی فریق کے کتاب اللہ کے موافق
حق پر فیصلہ کرینگے امت مرحومہ کو لڑائی وفساد وجنگ وجدال میں نہ ڈالیں گے فیصلہ
کی میعاد ماہ رمضان تک قرار پائی یہ بھی قرار پایا کہ اگر حکم چاہیں تو جانبین کو مہلت دیں اور
دونوں حکم کوفہ اور شام کے درمیان ایک جگہ فیصلہ سنائیں ان شرائط کے طے ہو جانے
پر طرفین سے حسب ذیل سربرآوردہ معزز اشخاص نے اپنی گواہی کی جناب امیر کی طرف سے
یہ لوگ تھے اشعث ابن قیس سعید ابن قیس عدی نے معاویہ کی طرف سے یہ لوگ تھے
ابوالاعور حبیب ابن مسلمہ زمل ابن عمر عدی۔ مالک ابن کعب ہمدانی۔ عبدالرحمن بن خالد
مخزومی سبیع ابن یزید۔ عتبہ ابن سفیان۔ یزید ابن الحر عبسی نے۔ مالک ابن اشتر سے
دستخط کرنے کے لیے کہا گیا انھوں نے جواب دیا میں اگر اس پر دستخط کردوں تو میرا داہنا
ہاتھ ساتھ نہ دے نہ بائیں ہاتھ سے مجھے نفع ہو میرے پاس کوئی ایسی دلیل خدا کی طرف سے
نہیں ہے جس سے میں اپنے دشمن کو گمراہ نہ سمجھوں کیا تم لوگوں نے فتح ہوتے ہوئے نہیں
دیکھی اشعث نے کہا بخدا میں نے فتح ہوتے ہوئے نہ دیکھی اب بھی تم ہمارے ساتھ ہو جاؤ

علیحدہ نہ ہوا اشتر نے جواب دیا کہ کاموں میں تم سے الگ ہوں آخرت میں بھی الگ
رہونگا اللہ تعالےٰ نے میری تلوار سے ایسے خون گرائے ہیں جو تم سے بہتر تھے تمھارا خون
اُنکے خون سے عزت و حرمت میں بہتر نہیں اس فقرے سے اشعث کا چہرہ سیاہ پڑ گیا۔
پھر اشعث اقرار نامہ لے کر نکلا لشکر میں لوگوں کو سناتے پھرتے تھے پڑھتے ہوئے قبیلۂ
بنی تمیم میں ہو کر گزرے بنی تمیم سنکر چپ ہو رہے عروہ سنکر کہنے لگے تم خدا کے کاموں
میں امر و نہی میں لوگوں کو حکم بناتے ہو اور اُنکی رائے پر فیصلہ کرتے ہو خدا کے سوا کسی کا حکم
مقبول نہیں ہے کلام مجید میں ہے لا حکم الا اللہ یہ کہکر اشعث پر تلوار چلائی اشعث
بچگئے اُنکی قوم یہ سنکر جمع ہو گئی یمن کے لوگ بھی طرفدار ہو گئے مسعر فدکی وغیرہ نے بیچ میں پڑ کر
جھگڑا دفع کرا دیا اشعث وغیرہ عنترہ کے قیامگاہ پر پہونچے دو آدمیوں نے کھڑے ہو کر کہا
خدا کے سوا اور کسی کو فیصلہ کا حق نہیں غصہ میں آ کر شامی فوج پر حملہ کر دیا لڑ کر مارے گئے
اسیطرح قبیلۂ مراد و بنو تمیم وغیرہ نے بھی اسکو ناپسند کیا محرز ابن حنیس نے جناب امیر سے
عرض کیا امیر المومنین اس معاہدہ سے رجوع کر لیجیے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ کے لیے انجام بُرا
نہ ہو غرضکہ ایک معتد بہ جماعت نے اسکو ناپسند کیا اسی ناپسندیدگی نے ایک مستقل جماعت
و فرقہ کی بنیاد قائم کر دی جناب امیر سے بعض لوگوں نے اشتر کا انکار اور اقرار نامہ پر دستخط
نہ کرنا پھر جنگ کا ارادہ رکھنا بیان کیا آپ نے فرمایا میری رائے مصالحت و تقرر حکمین
کی پہلے سے نہ تھی مگر تم لوگوں نے اقرار نامہ لکھوایا اب صلح کے ہو جانے پر اس سے اختلاف
مناسب نہیں خلاف وعدہ و اقرار خدا کے حکم کی مخالفت کر کے میں گناہ میں نہ پڑوں گا اور
خدا کی کتاب چھوڑ کر اس سے آگے نہ بڑھونگا جو شخص خدا کا حکم نہ مانے اُس سے لڑو اگر
میری نسبت یہ خیال ہو کہ میں لوگوں کے ڈر سے خلافت چھوڑ کر علیحدہ ہو جاؤں تو یہ
خیال باطل ہے ان لوگوں میں کسی کو میں ایسا نہیں پاتا جو اس امر میں میرا مقابلہ
کرے اور نہ میں کسی سے ڈرتا ہوں رہی اشتر کی شکایت کاش تم میں سے مجھے

اُنکے ایسے دو ایک شخص اور ملتے دشمن کا معاملہ جیسا میں سمجھتا ہوں ویسا ہی وہ بھی سمجھتے ہیں
خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا تم لوگوں کا بار میرے سر سے بہت کچھ ہلکا ہو گیا آیندہ اُمید ہے کہ تمھارے
کام درست ہو جائیں تم کو یاد ہو گا کہ میں نے اس سے قبل تم کو صلح کرنے سے منع کیا تھا مگر
افسوس تم نے نہ مانا تم نے ایسا کام کیا جس سے تمھاری قوت میں ضعف آگیا اور تمھارا اثر
جاتا رہا۔

واپسی از جنگ صفین

بعد تحریر اقرار نامہ جو تیرھویں صفر ۳۷ھ کو تحریر ہوا تھا لوگوں میں
اختلاف پڑ گیا بعض امیر خوش تھے اور بعض تحکیم اور فیصلہ مجوزہ کو خلاف خدا و رسول سمجھکر
جناب امیر کے مخالف ہو گئے تھے یہانتک اختلاف بڑھا کہ لشکر میں بھائی بھائی سے باپ
بیٹے سے مخالفت پر آمادہ ہو گیا سارا لشکر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا جناب
امیر نے انجام کار پر غور فرماکر حکم دے دیا کہ لشکر کا کوچ ہو اور سب اپنے اپنے گھر چلے جائیں
(مسعودی) لوگ صفین سے چلدیے امیر المومنین نے بھی کوچ کیا فرقہ حروریہ مخالف
ہو گیا سب سے اول اُن کا قول یہ تھا کہ حکم بنانا درست نہیں راستہ میں برابر لڑتے جاتے
اور محبین جناب امیر سے کہتے جاتے اے دشمنان خدا تم نے خدا کے کام میں سستی کی
اسکا انجام بُرا دیکھو گے یہ لوگ جواب دیتے اے نالائقو تم نے ناحق امام کو چھوڑا امت
میں تفرقہ پیدا کیا خدا تم کو بھی اسکے عوض میں جزا دے بڑی مسافت راہ طے کر کے
جناب امیر آگے بڑھ گئے کوفہ کی آبادی اور مکانات دور سے نظر آنے لگے متصل کوفہ
چند مکانات تھے وہاں ایک ضعیف مرد بیٹھا تھا جناب امیر کو اس نے سلام کیا آپ نے
اُس سے پوچھا کیا تم بیمار تھے اُسنے کہا ہاں میں اس بیماری سے ناخوش تھا کہ یہ مرض
دوسرے کو ہوتا میں محفوظ رہتا جناب امیر نے فرمایا کیا اس مرض میں تم کو امید ثواب نہیں
تمھیں بشارت ہو اللہ تعالے نے اپنے رحم و کرم سے تمھارے گناہ بعوض تکلیف مرض
بخشدئے پھر پوچھا تمھارا کیا نام ہے کہا صالح ابن سلیم اصل میں میں قبیلہ طے سے ہوں

اب سلیم ابن منصور کے جوار میں ہوں پوچھا کیا تم اس لڑائی میں ہمارے ساتھ تھے انھوں نے کہا
میں حاضر نہ ہو سکا بخار سے معذور رہا فرمایا مریضوں و ضعیفوں پر کوئی الزام نہیں اچھا یہ
بتاؤ کہ ہمارے اور شامیوں کے اس جنگ کی بابت لوگوں کا کیا خیال ہے انھوں نے کہا
جو لوگ عوام الناس کے درجہ میں بد وضع اور شریر ہیں وہ خوش ہیں اور جو خیر خواہ ہیں وہ
غمگین ہیں پھر آگے بڑھ کر عبد اللہ ابن ودیعہ انصاری ملے سلام کر کے ساتھ ہو لیے ان سے
بھی آپ نے پوچھا کہ ہمارے بارہ میں لوگوں کے خیالات کیسے ہیں کہنے لگے بعض خوش و بعض
ناخوش ہیں فرمایا عوام کو جانے دو اہل عقل کی کیا رائے ہے کہا وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے
جماعت عظیم جناب امیر کے ساتھ تھی انھوں نے تفرقہ ڈالا ایک مضبوط قلعہ تھا اس کو منہدم
کر دیا اب قلعہ کی بنا اور امت کا اجتماع دشوار ہے اگر امیر المومنین مخالفین کا خیال نہ
کرتے تھے بلکہ جو مطیع تھے انکو لیکر شامیوں سے لڑتے رہتے فتح پاتے یا قتل ہوتے تو عین ہوشیاری تھی
جناب امیر نے فرمایا سنگین قلعہ کو انہیں نے منہدم کیا ہے اور تفرقہ انھیں نے ڈالا یا میں صلح
نہ کرتا اور ان سے لڑے جاتا یہ امر بھی پوشیدہ نہ تھا میں خوب سمجھے ہوئے تھا مجھے اپنی
جان کی کوئی پروا نہ تھی میں مرنے پر خوش تھا اس امر کا میں نے قصد کر لیا تھا کہ لڑائی سے ہاتھ
نہ رکے چاہے جان جائے یا رہے میرے قصد پر مطلع ہو کر میرے لڑکے حسن و حسین مجھ سے آگے
بڑھ گئے پھر میں نے دیکھا کہ عبد اللہ ابن جعفر اور محمد ابن الحنفیہ بھی مجھ سے آگے تھے مجھے
اسوقت یہ خیال آیا کہ اگر خدا نخواستہ یہ لڑکے جنگ میں شہید ہو گئے تو آنحضرت کی نسل منقطع
ہو جائیگی اس خیال سے میں مجبور ہو گیا اگر زندگی باقی ہے اور خدا کو منظور ہے تو وہ لوگ
کہاں جائینگے میں تنہا ان سے لڑوں گا یہ فرما کر آگے بڑھ گئے داہنے ہاتھ پر چند قبریں نظر
آئیں لوگوں سے پوچھا یہ قبریں کیسے یہاں ہوئیں لوگوں نے کہا حضرت خباب ابن الارت
نے وفات پائی وہ حسب وصیت شہر کے باہر دفن ہوئے پھر لوگوں نے اور قبریں بھی
وہاں بنائیں وہاں ٹھہر کر آپ نے خباب کے مناقب بیان فرمائے اور فاتحہ پڑھ کر کہنے لگے

اے مسلمان مرد اور عورتو تم ہم سے پہلے پہونچے ہم بھی تمھارے بعد آتے ہیں اور عنقریب تم سے ملجائینگے وہاں سے چلکر کوچہ بنی تور کے متصل ہوکر گزرے وہاں ایک مکان میں لوگ رو رہے تھے دریافت سے معلوم ہوا کہ مقتولین جنگ کے ورثا اپنے اعزا کو رو رہے ہیں فرمایا میں شہادت دیتا ہوں جو لوگ میرے ساتھ اس جنگ میں امید ثواب پر لڑے اور مارے گئے وہ شہید ہوے پھر قبیلۂ فائشین سے ہوکر محلۂ شباقین میں آئے یہاں حرب ابن شرحبیل شبانی سے فرمانے لگے کہ کیا تمھاری عورتیں تم پر غالب ہیں تم انکو منع نہیں کرتے وہ کہنے لگے امیر المومنین ہم مجبور ہیں اس خاندان کے ایک سو اسی شخص قتل ہوے کس کس کو ہم سمجھائیں جناب امیر نے فرمایا خدا تمپر اور مُردوں پر رحم کرے حرب ابن شرحبیل پیادہ ساتھ ہوے آپ نے انکو واپس کیا پھر آگے بڑھے مخالفین نے دیکھ کر کہنا شروع کیا انھوں نے کچھ نہ کیا گئے اور واپس آئے جناب امیر نے یہ سنکر فرمایا یہ اُن لوگوں کے سردار ہیں جنھوں نے ملک شام نہیں دیکھا پھر قصر خلافت میں تشریف لائے جو لوگ تقرر حکمین پر ناخوش ہوکر علیحدہ ہوے وہ خوارج کہلاے یہ صفین سے کوفہ تک ساتھ رہے کوفہ سے علیحدہ ہوکر بمقام حرورا مقیم ہو گئے۔

مقتولین جنگ عبد اللہ ابن ابزی کا قول ہے کہ جنگ صفین میں جناب امیر کے ساتھ آٹھ سو اصحاب بیعت الرضوان کے تھے ان اصحاب میں سے ترسٹھ صحابہ جنگ میں شہید ہوے جنمیں عمار ابن یاسر اور خزیمہ ابن ثابت بھی تھے انکے علاوہ مہاجرین و انصار کی ایک بڑی جماعت ہمراہ تھی (تحفۂ اثنا عشریہ)

قبیلۂ انصار جنکا مرتبہ صحابہ میں مہاجرین کے بعد قرآن و حدیث سے ثابت ہے سب کے سب جناب امیر کے ساتھ تھے بجز مسلمہ ابن مخلد و نعمان ابن بشیر کے صحابہ میں سے حسب ذیل حضرات جنگ میں شہید ہوے۔ جندب ابن زہیر ازدی۔ سہیل ابن عمر انصاری بدری۔ حازم ابن ابی حازم قیس احمسی۔ ابو الہیثم ابن تیہان بدری۔ عبید ابن تیہان۔ یعلیٰ ابن غنمہ۔ ابو عمرہ انصاری بدری۔ ابو فضالہ انصاری بدری۔ صفوان و سعید صاحبزادگان حذیفہ ابن الیمان۔ کعد ام

مقتولین کے بارہ میں مورخین میں بہت اختلاف ہے احمد ابن دورقی یحییٰ ابن معین سے ناقل ہیں کہ جنگ صفین میں نوے ہزار شامی اور بیس ہزار عراقی کل ایک لاکھ دس ہزار آدمی ایک سو دس دن میں قتل ہوئے۔ ابن دورقی کا قول ہے کہ اہل شام کی تعداد جسقدر مورخین بیان کرتے ہیں اُس سے زیادہ ہے لشکر شام میں صرف لڑنے والے ایک لاکھ پچاس ہزار سوار و پیادے تھے خدمتگار و توابع اسکے علاوہ ہیں ہر سپاہی کے ساتھ اقل درجہ ایک خدمتگار ضرور ہوتا ہے اور امراء اور رؤسا کے ساتھ پانچ پانچ دس دس بھی ہوتے ہیں اگر سب شمار کیے جائیں تو تین لاکھ سے زائد ہوتے ہیں اہل عراق کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی اسطرح اُنکے خدمتگار و توابع ملا کر دو لاکھ چوبیس ہزار ہوتے ہیں یہ تعداد تخمینی و قیاسی ہے جو میرے نزدیک خالی از مبالغہ نہیں معلوم ہوتی۔ ہشیم ابن عدی طائی۔ شرقی بن قطامی۔ ابو مخنف۔ لوط ابن یحییٰ کے قول کے موافق نوے ہزار اور لشکر شام پچاسی ہزار تھا فریقین کے ایک لاکھ پچھتر ہزار میں سے ستر ہزار قتل ہوئے پینتالیس ہزار لشکر شام و تابعین معاویہ سے اور پچیس ہزار لشکر عراق محبین جناب امیر سے جنمیں پچیس صحابی بدری تھے (مروج الذہب مسعودی)

معرکوں کی تعداد میں بھی بہت اختلاف ہے۔ تاریخ الخمیس میں ہے کہ دونوں لشکر صفین میں ایک سو دس دن مقیم رہے نوے لڑائیاں ہوئیں بعض اس سے زائد کہتے ہیں۔ روضۃ الصفا سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں لشکر صفین میں تین مہینہ کامل مقیم رہے اس عرصہ میں پچاسی مرتبہ فریقین جنگ کے لیے آمادہ ہوئے لیکن جنگ نہ ہو پائی نصف جمادی الاخری سے تا رویت ہلال رجب جنگ ملتوی اور پھر موقوف ہوگئی اور تا انقضائے ماہ محرم موقوف رہی پھر شروع صفر سے جنگ شروع ہوئی گیارہ مہینہ تک فریقین صفین میں مقیم رہے علاوہ ماہ ہائے حرام جنگ ہوتی رہی ان لڑائیوں میں قریب ستر ہزار آدمی کے جناب امیر کے لشکر میں سے شہید ہوئے جنمیں ستر بدری تھے معاویہ کے لشکر کے ایک لاکھ بیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ علامۂ ابن اثیر و ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ذی الحجہ کا پورا مہینہ لڑائی میں گزرا محرم میں لڑائی

موقوف رہی یکم صفر چہارشنبہ سے شروع ہوکر دسویں صفر جمعہ کی شام کو لڑائی ختم ہوئی شمار کرنے سے تقریباً چالیس لڑائیاں ہوتی ہیں یا کچھ زیادہ مسعودی لکھتے ہیں کہ جب جناب امیر کوفہ سے آئے اور صفین میں معاویہ سے مقابلہ ہوا درمیان چھ ماہ تیرہ دن کا فصل ہوا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفین میں جناب امیر ایک مہینہ دس دن مقیم رہے اور کل معرکے ستر ہوئے۔ اس معرکہ میں حضرات ذیل کسی طرف سے شریک نہیں ہوئے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص حضرت سعید ابن زید۔ ابو الیسر سلمی۔ زید ابن ثابت۔ محمد ابن مسلمہ عبداللہ ابن عمر اسامہ ابن زید صہیب رومی۔ ابو موسی اشعری۔ یہ سب حضرات گوشہ نشین رہے۔ بعد واپسی جنگ صفین ۳۷ھ میں جناب امیر نے اپنے بھانجہ جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی کو خراسان کا عامل کرکے روانہ کیا یہ نیشاپور تک پہونچے تھے کہ وہ لوگ مرتد ہوگئے مطیع نہ ہوئے جعدہ واپس آئے پھر جناب امیر نے خلید ابن قرہ یربوعی کو بھیجا انھوں نے جاکر محاصرہ کیا وہ صلح پر راضی ہوگئے اہل مرو نے بھی صلح کرلی (ابن اثیر) امام بلاذری کہتے ہیں کہ ماہویہ مرزبان مرو کوفہ میں جناب امیر کے پاس حاضر ہوا اس سے قبل آپ نے نواح مرو کے زمینداروں کے نام حکمنامہ لکھ بھیجا تھا کہ ماہویہ کی خبر دیتے رہیں جب اہل خراسان نے نقض عہد کرکے مخالفت پر کمر باندھی تھی تب آپ نے جعدہ کو عامل خراسان کرکے بھیجا تھا انکے ہاتھ پر فتح نہ ہوئی اہل خراسان تا شہادت جناب امیر باغی ہی رہے ابو عبیدہ کا قول ہے کہ عہد خلافت میں اول والی خراسان عبدالرحمن ابن ابزی ہوئے تھے پھر جعدہ ہوئے۔

اجتماع حکمین و نتیجہ التحکیم۔ فیصلہ کی میعاد رمضان تک تھی جناب امیر و معاویہ نے بالاتفاق حکمین کے اجلاس کے لیے مقام دومۃ الجندل منتخب کیا یہ مقام عراق و شام کے وسط میں تھا جب میعاد مقررہ ختم ہونے کو آئی اور حکمین کے جمع ہونے کا زمانہ آیا تو جناب امیر نے شریح ابن ہانی حارثی کو چار سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور عبداللہ ابن عباس کو امامت نماز کے لیے حکم دیا ابو موسی اشعری جناب امیر کی طرف سے حکم تھے شریح ابن ہانی

سے روانگی کے وقت آپ نے فرمادیا تھا کہ عمر ابن العاص سے میری طرف سے کہدینا کہ "خدا کے نزدیک لوگوں میں افضل وہ شخص ہے جسکو حق پر عمل کرنا محبوب ہو اگرچہ بمقتضائے بشریت یا طلب اُس عمل کی عزت و قدر میں کمی بیشی کر دے لیکن اُسکی نیت بخیر ہو اور دل سے حق کا طالب و جویا ہو اے عمر تم کو خوب معلوم ہے کہ حق کا موقع کہاں ہے تم اس سے جاہل و بیخبر نہیں ہو اگر تمکو طمع دنیوی نے فیصلۂ حق سے باز رکھا تو یاد رکھنا کہ اس طمع کی بدولت ولیا رحق کے تم دشمن ہو جاؤ گے اور یاد رکھو اسوقت جو کچھ نعمت و فراغت تم کو حاصل ہے وہ زائل ہو جائے گی خبردار ظالم و خائن کے مددگار نہ ہونا ایک دن وہ آنے والا ہے جس میں تم کو ندامت لاحق ہو گی وہ موت کا دن ہے اُس دن تمنا کرو گے کہ کاش کسی مسلمان سے عداوت نہ کی ہوتی کسی ناحق حکم پر رشوت نہ لی ہوتی لہذا تم کو واجب ہے کہ سچائی اختیار کرو اور احکم الحاکمین کی روبکاری سے ڈرو" معاویہ کی طرف سے بھی چارسو آدمی بمعیت عمر ابن العاص روانہ ہوے طرفین سے ملاقات بمقام اذرح ہوئی یہ مقام دومۃ الجندل کے مضافات سے ہے شریح ابن ہانی نے جناب امیر کا پیام عمر ابن العاص سے کہا وہ غصہ سے سرخ ہو کر نہایت تیزی و تلخی سے بولے "میں نے کب علی کا مشورہ قبول کیا اُنکے حکم کو مانا اور ان کی رائے پر اعتبار کیا" شریح نے کہا اے ابن نابغہ (عمر ابن العاص) تم کو کون چیز مانع ہے کہ جس سے تم اپنے مولیٰ و مسلمانوں کے سردار کی نصیحت نہیں قبول کرتے یہ وہ شخص ہیں جنکی رائے پر حضرات ابوبکر و عمر جو تم سے یقینی بہتر و افضل تھے عمل کرتے تھے ابن العاص نے کہا تم مجھسے بات کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے شریح بولے تم کس برتے پر اسقدر تنتے ہو تم کو اپنے باپ پر فخر ہے یا ماں پر باپ تمھارے کمینہ لوگوں میں سے تھے اور ماں تمھاری نابغہ لونڈی تھیں تم میں اسقدر تعلّی اور ایسی بد دماغی کیوں ہے یہ کہکر شریح وہاں سے اُٹھکر چلے آئے۔ ابن العاص کے نام معاویہ کا جب کوئی خط یا پیغام آتا وہ کسی کو اسکی اطلاع نہ ہونے دیتے نہ کوئی شخص اُن سے دریافت کرتا۔ ابن عباس کے یہاں معاملہ اسکے برعکس تھا کوئی خط یا قاصد کوفہ

سے آیا نہیں کہ اہل عراق پیچھے پڑ جاتے مجبور اُنکو مضمون خط ظاہر کرنا پڑتا اگر مصلحتًا اُن
سے چھپانا چاہتے تو طرح طرح کے خیالات فاسدہ پیدا کرکے اُنکو اخفائے مضامین میں متہم
کرکے ظاہر کرادیتے حکمین کے ساتھ حسب ذیل حضرات آخری فیصلہ معلوم کرنے کے لیے
آئے تھے یہ لوگ اس خانہ جنگی سے علحدہ تھے۔ عبداللہ ابن عمر فاروق عبدالرحمن ابن ابی بکر۔
عبداللہ ابن زبیر۔ عبدالرحمن ابن حارث ابن ہشام۔ عبدالرحمن ابن عبد یغوث زہری۔
ابو جہم ابن حذیفہ عدوی۔ مغیرہ ابن شعبہ انہیں لوگوں میں سعد ابن ابی وقاص بھی تھے جو بنی
سلیم کے قبیلہ میں مقیم تھے اُنکے بیٹے عمر ابن سعد نے کہنا شروع کیا ابو موسی اشعری و عمر
ابن العاص معہ سرداران قریش و دیگر اشراف قبائل فیصلہ کرنے کے لیے جمع ہوئے
ہیں آپ بھی صحابہ رسول و از اصحاب شوری میں سے ایک ہیں اب تک کسی طرف سے آپ
کسی کام میں نہیں پڑے تاکہ فریقین میں سے کسی کی طرفداری نہ ثابت ہو اُسکے علاوہ آپ
خود اہل خلافت میں سے ہیں اس موقع پر آپ کی شرکت ضروری ہے حضرت سعد نے اسکو
نہ مانا شریک نہ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ جلسہ میں آئے تھے بعد ختم شرکت پھر نادم ہو کر
بیت المقدس چلے گئے (ابن اثیر و ابن خلدون) فیصلہ کے لیے جو تاریخ مقرر تھی اُس سے
تین دن پیشتر عمر ابن العاص نے ابو موسیٰ سے ربط ضبط بڑھا کر اُنکی خاطر و مدارات و
مہمانداری کرنا شروع کی عمدہ عمدہ کھانے دونوں وقت کھلاتے رہے اپنا ہم خیال بنانے
کے لیے غیر معمولی تعظیم و توقیر شروع کردی تعریف کی کوئی حد اٹھا نہ رکھی کہنے لگے آپ
صحابۂ کرام میں بزرگ و معمر ہیں اور سب میں باعزت و حرمت ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ امت
مرحومہ کس فتنہ و عذاب میں پڑگئی ہے اندھی ہورہی ہے نجات کا راستہ ڈھونڈھنے سے
بھی نہیں ملتا حالت موجودہ کے لحاظ سے اس امت کی بقا دشوار معلوم ہوتی ہے
شاید اللہ تعالے آپکی برکت سے بقیہ لوگوں کو محفوظ رکھے یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ
ایک جان کے بچانے کا کسقدر ثواب ہے چہ جائیکہ لوگوں کی جان بچانا ابو موسیٰ نے

جواب دیا تم نے اسکے متعلق کیا تدبیر سوچی ہے عمر ابن العاص بولے کہ آپ علی کو معزول کر دیجیے
اور میں معاویہ کو پھر ایک تیسرا شخص جو اس فتنہ میں مبتلا نہ ہوا ہو خلافت کے لیے منتخب کر لیا
جائے ابوموسیٰ نے پوچھا وہ کون ہے ابن العاص کو قرائن سے ابوموسیٰ کا رجحان عبداللہ
ابن عمر فارق کی طرف معلوم ہو گیا تھا کہنے لگے عبداللہ ابن عمر فاروق اسکے لیے موزوں ہیں
ابوموسیٰ نے کہا بیشک وہ خلافت کے لائق ہیں مگر میں تم پر کیسے اعتبار کروں ابھی مجھ سے
یہ کہہ رہے ہو پھر اگر وقت پر بدل جاؤ تو میں تمھارا کیا کر لوں گا ابن العاص کہنے لگے آپ مجھ سے
جسطرح چاہیں قسم لے کر اپنا اطمینان کر لیں پھر کوئی قسم عہد و میثاق و قول و قرار باقی نہیں رہا
جسکو ابن العاص نے ابوموسےٰ کے سامنے اپنی زبان سے نہ کہہ ڈالا ہو ابوموسیٰ ان کے دم میں
آ گئے اور خود بھی اقرار کر لیا کہ اب مجھکو تم پر اعتبار ہے (عقد الفرید) بعض روایتوں میں گفتگو
اس انداز سے پائی جاتی ہے کہ ابوموسیٰ نے ابن العاص سے پوچھا کہ تم ایک ایسی رائے کے
متعلق کیا خیال رکھتے ہو جس سے خدا کی خوشنودی اور قوم کی بہبودی دونوں میسر آئیں
انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے ابوموسیٰ کہنے لگے عبداللہ ابن عمر فاروق کو منصب خلافت پر
متمکن کرنا چاہیے کیونکہ انھوں نے ان خانہ جنگیوں میں کسی طرح کا حصہ نہیں لیا ابن العاص
کہنے لگے معاویہ میں کیا خرابی ہے ابوموسیٰ نے کہا معاویہ نہ تو اس منصب جلیل کیلیے
موزوں ہیں اور نہ ان کو کسی طرح کا استحقاق ہے اگر تم مجھ سے اتفاق کر لو تو ابھی فاروق
اعظم کا عہد لوٹ آئے ابن عمر اپنے باپ کی یاد پھر تازہ کر دیں ابن عاص کہنے لگے میرے
لڑکے عبداللہ پر آپ کی نظر انتخاب کیوں نہیں جاتی فضل و منقبت میں وہ بھی کچھ کم نہیں ہوسے ابو
کہنے لگے بیشک تمھارا لڑکا صاحب فضل و منقبت ہے لیکن ان خانہ جنگیوں میں شریک
کر کے ایک حد تک تم نے اُسکے دامن کو بھی داغدار کر دیا ہے عبداللہ ابن عمر فاروق کا لباس
تقویٰ ہر قسم کے دھبوں سے پاک ہے آؤ انھیں کو مسند خلافت پر بٹھا دیں ابن العاص
کہنے لگے اس منصب کی صلاحیت صرف انہیں ہو سکتی ہے جسکے دو داڑھیں ہوں ایک سے

کھلائے اور دوسرے سے کھلائے ابوموسیٰ نے کہا اے عمر تمہارا بُرا ہو مسلمانوں نے کشت و خون کے بعد ہمارا دامن پکڑا ہے اب پھر اُنکو ہم فتنہ و فساد میں مبتلا کریں ابن العاص نے ابوموسیٰ سے پوچھا پھر آپ کی کیا رائے ہے انھوں نے کہا ہماری رائے ہے کہ علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کو پھر نئے سرے سے اختیار دیں کہ جس کو چاہے منتخب کرے ابن العاص نے کہا مجھے اس سے اتفاق ہے مغیرہ ابن شعبہ قریش سے کہنے لگے تم میں سے کوئی ایسا چالاک ہوشیار شخص ہے جو حکمین کا منشا دریافت کر سکے کہ دونوں باہم متفق ہیں یا مختلف سب نے انکار کیا وہ کہنے لگے میں ابھی جا کر دریافت کیے آتا ہوں پہلے عمر ابن العاص کے پاس گئے اور کہنے لگے ہم لوگ لڑائی سے علحدہ رہے تمھیں جنگ بہتر معلوم ہوئی ہمیں پہلے بھی شک تھا ہماری نسبت تمھارا کیا خیال ہے عمر ابن العاص نے جواب دیا تم اچھوں کے پیچھے اور بدکاروں کے آگے ہو یہاں سے یہ اُٹھکر پھر ابوموسیٰ کے پاس آئے اُن سے بھی یہی سوال کیا انھوں نے جواب دیا میرے نزدیک تم اچھے رہے تمھاری رائے صائب تھی تمھیں لوگ اب بزرگوں میں باقی رہ گئے ہو واپس آ کر مغیرہ نے بیان کیا کہ دونوں حکم ایک امر پر متفق نہ ہوں گے اختلاف ہوگا (ابن اثیر)

اس اجتماع سے قبل عبداللہ ابن عباس نے ابوموسیٰ اشعری سے کہا تھا کہ جناب امیر نے اپنی خوشی و رائے سے تم کو حکم نہیں بنایا اُنکی نظر میں تم سے زیادہ لائق و قابل اشخاص اس امر کے لیے موجود تھے مگر لوگوں نے تمہیر اتفاق کیا بجز تمھارے کسی کو حکم بنانے پر راضی نہ ہوے میرے خیال میں تمھیں دھوکا دیا جائیگا شامیوں کی نیت فاسد معلوم ہوتی ہے ہوشیار رہنا دھوکا نہ کھانا تمھارا ساتھ ایک شریر اور چالاک مرد کا ہے اس امر کی ضرور کوشش ہوگی کہ تم سے حق بات فراموش کرا دی جائے اس امر کا خیال رکھنا کہ جناب امیر سے انھیں لوگوں نے بیعت کی ہے جنھوں نے حضرات ابوبکر۔ عمر۔ عثمان سے بیعت کی تھی جناب امیر میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے وہ استحقاق

خلافت سے دور ہو گئے ہوں نہ معاویہ کو کوئی قربت و فضیلت اُن سے زائد ہے جو باعث
اہلبیت لیاقت خلافت ہو معاویہ نے بھی قبل ازیں عمر ابن العاص سے کہا تھا کہ اہل
عراق نے ناخوشی سے ابو موسیٰ کو حکم مقرر کیا ہے اہل شام تمام سب تمھارے حکم ہونے
پر رضامند ہیں ابو موسیٰ زباں دراز چھوٹی عقل کے آدمی ہیں تم اُن پر اپنا پورا پورا اراد
اور دلی بھید نہ ظاہر کر دینا (مروج الذہب مسعودی) جس روز مجلس فیصلہ منعقد ہوئی طرفین
کے لوگ جمع ہوئے جن اصحاب نے جناب امیر سے بیعت نہیں کی تھی مثلاً عبد اللہ ابن عمر و
عبد الرحمٰن ابن ابی بکر وغیرہ یہ سب لوگ بھی آئے اولاً ابن العاص نے ابو موسےٰ سے
اس طرح گفتگو کی ابتدا کی اے ابو موسیٰ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان مظلوم مارے گئے
انھوں نے کہا ہاں پھر کہا معاویہ اور اُنکی قوم حضرت عثمان کے ورثا میں سے ہیں اُس کا
بھی ابو موسےٰ نے اقرار کیا پھر ابن العاص نے کہا کہ کیا وجہ ہے جو آپ معاویہ کی خلافت
نہیں قبول کرتے درانحالیکہ وہ قریشی ہیں جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے اگر لوگوں کے اس کہنے
کا خوف ہو کہ معاویہ میں سابقیت اسلام نہیں اُسکا یہ جواب دیجیے کہ خلیفہ مظلوم و مقتول کے
والی وارث طالب قصاص بوجہ سیاست و ملک داری و انتظامات و اخوت حضرت ام حبیبہ
وکتابت وحی و شرف صحبت مستحق خلافت ہیں اگر اس امر میں آپ نے میری رائے کی موافقت کر لی
تو جس شہر کی آپ حکومت پسند کرینگے فوراً آپ کو دیجائے گی۔ یہ سنکر ابو موسیٰ کہنے لگے
اے عمر خدا سے ڈرو خلافت کے استحقاق میں سیاست و ملکداری کا لحاظ نہیں کیا جاتا
اگر اس کا لحاظ کیا جاتا تو آل ابرہہ بن صباح اسکے زیادہ حقدار تھے اس امر میں تقویٰ
و ایمانداری کا لحاظ کیا جاتا ہے جو متقی و امین ہوں وہی خلیفہ ہوتے ہیں معاویہ میں
جو شرف ہے اُسکے ہم منکر نہیں لیکن وہ شرف استحقاق خلافت کے لیے کافی نہیں اگر
شرافت قریش کا پاس کیا جائے تو علی اس کے زیادہ مستحق ہیں قرب نبوی کا لحاظ
کیا جائے تو اُن سے زیادہ معاویہ قریبی رشتہ دار نہیں ہیں اب رہا تمھارا یہ قول کہ معاو

طالب قصاص خون عثمان ہیں اسوجہ سے انکو امارت دیجائے تو یہ وجہ استحقاق خلافت
کی نہیں ہوسکتی کہ مہاجرین سابقین کو چھوڑ کر معاویہ کو بربنا ء وجہ ضعیف خلافت دیجائے
اور مستحقین جنہیں امارت کی اہلیت و قابلیت و شرافت موجود ہے محروم رکھے جائیں نسبت حکومت
کا جو تم وعدہ کرتے ہو کہ اگر معاویہ کو خلافت ملی تو مجھے خاطر خواہ حکومت دی جائیگی
اُسکا جواب یہ ہے کہ اگر تمام ملک شام کی حکومت مجھے دینا چاہیں تب بھی اُنھیں امیر خلیفہ
نہ بناؤں میں خدا کے کام میں رشوت نہیں لیتا سب سے بہتر یہی ہوگا کہ عمر ابن خطاب کا نام
زندہ کرو اور ان کے بیٹے کو خلیفہ بناؤ قصہ ختم ہو اور سب کو اطمینان حاصل ہو عمر ابن العاص
نے کہا کہ میرے لڑکے کے خلیفہ بنانے میں کیا عذر و حیلہ ہے ابو موسیٰ نے کہا کہ تمھارا
لڑکا بیشک حق پرست تھا مگر تم نے اُسکو بھی اس فتنہ میں شامل کرلیا ابن العاص نے کہا
کہ عبد اللہ ابن عمر فاروق میں اس بار عظیم کے برداشت کی کافی قوت نہیں (بدالعہ و
شمس التواریخ) ان دونوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی عبد اللہ ابن عمر خاموش بحالت استغراق
آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے حکمین نے چونکا کر کہا کچھ سمجھے یہ چلا کر کہنے لگے خدا کی قسم میں اس معاملہ میں
ہرگز رشوت نہ دونگا اور نہ کسی طرف سے کچھ لونگا ابو موسے نے پھر ابن العاص سے کہا کہ عرب
نے بعد جنگ تم کو یہ اختیار دیا ہے خدا کے لیے پھر فتنہ نہ پھیلاؤ وہ کہنے لگے کہ آپ اپنا منشا ظاہر
کریں آپ کا کیا مقصد ہے انھوں نے کہا میرے نزدیک مناسب ہے کہ علی اور معاویہ کو معزول
کرکے اس کو عام مسلمانوں کے سپرد کریں وہ جسکو چاہیں خلیفہ مقرر کریں ابن العاص نے اس رائے کو پسند
کرکے ابو موسیٰ سے وعدہ کرا لیا کہ مجمع عام میں پہلے ابو موسیٰ تقریر کریں اس سے یہ مطلب تھا کہ
جناب امیر کی معزولی ابو موسے ہی کی زبان سے نکلے یہ گفتگو ایسی جگہ ہوئی جہاں معدودے چند آدمی
تھے پھر دونوں مجمع عام میں آئے ابن العاص نے ان سے کہا جس رائے پر ہم آپ متفق ہوگئے
ہیں اُسکو آپ سب لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیجیے یہ بیچارے سیدھے آدمی اُٹھ کھڑے ہوئے
لوگوں کو مخاطب کرکے کہنے لگے کہ ہم اور یہ ایک امر پر متفق ہوگئے ہیں ہمیں امید ہے کہ خداوند تعالیٰ

اس ذریعہ سے امت مرحومہ میں صلح کرا دے گا اسقدر کہنے پائے تھے کہ ابن عباس نے بات کاٹ کر کہا اے ابو موسیٰ ہوشیار ہو جاؤ واللہ مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ تمھیں دھوکہ دیا جا رہا ہے اگر اگر متفق ہو گئے ہو تو عمر ابن العاص کو پہلے کہنے دو پھر تم جو کہنا چاہتے ہو کہنا ابن العاص فریبی مکار ہیں مجھے ڈر ہے کہ تم سے علیحدہ ہو کر بدل نہ گئے ہوں یہاں مجمع عام میں تمھارے خلاف کارروائی کریں لہذا مناسب ہے کہ پہلے ہی گفتگو کریں ابو موسیٰ نے نہایت لاپروائی سے جواب دیا کہ ہم دونوں متفق ہو گئے ہیں پھر سلسلہ کلام اسطرح شروع کیا کہنے لگے اے لوگو ہم نے امت مرحومہ کے معاملہ میں غور کیا اور اسکی اصلاح واتفاق و رفع اختلاف و فساد کے لیے ایک اے پر ہم اور ابن العاص متفق ہو گئے وہ یہ کہ ہم علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیں اور مسلمانوں کو اختیار دیں کہ وہ مشورہ سے جسے چاہیں خلیفہ کر لیں لہذا میں نے علی اور معاویہ دونوں کو معزول کر دیا آپ سب لوگ جسکو چاہیں خلیفہ بنائیں یہ کہکر ابو موسے ہٹ آئے ابن العاص نے کھڑے ہو کر کہا حاضرین جلسہ ابو موسیٰ نے جو کچھ فرمایا آپ نے سن لیا انھوں نے علی کو خلافت سے معزول کر دیا آپ سب اسکے گواہ ہیں میں بھی علی کو معزول کرتا ہوں اور اپنے دوست معاویہ کو بحال رکھتا ہوں کیونکہ وہ حضرت عثمان خلیفہ مقتول کے ولی و وارث و طالب قصاص ہیں اور اُنکے قائم مقام ہونیکے مستحق ہیں (ابن اثیر و ابن خلدون)

علامہ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ ابن العاص نے اپنی اور ابو موسیٰ کی گفتگو اُنکے ایما سے قلمبند کرائی تھی یہ کہکر کہ کلام کی ابتدا و انتہا ہوتی ہے جب کسی بڑے آدمی میں بحث شروع ہوتی ہے تو اکثر اوقات گفتگو میں ابتدائے کلام یاد نہیں رہتا اسلیے مناسب ہے کہ دونوں کی گفتگو لکھ لی جائے تاکہ ہماری تمام گفتگو محفوظ رہے ابو موسیٰ اس پر راضی ہو گئے ابن العاص نے کاتب کو بلا کر سمجھا دیا کہ جب ہم دونوں ایک امر پر اتفاق کر کے تم کو لکھنے کی اجازت دیں تب لکھنا اگر ایک شخص کچھ کہے تو نہ لکھنا ابو موسیٰ نے بھی اسی کی تائید کی دونوں جب یہ فیصلہ سنا کر علیحدہ ہوئے تو سعد ابن ابی وقاص نے کہا اے ابو موسیٰ عمر ابن العاص

نے اپنے داؤں سے تم کو کسقدر سُست کردیا عبدالرحمن ابن ابی بکر کہنے لگے آج سے
پہلے ابوموسیٰ اشعری مرگئے ہوتے تو بہتر تھا عبداللہ ابن عمر فاروق کہنے لگے دیکھیے اب کیا
انجام ہوتا ہے۔ عبداللہ ابن عباس کہنے لگے اے ابوموسیٰ آپ یں تمھارا کوئی قصور نہیں گناہ
اُسکا ہے جس نے تمھیں پیش کیا اور تم کو پہلے گفتگو کرنے لیے یہاں کھڑا کیا غرضکہ ابوموسے پر
پھر ہر طرف سے ملامت کی بوچھاڑ پڑنا شروع ہوئی یہ نہایت منفعل تھے معذرت کرنے
لگے کہ میں کیا کروں مجھ سے ابن العاص نے ایک امر پر اتفاق کیا لیکن پھر اُس سے بدعہدی
کر کے پھر گئے اسکے بعد ابوموسیٰ عمر ابن العاص سے مخاطب ہوکر کہنے لگے اے عمر خدا تم کو
کبھی ہدایت نہ دے تم مجھ سے اقرار کر کے پھر گئے اور بدعہدی کی کہا کچھ اور کیا کچھ اور
تمھاری مثال بعینہ اُس کتے کی ہے جسپر اگر بوجھ لادا جائے تو ہانپتا ہے اگر نہ لادا جائے
تو بھی ہانپتا ہے انما مثلک کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ یلھث
عمر ابن العاص کہنے لگے آپ پر چار پائے بروکتابے چند کی مثل صادق آتی ہے مثلک
کمثل الحمار یحمل اسفارا یہ کہکر ابوموسیٰ کے ایک لات ماری شریح ابن ہانی
یہ زیادتی دیکھکر ضبط نہ کر سکے عمر ابن العاص کے کوڑا مارا شریح کہتے ہیں کہ مجھے اب تک
اس کا افسوس ہے کہ میں نے بجائے کوڑے کے اُن پر تلوار کیوں نہ ماری کہ ایک ہی
ہاتھ میں اُن کا خاتمہ ہوجاتا۔ اس فیصلہ کے بعد ہی ابوموسیٰ اشعری مجلس سے نکلکر سیدھے
مکہ معظمہ چلے گئے اور پھر کبھی کوفہ نہ آئے اُن کے اہل وعیال وجائداد و زمین سب کوفہ
میں تھی انھوں نے قسم کھائی کہ زندگی بھر کبھی جناب امیر کو اپنا منھ نہ دکھاؤں گا۔
سعد ابن ابی وقاص وعبداللہ ابن عمر بیت المقدس چلے گئے اہل شام نے ان کو تلاش
کیا جب ان کا مکہ معظمہ جانا معلوم ہوا تو عمر ابن العاص بھی معہ اپنے ہمراہیوں کے معاویہ
کے پاس آئے اور انھیں خلافت کا سلام کیا اور تمام کیفیت بیان کی حضرت ابن عباس
معہ شریح اور دیگر اہل کوفہ وعراق جناب امیر کی خدمت میں واپس آئے اور تمام کیفیت

بیان کی جناب امیر نے لوگوں کے مجمع میں فرمایا میں پہلے ہی سے ان حکمین کے تقرر اور فیصلہ سے راضی نہ تھا ابوموسیٰ کو حکم بنانے کی میری قطعی رائے نہ تھی مگر تم لوگوں نے اصرار کیا اور میرا کہنا نہ مانا اب دیکھ لیا کیا نتیجہ ہوا میں خوب جانتا ہوں کہ جس نے تم کو میری مخالفت کرنے پر آمادہ کیا۔ اگر میں چاہوں تو اب اس شخص سے مواخذہ کر سکتا ہوں لیکن میں خدا کے حوالہ کرتا ہوں ان دو خطا کار شخصوں نے جنکو تم نے حکم مقرر کیا تھا انھوں نے خدا کے حکم کو چھوڑ کر بلا دلیل و حجت شرعی اپنے نفس کی پیروی کی اور فیصلہ کیا جس سے قرآن کے حکم کا بطلان لازم آیا ان حکموں کے کلام میں بھی باہم تناقض و اختلاف واقع ہوا خدا نے اُن کو ہدایت نہ کی وہ راہ راست سے دور جا پڑے اللہ اور اس کا رسول اور سب نیک مرد مسلمان اس فیصلہ ناجائز سے بیزار ہیں۔ معاویہ نے شام سے ابوموسیٰ کو خط لکھا:۔

"السلام علیک امابعد اگر نیت خطا کو دفع کر دیتی تو مجتہد ضرور خطاء اجتہادی سے محفوظ رہتا مگر حق اسی کا حصہ ہوتا ہے جو طالب حق ہو کر خطا سے بچے جو حق سے چوک گیا اور خطا کی وہ محروم رہا جب دونوں حکموں نے حضرت علی کی معزولی پر فیصلہ کر دیا تو اب حضرت علی کو انکار کی گنجائش نہیں رہی نہ کسی طرح حکمین کے معاملہ میں اُن کو اختیار و قدرت حاصل ہے بہ اتفاق جملہ اشخاص تم منتخب ہوئے حضرت علی کی رائے کے خلاف سب نے تم کو پسند کیا تھا اب سب جسطرح حضرت علی سے ناراض ہیں تم بھی اُن سے ناراض ہو کر میرے پاس شام میں چلے آؤ میں تمھارے حق میں بہتر اور مفید ثابت ہوں گا۔"

اس کا جواب ابوموسیٰ نے یہ لکھا۔

"السلام علیک امابعد جس طرح عمر ابن العاص تمھاری طرف سے حکم ہوئے اسی طرح میں بھی حضرت علی کی طرف سے حکم ہوا تھا البتہ فرق اسقدر ہے کہ میں نے خدا کی ضامندی چاہی تھی اور عمر ابن العاص تمھاری خوشی کے خواہاں تھے میرے اور اُن کے درمیان

شرطیں ٹھہر گئی تھیں باہم شورہ ہو گیا تھا مگر وہ ان شرطوں سے پھر گئے اور خلاف حق فیصلہ کیا لہذا میں نے بھی اپنے قول وفیصلہ سے رجوع کیا باقی رہا تمہارا یہ قول کہ حکمین کا فیصلہ واجب العمل ہے جسپر وہ حکم لگادیں مجبوراً اُسے ماننا ہو گا تو یہ بات بکری اونٹ درہم دینار میں ہے لیکن امت مرحومہ کا کام ایسا ذلیل نہیں کہ جبراً خلاف حق جو چاہو کر ڈالو کسی کے عاجز ہونے سے حق زائل نہیں ہوتا اور نہ کسی مددگار عیار کے مکر وفریب سے حق کا کوئی نقصان ہوتا ہے تم جو مجھے اپنے پاس بلاتے ہو تو مجھے حرم ابراہیم چھوڑ کر دوسری جگہ جانا پسند نہیں "

اس خط وکتابت کی اطلاع جب جناب امیر کو ہوئی تو آپ نے بھی ابو موسے کو اس مضمون کا خط لکھا۔

"تم ایک ایسے شخص ہو جسکو اس کے ہوائے نفس نے مطیع بنالیا فریب اور دھوکے میں آگئے تمھارا بیت اللہ کا قیام اور ہمیشہ وہاں رہنا نہ بغرض حج ہے نہ مکہ معظمہ کے وطن بنانے کے خیال سے بلکہ محض میری طرف سے کشیدہ خاطر ہو کر تم نے مکہ کا رہنا اختیار کیا ہے یہ تمھاری نظر میں مستحسن معلوم ہوا یہ صرف تمھارا گمان ہے تم میرے پاس چلے آؤ اللہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور بھول چوک سے درگذر فرما دیتا ہے اُسکی طرف رجوع کر لینے والے اُسکے نزدیک محبوب ہیں "

ابو موسیٰ نے جواب دیا:۔

"اگر یہ مجھکو خوف نہ ہوتا کہ میرے جواب دینے سے آپ کو میرا گناہ اور بھی بڑا معلوم ہو گا تو میں ہرگز جواب نہ لکھتا کیونکہ میری خطا کا آپکے نزدیک میرے مفید کوئی عذر باقی نہیں اور نہ اسقدر قوت ہے کہ آپ کے غضب سے اپنی حفاظت کر سکوں بیت اللہ کی ملازمت اس وجہ سے اختیار کی کہ میں ایسی قوم میں جا ملا جو بہ نسبت آپ کے میرے گناہ کو کم سمجھتے ہیں اور میرا حق مانتے ہیں آپ کی طرف سے مجھے امید نصرت باقی نہ رہی" (عقد الفرید)

اس فیصلہ کی نسبت اہل کوفہ نے گفتگو کی عوام میں جا بجا چرچا ہو گیا خوارج تو پہلے ہی سے خلاف تھے بعض لوگوں نے جناب امیر سے آکر عرض کیا فیصلہ کے متعلق لوگوں کے خیالات مختلف ہیں اگر آپ عام لوگوں کو کچھ فہمائش کر دیں تو کیا عجب کہ شور وغل موقوف ہو لوگوں نے کہا ایک روز آپ ممبر پر تشریف فرما تھے حضرت امام حسنؑ سے آپ نے ارشاد فرمایا اے حسن تم حاضرین کے سامنے حکمین کے متعلق کچھ کہو حضرت امام حسنؑ نے اس طرح تقریر کی:-

"ایہا الناس تم اُن دونوں حکموں کے بارہ میں بہت کچھ بحثیں کر رہے ہو در اصل ہم نے ابوموسیٰ و عمر ابن العاص کا حکم ہونا اس شرط پر منظور کیا تھا کہ یہ دونوں کتاب اللہ و سنت نبوی کے موافق فیصلہ کریں گے مگر افسوس ان دونوں نے اپنی رائے و عقل و خواہش نفس کو کتاب اللہ پر مقدم رکھا جو ایسا کرے وہ حقیقتاً حکم نہیں نہ اُس کا فیصلہ قابل عمل ہے بلکہ وہ خود محکوم علیہ ہے ابوموسیٰ عبداللہ ابن قیس نے سراسر خطا کی عبداللہ ابن عمر فاروق کے خلیفہ تجویز کرنے میں بھی غلطیاں کیں اول یہ کہ حضرت عمر نے عبداللہ ابن عمر کو اہل خلافت نہ سمجھا اور نہ اُن کو اہل شوریٰ میں داخل کیا ابوموسےٰ نے اُن کے خلاف کیا دوسرے یہ کہ ابوموسےٰ نے نہ ابن عمر سے رائے لی نہ اُن سے پوچھا کہ خلافت تمکو دیجائے تیسرے یہ کہ یہ رائے صرف ابوموسیٰ کی تھی مہاجرین و انصار میں سے جنکی رائے سے خلافت و امارت منعقد ہوتی ہے ایک بھی اس پر راضی نہیں قدیم زمانے سے خلافت کا دارومدار انھیں کی ذات پر اور ان کا حکم تمام مسلمانوں پر نافذ ہے اب رہا حکم بنانا تو اسکے جواز میں کوئی شک نہیں آنحضرت نے سعد ابن معاذ کو بنی قریظہ کے معاملہ میں حکم کیا انھوں نے موافق رضائے الٰہی فیصلہ کیا اگر اُنکا حکم بنایا جائز نہ ہوتا تو آنحضرت اُن کے فیصلہ پر راضی نہ ہوتے"

حضرت امام حسنؑ اتنا فرما کر بیٹھ گئے پھر حضرت ابن عباس حسب ارشاد جناب امیر کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:-

"ایہا الناس حق کام کے اہل اور اُسکے مستحق وہ لوگ ہیں جنکو توفیق ہوتی ہے چونکہ لوگ مختلف طبیعت کے ہیں بعض حق بات سے راضی ہوتے ہیں اور بعض ناراض دیکھو ابو موسیٰ باوجود ہدایت کے گمراہ ہوگئے اور ابن العاص نے باوجود گمراہ ہونے اور نیت فاسد ہونے کے اپنا مقصود حاصل کرلیا جب دونوں ملے تو ابو موسیٰ راہ سے پھر گئے اور ابن العاص اپنی گمراہی پہ قائم رہے اگر دونوں حق پر فیصلہ کرتے تو یہ انجام ہوتا کہ ابو موسیٰ جناب امیر کے ساتھ ہوتے اور ابن العاص معاویہ کے ساتھ اب دیکھو انجام کیا ہوتا ہے"

پھر عبداللہ ابن جعفر نے حسب الحکم جناب امیر بیان کیا۔

"خلافت کے مقدمہ پر جناب امیر پر نظر کرنا اور اُنکی لیاقت و اہلیت پر خیال رکھنا لازم ہے حکم کا بنایا جانا اُنھیں کی تجویز و تشخیص سے مناسب تھا مگر تم نے ابو موسیٰ کو نیک آدمی صوفیانہ وضع میں دیکھ کر اپنی رائے سے حکم کیا بجز اُنکے دوسرے کو اس کا اہل نہ سمجھے خدا کی قسم ہم کو اُنکی ذات سے کوئی نفع نہ ہوا نہ آیندہ اُنکے فیصلہ سے بھلائی اور خیر کی امید ہے ہم اُن کے حکم ہونے سے پہلے ہی اُنکو اسکا اہل نہ سمجھتے تھے تم لوگوں کے اصرار سے مجبور ہوئے ان حکموں نے اہل عراق کا کوئی نقصان نہیں کیا نہ اہل شام کی کچھ اصلاح کی نہ حضرت علی کا حق تلف کیا نہ معاویہ کو دعوے باطل سے پھیرا حق بات کسی کے مٹانے سے نہ مٹی نہ کوئی منتر حق کو مغلوب کرکے کھو سکتا ہے نہ کسی شیطانی حیلہ سے حق کا کوئی نقصان ہوتا ہے ہم جیسے کل تھے ویسے ہی آج ہیں۔ اس ناحق فیصلہ سے ہمارا حق و استحقاق خلافت کچھ زائل نہیں ہوتا" (عقد الفرید)

واپسی عمر ابن العاص حیلہ معاویہ مروج الذہب مسعودی میں ہے کہ عمر ابن العاص جب شام میں داخل ہوئے سیدھے اپنے گھر چلے گئے معاویہ سے نہیں ملے انھوں نے جب بلا بھیجا تو جواب دیا کہ اگر کوئی کام ہوتا تو آتا اب نہ مجھے آپ سے کوئی غرض ہے نہ مطلب میں کیوں دوڑتا ہوا آپ کے پاس آؤں یہ اس جواب پر کھٹکے سمجھے کہ یہ بھی فرنٹ ہوگئے اب تدبیر

وحیلہ سے کام نکالنا چاہیے غور کرنے کے بعد حکم دیا کہ نفیس و لذیذ کھانے انواع و اقسام
کے تیار رہوں پھر مصاحبین اور ملازمین سے کہا کہ میں کل صبح کو عمر ابن العاص کے یہاں
جاؤنگا تم سب میرے ساتھ چلنا جب کھانے کا وقت ہوا اور میں انکے خادموں کو بلاؤں تو
پہلے انکے خادموں سے ایک ایک شخص آئیگا جب وہ کھانے سے فارغ ہوکر اٹھتا جائے
تم لوگ ایک کرکے بیٹھتے جانا جب انکا آدمی ایک بھی نہ رہے تو فوراً مکان کے دروازے
بند کرلینا اور بغیر میرے حکم کے کسی کو آنے نہ دینا دوسرے دن اسی کے موافق کارروائی
ہوئی معاویہ تنہا ابن العاص کے مکان پر گئے ابن العاص نہ اپنے فرش سے اٹھے نہ تعظیم
کی اور نہ بلایا نہ برابر بٹھلایا یہ فرش سے علیحدہ زمین پر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے
دیر تک مختلف باتیں ہوتی رہیں ابن العاص سمجھے ہوئے تھے کہ خلافت میرے ہاتھ میں
ہے جسکو چاہوں خلیفہ بناؤں اسلیے کہنے لگے دیکھیے میرے پاس یہ وثیقہ و عہدنامہ ہے
اسپر میری ابوموسیٰ کی مہر ہے اہل شام مجھ سے اقرار کرچکے ہیں کہ جسکو چاہوں خلیفہ کروں
اس کاغذ میں ابوموسیٰ نے یہ لکھدیا ہے کہ حضرت عثمان مظلوم شہید ہوگئے جناب امیر کو میں
نے خلافت سے معزول کردیا ابوموسیٰ نے چند لوگوں کو خلافت کے لیے نامزد کیا تھا
مگر میں نے کسی کو منظور نہیں کیا اب خلافت میرے ہاتھ میں ہے معاویہ انکی دلجوئی میں
مذاق کی باتیں کرنے لگے جب اپنی طرف انکا رخ نہ پایا تو جو حیلہ سوچا تھا وہ کرگذرے
باتیں کرتے کرتے دفعتاً یہ کہنے لگے اگر کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ بھوک معلوم ہوتی ہے۔
ابن العاص نے جواب دیا کھانا یہاں کہاں اور کوئی چیز موجود نہیں جو لاؤں معاویہ
نے نوکر سے پکار کر کہا کھانا لاؤ یہ لوگ حکم کے منتظر تھے فوراً کھانا لاکر چنا معاویہ نے
عمر ابن العاص سے کہا آؤ اور اپنے گھر والوں اور خدام کو بھی بلالو انھوں نے اپنے خدام
کو بلالیا اور معاویہ سے کہا آپ بھی اپنے خدام کو بلالیجیے انھوں نے جواب دیا وہ بھی کھالینگے
جلدی کیا ہے پہلے یہ لوگ کھالیں القصہ کھانا شروع ہوا ابن العاص کی طرف سے

جو شخص کھانے سے فارغ ہو کر اُٹھ جاتا اُسکی جگہ پر معاویہ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص
بیٹھ جاتا رفتہ رفتہ عمر ابن العاص کے لوگ اُٹھکر چلے گئے اور معاویہ کے ساتھی رہ گئے اُنمیں
سے ایک نے اُٹھکر فوراً اسپ دروازے بند کر دیے ابن العاص تنہا رہ گئے یہ چال سمجھ کر
بولے یہ آپ کی چالاکی ہے معاویہ نے کہا دو باتوں میں ایک بات مانو یا میری بیعت
کرو یا اپنی جان سے دست بردار ہو تیسری کوئی صورت نہیں ابن العاص نے کہا کیا
میں اپنے غلام وردان کو بلا سکتا ہوں جواب ملا نہیں اسوقت نہ تم اُسکو دیکھ سکتے ہو
اور نہ وہ تم کو دیکھ سکتا ہے اگر دیکھے گا بھی تو یا مقتول و بے جان یا میر اطیع ابن العاص
نے کہا مجھے منظور ہے میں بیعت کرتا ہوں بشرطیکہ حکومت مصر میرے نام کر دیجیے معاویہ نے
کہا یہ منظور ہے اپنی زندگی تک تم وہاں کے حاکم رہو گے اس بات پر دونوں میں عہد ہو گیا
معاویہ نے علاوہ مطیعات عمر ابن العاص عمائدین شام کو بلایا اُنکے سامنے انھوں نے
اقرار کیا کہ میں معاویہ سے بڑھکر کسی کو مستحق خلافت نہیں پاتا لہذا میں بیعت کرتا ہوں
پھر معززین اہل شام نے بیعت کی جسکے بعد معاویہ گھر واپس ہوئے، ایک روز معاویہ
نے لوگوں کو جمع کر کے کہا جس کسی کو خلافت کے بارہ میں کچھ کلام ہو وہ مجھ سے ظاہر کرے
عبد اللہ ابن عمر ابن العاص فرماتے ہیں کہ میں بھی اس جلسہ میں تھا میرے دل میں آیا
کہ کہہ دوں اس تمھاری خلافت میں وہ لوگ کلام کرتے ہیں جو تم سے اور تمھارے باپ
سے اسلام کے متعلق لڑے ہیں اور کسی وقت تم پر جہاد کیا ہے مگر پھر میں نے خوف
کیا ایک بات کے کہنے سے تفریق ہو جائے گی اور عجب نہیں کہ خونریزی ہو جائے
جب اُس جگہ سے گھر میں آیا تو حبیب ابن مسلمہ آئے مجھ سے کہنے لگے تم معاویہ کی
بات سنکر خاموش کیوں ہو رہے میں نے کہا میرا قصد تو تھا کہ کچھ بولوں مگر بخوف شر و
فساد خاموش ہو رہا حبیب ابن مسلمہ نے کہا خوب کیا آفت سے بچے ایسے وقت ایسا
ہی کرنا چاہیے تھا۔

احادیث متعلق بہ الحق مع علی | حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت نے

فرمایا حق علی کے ساتھ ہے (ابن مردویہ)

عبدالرحمن ابن ابی سعید سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت کی خدمت میں چند مہاجرین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی اسطرف سے گذرے آنحضرت نے فرمایا حق ان کے ساتھ ہے۔

ابوذر غفاری حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے آنحضرت سے سنا کہ علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ ہے یہ دونوں نہیں زائل ہوں گے جبتک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہوں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا حق علی کے ساتھ پھرتا ہے جدھر علی پھرتے ہیں۔ (کنز العمال)

خود جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے مجھ سے فرمایا اے علی حق تیرے ساتھ ہے اور میری زبان پر ہے اور تیرے دلمیں ہے اور تیری دونوں آنکھوں میں ہے (مناقب خوارزمی)

حضرت ام سلمہ فرماتی تھیں کہ جناب امیر حق پر تھے جسنے انکی پیروی کی حق کی پیروی کی جس نے انکو چھوڑا حق کو چھوڑا یہ آج سے پہلے عہد ہو چکا ہے (کنز العمال)

ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حق علی کے ساتھ ہے لیکن لوگ دنیا کی طرف مائل ہوگئے بیشک میں نے آنحضرت کو جناب امیر سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے علی تو حق کے ساتھ ہے اور حق میرے بعد تیرے ساتھ ہے (ابن مردویہ)

ابن حبان تیمی اپنے والد سے ناقل ہیں کہ آنحضرت فرماتے تھے اے اللہ رحم کر علی پر اے اللہ حق کو پھیر دے جدھر علی پھرے (کنز العمال)

جنگ جمل میں جب حضرت عائشہ بعد اختتام جنگ بصرہ کے گھر میں تشریف لیگئیں تو انکے بھائی محمد بن ابی بکر نے انکو خدا کی قسم دیکر پوچھا کہ آپ مجھ کو وہ بات بتائیں جو

ایک روز آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ حق ہمیشہ علی کے ساتھ رہیگا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے حضرت عائشہ نے فرمایا ٹھیک ہے اور

مسروق تابعی ناقل ہیں کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے نہروان والوں در ذوالثدیہ کا حال پوچھا مجھ کو جو کچھ معلوم تھا میں نے بیان کیا وہ فرمانے لگیں کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جو کچھ تو نے بیان کیا ہے اُسپر گواہ دے سکے مسروق کہتے ہیں کہ میں ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی لے گیا ان سب نے ذوالثدیہ کا بچشم خود دیکھنا بیان کیا حضرت عائشہ فرمانے لگیں خدا علی پر رحم کرے وہ حق پر تھے میں ایک ایسی عورت تھی جو اپنے سسرال والوں کے بس میں تھی اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی مجبوری بوجہ حضرت زبیر وغیرہ کے بیان کی جو جنگ جمل میں پیش آئی تھی (ابن مردویہ)

منقول ہے کہ جب جنگ جمل میں زید ابن صوحان زخمی ہوے جناب امیر اُن کے پاس آئے اور فرمانے لگے اے زید تمپر خدا رحم کرے ہم نے تم کو نہیں دیکھا مگر مدد کرنے میں سب سے جلدی کرنے والا اور اہل وعیال کے نفقہ میں کثرت سے رنج برداشت کرنے والا زید نے یہ سنکر سر اٹھایا اور جواب دیا آپ پر بھی خدا رحم کرے میں نے آپ کو بھی نہیں دیکھا مگر خدا کے ساتھ زیادہ علم والا خدا کے کلام کو زیادہ جاننے والا میں نے آپ کے ساتھ ناواقفیت میں جنگ نہیں کی ہیں نے حذیفہ ابن الیمان سے سنا تھا کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ علی اچھوں کے سردار اور بدوں کے قاتل ہیں جس نے اُنکی مدد کی اُس نے خدا سے مدد پائی جسنے اُنکو چھوڑا وہ ذلیل ہوا حق اُنھیں کے ساتھ اور انھیں کی متابعت میں ہے تم بھی انھیں کی پیروی کرنا (ابن مردویہ)

ابورافع سے منقول ہے کہ آنحضرت نے مجھ سے فرمایا اے ابورافع تیرا کیا حال ہوگا جب قوم علی کے ساتھ جنگ کرے گی علی حق پر ہوں گے اور وہ باطل پر ہوں گے خدا کی راہ میں ان کے ساتھ جہاد میں رہنا ہوگا جو شخص ہاتھ سے جہاد کی استطاعت

نہ رکھتا ہو اُس کو چاہیے کہ اُنکا ساتھ زبان سے دے اگر زبان سے بھی استطاعت نہ رکھتا ہو
تو دل سے ساتھ دے اسکے سوا کوئی بات نہیں اگر تم وہ زمانہ پاؤ تو اُن لوگوں کو میری طرف سے
دعوت دینا کہ وہ اُن کی مدد کریں اور اُن کو تقویت دیں ابو رافع اپنے خیبر کی زمین بیچکر اور
اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر جناب امیر کے ہمراہ ہو گئے اور جناب امیر کی شہادت تک
ان کے ساتھ رہے پھر حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ مدینہ واپس آئے
عبداللہ ابن عبداللہ کندی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ معاویہ حج کر کے مدینہ تشریف آئے اُس وقت
وہاں آنحضرت کے اصحاب زائد تھے معاویہ ایک مجلس میں گئے جہاں عبداللہ ابن عمر و
عبداللہ ابن عباس بیٹھے ہوے تھے معاویہ ابن عباس کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر کہنے لگے
کیا میں آپ کے ابن عم یعنی جناب امیر سے خلافت میں زیادہ حقدار نہ تھا ابن عباس
نے پوچھا کیوں کہنے لگے میں خلیفہ مقتول یعنی حضرت عثمان کا ابن عم ہوں ابن عباس نے
جواب دیا کہ عبداللہ ابن عمر فاروق تم سے زائد حقدار ہیں کیونکہ ان کے باپ تمھارے
ابن عم سے پہلے شہید ہوے ہیں معاویہ نے ابن عباس کی طرف سے منھ پھیر لیا اور
سعد ابن ابی وقاص کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اے سعد تم وہی شخص ہو کہ جس نے
ہمارے حق کو نہیں پہچانا اور ہمارا ساتھ نہیں دیا سعد نے کہا جب میں نے دیکھا
کہ اندھیرا تمام زمین پر چھا گیا میں نے اپنے اونٹ سے کہا بیٹھ جا میں نے اُس کو بٹھلا دیا
یہانتک کہ مصیبت ٹھہر گئی معاویہ نے کہا خدا کی قسم میں نے دن بھر کلام اللہ اول سے
آخر تک پڑھا اس میں کوئی بات نہیں پائی سعد کہنے لگے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو جناب امیر سے فرماتے ہوے سنا ہے کہ اے علی تو حق کے ساتھ ہے اور حق
تیرے ساتھ ہے معاویہ کہنے لگے میرے ساتھ چلو تم نے کس کے مواجہہ میں اس حدیث
کو سنا ہے ورنہ میں تمھارے ساتھ سختی کروں گا حضرت سعد نے جواب دیا میں نے
حضرت ام سلمہ کے مواجہہ میں اس حدیث کو سنا ہے معاویہ اٹھ کھڑے ہوے

اور لوگ بھی ساتھ اُٹھے حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے معاویہ نے اس طرح گفتگو شروع کی اے ام المومنین جھوٹی باتیں رسول اللہ کی طرف بہت منسوب ہوگئی ہیں ہمیشہ کہنے والا یہی کہتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا حالانکہ وہ بات آنحضرتؐ کی فرمائی ہوئی نہیں ہوتی سعد نے ایک روایت بیان کی اُن کا خیال ہے کہ آپ نے اُس حدیث کو سُنا ہے حضرت ام سلمہ نے پوچھا وہ کیا معاویہ کہنے لگے سعد کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے علی سے فرمایا تھا تو حق کے ساتھ ہے حضرت ام سلمہ نے جواب دیا سعد سچ کہتے ہیں آنحضرتؐ نے یہ بات میرے گھر میں فرمائی تھی (ابن مردویہ)

احادیث متعلق بہ القرآن مع علی حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ اور یہ دونوں علیٰحدہ نہ ہوں گے جبتک کہ حوض کوثر پر وارد نہ ہوں (طبرانی وابن مردویہ و دیلمی)

شہر ابن حوشب سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر سلام کیا پوچھا گیا تم کون ہو اُس نے کہا کہ میں ابوذر غفاری کا غلام ابو ثابت ہوں حضرت ام سلمہ نے مرحبا کہکر آنے کی اجازت دی اور اچھی طرح سے بٹھایا فرمانے لگیں اے ابو ثابت جب لوگوں نے دل اپنی اپنی خواہشوں میں منہمک تھے تو تیرا دل کسکی طرف متوجہ تھا اُس نے عرض کیا کہ جناب امیرؑ کے ساتھ حضرت ام سلمہ نے فرمایا بہت ٹھیک قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ یہ دونوں جبتک حوض کوثر پر وارد نہ ہوں ایک دوسرے سے علیٰحدہ نہ ہوں گے میں نے اپنے بیٹے عمر اور بھتیجے عبداللہ ابن امیہ کو حکم دیا تھا کہ جناب امیر کے ساتھ ہوکر مخالفین سے لڑیں آنحضرتؐ نے ہم مستورات کو پردوں میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے ورنہ میں خود نکلکر علی کے صف میں جاکر کھڑی ہوتی ابن مردویہ وابن عقدہ کتاب المناقب میں حضرت ام سلمہ

سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مرض الوصال میں صحابہ کرام سے فرمایا تھا اے لوگو
خیال کیا جاتا ہے کہ میں عنقریب اس دنیا سے رحلت کرنے والا ہوں میں تم سے پہلے
کہہ چکا ہوں کہ میں دو بھاری چیزیں تم لوگوں میں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ اور
اپنی عترت یعنی اہلبیت پھر جناب امیر کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا یہ قرآن کے ساتھ
ہیں جبتک کہ حوض کوثر پہ وارد نہ ہوں یہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے میں تم سے
پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جناب امیر تاویل قرآن پر
لڑے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ہم آنحضرتؐ کی
تشریف آوری کے منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لائے کفش مبارک
کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا اسکو جناب امیر کو ٹانکنے کے لیے دیا اور فرمایا تم میں ایک ایسا شخص ہے
جو تاویل قرآن پر جنگ کرے گا اس طرح جیسے میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی
حضرت ابوبکر نے پوچھا یا رسول اللہ کیا وہ شخص میں ہونگا فرمایا نہیں حضرت عمر نے
پوچھا یا رسول اللہ کیا میں ہوں گا تب بھی فرمایا نہیں لیکن یہ جوتہ سینے والا (جناب امیر
اسوقت جوتہ سی رہے تھے) اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں اور نسائی نے سنن
میں اور محی السنہ نے مصابیح السنہ میں اور ابو حاتم و ابو یعلی اور ابن حبان نے اپنے اپنے سند میں
اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اور دیلمی صغیر نے فردوس الاخبار میں روایت کیا حاکم کا
قول ہے کہ یہ روایت بشرط شیخین یعنی بخاری و مسلم صحیح ہے۔

جنگ صفین پر ایک نظر معاویہ نے جو جنگ جناب امیر کے خلاف کی اسکی نوعیت سمجھنے کے
لیے عرب کی قدیم تاریخ اور ان کے قدیم عادات و خصائل کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری
امر ہے اگرچہ اسلام لانے کے بعد قبائل عرب کے عادات و خصائل میں ایک نمایاں
تغیر ہو گیا تھا مگر اسمیں شک نہیں کہ ایام جاہلیت کے جذبات اگرچہ دب گئے تھے
مگر موجود ضرور تھے اور ان جذبات کا اظہار کبھی کبھی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کی موجودگی میں بھی نمایاں طور پر ہو جاتا تھا واقعہ افک دلیل بین اس امر کی ہے۔ آنحضرتؐ کے وصال کے بعد جسقدر زمانہ گذرتا گیا زمانۂ جاہلیت کا اثر ان جذبات کے اظہار میں زائد نمایاں ہوتا گیا عرب میں قدیم زمانہ سے انتقام ایک ضروری ورلازمی چیز سمجھا جاتا تھا اگر کسی شخص کے عزیز کو کوئی شخص حق یا ناحق قتل کر دیتا تھا تو مقتول کے اعزا پر یہ واجب ہوتا تھا کہ وہ قاتل اور اسکے ورثا اور اعزا سے جب کبھی موقع مل سکے انتقام ضرور لیں اس انتقام لینے میں حق اور ناحق سے مقتول کے اعزا کوئی بحث نہیں رکھتے تھے کبھی اس انتقام کے بعد جذبہ کا اظہار مدتوں نہیں ہوتا تھا اور یہ جذبہ نسلاً بعد نسل میراث اور ترکہ کے طریقہ پر باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو منتقل ہوتا رہتا تھا۔ دوسرا امر جسکا ہمیں لحاظ رکھنا پڑیگا وہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کی وہ دیرینہ مخالفت ہے جسکی بنیاد صدیوں پہلے پڑ چکی تھی اور جسکی بنا پر ابوسفیان اور اُسکے لڑکوں نے جبتک ممکن ہو سکا آنحضرتؐ اور بنی ہاشم کی مخالفت کی۔ بنی امیہ ہونے کی حیثیت سے جو دیرینہ مخالفت معاویہ کو جناب امیر سے (جو بنی ہاشم تھے) تھی اُس میں اس جذبۂ انتقام نے جو کسی زمانہ میں عرب کا ایک شریفانہ جذبہ سمجھا جاتا تھا بہت کچھ جوش پیدا کر دیا تھا مقتولین بدر میں ولید ابن عتبہ عتبہ حنظلہ بن ابی سفیان جناب امیر کے ہاتھ سے قتل ہوے تھے (تمدن اسلام و ابو الفدا) ان لوگوں میں سے حنظلہ معاویہ کا بھائی ولید اُنکا حقیقی ماموں اور عتبہ حقیقی نانا تھا جو واقعات کہ جناب امیر کی خلافت میں پیش آئے اُس میں معاویہ کی خواہش حکومت میں جذبۂ انتقام بھی پنہاں تھا۔ واقعات جنگ صفین تاریخ طبری۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون مسعودی عقد الفرید۔ ابو الفدا۔ تاریخ اعثم کوفی وقعۃ الصفین بن نصر ابن مزاحم۔ روضۃ الصفا وغیرہ سے لیکر لکھے گئے ہیں تاریخی واقعات صاف اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ اس جنگ کی بنا معاویہ کی بغاوت تھی جو اُنھوں نے حصول خلافت کے لیے کی مگر باوجود اس تاریخی ثبوت کے اکثر حضرات اس بات کے قائل ہوے ہیں کہ (۱) معاویہ کو مثل اصحاب جمل دھوکہ ہوا (۲) وہ مجتہد تھے

اون سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی یہ شبہ ہوا کہ بیعت منعقد نہیں ہوئی (۳) خود صحابی تھے اور صحابی اُن کے ساتھ تھے (۴) طالب خلافت نہ تھے بلکہ طالب قاتلین حضرت عثمان تھے۔ انھیں وجوہ سے ان حضرات نے معاویہ کی اس خطا کو خطاء اجتہادی مانا ہے قبل اسکے کہ ہم ان وجوہ کے متعلق کچھ لکھیں یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کے فعل کی نوعیت پر رائے زنی سے قبل ہم کو اُسکی زندگی کے کل واقعات اور اُس کا تمام طرز عمل دیکھنا ضروری ہے بلا اسکے کوئی رائے صحیح قائم نہیں کیجا سکتی اسلیے اس امر کے فیصلہ کرنے میں کہ یہ فعل خطاء اجتہادی کہا جا سکتا ہے یا خطاء منکر صرف جنگ صفین ہی پر نظر ڈالنا کافی نہوگا بلکہ ہم کو جنگ صفین کے قبل اور بعد کے واقعات پر بھی ایک اجمالی نظر ڈالنا پڑے گی تاکہ ہم صحیح طور پر یہ تصفیہ کر سکیں کہ واقعی معاویہ کے اس فعل کی نوعیت کیا تھی اس غرض کے لیے مناسب تو یہ تھا کہ معاویہ کی تمام زندگی کے کارناموں کا ایک اجمالی تذکرہ کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جاتا مگر یہ بحث اس کتاب کے مقصد سے ایک حد تک علیحدہ ہے اس لیے ہم ایسے واقعات جو ہماری بحث کے لیے ضروری ہیں آگے چل کر اس سرخی کے تحت میں کہ بیعت منعقد ہوئی یا نہیں اور معاویہ طالب قاتلین حضرت عثمان تھے یا طالب خلافت درج کرینگے جس سے ناظرین خود اس بات کا اندازہ کر لیں گے کہ معاویہ کا یہ فعل کسی طرح سے خطاء اجتہادی ہو بھی سکتا ہے یا نہیں اب ہم اُن دلائل پر جو خطاء اجتہادی ہونے کی تائید میں پیش کیے جاتے ہیں ایک مختصر نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

(۱) معاویہ کو مثل اصحاب جمل دھوکہ ہونا۔ ایسے توہمات بوجہ عدم مطالعۂ کتب سیر و تواریخ پیدا ہو جایا کرتے ہیں جنگ جمل کو جنگ صفین کے ساتھ کوئی مشابہت کسی قسم کی نہ تھی اصحاب جمل اور اصحاب صفین کے اغراض اس حد تک علیحدہ اور ممیز تھے جیسے روز روشن اور شب تار اصحاب جمل کی غرض اور معاویہ کی غرض میں زمین و آسمان کا فرق تھا اصحاب جمل میں سے کوئی شخص مدعی خلافت نہ تھا اسی بنا پر

علمائے نے اصحاب جمل کو باغی قرار دینے میں تامل کیا ہے اور باغی اول معاویہ کو قرار دیا ہے (شرح مقاصد علامہ سعد الدین تفتازانی) اصحاب جمل میں سے کسی نے بالارادہ جناب امیر سے جنگ نہیں کی بلکہ جب سبائیوں کی فتنہ پردازی سے جنگ شروع ہوگئی تو فریقین کو مجبوراً مدافعت کرنا پڑی (شرح مقاصد) حضرت عائشہ کا قصد صلح کرانے کا تھا مجبوراً لڑائی میں پھنس گئیں اصحاب جمل میں سے کسی کا مقصد انتزاع خلافت نہ تھا اور نہ کوئی جناب امیر کی مخالفت پر قتل ہوا حضرت زبیر کو جب جناب امیر نے حدیث سنائی تو وہ نادم ہوکر جنگ سے واپس گئے حضرت طلحہ بھی لڑائی سے علیحدہ ہوکر واپس جارہے تھے جب مروان ابن الحکم نے تیر مار کر انھیں شہید کیا انھوں نے انتقال کے وقت تجدید بیعت جناب امیر کے ایک لشکری کے ہاتھ پر کی حضرت عائشہ کی ندامت کتب سیر و تواریخ میں موجود ہے انھیں وجوہ سے علمانے اصحاب جمل کی خطا کو خطاء اجتہادی مانا ہے کیا معاویہ کے متعلق بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُن کا ارادہ جنگ کا نہ تھا یا وہ جناب امیر سے خلافت جبراً چھین لینے پر آمادہ نہیں تھے جب معاویہ کی نیت اور غرض اور اصحاب جمل کی نیت اور غرض میں بیّن فرق موجود ہے تو پھر جنگ صفین کو جنگ جمل سے مشابہت دینا اور معاویہ کو مثل اصحاب جمل معذور ماننا صریح زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔

(۲) معاویہ مجتہد تھے اُن سے خطاء اجتہادی سرزد ہوئی یہ شبہہ ہوا کہ بیعت منعقد نہیں ہوئی۔ قبل اس کے کہ ہم اس کے متعلق کچھ لکھیں کہ معاویہ مجتہد تھے یا نہیں اور انھوں نے خطاء اجتہادی کی یا خطاء منکر ہیں اس بات کو پہلے سمجھ لینا چاہیے کہ خلافت کسکو کہتے ہیں اسکا اہل کون شخص ہوتا ہے اور اُسکا انعقاد کس طریقہ پر ہوتا ہے۔ امتداد زمانہ سے لفظ خلافت کا مفہوم بھی اب بہت کچھ بدل گیا ہے اور وہ مفہوم جو اس لفظ کا آنحضرت اور خلفاء کے زمانہ میں تھا اب بہ شکل باقی رہگیا ہے مگر ہمکو چونکہ اُسی مفہوم سے مطلب ہے جو آنحضرت کے زمانہ میں تھا اسلیے ہم اپنی بحث میں اسی مطلب اور

مفہوم کو پیش نظر رکھنے کے مجاز ہیں خلافت کے لغوی معنی جانشینی اور کسی کی جگہ پر
اسکے بعد بیٹھنے کے ہیں یہ لفظ خود اپنے مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے کہ وہ ایک اصل کا سایہ اور
ایک آئینہ کا عکس اور ایک حقیقی منصب کی قائم مقامی ہے اسی کو کبھی امام کے لفظ سے بھی
تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ دونوں لفظ خلیفہ اور امام ایک شخص کی دو مختلف حیثیتوں
کو ظاہر کر سکتے ہیں اپنے پیغمبر کے نائب اور قائم مقام ہونے کے لحاظ سے وہ خلیفہ اور
اپنے زمانہ کے پیروؤں کے لحاظ سے وہ امام اور پیشوا ہے اسی بنا پر درحقیقت خلافت
پیغمبر کی قائم مقامی اور اسکے بعد اسکی پیشوائی ہے آنحضرت کے اس ارشاد سے بھی
کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیا اور پیغمبر سیاست کرتے تھے اور ایک پیغمبر کے بعد دوسرا
پیغمبر پیدا ہوتا تھا لیکن اب پیغمبری ختم ہو گئی تم میں خلفا ہوں گے یہی واضح ہوتا ہے کہ خلافت
پیغمبری کی نیابت اور قائم مقامی ہے اسی لیے خلیفہ میں دو حیثیتوں کا پایا جانا لابدی ہے
(۱) ظاہری حیثیت میں اس میں سیاسی و انتظامی استعداد و صلاحیت ہو (۲) اور
اس سے بہت زیادہ اسکا باطن درست اور مصفا ہو یعنی یہ دیکھنا پڑیگا کہ آنحضرت کی
صحبت کا اثر کتنا گہرا اور دیرپا پڑا ہے اور اسکی روحانی علمی عملی و اخلاقی فضائل
ومناقب کیا ہیں آنحضرت نے جن لوگوں میں ان دونوں حیثیتوں کا مکمل نمونہ دیکھا
ارشارات وارشادات کے ذریعے سے ان کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کیا زمانہ کے
انقلاب اور حالات کے تغیر نے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اس لفظ کے مفہوم اور معیار
کو بھی بدل دیا آنحضرت نے ظاہری صفات کے ساتھ مخصوص روحانی فضائل اور
کمالات کو بھی ملاحظہ فرما لیا تھا اور انھیں فضائل و کمالات کے لحاظ سے قرآن
و احادیث میں ایسے مخصوص اور صریح ارشادات و اشارات پائے جاتے ہیں کہ
جن سے خلافت حقیقی کے مستحق کو پہچاننا بالکل آسان ہے اہلیت خلافت کے لیے جن مخصوص
شرائط کی ضرورت ہے وہ حسب ذیل ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل بالغ ہونا (۳) مرد

ہونا (۴) متکلم وسمیع وبصیر ہونا (۶) شجاع ہونا (۷) عدل ہونا (۸) مجتہد ہونا (۹) قریشی ہونا (۱۰) مہاجرین اولین وحاضرین حدیبیہ وحاضرین نزول سورہ نور وحاضرین بدر وتبوک و دیگر مشاہد عظیمہ ہونا (۱۱) مبشر بالجنۃ ہونا یعنی آنحضرتؐ نے اپنی زبان مبارک سے اس شخص کا نام لیکر بغیر کسی تعلیق کے اور شرط کے فرمایا ہو کہ فلاں شخص اہل بہشت سے ہے (۱۲) امت کے اعلیٰ طبقہ سے ہونا یعنی صدیقین وشہداء وصالحین میں سے ہونا (۱۳) آنحضرتؐ کا اُسکے ساتھ قولاً وفعلاً وہ برتاؤ کرنا جیسے بادشاہ اپنے ولیعہد کے ساتھ کرتا ہے (۱۴) خداوند نے جو وعدے رسولؐ سے کیے ہوں اُن کا خلیفہ کی ذات سے پورا ہونا (۱۵) اُس شخص کے قول کا دین میں حجت ہونا (۱۶) اُس شخص کا اپنے عہد میں تمام امت سے افضل ہونا یہ امر مسلمہ ہے کہ جناب امیر میں یہ سب شرائط بدرجۂ اتم موجود تھے (ازالۃ الخفا) اور اس لیے آپ کے مستحق خلافت ہونے میں معاویہ یا اور کسی شخص کو کوئی گنجائش شک وشبہہ کی نہ تھی آیات قرآنی واحادیث صحیحہ صاف وواضح طور سے یہ امر ظاہر کر چکی تھیں کہ خلافت کن حضرات میں ہوگی مثلاً ہم دو آتیں یہاں پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین کو سہولت ہو (۱) وعد اللہ الذین امنوا منکم الخ (سورہ نور پارہ ۱۸) (۲) ان اللہ یدافع عن الذین امنوا الخ (سورہ حج پارہ ۱۷) نزول آیات کلام اللہ کوئی پوشیدہ امر نہ تھا کہ جسکا علم معاویہ کو نہ ہوا ہو نہ یہ کہا سکتا ہے کہ شاید یہ آیات اُنکی نظر سے گذری ہوں یا انھوں نے نہ سنی ہوں اس لیے ہم کو یہ ماننا پڑے گا کہ ضرور معاویہ کما حقہ اس امر سے واقف تھے کہ خلافت حسب ارشاد جناب باری کن لوگوں میں ہوگی اس لیے اگر انعقاد بیعت نہ بھی ہوتا تب بھی اگر جناب امیر اپنی خلافت کا اعلان فرماتے اور کوئی دوسرا شخص کہ جس پہ اطلاق ان آیات کا ہوسکے مدعی خلافت نہ ہوتا تو ایسی صورت میں بھی معاویہ کو ان آیات کے موافق جناب امیر کو خلیفہ برحق تسلیم کرنا چاہیے تھا اس لیے کہ وعدۂ باری تعالیٰ کو حق سمجھنا ہر مسلمان کا فرض اور ایمان ہے چونکہ جناب امیر کی خلافت نص صریح

اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لیے اُس کے انعقاد پر کسی ظاہری دلیل دینے کی
چنداں ضرورت نہ تھی مگر اُن حضرات کی تسکین خاطر کے لیے جو معاویہ کو اپنی امکانی کوشش
سے شک کا فائدہ پہونچانا چاہتے ہیں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ انعقاد بیعت پر بھی ہم
اجمالی نظر ڈالتے چلیں انعقاد بیعت کے چار طریقہ ہیں (۱) اہل حل وعقد کا بیعت کرنا، انعقاد
خلافت کے لیے صرف انھیں اہل حل وعقد کا بیعت کر لینا کافی ہے جو بہ آسانی موجود ہو سکیں
تمام بلاد اسلامیہ کے اہل حل وعقد کا متفق ہونا شرط نہیں (ازالۃ الخفا) اہل حل وعقد سے مراد
مہاجرین وانصار تھے (۲) استخلاف یعنی خلیفۂ عادل کا کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنا دینا جو
خلافت کا اہل ہو اور شرائط خلافت کا جامع (۳) شوری یعنی خلیفہ جامعین شرائط خلافت
کی ایک جماعت پر مسئلہ خلافت کو منحصر کر دے کہ انہیں سے کوئی منتخب کر لیا جائے (۴) استیلاء
یعنی غلبہ جناب امیر کی خلافت کا انعقاد پہلے طریقہ پر ہوا آپ نے مہاجرین اور انصار کے
شدید اصرار پر بار خلافت اپنے ذمہ لینا قبول فرمایا تھا چنانچہ حضرت عثمان کی شہادت
کے تیسرے روز آپ کے دست اقدس پر اکابر مہاجرین وانصار نے بیعت کی (ابن اثیر)
بعض حضرات اس طرف بھی گئے ہیں کہ جناب امیر کی خلافت اول طریقہ سے ثابت ہونے کے
علاوہ تیسرے طریقہ یعنی شوری سے بھی ثابت ہے اور اسکی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ
حضرت عمر فاروق نے اپنے وصال سے قبل اس امر کا اظہار فرمایا تھا کہ وہ جناب امیر کو خلیفہ
کرنا چاہتے ہیں (شمس التواریخ والفاروق وکنز العمال) مگر بعد ازاں مشورہ میں یہ قرار پایا کہ
حضرت عثمان اور جناب امیر میں سے ایک شخص خلیفہ ہو پہلے حضرت عثمان خلیفہ ہوئے
اور جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو جناب امیر خلیفہ ہو گئے آپ کی خلافت کا انعقاد خواہ
پہلے طریقہ پر ہوا ہو یا تیسرے طریقہ پر یہ امر بہر نوع ثابت ہے کہ انعقاد بیعت ہوا اب ہم کو
اس شبہہ کے دوسرے جزء پر بھی ایک نظر ڈال لینا چاہیے وہ یہ کہ معاویہ مجتہد تھا اور
اُن سے خطاء اجتہادی واقع ہوئی - یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ کل صحابہ مجتہد نہ تھے لآیات بینات

شرح جمع الجوامع از علامہ شہاب الدین قاسم) معاویہ پر لفظ مجتہد کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں اسکو مجتہد کی تعریف بخوبی واضح کردے گی مجتہد اس شخص کو کہتے ہیں جو احکام فقہیہ کو کما حقہ جانتا ہو مع اُن کے دلائل تفصیلی یعنی کتاب و سنت اجماع و قیاس کے اور ہر حکم کو اسکی علت کے ساتھ مرتبط جانتا ہو اور اُسکے علت کا ظن قوی رکھتا ہو یعنی قرآن پاک کی قرأت و تفسیر و احادیث کا علم معہ اُن کی سند و رواۃ و معرفت صحیح و ضعیف کی اُسے حاصل ہو (ازالۃ الخفا) قبل اس کے کہ ہم اس پر کچھ لکھیں کہ معاویہ اس تعریف میں آتے ہیں یا نہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ خطاء اجتہادی کس کو کہتے ہیں۔ خطاء اجتہادی صرف اُس خطا کو کہتے ہیں جس میں مجتہد مستقل کسی امر متنازعہ فیہ میں کلام الٰہی اور حدیث نبوی میں بلا شائبہ نفسانیت پورے طور پر غور و خوض کے بعد تمام مالہ و ماعلیہ کی تحقیقات کر کے نیک نیتی سے کوئی رائے قائم کرے اگر وہ رائے غلط ہوتی ہے تو مجتہد کی خطا کو خطاء اجتہادی کہتے ہیں اوپر کی عبارت سے خطاء اجتہادی کے لیے حسب ذیل باتوں کی ضرورت معلوم ہوتی ہے (١) غلطی کرنے والا مجتہد ہو (٢) رائے قائم کرنے میں شائبہ نفسانیت نہ ہو (٣) یہ رائے کلام الٰہی اور حدیث نبوی سے ماخوذ ہو خطاء اجتہادی کے لیے یہ تینوں چیزیں لازمی ہیں صرف ایک جز کی موجودگی سے ہر خطا خطاء اجتہادی نہیں ہو سکتی خطاء اجتہادی جب ہی ہو گی جب تینوں جز موجود ہوں۔ خطاے اجتہادی کی تعریف پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد حقیقتاً اسکی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ یہ طے کیا جائے کہ معاویہ مجتہد تھے یا نہیں اس لیے کہ اگر معاویہ کا یہ فعل خطاء اجتہادی میں آتا ہی نہ ہو تو پھر اُن کے مجتہد ماننے یا نہ ماننے سے بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا معاویہ کا یہ فعل کہ انھوں نے جناب امیر کے خلاف بغاوت کی اس لیے خطاء اجتہادی نہیں ہو سکتا کہ ان کے اس فعل میں کم از کم خطاء اجتہادی کی تعریف میں جزو دوم اور سوم کا کہیں وجود معلوم نہیں ہوتا یا لہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ جناب امیر کی خلافت نص قرانی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لیے معاویہ کا جناب امیر کے مقابلہ پر آنا کلام الٰہی اور حدیث نبوی سے ماخوذ نہیں ہو سکتا جز سوم کا جواب نفی

میں دینے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شائبہ نفسانیت موجود تھا ہماری اس رائے کی تائید جنگ صفین کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حسب عبداللہ ابن عمر ابن العاص سے اور معاویہ سے حضرت عمار ابن یاسر کی شہادت کے بعد ان احادیث پر گفتگو ہوئی جن میں آنحضرتؐ نے یہ فرمایا تھا کہ اے عمار تمھیں گروہ باغی قتل کریگا تم ان کو جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمھیں دوزخ کی طرف تو معاویہ نے اس کی تاویل یہ کی کہ گروہ باغی کے الفاظ کا اطلاق جناب امیر اور اُنکے ساتھیوں پر ہوتا ہے اس لیے کہ اُن کے نزدیک قاتل حضرت عمار ابن یاسر وہ گروہ کہا جائیگا جو اُنھیں جنگ کے لیے لایا اور جسکی طرف سے وہ جنگ کرتے تھے نہ کہ وہ گروہ جس نے انکو قتل کیا معاویہ کی یہ تاویل اگر صحیح مان لیجائے تو پھر قاتل حضرت حمزہ وحشی قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ نعوذ باللہ من ذلک قاتل حضرت حمزہ خود آنحضرتؐ اور اُنکے اصحاب قرار پائینگے جنکی طرف سے حضرت حمزہ جنگ کرتے تھے معاویہ کے اس تاویل کو بھی انکے معرف مجتہدانہ فعل کہنے پر آمادہ و مستعد ہوں تو ہوں مگر کسی اور ذی عقل اور صاحب فہم و ادراک سے یہ امید رکھنا کہ وہ ملوک پرستی کے جذبہ سے متاثر ہو کر انھیں کی طرح دن کو رات اور رات کو دن کہنے لگیگا اور اس شعر پر عامل ہونے کو تیار ہوگا ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

ایک بالکل خلاف عقل اور غیر ممکن شے ہے معاویہ کو مجتہد ماننے کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں اُن کے اجتہاد کا دعوی کرنا ویسا ہی ہے جیسے ابن حزم کا ابن ملجم اشقی الآخرین کو قتل جناب امیر میں مجتہد قرار دینا (تلخیص از حافظ ابن حجر) جب نوبت فضول گوئی اور ہذیان کی آجائے تو پھر جس شخص کو چاہے مجتہد قرار دے لے یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کی تاویلات سے دنیا کے معیوب ترین افعال کے لیے بھی عذرات لا یعنی پیدا کیے جاسکتے ہیں ہمارے نزدیک شبۂ وہم کا جواب دیہر کی عبارت سے بخوبی ہوجاتا ہے اگر اسپر بھی معاویہ کے معرفین انھیں مجتہد قرار دینے پر مصر ہوں تو ہم معاویہ کی زندگی کے صرف چند واقعات یاد دلاکر

اس مبحث کو ختم کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

(۱) جناب امیر و اہلبیت اطہار پر سب و شتم کا رواج دینا (ابو الفدا و عقد الفرید و مستطرف و حلی لایام و تمدن اسلام و تاریخ الامت وغیرہ)

(۲) حضرت امام حسن کو زہر دلوانا اور اس پر اظہار خوشنودی کرنا (استیعاب و مروج الذہب و تاریخ الخمیس و عیون الانباء و حیوۃ الحیوان و ابن خلکان و روضۃ الصفا و طبری و شعبی و طبقات ابن سعد و تاریخ ابو الحسن مدائنی و تذکرۃ خواص)

(۳) حجر ابن عدی کو شہید کر ڈالنا (طبری و ابو الفدا و روضۃ الصفا و تاریخ الامت وغیرہ)

(۴) عبد الرحمٰن ابن خالد و مالک ابن اشتر کو زہر دلوانا (عیون الانباء و روضۃ الصفا و تذکرۃ الکرام و خلفاے راشدین مصنفہ مولوی شاہ معین الدین ندوی وغیرہ)

(۵) ایک شرابی اور فاسق کو اپنی جگہ پر مسلمانوں کا حکمراں بنانا (تاریخ الخلفا و روضۃ الصفا)

(۶) مسلمانوں پر کھانا اور پانی بند کرنا وغیرہ (روضۃ الصفا و ارجح المطالب وغیرہا من التاریخ والمناقب)

کیا یہ افعال بھی مجتہدانہ افعال کہے جا سکتے ہیں اور اُن پر بھی خطاء اجتہادی ہی کا لفظ چیاں کیا جائے گا خود معاویہ کا یہ فعل کہ وہ جناب امیر سے طالب قاتلین حضرت عثمان تھے اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ معاویہ جناب امیر کو خلیفہ برحق سمجھتے تھے ورنہ بجاے جناب امیر کے انھوں نے کسی اور سے یہ مطالبہ کیوں نہ کیا اُس شخص کی خلافت منعقد نہ ہونے کا قائل ہونا اور پھر اُسی شخص سے بحیثیت خلیفہ طالب قاتلین حضرت عثمان ہونا صریحی نفسانیت نہیں تو اور کیا ہے ممکن ہے کہ اس صورت کے لیے بھی کوئی بڑا اور شاندار لفظ وضع کر لیا جائے یا کوئی اور لغو تاویل پیش کیجاے۔

(۳) خود صحابی تھے اور صحابہ اُن کے ساتھ تھے۔ یہ امر واقعی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف اعلیٰ مدارج تعظیم و کثرت ثواب کا مجوّز اور نیکیوں کی زیادتی کا سبب ہے کوئی شرف خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اُس حد کو نہیں پہونچتا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی جلیل القدر کیوں نہ ہو علاوہ انبیا علیہم السلام کے

معصوم نہیں البتہ وہ عظیم الشان صحابہ کبار جنکے فضائل و مناقب تواتر کی حد کو پہونچ چکے ہیں محفوظ عن الخطا سمجھے جائیں گے اس امر میں کہ اکابر صحابہ کون ہیں اور کتنے ہیں علما نے یہ لکھا ہے کہ جو لوگ صلح حدیبیہ تک اسلام سے مشرف ہوے وہ ہر طرح سے افضل و اعلیٰ ہیں اسکے بعد کوئی ایسا شہرہ نہیں جو معیار فضل و صداقت سمجھا جائے کیونکہ بعد صلح حدیبیہ اکثر منافق بھی اسلام میں شریک ہو گئے تھے (سر الجلیل مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی) معاویہ کا جو پایہ اسلام میں تھا وہ تاریخ وسیر کے مطالعے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے انکا شمار مؤلفۃ القلوب میں تھا (استیعاب واسد الغابہ و اصابہ و جامع الاصول و ابو الفدا و تاریخ الخلفا و روضۃ الاحباب و روضۃ الصفا و تاریخ الامت و تمدن اسلام) غزوہ حنین کے بعد جب آنحضرت نے تقسیم غنیمت فرمائی تو انصار کی شکایت پر صاف الفاظ میں اس امر کو ظاہر فرما دیا تھا کہ مؤلفۃ القلوب کا رتبہ ایمانی کیا ہے (صحیح بخاری) لفظ صحابی کا اطلاق کس شخص پر ہو سکتا ہے اسکے متعلق بھی اقوال مختلف ہیں واقعی تعریف صحابی کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس نے ایک مدت تک آنحضرت کا شرف صحبت بغرض حصول علم و عمل حاصل کیا ہو وہ صحابی کہلانیکا مستحق ہوگا۔ علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ ابو الحسین نے معتمد میں کہا ہے کہ "صحابی وہ ہے جس نے بطریق اتباع آپکی طویل صحبت اٹھائی ہو اور آپ سے علم و عمل حاصل کیا ہو جنھوں نے اسکے بغیر آپکی طویل یا غیر طویل صحبت اٹھائی وہ صحابی نہیں"۔ ظاہر ہے کہ اس تعریف کے مطابق مؤلفۃ القلوب کا شمار صحابہ میں ہونا بھی ممکن نہیں اس لیے کہ انکے اسلام قبول کرنے ہی میں سب سے ضروری جز صدق پایا نہیں جاتا اسمیں شک نہیں کہ صحیح تعریف صحابی کی یہی ماننا پڑے گی اسلیے کہ اگر صحابی کی یہ تعریف مانی جائے کہ جس نے آنحضرت کو دیکھا اور ایمان لایا وہ صحابی ہے تو پھر اس تعریف میں بہت سے ایسے لوگ بھی آجائیں گے جنکے افعال بیشتر نفسانیت پر مبنی تھے اور جن میں شائبہ حقانیت بالکل معدوم تھا۔ گروہ صحابہ کی وقعت اور عزت غیر اقوام مورخین کے سامنے بھی قائم رکھنے کے لیے لفظ صحابی کی وہی تعریف ماننا پڑے گی جو صاحب فتح المغیث نے لکھی ہے خود آنحضرت

کا حضرت خالد ابن الولید سے حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے معاملہ میں یہ ارشاد فرمانا کہ تم میرے صحابہ کی برابری نہیں کر سکتے صاف ظاہر کرتا ہے کہ علامہ سخاوی نے جو تعریف صحابی کی لکھی ہے وہی تعریف صحیح ہے۔ خود یہ دلیل کہ معاویہ صحابی تھے واقعی کوئی دلیل انکی برات کی نہیں ہو سکتی اسکا صرف مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی دلیل انکی برارت کی موجود نہیں مذہبی نقطہ نظر سے کسی کو ساکت کرنا کوئی دلیل نہیں ہوا کرتی اور نہ ایسے دلائل کی کمزوری صاحبان نظر سے مخفی رکھی جا سکتی ہے اگر بحث کے لیے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ معاویہ کا شمار باوجود مؤلفۃ القلوب میں ہونے کے صحابہ میں تھا تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا ہم اسے اوپر لکھ چکے ہیں کہ علاوہ انبیا علیہم السلام کے اور کوئی شخص معصوم نہیں اور کل صحابہ کو خطا سے محفوظ سمجھنا بدیہیات اور سلف صالحین کے معتقدات کے خلاف بھی ہے مسطح ابن اثاثہ حسان ابن ثابت کا واقعہ افک میں حضرت عائشہ کے قذف میں شریک ہونا۔ حاطب ابن ابی بلتعہ کا آنحضرت کا راز افشا کرنا ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط و ابو محجن کا شراب پینا۔ ماعز ابن مالک اسلمی نے زنا واقع ہونا۔ اشعث ابن قیس کندی کا منع زکوۃ کرنا ایسے واقعات ہیں کہ جن سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ تمام صحابہ محفوظ عن الخطا نہیں تھے جب بعض صحابہ کا یہ حال تھا تو پھر کون ایسی وجہ ہو سکتی ہے جس سے معاویہ خلیفہ برحق سے بغاوت کرنے میں معذور یا مخطی ماجور متصور کیے جائیں اور ان کے اس فعل کو معصیت قرار دینے میں کیا قباحت لازم آتی ہے۔

(۴) طالب خلافت نہ تھے بلکہ طالب قاتلین حضرت عثمان تھے۔ یہ دلیل صرف اس لیے پیش کیجاتی ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں مشابہت پیدا ہو جائے تاکہ جو دلائل برائت اصحاب جمل کے لیے پیش کیے جاتے ہیں اُن کا اطلاق معاویہ پر ہو سکے ہم اس سے پہلے اس بات کو دکھلا چکے ہیں کہ جنگ جمل و جنگ صفین میں ادنی سی مشابہت بھی نہیں اب ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ یہ امر کسی طرح پایۂ ثبوت کو پہونچ سکتا ہے یا نہیں کہ معاویہ نے یہ جنگ قاتلین حضرت

عثمان سے قصاص طلب کرنے کے لیے کی اسکا تصفیہ کرنے کے لیے ہم کو اسکی ضرورت پڑیگی
کہ واقعات قبل از جنگ اور بعد از جنگ کو بھی دیکھیں پس یہ یاد رکھنا چاہیے کہ معاویہ اُس شخص
کے خون کا قصاص مانگتے تھے جسکی زندگی میں بھی وہ طالب خلافت تھے شمس التواریخ) اور جس نے
زمانۂ محاصرہ میں بھی اُن سے مدد طلب کی تھی اور انھوں نے مدد دینے سے گریز کیا تھا۔ (روضۃ الصفا)
دوران جنگ میں جب عمر ابن العاص نے اپنی حکمت عملی سے کلام اللہ کو نیزوں پر بلند کرایا اور
لڑائی بند ہوگئی اور تقرر حکمین کی نوبت آئی تو جو امر تصفیہ کے لیے حکمین سے متعلق کیا گیا وہ یہ
نہ تھا کہ قاتلین حضرت عثمان کون لوگ ہیں بلکہ تصفیہ طلب امر یہ قرار دیا گیا تھا کہ مستحق خلافت
کون شخص ہے اگر معاویہ طالب خلافت نہ تھے صرف طالب قصاص تھے تو عمر ابن العاص
کو تصفیۂ خلافت کے لیے مقرر کرنے کے کیا معنی ہوں گے اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ بھی فرض کیا
جائے کہ واقعی تقرر ابن العاص اسی غایت سے تھا مگر خود عمر ابن العاص نے اس معاملہ کو خلافت
کا معاملہ بنا دیا تو کیا معاویہ نے جب عمر ابن العاص نے فیصلہ دربارۂ خلافت کیا کوئی تہدید
عمر ابن العاص کو کی اسکے متعلق تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ اہل شام کو جناب امیر سے بدظن کرنے
کے لیے معاویہ نے عمر ابن العاص کے مشورہ سے شام کے مختلف حصوں میں باجرت آدمی
متعین کیے کہ جنکا کام صرف یہ تھا کہ اس افواہ کو شہرت دیں کہ جناب امیر شہادت حضرت عثمان میں
شریک تھے (روضۃ الصفا) اور جب فیصلہ حکمین کے بعد عمر ابن العاص کی واپسی ہوئی تو معاویہ
نے اُن سے بمعاوضۂ حکومت مصر اپنی بیعت لی۔ تقرر حکمین اور اُنکے فیصلہ کے بعد معاویہ
کو مملکت شام پر تمام وکمال غلبہ و تصرف حاصل ہو چکا تھا کیا انھوں نے کوئی کوشش
قاتلان حضرت عثمان کو تلاش کرنے اور اُن کو سزا دینے کی کی حضرت امام حسن کے خلافت
سے دستکش ہو جانے کے بعد معاویہ کو کل ممالک اسلامی پر شاہانہ اقتدار حاصل ہو گیا تھا
کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے بھی یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے بعد معاویہ نے جستجوے قاتلین
حضرت عثمان کی یا کسی شخص کو جس پر شبہہ رہا ہو کوئی سزا دی تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ جنگ

صفین کے بعد معاویہ شاید یہ بھی بھول گئے تھے کہ حضرت عثمان کوئی شخص تھے یا نہیں اور ان کو لوگوں نے شہید بھی کیا تھا یا نہیں اگر معاویہ کی مراد جنگ صفین سے طلب قصاص ہوئی تو وہ اپنے زمانہ حکومت میں ضرور امکانی کوشش قاتلین کو سزا دینے کی کرتے حضرت عثمان کی شہادت سے معاویہ کی امارت تک چھ برس سے زائد کا زمانہ نہیں گزرا تھا یہ سمجھنا کہ اس مدت میں قاتلین حضرت عثمان سب ختم ہو چکے تھے صریحی زیادتی ہے جسکا کوئی ثبوت موجود نہیں جنگ صفین کو یہ کہکر ٹالدینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ بنا رطلب قصاص تھی مگر جو کوشش معاویہ نے جناب امیر کے مقبوضہ ممالک میں دست اندازی کی کیا وہ بھی طلب قصاص پر کسی طرح مبنی کہی جاتی ہے (ابو الفداء) ممالک محروسہ خلافت میں بدامنی پھیلانا بیت المال پر دست اندازی لوگوں سے قبل جنگ صفین اپنی بیعت لینا۔ بادشاہ روم سے جناب امیر سے لڑنے کے لیئے صلح کرنا (مسعودی) کیا یہ سب امور بھی قصاص کی حد میں تھے ممالک محروسہ خلافت کی بدامنی یا بیت المال پر دست درازی کو یہ کہنا کہ یہ بھی اسی قصاص کے حیلہ کے تحت میں آسکتے ہیں آفتاب پر خاک ڈالنے سے کم نہیں صرف جنگ صفین کے متعلق صفائی پیش کرنے کی کوشش سے معاویہ کا دامن پاک نہیں ہو سکتا واقعات بدیہی ثبوت اس امر کا پیش کر رہے ہیں کہ جنگ صفین کی تہ میں خواہش حکومت و امارت مخفی تھی اور اس قدر مسلمانوں کا خون معاویہ نے محض حکومت حاصل کرنے کی خواہش میں کرایا تھا تاریخ صاف اس امر کا ثبوت دے رہی ہے کہ معاویہ کے اس فعل میں اگر کوئی جذبہ پنہاں تھا تو وہ خواہش حکومت تھی اب یہ بات دوسری ہے کہ ہم آنکھ بند کرلیں اور بالقصد نابینا بنکر دن کو رات کہنے لگیں۔ معاویہ اسے اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اُن کو جناب امیر کے مقابلہ میں کسی طرح حق خلافت نہیں پہونچتا وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ اگر یہ بنا حصول خلافت انھوں نے اعلان جنگ کیا تو باستثنار اُن کے رشتہ دار دل یا اور چند اہل غرض کے کوئی

اُنکا شریک نہ ہوگا اور اُنھیں منھ کی کھانا پڑیگی اسلیے یہ اُنکی حکمت عملی تھی کہ انھوں نے
اپنی خواہش حکومت کو طلب قصاص کے پردہ میں عوام کے سامنے ظاہر کیا حضرت
عثمان کی شہادت کی یاد دلوں میں تازہ تھی قلوب اس سے متاثر تھے پولیٹکل آدمی ہونے
کے معنی بھی یہ تھے کہ جناب امیر کو قتل حضرت عثمان کا اتہام لگا یا جائے اور عوام کے اس
تاثر کو اپنی ناجائز خواہش کے حصول کا زردبان بنایا جائے ہماری اس رائے کی تائید
خود معاویہ کی اُس گفتگو سے ہوتی ہے جو معاویہ اور حضرت عائشہ بنت حضرت
عثمان سے مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ عقد الفرید میں ہے کہ جب حضرت امام حسن
علیہ السّلام خلافت سے دستکش ہو گئے۔ تو معاویہ نے حضرت
عثمان کا ذکر چھوڑ دیا اُس کے بعد مدینہ طیبہ گئے حضرت عائشہ بنت حضرت عثمان سے
ملاقات ہوئی تو حضرت عائشہ نے کہا کہ تم نے اپنے میرے باپ کا بدلہ لینے کا خیال
چھوڑ دیا حکومت حاصل ہوتے ہی اپنی زبان بند کر لی معاویہ نے جواب دیا کہ لوگوں نے
میری طاعت کر لی میں نے امن دیا اسوقت تم یہ غنیمت جانو کہ امیر المومنین حضرت عثمان
کی بیٹی اور امیر المومنین معاویہ کی بھتیجی کہلاتی ہو اگر میں تمھاری خاطر سے طلب قصاص کے
لیے معاملات بدلوں اور معاملہ دگرگوں ہو کر حکومت میرے ہاتھ سے نکل جائے تو اُس وقت
تم معمولی عورت رہجاؤ گی جو خطبہ معاویہ نے مدینہ طیبہ میں دیا تھا وہ بھی ہمارے
اس استدلال کا موید ہے دمیں دنیا کی طرف مائل ہوا وہ میری طرف جھک پڑی میں اُس کا
بیٹا ہوں اور وہ میری ماں (عقد الفرید) معاویہ کے تمام افعال خواہ وہ بعد جنگ صفین
ہوں یا قبل جنگ صفین صرف ایک ہی اصول کے ماتحت سمجھ میں آسکتے
ہیں کہ وہ ایک پولیٹکل آدمی تھے اور اپنے مقاصد کے حصول میں اُنھوں نے
کبھی کسی امر کو مانع و حارج نہیں ہونے دیا اور جس امر اور جس شخص کو وہ
اپنے خواہش حکومت میں خار راہ سمجھے اُسکو انھوں نے ناجائز طریقہ سے ہٹا دینے کی

کوشش کی تھی ہم چند واقعات قبل از جنگ اور بعد از جنگ کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین خود اس بات کا اندازہ کرلیں کہ یہ افعال کس حد تک مجتہد اور صحابی رسول کی شان سے گرے ہوئے ہیں اور کہاں تک ایک پولیٹیکل آدمی کے شایان شان ہیں۔

(۱) حضرت عثمان کی مدد سے بالقصد اجتناب کرنا (روضۃ الصفا)

(۲) جنگ جمل میں جو حضرت عثمان کے قاتلین سے قصاص کے طلب پر مبنی تھی کوئی حصہ نہ لینا اور اس بات کا منتظر رہنا کہ فریقین جنگ جمل اتنے کمزور ہو جائیں کہ معاویہ کے مقابلہ کے قابل نہ رہ جائیں۔

(۳) قیس ابن سعد کو اغوا کرنا اور انہیں ناکامیاب رہنے پر انکے متعلق جھوٹی خبروں کو مشتہر کرنا تاکہ معاویہ کو مصر میں جناب امیر کو متہم کرنیکا موقع مل جائے (ابوالفدا و روضۃ الصفا و تاریخ الامت و خلفاے راشدین)

(۴) عمر ابن العاص کے مشورہ سے آدمیوں کو اجرت دیکر اس کام کے لیے مقرر کرنا کہ وہ شام کے ہر حصہ میں جناب امیر پر حضرت عثمان کے قتل کا اتہام رکھیں (روضۃ الصفا)

(۵) مسلمانوں پر کھانا اور پانی بند کرنے کا انتظام کرنا (روضۃ الصفا)

(۶) اشعث ابن قیس کندی کو رشوت دینا کہ اگر معاویہ جنگ میں کمزور پڑیں تو وہ جناب امیر کو جنگ بند کرنے پر مجبور کرے (روضۃ الصفا)

(۷) تاویل جو معاویہ نے حضرت عمار ابن یاسر کی شہادت کے بعد ان کے قاتل کے متعلق کی (روضۃ الاحباب روضۃ الصفا وغیرہ)۔

(۸) عبداللہ ابن عمر ابن العاص کو حدیث بیان کرنے سے منع کرنا اس لیے کہ وہ فضائل جناب امیر ذکر کرتے تھے اور حضرت عمار کے قتل پر صبر کی تلقین کرتے تھے اور جب لوگ ان سے معاویہ کے مظالم کی شکایت کرتے تو ان سے کہتے کہ صبر کرو (مسند امام احمد ابن حنبل جلد)

(۹) مالک ابن اشتر کو زہر دلوانا اور ان للہ جنودا من العسل کہنا (عیون الانبار و روضۃ الصفا و تذکرۃ الکرام و خلفاے راشدین)

(۱۰) مصر کے لوگوں کو جناب امیر کے خلاف ابھارنا اور مدد دینا (تاریخ الاست و ابن اثیر و اعثم کوفی)۔

(۱۱) حجر ابن عدی مستجاب الدعوات صحابی اور ان کے ہمراہیوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر اس بات پر کہ انھوں نے جناب امیر پر سب وشتم کرنے سے انکار کیا تھا قتل کرانا (ابو الفدا و روضۃ الصفا و تاریخ الاست) حجر ابن عدی مستجاب الدعوات تھے اور آنحضرتؐ کے افاضل اصحاب میں تھے معاویہ اور ان کے عمال کا معمول تھا کہ جناب امیر کو گالیاں دیتے تھے جب کبھی مغیرہ ابن شعبہ یا زیاد نے حجر ابن عدی کے سامنے جناب امیر کو گالیاں دیں اور لعن و طعن کیا انھوں اس کی تردید زیادنے ان کو مع تیرہ آدمیوں کے قید کر کے معاویہ کے پاس بھیجدیا جہاں وہ مع اپنے سات ہمراہیوں کے جنھوں نے جناب امیر پر سب وشتم سے انکار کیا بحکم معاویہ نہایت بے دردی سے شہید کر ڈالے گئے حضرت عائشہ نے حجر ابن عدی کی سفارش بھی کی تھی اور جب معاویہ اور حضرت عائشہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عائشہ نے معاویہ کو ان کے اس فعل پر ملامت بھی کی تھی (استیعاب و طبری وغیرہ)۔

(۱۲) عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید کو جو بوجہ اہل شام کے رجحان کے مانع خلافت یزید معلوم ہوتے تھے اپنے طبیب ابن آثال سے زہر دلوانا (ابو الفدا و روضۃ الصفا) عیون الانباء میں ابی سہیل سے مروی ہے کہ معاویہ نے جب یزید کی ولیعہدی کا ارادہ کیا تو اہل شام سے اس معاملہ میں مشورہ کیا لوگوں نے عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید کو اس منصب کے لیے قرار دیا معاویہ یہ سنکر خاموش ہو رہے اور کچھ دنوں کے بعد اپنے طبیب ابن آثال سے انھیں (عبد الرحمن) زہر دلوایا۔ ابو عبید القاسم بن

سلام نے اپنی کتاب الامثال میں اس واقعہ کی تصدیق کی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب معاویہ کو عبدالرحمن سے ڈر ہوا کہ خلقت میرے بعد انکو منتخب کرے گی تو انھوں نے عبدالرحمن کو اپنے طبیب سے زہر دلوا دیا جب عبدالرحمن کی وفات ہوگئی تو معاویہ نے یہ فقرہ کہا جو ضرب المثل ہوگیا لاجد الاما اقعص عنک من تکرہ یعنی جو مکروہ بات پیش آوے اُس کو اُسی جگہ ختم کردے سوائے اس کے کوئی کوشش نہیں۔

(۱۳۱) اس امر کا اعلان کرنا کہ ابن عمر۔ ابن ابوبکر۔ ابن زبیر نے یزید سے بیعت کرلی ہے تاکہ باشندگان مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ بلا کسی عذر کے یزید سے بیعت کرلیں۔

(تاریخ الخلفا)۔

(۱۴۰) حضرت امام حسن علیہ السلام کو جعدہ بنت اشعث ابن قیس کندی سے مروان کے ذریعہ سے زہر دلوانا اور اُنکی شہادت پر خوش ہوکر سجدہ شکر کرنا۔ استیعاب و

(ابو الفداء مروج الذہب و تاریخ ابن خلکان و عیون الاخبار و طبری و اعثم کوفی و روضۃ الصفا وغیرہ)

استیعاب میں ہے کہ حضرت امام حسن کو انکی بیوی جعدہ نے زہر دیا اسمیں معاویہ کی سازش تھی مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ قتادہ کا قول ہے کہ اُنکی بی بی جعدہ نے اُن کو زہر دیا اور اسمیں معاویہ کی سازش تھی اُنھوں نے پوشیدہ طور پر کہلا بھیجا تھا اگر تم کسی حیلہ سے امام حسن کو قتل کردو تو میں تم کو ایک لاکھ درہم دونگا اور یزید کے ساتھ تمھارا نکاح کردونگا جب حضرت امام نے وفات پائی تو معاویہ نے حسب عدہ ایک لاکھ درہم اُسکے پاس بھیجدیے اور کہلا بھیجا کہ میں یزید کی زندگی کا خواہاں ہوں ورنہ تیرا نکاح اُس سے کردیتا۔ محمد ابن جریر تاریخ طبری میں لکھتے ہیں کہ فضل ابن عباس کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس بطریق سفارت معاویہ کے پاس گئے ہوے تھے وہ ناقل ہیں کہ میں مسجد میں تھا معاویہ نے زور سے تکبیر کہی قصر خضرا کے آدمی بھی تکبیر کہنے لگے اُنکی آواز سنکر فاختہ بنت قرظہ بن عمر ابن نوفل ابن عبد مناف اپنی کھڑکی سے نکلیں اور کہنے لگیں کہ اے امیر

کون ایسی خبر تم کو ملی جس سے اسقدر خوش ہوئے معاویہ نے کہا حسن ابن علی کی موت سے
خوش ہوا فاختہ بنت قرظہ رونے لگیں اور کہنے لگیں افسوس ہے کہ مسلمانوں کے سردار
اور رسول اللہ کے نواسہ نے انتقال کیا معاویہ نے کہا خدا کی قسم وہ اسی کے اہل تھے
جو کچھ کہ میں نے کیا وہ ہرگز اسکے اہل نہ تھے کہ کوئی انپر روئے کچھ دیر کے بعد حضرت
ابن عباس معاویہ کے پاس گئے معاویہ نے کہا کہ اے ابن عباس تجھے معلوم ہوا کہ حسن
ابن علی نے انتقال کیا ابن عباس کہنے لگے کیا تم نے اسی لیے تکبیر کہی تھی معاویہ نے کہا ہاں
ابن عباس نے کہا واللہ اگر وہ مر گئے تو تم بھی باقی نہ رہو گے ہم لوگ مرنے کے بعد آنحضرت
کے پاس پہونچ جائیں گے اللہ تعالے ہمارے زخم کو بھریگا اور ہمارے آنسو پوچھ جائینگے
معاویہ کہنے لگے اے ابن عباس افسوس کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں نے تم کو گفتگو کے لیے تیار نہ پایا
ہو۔ علامہ ابن ابی اصیبعہ عیون الانبا فی طبقات الاطباء میں بضمن حال تمامہ ابن آثال طبیب
معاویہ لکھتے ہیں کہ "ابن آثال دمشق کا نصرانی طبیب معاویہ کا خلوت وجلوت کا جلیس تھا
اسی کے بنائے ہوئے زہروں سے معاویہ کے زمانہ حکومت میں اکابر مسلمین وامرا کی ایک
بڑی جماعت کی جانیں تلف ہوئیں تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت امام حسن نے معاویہ کے
زمانہ میں وفات پائی ان کو زہر دیا گیا معاویہ کے پاس کچھ چیزیں تھیں انکو خفیہ جعدہ بنت
اشعث زوجہ حضرت امام حسن کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر تم انکو قتل کردوگی تو
میں تمھارا نکاح یزید کے ساتھ کردونگا حضرت امام حسن کی وفات کے بعد جعدہ نے
معاویہ سے مطالبہ کیا انھوں نے انکار کردیا۔ علامہ ابوالفدا اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں جب
حضرت امام حسن کی شہادت کی خبر معاویہ کو پہونچی وہ بہت خوش ہوئے اور سجدہ شکر بجالائے
بعض روایات میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ میرے قلب نے راحت پائی تیسیر الباری شرح
صحیح بخاری متعلقہ حاشیہ کتاب الفتن میں مولوی وحید الزماں خاں لکھتے ہیں کہ معاویہ نے
بعد وفات حضرت امام حسن اظہار مسرت کرکے یہ بھی کہا تھا کہ امام حسن ایک انگارہ تھے جسکو

اللہ نے بجھا دیا۔ اس قسم کے واقعات مستدرک حاکم و کنز العمال و جمع الفوائد من جامع الاصول
و مجمع الزوائد و سنن ابو داؤد و نسائی میں بھی ہیں۔ عوانہ ابن الحکم کہتے ہیں کہ قبل انتقال حضرت
امام حسن معاویہ کا چند روز پیشتر ایک خط مروان حاکم مدینہ کے نام بصیغہ راز آیا تھا۔ کہ
امام حسن کے حالات سے فوراً اطلاع کرو اس خط کو آئے چند روز بھی نہ گذرے تھے
کہ حضرت امام حسن نے انتقال کیا۔ قثم ابن عباس کے اشعار بھی جو عیون الانبار میں ہیں
تاریخ طبری کی تائید کرتے ہیں ان واقعات سے درایتاً بھی معاویہ پر خون ثابت ہوتا
ہے۔ کوئی قدیم و جدید محاکمہ تاریخی معاویہ کی بریت اس واقعہ سے نہیں کرتا اگر تمام روایتوں
کو جھوٹا بھی قرار دیدیا جائے تب بھی حضرت امام حسن کا زہر سے شہادت پانا مسلمہ ہے اُسوقت
معاویہ کی حکومت تھی جسکے اہلکار ادنی ادنی واقعات و مقدمات کی جانچ کرتے تھے شرعی حدود
جاری ہوتے تھے سزائیں دیجاتی تھیں حضرت امام حسن کی شہادت کے متعلق معاویہ یا اُن کے
کسی اہلکار نے تحقیقات تک نہ کی معاویہ اور اُن کے احکام کا یہ سکوت خود اس امر کو صاف
ظاہر کرتا ہے کہ معاویہ کے ایما اور سازش سے حضرت امام حسن کو زہر دیا گیا تھا غیر معمولی عجلت
کے ساتھ دفعتاً حضرت امام حسن کا حال دریافت کرنے کی اور کوئی وجہ نہ تھی حضرت امام
علیہ السلام کوئی سامان بغاوت نہیں کر رہے تھے کہ جسکی تحقیق کے لیے اسقدر عجلت سے
اُن کا حال دریافت کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی حضرت امام حسن خود خلافت سے دستکش
ہو گئے تھے مگر شرائط صلح میں آپنے ایک شرط یہ بھی کی تھی کہ معاویہ کے بعد حکومت پھر خاندان
نبوت کی طرف واپس ہو گی (روضۃ الصفا تاریخ الخلفا تذکرۃ الکرام ارجح المطالب) یہی شرط آپ کے
قتل کا باعث ہوئی۔ علامہ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اس عہد نامہ
میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ معاویہ کے بعد پھر خلافت خاندان نبوت کی طرف عود کرے گی
ابن ابی خیثمہ بطریق عبد اللہ ابن شوذب ناقل ہیں کہ حضرت امام حسن نے معاویہ سے
جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا معاویہ سے اپنی خلافت کے لیے عہد لے کر صلح کرلی

بعض علماء متاخرین جب معاویہ کی خطاے اجتہادی پر مُصر ہوئے تو اس واقعہ کو بھی یزید
کی طرف منسوب کردیا ناقلین نے بلا تحقیق اس کو نقل کرنا شروع کردیا حالانکہ تاریخی
شہادت جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اس کے بالکل خلاف ہے۔

(۱۵) جناب امیر پر برسر منبر سب وشتم کرنا۔ (ابو الفداو تمدن اسلام وتاریخ الامت) (۱) سعد
ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ معاویہ نے اُن کو جناب امیر پر سب کرنیکا حکم دیا اور
کہا کہ تم اُن پر سب کیوں نہیں کرتے سعد نے کہا کہ میں تم سے تین باتیں جو آنحضرت
نے ارشاد فرمائی ہیں بیان کرتا ہوں (۱) حضرت علی کو بعض غزوات میں جب آنحضرت نے
مدینہ میں چھوڑا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھکو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے
جاتے ہیں آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ کیا تم اس امر میں راضی نہیں ہو کہ تمھاری منزلت
میرے ساتھ ایسی ہو جیسے ہارون کو موسی کے ساتھ تھی مگر نبوت میرے بعد نہیں ہے
(۲) میں نے خیبر کے روز آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ ہم کل ایسے شخص کو علم دیں گے
جو اللہ اور اُس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور جسکو اللہ اور اُسکا رسول دوست
رکھتے ہیں ہم لوگ علم کی طرف بڑھے آنحضرتؐ نے فرمایا علی کہاں ہیں وہ آنحضرت
کی خدمت میں بحالت آشوب چشم حاضر کیے گئے آپ نے اپنا لعاب دہن اُنکی آنکھوں میں
لگاکر اُن کو علم دیا اللہ نے انھیں کے ہاتھ پر فتح دی (۳) آیۂ مباہلہ نازل ہوئی تو
آنحضرتؐ نے جناب امیر و حضرت فاطمہ وحضرات حسنین کو بلاکر فرمایا بار الٰہا یہ میرے
اہلبیت ہیں (مسلم ترمذی نسائی امام احمد وغیرہ) یہ حدیث صحاح کی ہے اس قسم کے بہت سے
واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ نے خطبہ میں جناب امیر پر سب کو ایجاد کیا تھا
یہ بدعت برابر جاری رہی اور عمر ابن عبد العزیز نے اس کو موقوف کرایا (۲) معاویہ
نے اپنے زمانۂ حکومت میں ایک مرتبہ احنف کو بلاکر مجبور کیا کہ ممبر پر جاکر جناب امیر پر
لعنت کریں احنف نے بہت عذر و انکار کیا مگر معاویہ نے نہ مانا مجبوراً ممبر پر جاکر

احنف کہنے لگے حاضرین مجھے معاویہ نے حکم دیا ہے کہ میں جناب امیر پر لعنت کروں میرا خیال یہ ہے کہ جناب امیر اور معاویہ میں اختلاف ہوا اور لڑائی ہوئی ایک نے دوسرے کو باغی بنایا میں نہیں جانتا انمیں باغی کون ہے میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اور تمام فرشتوں اور مقبول بندوں کی لعنت اُس شخص پر نازل کرے جو اُسکے نزدیک باغی ہو کیونکہ وہ مجھ سے بہتر اس امر کو جانتا ہے کہ حقیقتاً مستحق لعن کون ہے (عقد الفرید) جو واقعات مثالاً ہمنے اوپر درج کیے ہیں صرف انھیں پر معاویہ کے کارنامہ ختم نہیں ہوے جاتے ہیں بلکہ بخوف طوالت اس قسم کے واقعات نظر انداز کیے جاتے ہیں ان واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ معاویہ پکے دنیا دار تھے اور اُنکا مطمح نظر صرف دنیاوی حکومت تھا اور اس غرض سے انھوں نے کوئی کوتاہی کسی معیوب سے معیوب فعل کے کرنے میں نہیں کی جناب امیر پر سب و شتم صرف اسلیے جاری کیا گیا تھا کہ جو وقعت مسلمانوں کے قلوب میں جناب امیر و اہلبیت اطہار کی ہے وہ کم ہو جائے اسلیے کہ معاویہ اس امر کو بخوبی سمجھتے تھے کہ بنی امیہ کی حکومت کے استقلال کے لیے یہ ضروری امر ہے کہ عوام کے قلوب سے وہ وقعت و عزت جو اہلبیت اطہار کی ہے محو کر دیجائے تاکہ عوام کو کوئی ہمدردی کسی قسم کی جناب امیر و اہلبیت سے باقی نہ رہے حضرت امام حسن کی شہادت کا راز بھی خواہش حکومت میں پنہاں ہے معاویہ کو جب حضرت امام حسن نے حکومت سپرد کی ہے تو صلحنامہ جو اُس وقت مرتب ہوا تھا اسمیں ایک شرط یہ بھی تھی کہ بعد معاویہ خلافت امام حسن و اہلبیت اطہار کی طرف واپس ہوگی (تاریخ الخلفاء روضۃ الصفا تذکرۃ الکرام و ارجح المطالب) اور یہی شرط باعث شہادت امام حسن ہوئی معاویہ کو مجتہد مقتدر صحابی ماننے والوں نے اس بات پر بالکل غور نہیں کیا کہ معاویہ نے جو صریح مخالفت آیات کلام اللہ و احادیث نبوی کی کی ہے اُسکا اُنکے پاس کیا جواب ہے کیا جناب امیر اور حضرات حسنین کی شان میں جو آیات و احادیث وارد ہوئی تھیں اُن سے معاویہ ناواقف محض تھے اگر وہ اس بات کو تسلیم

کرتے ہیں تو پھر معاویہ کو مجتہد کیسے کہا جاتا ہے اگر واقف مانتے ہیں تو پھر ان افعال کی کیا نوعیت قرار دینگے احادیث نبوی کے متعلق شاید یہ کہدیا جائے کہ معاویہ نے سنی نہ تھیں اگرچہ یہ بھی غلط ہے اور ہم آگے چلکر اسکو مثال سے ثابت بھی کرینگے مگر آیات کلام اللہ کے متعلق یہ کہنا کہ معاویہ واقف نہ تھے صریحاً باطل ہوگا کیا معاویہ کلام اللہ کی اس آیت قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ سے بھی ناواقف تھے مجتہد اور صحابی مقتدر ہونیکی شان تو یہ ہے کہ وہ آیت اور اسکے شان نزول اور جو معنی صحابہ کے دریافت کرنے پر آنحضرت نے اس آیت کے بیان فرمائے تھے اُن سے سب واقف ہوں گے پھر بھی انھوں نے اسمیں شک نہیں کہ اس آیت کے حکم پر بہت اچھی طرح عمل کیا جسکو خود اُنکے افعال بخوبی ظاہر کرتے ہیں کہ بیخ کنی جناب امیر اور اہلبیت اطہار میں شمہ برابر بھی فروگذاشت روا نہیں رکھی جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر و حضرات حسنین پر سب کرنا اور اُن سے بغض رکھنا رسول اللہ پر سب کرنے اور بغض رکھنے کے برابر ہے۔ انکا علم معاویہ کو بخوبی تھا معاویہ نے سعد ابن ابی وقاص سے یہ حدیث بھی سنی کہ الحق مع علی اور اسکی تصدیق حضرت ام سلمہ سے بھی کی تھی مگر باوجود اس علم اور تصدیق کے مرتے دم تک جناب امیر پر سب و شتم جاری رکھا اور آخر وقت تک جناب امیر اور اہلبیت اطہار کی بیخ کنی و مخالفت میں ساعی رہے۔

(۶) حضرت عائشہ کو دھوکہ سے کنوئیں میں گروانا حبیب السیر و مناقب مرتضوی و حدیقہ حکیم سنائی ترجمہ تاریخ ابن خلدون میں معاملہ استخلاف یزید میں مروان کا حضرت عائشہ کو دعوت کیلئے بلوانا اور گڑھے میں آلات حرب بچھانا جسکے صدمہ سے حضرت عائشہ کا وفات پانا مذکور ہے یہ واقعہ بھی زمانہ سلطنت معاویہ کا ہے حضرت امام حسن کی شہادت میں بھی مروان ملعون درمیانی ہے یہ ذہنیت بجز معاویہ کے اور کسی نہیں ہو سکتی۔

(۷) حضرت امام حسین علیہ السلام سے حسب ذیل گفتگو کرنا منقول ہے کہ معاویہ جب قریب

مدینہ منورہ پہونچے تو پہلے حضرت امام حسین سے ملاقات ہوئی انکو دیکھ کر کہنے لگے کہ خوشی اور بہتری ہو اس بدنہ کو جس کا خون بہایا جائیگا اور اللہ اسکو بہا دے گا حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے معاویہ بخدا میں ان باتوں کا سزاوار نہیں ہوں معاویہ کہنے لگے تم ان سے زائد بڑی باتوں کے سزاوار ہو (شہادت نامہ ص۶۸ و تاریخ ابن اثیر)

اکثر لوگوں کو مفصلہ ذیل وہام میں سے ایک ایک وہم نے اس جنگ کو خطائی الاجتہاد کہنے کی طرف مائل کیا ہے ہم ناظرین کے سامنے انکے سہولت کے لیے ایک ایک وہم مع اسکے جواب کے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ناظرین خود اس بات کا اندازہ کرسکیں کہ حقیقت فی نفسہ کیا ہے۔

(وہم اول) اگر جنگ صفین معصیت قرار دیجائے تو اس سے اہل شام کی تکفیر لازم آتی ہے اور یہ امر دور تک پہونچتا ہے۔

(جواب) یہ وہم بالکل باور ہوا ہے خلیفۂ وقت سے محاربہ کرنا معصیت ہے کفر نہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفۂ اثنا عشریہ میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے عوام صحابہ سے صدور معصیت کے گمان کرنے میں کسی قسم کا نقصان شرعی لازم نہیں آتا جسکے متعلق ہم تفصیل سے اوپر بحث کرچکے ہیں (صحابی تھے اور صحابہ انکے ہمراہ تھے)

(وہم دوم) چند صحابہ جنگ صفین میں معاویہ کے شریک تھے اگر معاویہ کا یہ فعل خطاء منکر اور معصیت قرار دیا جائے تو ان صحابہ کا بھی معاویہ کے ساتھ معصیت پر اتفاق کرنا لازم آئیگا صحابہ پر ایسا گمان ٹھیک نہیں۔

(جواب) یہ وہم بھی اکثر بوجہ عدم مطالعہ کتب سیر و احادیث پیدا ہوتا ہے۔ ہم اس وہم کا جواب و پراس بحث میں (صحابی تھے اور صحابہ انکے ہمراہ تھے) تفصیل سے درج کرچکے ہیں اگر کتب اسماء الرجال بغور دیکھے جائیں تو معاویہ کے ہمراہ جو چند صحابہ نظر آئینگے وہ عمر ابن العاص نعمان ابن بشیر مسلمہ ابن مخلد کے مثل مسلمین فتح مکہ میں سے نظر آئینگے جنپر صاحب فتح المغیث

کی تعریف کے مطابق لفظ صحابی کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ ذیل میں ایک فہرست اُن لوگوں کی دیتے ہیں جو محبین معاویہ تھے انہیں کے اکثر لوگ ایسے ہیں جنکی صحابیت میں اختلاف ہے امیہ ابن خالد۔ بسر ابن ارطاۃ تابعی وبقولے صحابی شریک جنگ۔ جزء شامی۔ حابس ابن سعد طائی۔ حارث ابن عبداللہ ابن وہب دوسی تابعی۔ حبیب ابن مسلمہ فہری شریک جنگ۔ حصین ابن یزید داری۔ حمل ابن سعدانہ کلبی۔ حوشب ابن عمر حمیری شریک جنگ۔ خالد ابن عقبہ شریک جنگ۔ ذوالکلاع حمیری شریک جنگ۔ زمل ابن عمر عذری۔ سائب ابن خلاد خزرجی۔ شرجیل ابن سمط کندی۔ شریک ابن سلمہ مرادی قاتل عمار ابن یاسر۔ ضحاک ابن قیس فہری تابعی وبقولے صحابی۔ عبداللہ ابن عمر حارثی۔ عبداللہ[1] ابن عمر ابن العاص۔ عبداللہ ابن معدہ فزاری۔ عبداللہ ابن معمر عبسی۔ عبداللہ ابن حارث مخزومی۔ عبدالرحمن ابن حسان ابن ثابت۔ عبدالرحمن ابن ام الحکم تابعی۔ عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید مخزومی۔ عبدالرحمن ابن حاج تابعی مولی ام حبیبہ ام المومنین۔ عبیداللہ ابن عمر ابن الخطاب۔ عدی ابن عمیرہ۔ عقبہ ابن عامر جہنی۔ عمر ابن حارث خولانی۔ عمر ابن عوف نخعی۔ عمر ابن حزم انصاری۔ عمر ابن سبیع رہاوی۔ عمر ابن سفیان ابوالاعور سلمی تابعی۔ عمر ابن العاص۔ عمر ابن غیلان۔ عبداللہ ابن عمر تابعی۔ قیس ابن ابی حازم تابعی۔ محمد ابن عمر ابن عاص۔ مسلمہ ابن مخلد انصاری۔ معاویہ ابن حدیج سکونی۔ معن ابن ابی یزید سلمی۔ ملحان ابن زیاد۔ نعمان ابن بشیر۔ ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط۔ ان لوگوں کے حالات کتب سیر واسماء الرجال کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتے ہیں ان میں سے

---

[1] ان کو مہاجر بھی کہتے ہیں لیکن ان کے مہاجر ہونے میں بہت اختلاف ہے بشیر اسطرت گئے ہیں کہ یہ مہاجر نہ تھے اسد الغابہ میں ان کی ندامت شرکت صفین سے بھی مرقوم ہے چنانچہ انکے تذکرہ میں ہے کہ انھوں نے حضرت امام حسن سے بیان کیا کہ جنگ صفین میں میں صرف اپنے والد کے اصرار سے شریک ہوا حضرت علی کے خلاف میں حصہ لینا پسند نہیں کرتا تھا اسی لیے میں نے نہ تلوار اٹھائی نہ نیزہ مارا نہ تیر چلایا ۱۲ ـــه ان کو بھی بدری لکھتے ہیں صاحب ریاض المستطابہ لکھتے ہیں کہ یہ بدر میں حاضر نہیں تھے ۱۲۔

کوئی بھی صاحب مناقب جلیل القدر عظیم المنزلت گروہ اکابرین میں سے نہ تھا بر خلاف اسکے بیشتر افاضل صحابہ مہاجرین و بدریین و انصار صاحب المناقب جناب امیر کے ساتھ نظر آتے ہیں ذیل میں ہم ایک دوسری فہرست اُن اصحاب کی دیتے ہیں جو جناب امیر کی طرف سے شریک جنگ تھے یہ فہرست اسد الغابہ سے ماخوذ ہے بہ ترتیب حروف تہجی۔

(الف)

ابو سعید خدری۔ ابو عمرہ انصاری بدری۔ ابو فضالہ انصاری بدری۔ ابو قتادہ انصاری بدری۔ ابو قدامہ انصاری۔ ابو لیلیٰ انصاری۔ ابو لیلا غفاری۔ ابو الورد ابن قیس انصاری۔ ابو الہیثم ابن تیہان بدری۔ ابو الیسر کعب ابن عمر انصاری سلمی بدری احنف ابن قیس۔ اعین ابن ضبیعہ۔ انیس ابن قتادہ۔ اویس قرنی تابعی۔ اُسید ابن ثعلبہ انصاری بدری۔

(ب)

برا ابن عازب۔ بشیر ابن ابی زید۔ بشیر ابن مسعود انصاری۔ بشیر ابن عمر انصاری شہید جنگ صفین۔

(ت)

تمیم ابن عبد عمر مازنی۔

(ث)

ثابت ابن عبید انصاری بدری۔ ثابت ابن قیس انصاری۔

(ج)

جبلہ ابن عمر انصاری۔ جبیر ابن حباب ابن منذر۔ جریر ابن عبد اللہ بجلی۔ جابر ابن عبد اللہ انصاری بدری۔ جاریہ ابن قدامہ یمنی سعدی حمیر ابن انس بدری

جبلہ ابن ثعلبہ انصاری بدری جبدہ ابن ہبیرہ مخزومی قرشی ۔ جندب ابن زہیر ازدی شہید جنگ

ح

حارث ابن حاطب انصاری بدری ۔ حارث ابن عمر انصاری ۔ حازم احمسی ۔ حبہ ابن جوین بجلی ۔ حجاج ابن عمر انصاری ۔ حجر ابن عدی کندی حجر ابن قیس ۔ حجیہ ابن یزید کندی حسان ابن حوط بکری حصین ابن حارث حنظلہ ابن نعمان ۔ حیان ابن ابجر کنانی ۔

خ

خالد ابن ابی خالد ۔ خالد ابن ابی دجانہ انصاری ۔ خالد المعروف بہ ابو ایوب انصاری بدری ۔ خالد ابن عرفطہ ۔ خالد ابن غلاب ۔ خالد ابن ولید انصاری ۔ خزیمہ ابن ثابت انصاری بدری شہید جنگ خلیفہ ابن عدی بدری ۔ خویلد ابن عمر انصاری بدری ۔ خوات ابن جبیر انصاری بدری ۔

ر

ربعی ابن عمر بدری ۔ ربیعہ ابن قیس عدوانی ۔ رفاعہ ابن رافع انصاری ۔ زرقی بدری ۔ رافع ابن خدیج انصاری بدری ۔

ز

زرارہ ابن قیس نخعی ۔ زیاد ابن حنظلہ تمیمی ۔ زید ابن ارقم انصاری خزرجی بدری ۔ زید ابن اسلم عجلانی بدری ۔ زید ابن ثابت انصاری ۔ زید دیلمی ۔ زید ابن شراحیل انصاری ۔ زید ابن وہب جہنی ۔

س

سعد ابن حارث انصاری ۔ سعد ابن عمر انصاری ۔ سعید ابن نمران ہمدانی ۔ سعید ابن حذیفہ ابن الیمان ۔ سفیان ابن ہانی ۔ سفینہ مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔ سلمان اجر تارہ جعفی ۔ سلیمان ابن صرد خزاعی ۔ سماک ابن خرخشہ انصاری ۔

سمرہ ابن جندب فزاری۔ سہل ابن حنیف انصاری بدری۔ سہل ابن عمر انصاری بدری۔ سوید ابن غفلہ جعفی۔

ش

شریح ابن ہانی۔ شقیق ابن سلمہ اسدی۔

ص

صفوان ابن حذیفہ بن الیمان۔ صعصعہ ابن صوحان۔ صیفی ابن ربعی۔

ع

عامر ابن واثلہ مشہور بہ ابو الطفیل۔ عائذ ابن سعید جسری۔ عبداللہ ابن بدیل خزاعی۔ عبداللہ ابن طلحہ انصاری۔ عبداللہ ابن عتیک انصاری۔ عبداللہ ابن کرب کندی۔ عبداللہ ابن کعب مرادی شہید جنگ۔ عبداللہ ابن یزید انصاری۔ عبد خیر ابن یزید ہمدانی۔ عبدالرحمن ابن ابزی خزاعی۔ عبدالرحمن ابن بدیل خزاعی۔ عبدالرحمن ابن بشیر۔ عبدالرحمن ابن حنبل۔ عبدالرحمن ابن خراش انصاری۔ عبدالرحمن ابن ابو لیلی۔ عبید ابن تیہان بدری۔ عبید ابن حازب۔ عبیدہ ابن عمر سلمانی۔ عتیک ابن تیہان بدری۔ عدی ابن حاتم طائی شہید جنگ۔ عقبہ ابن عمر خزرجی۔ علاء ابن عمر انصاری۔ عمار ابن یاسر بدری مہاجر۔ عمر ابن ابی سلمہ مخزومی۔ عمر ابن ہلال انصاری۔ عمر ابن شداد فہری بدری۔ عمر ابن الحمق خزاعی۔ عوف یعنی مسطح ابن اثاثہ بدری۔

ف

فاکہہ ابن سعد انصاری شہید جنگ۔

ق

قرظہ ابن کعب انصاری۔ قعقاع ابن عمر تمیمی۔ قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری بدری۔ قیس ابن مکشوح شہید جنگ۔

ک

کرامہ ابن ثابت انصاری۔ کمیل ابن زیاد نخعی۔

م

مالک ابن اشتر تابعی۔ مالک ابن تیہان انصاری شہید جنگ۔ مالک ابن عامر۔ محمد ابن حاطب جمحی۔ محمد ابن عبداللہ ابن عثمان۔ محمد ابن ابی بکر صدیق۔ مخنف ابن سلیم ازدی۔ مسعود ابن اوس انصاری بدری۔ محمد ابن بجادہ۔ مغیرہ ابن نوفل ہاشمی۔ مہاجر ابن خالد ابن الولید۔

ن

نعمان ابن عجلان انصاری۔

و

وائل ابن حجر حضرمی۔ واثلہ ابن ابی زید انصاری۔ وہب ابن عبداللہ عامری۔

ھ

ہاشم ابن عتبہ ابن وقاص قریشی۔ ہانی ابن نیار بدری معروف بہ ابی بردہ۔

ی

یزید ابن طعمہ انصاری۔ یزید ابن نویرہ انصاری۔ یعلی ابن امیہ حنظلی۔ یہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ کی طرف تھے اور بہت پرجوش رکن تھے۔ جنگ صفین میں جناب امیر کی طرف سے ہو کر معاویہ سے لڑے۔ اس فہرست کو دیکھنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ گروہ صحابہ جناب امیر کی طرف تھا معاویہ کو لوگ باغی سمجھتے تھے۔ اصحاب بدر کے اجماع سے یہی نتیجہ نکلتا ہے اصحاب بدر وہ عظیم المرتبت گروہ ہے جس کے علو مرتبت کی اطلاع خود آنحضرت کو دی گئی حدیث صحیح ہے ان اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم نیز کلام مجید خود بہ این الفاظ ناطق ہے

فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت ولکن اللہ رمی۔ حضرت عمر تو
ان لوگوں کو حقدار خلافت بھی سمجھتے تھے عبدالرحمن ابن ابزی حضرت عمر سے روایت
کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ امر خلافت اہل بدر کا حق ہے جبتک کہ ایک بھی ان میں باقی
رہے دوسرا حق دار نہیں پھر اہل احد اس منصب کے لائق ہیں تا وقتیکہ ان میں سے
ایک بھی رہے دوسرے کو نہ ملنا چاہیے پھر دیگر انصار و مہاجرین ہیں لیکن طلیق ابن طلیق
اور مسلمانان فتح مکہ کا اس خلافت میں کوئی حق نہیں (اسد الغابہ ذکر معاویہ)
بعض صحابہ مثل حضرت سعد ابن ابی وقاص و عبداللہ ابن عمر و محمد ابن مسلمہ و اسامہ ابن زید
اور تابعین سے ربیع ابن خثیم و مسروق ابن الاجدع و ابو عبدالرحمن سلمی وغیرہ اس جنگ سے
علیحدہ رہے محض اس خیال سے کہ یہ ایک نئی بات تھی جس کے وہ عادی نہ تھے مگر یہ علیحدگی
اُنکی اس لیے نہ تھی کہ وہ جناب امیر کی خلافت اور معاویہ کی بغاوت میں شک و شبہ رکھتے
تھے ان لوگوں سے اس جنگ کے متعلق اقوال منقول ہیں جن سے ندامت اور عدم شرکت پر
اظہار حسرت کا پتہ چلتا ہے تمام اقوال کا نقل کرنا خالی از طوالت نہیں اس لیے ہم
چند اقوال ناظرین کے سامنے مثالاً پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں اسد الغابہ میں ہے کہ
عبداللہ ابن حبیب اپنے والد سے ناقل ہیں کہ عبداللہ ابن عمر وقت وفات فرمانے لگے
کہ میرے دل میں دنیا کی کوئی حسرت اسکے سوا باقی نہیں رہی کہ میں جناب امیر کی طرف سے
باغیوں کے گروہ سے نہیں لڑا مستدرک حاکم میں خثیمہ ابن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ
سعد ابن ابی وقاص سے کسی نے کہا کہ جناب امیر تمھیں اسلیے اچھا نہیں کہتے کہ تم نے
اُن کی بیعت چھوڑ دی (یعنی اُنکا ساتھ اس جنگ میں نہیں دیا) سعد کہنے لگے یہ راے
میری غلط تھی (یعنی جو راے میں نے جنگ میں ساتھ نہ دینے کے متعلق قائم کی تھی)
اسد الغابہ میں شعبی کا قول منقول ہے کہ مسروق تابعی نہیں مرے جب تک کہ انھوں
نے خدا کی جناب میں جناب امیر سے جنگ میں مخالفت کرنے سے توبہ نہیں کی معاویہ

انحضرات کو اپنا ساتھی بنانے کے لیے بہت کچھ تدبیریں کیں خطوط بھی بھیجے مگر معاویہ کی کوئی کوشش اس معاملہ میں کارگر نہیں ہوئی اور ان حضرات نے صاف صاف اپنے خطوط میں جو انھوں نے معاویہ کو لکھے جناب امیر کی خلافت کا برحق ہونا تسلیم کیا اور معاویہ کو اُن کی خطا پر اچھی طرح سے مطلع کر دیا مگر یہاں ایسی کب چڑھی تھی کہ اُن خطوط کی تُرشی اُسے اتار دیتی۔

(وہم سوم) معاویہ کی خطا کو خطاء منکر ماننے سے کلیہ الصحابۃ کلھم عدول ٹوٹا جاتا ہے جسکی وجہ سے امور دین میں ایک بہت بڑا تزلزل پیدا ہو جاتا ہے اور سلسلہ روایات درہم برہم ہوا جاتا ہے نیز اُنکی خطا کو خطاے منکر ماننے سے حدیث نجوم کے متعلق عدم تیقن کا شبہہ پیدا ہو جاتا ہے۔

(جواب) الصحابۃ کلھم عدول سے محفوظون عن المعاصی کسی نے مراد نہیں لیا بلکہ عدول فی الروایات مراد لیا ہے علامہ تاج الدین سبکی جمع الجوامع میں لکھتے ہیں کہ "اکثر علما عدول صحابہ کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں کہ صحابہ بھی عدالت میں دوسروں کی طرح ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے قتل تک سب صحابہ عدول تھے بعض کہتے ہیں کہ سب صحابہ عدول ہیں سوائے اُنکے جو جناب امیر سے لڑے وہ البتہ عدول نہیں" اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول سے صرف عدل فی الروایت مراد لیا گیا ہے۔ علامہ جلال الدین محلی شرح جمع الجوامع میں لکھتے ہیں کہ اکثر علماے سلف وخلف عدالت صحابہ کے قائل ہیں اُن کی روایت وشہادت میں عدالت سے بحث نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ تمام امت سے بہتر ہیں بعض علما کا قول ہے کہ صحابہ بھی روایت اور شہادت میں مثل دیگر اشخاص کے ہیں اُنکی عدالت سے بھی بحث کی جائے گی سواے اُن صحابہ کے جنکی عدالت ظاہر ہو جیسے شیخین بعض علما کا قول ہے کہ تمام صحابی حضرت عثمان کی شہادت تک عدول تھے حضرت عثمان کی شہادت کے

بعد اُن کی عدالت قابل بحث ہوگئی بعض کا مقولہ یہ ہے کہ تمام صحابی عدول ہیں اُن لوگوں کے علاوہ جنھوں نے جناب امیر سے جنگ کی وہ لوگ بوجہ امام برحق پر خروج کرنے کے فاسق ہیں ان تمام مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ الصحابۃ عدول سے عدل فی الروایۃ مراد ہے نہ معصوم عن المعاصی عدالت سے مراد اجتناب عن الکذب ہے (فتاوی عزیزی)

صحابہ عدول فی الروایت اس لیے تسلیم کیے گئے کہ جب علما نے طبقات رجال میں قوانین جرح وتعدیل جاری کیے تو صرف صحابہ ہی کا گروہ بہ نسبت دیگر طبقات کے وضع حدیث سے بچا ہوا پایا گیا اگرچہ بعض ائمہ نے اس امر پر بھی کلام کیا ہے۔ امام شافعی بعض صحابہ اس قدر بداعتقاد تھے کہ اُن کی شہادت قابل قبول نہیں سمجھتے تھے اسی وجہ سے اپنے شاگرد ربیع سے فرمایا کہ چار صحابہ کی روایت مقبول نہیں معاویہ۔ عمر ابن العاص۔ مغیرہ ابن شعبہ۔ زیاد۔

اب رہی حدیث نجوم اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم یہ خالی از جرح وقدح نہیں۔ علما کی ایک جماعت نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اگر اس کو موضوع نہ بھی قرار دیا جائے تب بھی اس حدیث سے کسی طرح وہ مطلب پیدا نہیں کیا جا سکتا جسکو معاویہ کے معترفین ومتبعین پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی مان لی جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک صحابی کی روایت بسبب اُنکے وثوق کے نقل میں حجت ہے علامہ مزنی شاگرد امام شافعی نے بھی اسکے یہی معنی لکھے ہیں (جامع بیان العلم ابن عبدالبر) اس حدیث کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ ہر صحابی کے افعال خواہ اُنکی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو دوسرے شخص کے لیے باعث ہدایت ہو سکتے ہیں اسلیے کہ اگر یہ معنی لیے جائیں گے تو جو معاصی گروہ صحابہ کے بعض افراد سے صادر ہوئے ہیں اُس میں بھی اُن کے تبع کا راہ راست پر ہونا تسلیم کرنا پڑیگا جو صریحًا باطل ہوگا ہم اپنی دلیل کو ایک مثال سے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ناظرین کو

ہمارا مفہوم سمجھنے میں زائد دشواری نہ ہو حسان ابن ثابت مسطح ابن اثاثہ واقعۂ افک میں
حضرت عائشہ کے قذف میں شریک تھے ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط و ابومحجن شارب خمر
تھے ماعز ابن مالک اسلمی سے زنا واقع ہوا تھا کیا وہ لوگ جو معاویہ کی اس صریحی بغاوت
کو اس حدیث کے تحت میں لانا چاہتے ہیں اس پر تیار ہیں کہ حسان مسطح۔ ولید
ابومحجن و ماعز کے اقوال بھی اس حدیث کے تحت میں لائے جائیں اسلیے کہ معاویہ کا خلیفہ
برحق کے خلاف جنگ کرنا معصیت نہیں بلکہ سبب ہدایت خلق ہے اور اُن کے
متبعین اس حدیث کے مطابق ہدایت پر ہیں تو پھر کونسا امر مانع ہے کہ حسان و مسطح و
ولید و ابومحجن و ماعز کے افعال بھی اس حدیث کے تحت میں نہ لائے جاسکیں اور
ہر شارب خمر و زانی اپنے آپکو اُنکا تبع کہکر معصیت اور ملامت سے نہ بچا سکے دنیاوی
اغراض سے کسی ایک ہستی کو خواہ مخواہ برحق ثابت کرنے والوں نے اس بات پر
غور نہیں کیا کہ اگر معاویہ کو اس قسم کے لغو تاویلات سے بچانے کی کوشش کی جائیگی
تو تمام شیرازۂ اسلام کا منتشر ہونا لازمی امر ہوگا اس حدیث کا اطلاق اگر صحابہ کے
افعال پر اسطرح کیا جانے لگا تو پھر لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ شرع میں یہ جزئیہ رکھنا ضروری ہوگا
کہ اگر کسی نے زنا کیا شراب پی اور اپنے آپ کو ماعز اور ولید یا ابومحجن کا متبع قرار دیا تو
وہ شخص مرتکب معصیت نہیں ہوا اس لیے کہ اس نے ایک صحابی کے فعل کی خواہ
اُس فعل کی نوعیت معصیت ہی کیوں نہ رہی ہو اتبعیت کی اور اُس کے فعل کو گناہ
کی فہرست سے نکالنے کے لیے یہ حدیث کافی ہے حقیقتاً اگر یہ حدیث صحیح مانی
جائے تب بھی علاوہ اس مطلب اور معانی کے جو ہم نے اوپر لکھے ہیں اور جسکی تائید علامہ
مزنی کے قول سے بھی ہوتی ہے اور کوئی مطلب و معانی اس حدیث کو دینا صریحاً
گمراہی کا باعث ہوگا۔ دوسری بات ہم کو اسی سلسلہ میں یہ بھی دیکھنا پڑے گی کہ لفظ
صحابی سے آنحضرت نے کیا مراد لیا ہے اور آیا معاویہ اور اُن کے متبعین وغیرہ

اس حدیث کے تحت میں کسی طرح آسکتے ہیں یا نہیں اس حدیث کا اطلاق معاویہ
اور اُن کے متبعین پر صرف اُس وقت ہو سکتا ہے کہ جب صحابی کی تعریف یہ مانی
جائے کہ ہر وہ شخص جس نے آنحضرت کو دیکھا اور ایمان لایا وہ صحابی ہے ہم اس سے
قبل اس کے متعلق تفصیل سے بحث کر چکے ہیں کہ صحیح تعریف صحابی کی کیا ہے
آنحضرت کے زبان مبارک سے جو لفظ نکلا اُسکا صحیح مفہوم اگر آنحضرت کے کسی اور
ارشاد سے معلوم ہو سکتا ہے تو ہم کو بالکل یہ حق باقی نہیں رہتا کہ ہم اپنی طرف سے
کوئی خاص مفہوم یا معنے آنحضرت کے ارشاد کے خلاف کسی خاص لفظ کو دے سکیں
آنحضرت نے لفظ صحابی سے ہرگز وہ معنی مراد نہیں لیے ہیں جو عام طور سے سمجھے جاتے
ہیں ہم اپنی اس بحث کو ایک مثال سے واضح کر دینا چاہتے ہیں ایک موقع پر حضرت
عبدالرحمن بن عوف اور حضرت خالد ابن ولید سے کسی بات پر تکرار ہو گئی آنحضرت کو
جب اس کی خبر ہوئی تو آنحضرت نے حضرت خالد سے ارشاد فرمایا کہ اے خالد تم میرے
صحابہ کی برابری نہیں کر سکتے صحیح مسلم میں ہے کہ اے خالد تم میرے اصحاب کو برا
مت کہو اگر تم میں سے کوئی احد کے پہاڑ کی برابر سونا خرچ کریگا تب بھی اُنکی برابری
نہیں کر سکے گا (سیرت ابن ہشام وکنز العمال والبوالمقداد وغیرہ) اب اگر لفظ صحابی کی وہ
تعریف رکھی جائے جو عوام میں شائع اور رائج ہے تو پھر یہ حدیث بلا معنی ہوئی
جاتی ہے اس لیے کہ عام تعریف کے مطابق حضرت خالد پر لفظ صحابی کا اطلاق
قطعاً ہو سکتا ہے پھر آنحضرت نے حضرت خالد سے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ تم میرے
صحابہ کی برابری نہیں کر سکتے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آنحضرت نے لفظ صحابی سے
کچھ مخصوص افراد مراد لیے ہیں جب ایک موقع پر آنحضرت نے لفظ اصحابی سے
ایک خاص گروہ مراد لیا ہے جس میں حضرت خالد کی سی شخصیت کا بھی گذر نہ تھا تو
پھر ہم کو دوسری احادیث میں بھی لفظ اصحابی اسی محدود معنی میں استعمال کرنا ہوگا

اس کے خلاف کوئی تاویل غلط ہوگی معاویہ اور اُن کے متبعین اور رفقا کا شمار مسلمین فتح مکہ میں ہے جو مؤلفۃ القلوب میں تھے ظاہر ہے کہ جب آنحضرت نے حضرت خالد کو گروہ صحابہ میں نہیں لیا تو پھر یہ کہنا کہ معاویہ اور اُنکے رفقا یا متبعین لفظ صحابی میں آ سکتے ہیں صریح زیادتی ہے۔

(وہم چہارم) اگر یہ محاربہ معصیت قرار دیا جاتا ہے تو اہل شام جن میں بعض صحابہ بھی شریک تھے موعود بوعید نار تصور کیے جائینگے اور وعید نار مستلزم کفر ہے۔

(جواب) وعید نار مستلزم کفر نہیں دیگر معاصی مثل شرب خمر و زنا و سرقہ کی سزا بھی دوزخ ہے جو توبہ اور شفاعت نبوی اور رحمت ایزدی سے معاف ہو سکتی ہے اسی طرح اہل صفین کی خطا کے متعلق بھی خیال کیا جاسکتا ہے وہ توبہ یعفو مغفوی شفاعت نبوی اور رحمت باری سے معاف ہو سکتی ہے۔

(وہم پنجم) اگر جنگ صفین معصیت قرار دی جائے گی تو جنگ جمل کو بھی معصیت قرار دینا پڑے گا۔

(جواب) اس وہم کا جواب ہم اوپر اس بحث میں (معاویہ کو مثل اصحاب جمل دھوکا ہوا) بالتفصیل درج کر چکے ہیں۔

(وہم ششم) اگر معاویہ عاصی اور باغی ہوتے تو حضرت امام حسن اُن کو خلافت کیوں سپرد کر دیتے۔

(جواب) معاویہ کو حضرت امام حسن نے اس وجہ سے خلافت سپرد نہیں فرمائی تھی کہ آپ معاویہ کی فضیلت اور بزرگی کے قائل تھے بلکہ مسلمانوں کی مزید خونریزی معاویہ کو خلافت سپرد کر دینے ہی سے بند ہو سکتی تھی اس لیے معاویہ ہی کو آپ نے خلافت سپرد کی اگر معاویہ سے زائد مبتلائے معاصی کوئی شخص معاویہ کی جگہ پر ہوتا تب بھی اگر حضرت امام حسن کو مسلمانوں کی مزید خونریزی

بچانا ہوتی تو وہ بلا خیال اُسکی بغاوت اور معاصی کے خلافت اُسی کے سپرد فرماتے۔
دوسرے امامت عامہ ایسے شخص کو تفویض کرنا جو باغی رہ چکا ہو پھر تائب ہو کر کتاب
وسنت اور اتباع شیخین کا عہد کرتا ہو کوئی قابل اعتراض نہیں معاویہ نے جو عہد حصول
امارت کے وقت کیا وہ سابقہ اعمال سے بمنزلہ توبہ متصور ہو سکتا ہے۔

(وہم ہفتم) حضرت امام حسن جب خلافت ترک فرمانا چاہتے تھے تو تفویض
خلافت کے لیے معاویہ کو کیوں منتخب کیا کسی دوسرے کو خلافت کیوں نہ سپرد کی
اس انتخاب سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ معاویہ اُس عہد میں افاضل صحابہ میں سے ہونگے
جب ہی تو حضرت امام حسن نے خلافت اُن کے سپرد کر دی ورنہ کسی اور کو منتخب کرتے

(جواب) حضرت امام حسن نے خلع خلافت کے وقت معاویہ کو امارت اسوجہ سے
سپرد کی کہ بغیر اس کے خونریزی کا انسداد محال تھا کسی دوسرے کو اسلیے منتخب
نہیں کیا کہ جس کسی صحابی کو منتخب فرماتے معاویہ اُن سے بھی اسیطرح جنگ کرتے
جس طرح انھوں نے جناب امیر سے کی اسی لیے حضرت امام حسن نے امارت معاویہ
ہی کو سپرد کرنا مناسب خیال فرمایا معاویہ کو امارت سپرد کرنے کی یہ وجہ نہ تھی
کہ آپ اُن کی فضیلت و بزرگی کے قائل تھے۔ اب رہا یہ امر کہ معاویہ بعد
تفویض امارت امام ہوئے یا نہیں اس امر میں علما کا اختلاف ہے فخر الاسلام
حسن بزدوی لکھتے ہیں کہ جناب امیر کے بعد معاویہ کے امام ہونے میں اختلاف ہے
اکثر علما کا یہ قول ہے کہ معاویہ امام ہوئے اور اکثر کا یہ قول ہے کہ نہیں ہوئے
اسوجہ سے بعد وفات جناب امیر علیہ السلام معاویہ موجودہ صحابہ سے افضل
نہین تھے اُسوقت ایسے صحابہ موجود تھے جو نسب، علم، عمل، شجاعت وغیرہ
میں معاویہ سے بدرجہا افضل تھے معاویہ مین شرائط خلافت بھی موجود نہ
تھے کسی صحابی نے اُن کو امام نہیں کہا اہل علم برابر ملوک کے زمرہ میں شمار کرتے

چلے آئے جلال الدین سیوطی ابن ابی شیبہ کے مصنف سے نقل کرکے لکھتے ہیں کہ سعید بن جمہان
کہتے ہیں کہ میں نے سفینہ سے پوچھا کہ بنی امیہ اپنے آپ کو خلفا میں شمار کرتے ہیں وہ کہنے لگے کہ
بنو زرقا جھوٹے ہیں یہ سخت ترین بادشاہوں میں سے تھے جنمیں پہلا بادشاہ معاویہ تھا
(تاریخ الخلفا) فخر الاسلام حسن بزدوی لکھتے ہیں کہ معاویہ خلفا میں نہیں تھے ملوک کے زمرہ میں
تھے اس حدیث کی بنا پر کہ آنحضرت نے فرمایا تھا کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک رہیگی
پھر ایک درندہ بادشاہ ہوگا تیس برس جناب امیر و حضرت امام حسن تک پورے ہوچکے سیوطی
تاریخ الخلفا میں لکھتے ہیں کہ علما کا قول یہی ہے۔

(وہم ہشتم) ایک گروہ علماء اہلسنت و الجماعت نے اس امر پر اتفاق کرلیا ہے
کہ معاویہ کی خطا خطاء اجتہادی تھی وہ اس امر میں معذور بلکہ ماجور اور مصاب تھے اس کے
خلاف خطاء منکر کا قائل ہونا اور انکو باغی و عاصی قرار دینا خارق سواد اعظم اور من شذ
منذ فی النار کے زمرہ میں داخل ہونا ہے۔

(جواب) معاویہ کے معترفین اسکو بہت بڑی دلیل اہل صفین کی برات کی سمجھتے ہیں
مگر جو حیثیت حقیقتاً اس دلیل کی ہے وہ کسی سمجھدار آدمی سے پوشیدہ رہنا دشوار ہے
حقیقتاً یہ دلیل خود اپنی کمزوری کو عیاں کرتی ہے جب نوبت اسکی پہونچ جائے کہ بحث
میں بجائے دلائل پیش کرنے کے عقیدہ۔ خوف امید اور دیگر احساسات پر بھروسہ
ہونے لگے تو پھر ایسی بحث کا کیا ٹھکانا بہ الفاظ دیگر اسکا مطلب یہ ہوا کہ معاویہ کے
متعلق کوئی دلیل تو ہمارے پاس نہیں مگر تم کو ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ تم مستحق جہنم ہوے
جاتے ہو اسلیے ڈرو اور ڈرکر سکوت اختیار کرو اس قسم کی حجت یا دلیل از قسم خطابیات
ہے نہ برہانیات ایسے لایعنی دلیل پر اکتفا کرلینا اتیان حجت سے عجز کی دلیل ہے اب
ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ سواد اعظم سے کیا مراد ہے اور واقعی علماء اہلسنت والجماعت
نے معاویہ کی خطا کو خطاء اجتہادی ماننے میں اتفاق کرلیا ہے یا نہیں سواد اعظم سے مراد

حقیقتاً اجماع ہے اور محققین اہل سنت والجماعت کے نزدیک اجماع افاضل صحابہ مہاجرین و انصار اہل حل وعقد کے اتفاق رائے کا نام ہے معاویہ کے معترفین نے یہ غور نہیں کیا کہ اس دلیل سے معاویہ اور اُنکے متبعین فائدہ کے مقابلہ میں نقصان زیادہ اٹھائیں گے اس لیے کہ جناب امیر کی خلافت کا انعقاد اہل حل وعقد کے اتفاق سے ہوا تھا اُن کے مخالف خارق سواد اعظم ہونگے بامو افق خود جناب امیر نے اس دلیل کو معاویہ اور اہل صفین کے مقابلہ میں پیش کیا تھا معاویہ کے شریک چند صحابہ مؤلفۃ القلوب تھے جنکی تعداد جمع قلت سے تجاوز نہیں کرتی اور شام کے نومسلموں کی جماعت تھی جنکی جہالت و ناواقفیت کے متعلق علامہ مسعودی نے ایک مضحکہ خیز حکایت[1] بھی لکھی ہے جب معاویہ جناب امیر کے مقابلہ میں جنکی خلافت پر تمام افاضل صحابہ مہاجرین و انصار اہل حل وعقد کا اجماع ہو چکا تھا خارق سواد اعظم خیال نہیں کیے جاتے تو وہ گروہ اہلسنت و الجماعت جو معاویہ کی خطاء منکر کا قائل ہو کیونکر خارق سواد اعظم ہو سکتا ہے اُنکے نزدیک اہل صفین کے دامن پر صحابہ کرام و اہلبیت عظام و مہاجرین و انصار مدینہ کی مخالفت سے کسی قسم کا دھبہ نہیں لگتا حالانکہ محققین اہلسنت و الجماعت کے نزدیک اجماع دراصل انھیں لوگوں کی اتفاق رائے کا نام ہے

---

[1] مروج الذہب میں ہے کہ اہل علم میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ ہم دمشق و شام میں جناب امیر علیہ السلام و معاویہ کے متعلق بحث کیا کرتے عوام الناس اہل شام ہماری باتیں سنتے ایک روز اُنمیں ایک شخص جسکی بہت لانبی ڈاڑھی تھی اور اُن لوگوں میں عقلمند سمجھا جاتا تھا ہم سے اگر کہنے لگا کہ کبتک تم علی اور معاویہ کے جھگڑوں کو طول دوگے میں نے پوچھا کہ پھر اس میں تیری کیا رائے ہے کہنے لگا کہ کس کی نسبت پوچھتے ہو میں نے کہا علی کی نسبت کہنے لگا وہ علی جو فاطمہ کے باپ تھے میں نے کہا فاطمہ کون تھیں جواب دیا کہ آنحضرت کی بی بی عائشہ کی بیٹی معاویہ کی بہن میں نے پھر پوچھا کہ بتاؤ علی کا قصہ کیا ہے کہنے لگا کہ وہ غزوہ حنین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لڑے تھے ۱۲ –

مگر ہاں اگر کسی نے معاویہ کی خطا کو خطاء اجتہادی کے بجائے خطاء منکر کہنے کا ارادہ بھی کیا تو اُس پر بڑے سے بڑے الفاظ کا اطلاق کر دینا اُن حضرات کے نزدیک کار ثواب ہے۔ سچ ہے ملوک پرستی اگر یہ ہو تو اتنی تو ہو اُن لوگوں کے نزدیک مولانا جامی ایسے حضرات کا جنھوں نے صاف صاف الفاظ میں حقیقت کا انکشاف کر دیا ہے خدا معلوم کیا حشر ہو ؎

آں خلافے کہ داشت باحیدر — درخلافت صحابی دیگر

حق دراں جا بدست حیدر بود — جنگ باوے خطاے منکر بود

اگر اتباع سواد اعظم سے صرف اتباع کثرت مراد ہے تو یہ بات ہرگز قابل تسلیم نہیں ورنہ حنبلی المذہب حنبلی جماعت حنفیہ کے مقابلہ میں نہایت قلت کے ساتھ اسلامی دنیا میں آباد ہے مورد من شذ شذ فی النار سمجھی جاتی سواد اعظم سے اجماع امت مراد ہے اس بحث میں چند علما کے اقوال نقل کرنے سے اجماع ثابت نہیں ہوتا بلکہ اگر تلاش کیا جائے تو صحابہ کی جماعت سے کسی صحابی کا پتہ نہیں چلتا کہ جس نے اہل صفین کی برأت پر کسی قسم کا اشارہ تک کیا ہو۔ جناب امیر کے ساتھ تقریباً تمام صحابہ کرام کی شرکت ثابت ہوتی ہے اور اہل صفین سے مقابلہ کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب حضرات خلیفۂ وقت کے ساتھ معاویہ کی مخالفت کو بغاوت اور معصیت سمجھتے تھے اور اسی وجہ سے معاویہ سے جنگ کرنا ضروری سمجھتے تھے عمار ابن یاسر کی شہادت نے صحابۂ کرام کو آنحضرت کے احادیث متعلق بہ شہادت عمار ابن یاسر یاد دلادی تھیں اور صحابہ کرام اہل صفین کو خاطی باغی اور عاصی سمجھتے تھے اور ایسا سمجھنے میں بہ معیت امام وقت انھوں نے اجماع کر لیا تھا اور یہ اجماع تقتلك الفئة الباغية سے منصوص تھا ابن طلحہ شافعی مطالب السئول میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے عمار ابن یاسر سے فرمایا تھا کہ تجھے باغیوں کا گروہ قتل کرے گا۔ ان احادیث کو محدثین میں سے

مشہور ائمہ نے اپنے مسندوں میں متعدد طرق سے روایت کیا ہے جن کے اسناد میں کسی قسم کا خلل نہیں اور نہ ان احادیث کے متون میں کسی قسم کا اضطراب ہے اسلیے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت نے عمار کے قاتلین کو گروہ باغی قرار دیا لہذا یہ گروہ جرم بغاوت سے بری نہیں ہو سکتا یہ وصف اُن کے لیے لازمی ہو گیا۔ بغاوت کے معنی ظلم اور کثرت فساد کے ہیں جو شخص باغی ہے وہ ظالم اور جابر اور خدا کی اطاعت سے خارج ہے بعض علماء کا قول ہے کہ اہل صفین میں جو صحابہ تھے اُن کے افعال سے چشم پوشی بہتر ہے اگرچہ وہ لوگ امر باطل پر تھے لیکن اس فعل میں متاول تھے علامہ بزدوی لکھتے ہیں کہ جناب امیر حق پر تھے اور معاویہ باطل پر لیکن وہ اپنے فعل میں تاویل کرنے والے تھے یعنی اُن کو اپنی خطا کا علم نہ تھا مگر یہ بات معقول نہیں اس لیے کہ عمار ابن یاسر شہید ہو چکے اور معاویہ کو اس بات کا علم ہو چکا کہ ان کی شہادت معاویہ کے متبعین کے ہاتھوں ہوئی جنکی نسبت آنحضرت نے فئتہ باغیہ فرمایا پھر کون ایسی تاویل تھی جو اُنکو جنگ پر برابر مجبور کر رہی تھی اگر یہ کہا جائے کہ اُن کو حضرت عمار کی شہادت کی خبر نہیں ملی تھی یا اس کے متعلق جسقدر احادیث وارد ہیں اُن کا علم نہ تھا تو یہ بھی صحیح نہیں عبد اللہ ابن عمر ابن العاص نے بعد شہادت اُن کو وہ احادیث سنا دی تھیں جن میں آنحضرت نے گروہ باغی کے الفاظ استعمال فرمائے تھے اور معاویہ نے اس کی تاویل بھی توڑ دی تھی جسکو ہم مفصل اس بحث میں کہ معاویہ مجتہد تھے اور اُن سے خطاء اجتہادی سرزد ہوئی لکھ چکے ہیں امام احمد ابن حنبل اور امام نسائی کی حدیثوں سے یہی امر ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہ کو شہادت عمار ابن یاسر و احادیث متعلقہ دونوں کا علم تھا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ جس فعل سے اعماض کیا جاتا ہے وہ ہرگز عمل خیر نہیں ہو سکتا کہ جسکا عامل خدا سے اجر پانے کا مستحق ہو سکے بعض علما معاویہ کی اس محاربہ اور مخالفت کو حرام جانتے رہے ہیں

میر سید شریف شرح مواقف میں لکھتے ہیں کہ جمہور امت اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت عثمان کے قاتل اور جناب امیر سے جنگ کرنے والے خاطی تھے اس لیے کہ یہ دونوں امام تھے اور اُن سے مخالفت کرنا قطعی حرام تھا مگر بعض لوگ مثل ابو بکر اس طرف گئے ہیں کہ یہ خطا فسق کی حد تک نہیں پہونچتی بعض اس کے قائل ہیں کہ فسق کی حد تک پہونچتی ہے بعض کا یہ خیال ہے کہ جناب امیر سے جنگ کرنے والوں نے بالآخر اپنی خطا سے رجوع کر لی تھی بعض کہتے ہیں کہ اُن کی خطا کی تاویل کرنا چاہیے بعض علما اُن کو اس خطا میں معذور اور عند اللہ ماجور سمجھتے تھے ایسی صورت میں یہ سمجھنا کہ معاویہ کی خطا فی الاجتہاد پر اجماع ہو چکا ہے اور خطا منکر کے قائل ہونے والے کو خارق اجماع قرار دینا خلاف واقعہ ہے۔ حافظ محمد امیر الیمانی الصنعانی روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویۃ میں لکھتے ہیں کہ ناصبی لوگ کہتے ہیں کہ معاویہ سے خطاء اجتہادی سرزد ہوئی اور وہ جنت خلد کے درجات عالیہ میں ہونگے ہم کہتے ہیں کہ تم لوگ جھوٹ بکتے ہو اگر تمھارا قول سچ ہے تو پھر آنحضرت نے ہم سے کیوں فرمایا کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا اور ان کا قاتل جہنم میں ہوگا معاویہ کے لیے اُن کے اجتہاد کے بارہ میں دعوی کرنا ایسا ہے جیسے کہ ابن ملجم اشقی الآخرین کو جناب امیر کے قتل میں مجتہد قرار دیتے ہیں تو جب کوئی شخص ہذیان بکنا شروع کرے تو جسکو چاہے مجتہد کہے معاویہ کے طرز عمل اور شدت مظالم سے اس زمانے کے لوگ ناخوش تھے چنانچہ اروی بنت حارث ابن عبد المطلب کی یہ گفتگو قابل ملاحظہ ہے۔

ایک مرتبہ اروی بنت حارث معاویہ کے پاس آئیں یہ بہت کبیر السن تھیں معاویہ نے مرحبا کہکر پوچھا اے خالہ آپ کیسی ہیں انھوں نے کہا اچھی ہوں پھر وہ معاویہ سے کہنے لگیں اے معاویہ تو نے کفران نعمت کی اور اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت برائی کی اس کی صحبت کو فراموش کیا اپنا تو نے وہ نام رکھا جو تجھے زیبا نہ تھا تو غیر کے

حق کا غاصب ہو گیا ہم اہلبیت تم لوگوں سے بہت رنج و مشقت اٹھا چکے ہیں آنحضرت کے انتقال کے بعد تیم اور عدی اور امیہ حاکم ہوئے ہم نے اپنا حق چھوڑ دیا کہ تم ہم پر حکومت کرنے لگے حالانکہ ہم تم میں بمنزلہ بنی اسرائیل کے ہیں آل فرعون میں اور علی ابن ابی طالب ہمارے نبی کے بعد بمنزلہ ہارون کے تھے موسیٰ سے ہماری غایت جنت ہے اور تمھاری غایت دوزخ عمر ابن العاص سنکر بولے لے بڑھیا چپ رہ تیری عقل جاتی رہی وہ فرمانے لگیں لے نابغہ کے بچے تو بھی کلام کرتا ہے تیری ماں مکہ میں کتنی کچھ شقاوت و بغاوت کر چکی ہے جس نے چاہا اُس سے بغل گرم کی چنانچہ تیرے نسب کا دعوے قریش میں پانچ شخصوں نے کیا تھا جب تیری ماں سے پوچھا گیا اُس نے کہا کہ ان پانچوں نے مجھ سے صحبت کی ہے پھر تیری صورت ملائی گئی کہ کس کے مشابہ ہے جسکے مشابہ ہو اُس سے تیرا نسب ملایا جائے چنانچہ تو عاص ابن وائل کے مشابہ نکلا اور اُسی کے نسب میں ملایا گیا معاویہ کہنے لگے خیر ہو گا جانے دو جو ہوا سو ہوا (ابوالفدا، عقد الفرید مستطرف) معاویہ نے ایک سال حج کیا بنی کنانہ کی ایک بیوی دارمیہ حجونیہ سے پوچھا کہ تم علی کو کیوں دوست رکھتی ہو اور مجھ سے کیوں بغض رکھتی ہو انھوں نے جواب دیا میں علی کو بوجہ عدل دوست رکھتی ہوں وہ مال سب کو برابر تقسیم کرتے ہیں رعایا کے ساتھ عدل کرتے ہیں اور تم سے اسوجہ سے بغض رکھتی ہوں کہ تم نے اپنے سے بہتر لوگوں سے جنگ کی جس چیز کے تم حقدار نہ تھے وہ تم نے مانگی۔ علی سے میں اظہار ولا بحکم رسول وحب مساکین و تعظیم اہل دین کرتی ہوں اور تم سے دشمنی بوجہ خونریزی اور ظالمانہ حکومت اور متابعت نفس کے رکھتی ہوں پھر پوچھا تم نے علی کو دیکھا ہے انھوں نے کہا ہاں پوچھا اُن کو تم نے کیسا پایا کہنے لگیں خدا کی قسم انھوں نے ملک میں فتنہ نہیں پھیلایا نہ اُن کو دنیا کی کسی نعمت نے اپنی طرف مشغول کیا پھر پوچھا کیا تم نے اُن کا کلام سنا ہے کہنے لگیں ہاں

اُن کا کلام قلوب کے میل کو صاف کرتا ہے جیسا کہ زیتون کا تیل طشت کو صاف
کرتا ہے پھر پوچھا کیا تم کو کوئی حاجت ہے انھوں نے کہا سو سُرخ اونٹنیاں چاہییں
کہنے لگے اگر میں تم کو دوں تو تم مجھکو علی کا قائم مقام سمجھو گی انھوں نے کہا سبحان اللہ
اُن سے کم کیوں نہ سمجھوں معاویہ نے کہا اگر علی ہوتے تو وہ تم کو کچھ نہ دیتے انھوں نے
کہا مسلمانوں کے مال سے خدا کی قسم کچھ نہ دیتے۔ دارمیہ نے اُن کو غاصب ظالم
سبھی کچھ بنایا مگر اجتہاد کی قائل نہ ہوئیں۔ ام الخیر بنت حریش ابن سراقہ حارثی
کو معاویہ نے بلایا باتوں باتوں میں ان سے کہا کہ میں نے اپنی خوبی نیت سے تم پر
فتح پائی انھوں نے کہا اے معاویہ فضول گوئی مت کرو اور اپنی عاقبت کی فکر
کرو (عقد الفرید) قاضی جمال الدین واصل کا قول ہے کہ ابن جوزی بإسناد متصل
حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری کا قول ہے کہ چار خصلتیں معاویہ
میں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے صرف ایک ہی ہوتی تب بھی یہ خلق اللہ کو ہلاک کرتے
اوّل یہ کہ معاویہ نے بغیر مشورہ و صلاح تلوار کے زور سے حکومت لی حالانکہ اور صحابہ
صاحبان فضیلت اُس وقت موجود تھے۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے اپنے بیٹے یزید
کو خلیفہ کیا۔ تیسرے یہ کہ زیاد کو اپنے نسب میں ملا لیا یہ امر بالکل خلاف شرع ہوا
کیونکہ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ الولد للفراش وللعاھر الحجر یعنی لڑکا زانیہ کا
ہے اور زانی محروم ہے زیاد کو معاویہ سے مغیرہ ابن شعبہ کی ہوشیاری نے ملایا انھوں
نے امر حق چھپایا یہ جانتے تھے مگر زنا کی گواہی نہ دی جناب امیر کے خاندان سے برگشتہ
کر کے زیاد کو ملا دیا یزید کو بھی انھوں نے ولیعہد کرایا ابو مریم شراب فروش کا قول
زیاد کی ماں سمیہ کے لیے اور زیاد کے ولد الزنا ہونے کے لیے بہت کافی ہے چوتھے
معاویہ نے حجر ابن عدی اور اُن کے اصحاب کو قتل کیا (ابو الفدا) علامہ عمر ابن مظفر
الوردی کتاب تتمۃ المختصر فی اخبار البشر میں لکھتے ہیں ۵۱ھ میں کوفہ میں قاضی شریک

ابو عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی شریک کا انتقال ہوا یہ مہدی باللہ خلیفہ بغداد کے
زمانہ میں تھے اور بڑے عالم عادل کثیر الصواب حاضر الجواب تھے کسی نے اُن سے کہا
کہ معاویہ بہت بڑے حلیم تھے یہ جواب میں کہنے لگے جو شخص حق سے نادان بن جائے اور
جناب امیر سے جنگ کرے وہ ہرگز حلیم نہیں ہو سکتا۔ ان واقعات اور حالات کی بناپر
اگر معاویہ سے اظہار نفرت کیا جاتا ہے جیسا کہ وحشی قاتل حضرت حمزہ سے آنحضرت کا
اظہار نفرت ثابت ہے اور جو استیعاب و دیگر کتب سیر و حدیث و تاریخ میں موجود ہے
کہ وقت قبول اسلام وحشی یوم فتح مکہ آنحضرت نے اس طرح ارشاد فرمایا تھا کہ تم میرے
سامنے نہ آیا کرو مجھکو تکلیف ہوتی ہے میرے چچا کا واقعہ پیش نظر آجاتا ہے چنانچہ وحشی باوجود
اسکے کہ مسلمان ہو چکے تھے تا حیات آنحضرت مدینہ شریف نہ آئے یہ ظاہر ہے کہ اسلام
سے ماقبل کی خطائیں ایسی صاف ہو جاتی ہیں جیسے کپڑے سے میل جبکہ آنحضرت ایسی
بہتیل ذات کے قلب اقدس نے اسکو گوارہ نہ کیا تو پھر عوام معاویہ کی طرف سے بمقابلہ جناب
امیر و جناب حسن علیہم السلام اظہار نفرت یا غلطیاں دکھانے میں مطعون کیوں
سمجھے جاتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ اُن کے فضائل میں حدیثیں آئی ہیں اُن کے متعلق
ابن جوزی تو کتاب الموضوعات میں لکھتے ہیں کہ معاویہ کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح مروی
نہیں عینی و فتح الباری میں بھی اسحاق ابن راہویہ و امام نسائی کا یہی قول منقول ہے
امام نسائی کہتے ہیں کہ میں معاویہ کی فضیلت بجز اسکے کہ آنحضرت نے فرمایا تھا اسکے
پیٹ کو نہ بھرے اور کوئی نہیں جانتا یہ بھی کہا کرتے کہ اس بات پر معاویہ راضی نہیں
کہ صرف نجات پا جائیں لا اشبع اللہ بطنہ کا قصہ مسند ابو داؤد طیالسی میں حضرت
ابن عباس سے یوں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت نے ایک شخص کو معاویہ کے
بلانے کیلئے بھیجا اُس نے آکر کہا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں آنحضرت نے فرمایا خدا اُن کے
پیٹ کو نہ بھرے اسی وجہ سے خوراک مقدار سے بہت زائد ہو گئی تھی بدن میں

چربی بہت بڑھ گئی تھی شراب کا شغل بھی جاری رہتا تھا مسند امام احمد ابن حنبل میں
عبد اللہ ابن بریدہ ابن الحصیب اسلمی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے
والد بریدہ معاویہ کے یہاں آئے فرش پر بیٹھے پھر ہم لوگوں کے لیے کھانا آیا ہم نے
کھایا پھر شراب آئی معاویہ نے پی پھر میرے والد کو دی میرے والد نے کہا جب سے
اسکو رسول اللہ نے حرام کر دیا ہے میں نے نہیں پی معاویہ کہنے لگے میں جوانان
قریش میں بہت خوبصورت تھا اس سے زیادہ میں کسی چیز میں لذت نہیں پاتا
تھا سوائے دودھ اور خوش تقریر شخص کے (جلد ۵ مسند ابن حنبل مطبوعہ مصر صفحہ ۳۴۷)
معاویہ کے تمام معاصی اگر خطائے اجتہادی میں شمار کیے جائیں تو پھر خطائے منکر
کون ہوگی اور شر الامور محدثاتہا اور کل بدعۃ ضلالہ کے کیا معنی ہوں گے
ان کے متعلقہ کل واقعات اگر ایک سرے سے سب غلط سمجھے جائیں اور تمام
تاریخیں وغیرہ غلط کر دی جائیں تو پھر کوئی گفتگو باقی نہیں رہتی حالانکہ معتبر تاریخیں
انکے معائب سے بھری معلوم ہوتی ہیں غرضکہ معاویہ کی دنیا طلبی نے دین کو چھوڑ کر

؎ مسند امام احمد کی عبارت یہ ہے حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا
زید الحباب حدثنی حسین حدثنا عبد اللہ ابن بریدۃ قال
دخلت انا وابی علی معاویۃ فاجلسنا علی الفرش ثم اتینا بالطعام
فاکلنا ثم اتینا بالشراب فشرب معاویۃ ثم ناول ابی ثم قال
ما شربتہ منذ حرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال
معاویۃ کنت اجمل شباب قریش واجود ثغرًا وما
شیئ کنت اجد لہ لذۃ کما کنت اجدہ وانا
شاب غیر اللبن او انسان حسن الحدیث یحدثنی

تمام رعایا کو دنیاوی خواہشات و معاصی میں مبتلا کر دیا مسلمانوں کو اُن کے حال سے عبرت حاصل کرنا چاہیے اور خدا سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے ذلک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ و من یضلل اللہ فما لہ من ھاد۔

اعتزال خوارج اقرار نامہ صفین تحریر ہو چکنے کے بعد فریقین کے لشکر اپنے اپنے شہروں میں چلے گئے معاویہ دمشق میں جناب امیر کوفہ تشریف لائے آپ کی فوج سے بارہ ہزار خوارج علیحدہ ہو کر کوفہ سے متصل حروراء میں مقیم ہوئے سردار لشکر شیث ابن ربعی اور پیش امام عبداللہ ابن الکوا یشکری کو کیا حروراء میں قیام کی وجہ سے گروہ حروریہ کے نام سے مشہور ہوا اور بوجہ امام برحق پر خروج کے خوارج کہلائے ان کا منادی کہتا پھرتا بیعت اللہ کی ہے نیک کاموں کا حکم کرنا بُرے کاموں سے بچانا ہمارا فرض منصبی ہے بعد فتح کے تمام کام مشورہ سے انجام دیے جائیں گے (ابن اثیر) خوارج کا عقیدہ یہ تھا کہ بیعت و خلافت و امامت کوئی چیز نہیں وہ عمر ابن العاص ایسے شخص کو جس نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بے گناہ اس جنگ میں بہادیا حکم کرنا گناہ کبیرہ سمجھتے تھے (بدائع) ایک روز جناب امیر مسجد کوفہ میں وعظ فرما رہے تھے خوارج نے غل مچانا شروع کیا کہ تم سختی اور دشمن کی مار سے گھبرا گئے فیصلہ پر راضی ہو گئے دین کے کام میں ذلت قبول کی خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں جناب امیر نے جواب دیا بیشک تمہارے لیے خدا کے حکم کا منتظر ہوں خوارج نے یہ آیت پڑھی ولقد اوحی الیک و الی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک و لتکونن من الخاسرین نعوذ باللہ گویا جناب امیر کو اس آیت کا مصداق بنایا آپ نے جواب میں یہ آیت پڑھی فاصبر ان وعد اللہ حق و لا یستخفنک الذین لا یوقنون (مسعودی و کنز العمال) خوارج کی اس زیادتی و شرارت کو جاں نثاران جناب امیر نے دیکھ کر کہا اگرچہ ہم بیعت کر چکے ہیں لیکن اے امیر المومنین دوبارہ اس امر پر آپ سے بیعت کرتے ہیں کہ جسکے آپ دوست ہیں ہم بھی دوست ہیں اور جسکے آپ دشمن ہیں

ہم بھی دشمن ہیں خوارج یہ سنکر کہنے لگے کیا خوب تم نے بیعت کر کے اپنے اوپر فرض کر لیا کہ جسکے جناب امیر دوست ہوں تم بھی دوست ہو اور جسکے وہ دشمن ہوں تم بھی دشمن ہو اسی طرح اہل شام نے معاویہ سے بیعت کر لی ہر کام میں اُنکے مطیع ہو گئے ہمارے نزدیک تم دونوں حق سے بمنزلوں دور ہو گئے اور دونوں کفر کی جانب مائل ہو گئے زیاد ابن نضر نے خوارج کو جواب دیا کہ ہم نے جناب امیر کی بیعت کتاب و سنت پر کی ہے لیکن جب تم اُنکے مخالف ہوئے تو جاں نثاران جناب امیر اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے جسکے آپ دوست ہیں ہم بھی دوست ہیں اور جسکے آپ دشمن ہیں ہم بھی دشمن ہیں درحقیقت ہمارا یہی عقیدہ ہے اور یہی حق ہے جو اسکا مخالف ہو وہ خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے جناب امیر ان حالات سے بہت غمگین ہوئے حضرت ابن عباس کو بلا کر فرمایا کہ تم حروراء میں جا کر خوارج سے ملو میں بھی آتا ہوں میرے آنے تک اُن سے بحث و مباحثہ نہ کرنا میں خود بحث کر کے اُن کے شکوک رفع کر دوں گا ابن عباس نے انھیں جا کر دیکھا صورتاً نمازی دیندار متقی و عابد معلوم ہوتے تھے صوفیانہ وضع کے نیچے کرتے پہنے ہوئے پیشانیوں پر نماز کے ڈھٹے پڑے ہوئے تھے خوارج نے نہایت تعظیم سے اُن کا خیر مقدم کیا اور اُن کے آنے کی وجہ پوچھی ابن عباس نے فرمایا میں ابن عم و داماد رسول خدا حضرت علی کے پاس سے آیا ہوں مجھے مہاجرین و انصار نے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے خوارج کہنے لگے ہم نے بڑا غضب کیا کہ خدا کو چھوڑ کر بندوں کو دین کے کام میں حکم بنا لیا ہم اپنے اُس فعل سے تائب ہو گئے ہیں اگر جناب امیر بھی توبہ کر لیں اور ہمارے ساتھ پھر دشمن کے مقابلہ کو چلیں تو ہم اُن کے مطیع ہیں اور اُنکا ساتھ دینگے (عقد الفرید) اُنکی ان باتوں کا جواب ابن عباس نے یہ دیا کہ تقرر حکمین پر تمھارا اعتراض کیوں ہے اللہ تعالے نے میاں بی بی کے جھگڑے میں حکم بنانے کا حکم دیا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سی

مثالیں موجود ہیں قرآن شریف میں موجود ہے یحکم بہ ذوا عدل منکم تم میں سے
جو دو صاحب عدل ہوں حکم بنائے جائیں خوارج کہنے لگے عمر ابن العاص تمہارے
نزدیک عادل ہونگے ہمارے نزدیک ظالم ہیں اگر ابن العاص عادل ہیں تو یہ ہمارا قصور
ہے کہ ہم اُن سے کیوں لڑے اور اگر عادل نہیں تو ظالم فاسق کا حکم بنانا کیا معنی یہاں
یہ بحث ہو رہی تھی کہ ابن عباس کی روانگی کے بعد جناب امیر نے زیاد ابن نضر کو خوارج
کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ یہ اندازہ کریں کہ وہ لوگ کس جانب مائل ہیں اور اپنا
سردار کسکو مانتے ہیں زیاد ابن نضر نے آکر بیان کیا کہ یزید ابن قیس کے پاس زائد
آمد رفت ہے یہ سنکر جناب امیر معہ دیگر اصحاب حروراء تشریف لے گئے وہاں پہونچکر
یزید ابن قیس کے خیمہ میں داخل ہوے اُن سے باتیں کیں ان کو اصفہان ورے کی
حکومت سپرد کی پھر اُس جلسہ میں گئے جہاں ابن عباس و خوارج سے گفتگو ہو رہی تھی
آپنے اولاً ابن عباس سے فرمایا کہ میں نے تم کو بحث و مباحثہ سے منع کر دیا تھا پھر
فرمانے لگے خداوندا جو آج دنیا میں فلاح پائے گا کل آخرت میں بھی اُسے فلاح
نصیب ہوگی پھر خوارج سے پوچھا تمہارا امشیر و سردار کون ہے ان لوگوں نے جواب دیا
ابن الکوا پھر پوچھا تم لوگوں نے بیعت کر کے مجھپر خروج کیوں کیا خوارج کہنے لگے آپنے
جنگ ترک کر کے ہمیں بیجا حکومت گوارہ کی فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں سچ کہنا کیا تمہیں
یہ معلوم ہے کہ جب شامیوں نے قرآن اٹھائے تو سب سے پہلے تمہیں لوگ بول اٹھے کہ اب
ہم نہیں لڑینگے یہ کسکی رائے تھی میں نے تم کو صاف تبلا دیا تھا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ
ان لوگوں کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں تم نے نہ مانا اور فیصلہ پر اصرار کرتے رہے
میں مجبور ہوگیا بایں ہمہ میں نے حکمین سے عہد لیا ہے کہ مطابق قرآن کے فیصلہ کریں
اب بھی موقع ہمارے ہاتھ ہے اگر ان لوگوں نے حق پر فیصلہ کیا تو ہمیں کوئی عذر نہیں
نہ مخالفت کی کوئی وجہ اگر خلاف شرع فیصلہ ہوا تو ہم اُس سے بیزار ہیں پھر اُسوقت

جو حق ہوگا گزرینگے پھر خوارج کہنے لگے کہ مسلمانوں کی خونریزی میں آدمیوں کا حکم کرنا آپ عدل وانصاف سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم کیا ہے وہی حاکم عادل ہے قرآن شریف کاغذ پر لکھا ہوا دو دفتیوں کے اندر رہے وہ خود بولتا نہیں آدمی بولتے ہیں اُس کا حکم اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں خوارج کہنے لگے یہ امر ہمارے ذہن نشین ہوگیا ایک بات اور ہے وہ یہ کہ آپ نے اس فیصلہ کی مدت کیوں مقرر کی جب فیصلہ حق ہے تو تاخیر کی کیا وجہ ارشاد ہوا کہ تقرر مدت میں یہ فائدہ ہے کہ خواص وعوام عالم وجاہل سب کو اس کی خبر ہو جائے گی اس عرصہ میں شاید اللہ تعالےٰ کوئی ایسی بات پیدا کردے جس سے امت کی فرقہ بندی رفع ہو کر اتفاق ہو جائے اللہ تم پر رحم کرے جناب امیر کی شیریں گفتاری سے تمام خوارج دنگ ہو گئے جب کچھ جواب نہ بن پڑا تو نادم ہو کر آپ کے ساتھ کوفہ آئے حضرت ابن عباس کے مناظرہ کی کیفیت امام نسائی اپنے سنن میں یوں روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس کہتے ہیں جب حروریہ نے خروج کیا اور وہ لوگ گھر میں جمع ہو گئے جو تقریباً چھ ہزار تھے تو میں نے جناب امیر سے عرض کیا کہ آج نماز آپ ٹھنڈے وقت میں پڑھیں میں اس گروہ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں جناب امیر ارشاد فرمانے لگے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم سے وہ گستاخی کریں میں نے کہا ہرگز نہیں کر سکتے پھر میں دوپہر کے وقت لباس بدل کر اور کنگھی کرکے اُن کے پاس گیا وہ کھانا کھا رہے تھے مجھے دیکھ کر کہنے لگے آپ یہاں کیسے آئے میں نے کہا میں آنحضرت صلعم کے صحابہ مہاجرین اور انصار اور حضرت کے ابن عم اور داماد کے پاس سے آیا ہوں جنکے حق میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اور وہ تم سے زیادہ اُسکی تاویل کے جاننے والے ہیں نیز اس لیے آیا ہوں کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں تم کو اور جو کچھ تم کہو اُن کو پہنچا دوں پس چند آدمی ان میں سے علیحدہ ہو کر میرے پاس آئے میں نے اُن سے کہا کہ بیان کرو

آنحضرت کے اصحاب اور ابن عم پر تمہارا کیا اعتراض ہے وہ کہنے لگے تین اعتراض ہیں
اول یہ کہ جناب امیر نے خدا کے حکم میں منصف مقرر کیے حالانکہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے
کہ خدا کے سوا کسی کا حکم نہیں تو پھر حکم مقرر کرنا کیسا دوسری بات یہ ہے کہ جناب
امیر نے لوگوں سے جہاد کیا نہ اسیر بنانے دیا اور نہ مال لوٹنے دیا جن لوگوں سے
جہاد کیا وہ یا تو کافر تھے یا مومن اگر کافر تھے تو اُن کو قید کر لینا اور اُن کا مال لوٹ لینا
چاہیے تھا اگر مومن تھے تو نہ اُن سے لڑنا جائز تھا نہ قید کرنا تیسرے جناب امیر نے اپنے
آپ کو امیر المومنین ہونے سے خود ہٹا دیا جب وہ مسلمانوں کے امیر نہ ہوئے تو کافروں
کے امیر ہوئے میں نے پوچھا کہ انکے علاوہ اور بھی اعتراض ہے انھوں نے کہا تین
اعتراض کافی ہیں میں نے کہا یہ جو تم کہتے ہو کہ جناب امیر نے خدا کے حکم میں لوگوں کو
منصف بنایا تو میں تمہارے سامنے کلام اللہ پیش کرتا ہوں کہ خدا نے ایسی چیز
میں منصف بنانے کا حکم دیا ہے کہ جسکی قیمت درہم کا آٹھواں حصہ ہے خود فرماتا ہے
یا ایہا الذین امنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء
مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم الخ یعنے اے ایمان والو جب
تم حالت احرام میں ہو تو شکار نہ مارو اگر کوئی تم میں سے قصداً مارے تو اُس کا بدلہ
اُس کے مثل جانوروں میں ہے جسکو دو معتبر آدمی ٹھہرائیں خدا کا حکم ہے کہ لوگ اس
بارہ میں حکم بنائے جائیں اگر خدا چاہتا تو خود اس بارے میں حکم لگا دیتا اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ حکم بنانا جائز ہے میں تم کو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ دو فریق کی صلح و
خونریزی بند کرنے کے لیے لوگوں کو منصف ٹھہرانا بہتر ہے یا ایک خرگوش کے لیے
وہ کہنے لگے دو فریق کی صلح کے لیے افضل ہے یا عورت و مرد کے درمیان خدا کا حکم
ہے فرماتا ہے وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا
ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما یعنے اگر دونوں کی نا چاقی سے تم ڈرتے ہو

تو ایک معتبر مرد مردوں کے پاس اور ایک معتبر عورت عورتوں کے پاس بھیجو وہ صلح کرا دیں پھر اللہ اُن دونوں کے درمیان موافقت کرا دیگا اب میں تم سے قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ لوگوں کا اصلاح ذات البین اور خونریزی کے انسداد میں حکم مقرر کرنا بہتر ہے یا عورت سے جماع کے لیے مقرر کرنا اس آیت سے نکلتا ہے یا نہیں وہ کہنے لگے ہاں نکلتا ہے پھر میں نے کہا اب تم یہ جو کہتے ہو کہ جناب امیر نے جنگ میں اسیر نہیں بنائے تو کیا تم ام المومنین حضرت عائشہ کو قید کرنا پسند کرتے ہو وہ تو تمھاری ماں ہیں اگر یہ کہو کہ ہم اس امر کو غیر پر جائز ہونے کی وجہ سے جائز سمجھتے ہیں تو تم کافر ہوگے اگر یہ کہو کہ وہ ماں نہیں ہیں تو بھی کافر ہوگے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم یعنی نبی مومنین میں سب سے بہتر ہے اور اُس کی بیبیاں تمھاری ماں ہیں اب تم دونوں گمراہی میں پڑتے ہو اپنے نکالنے کا راستہ نکالو اسیر بنانا اس سے نکلتا ہے یا نہیں کہا نکلتا ہے اور تم جو یہ کہتے ہو کہ جناب امیر نے اپنے آپ کو امیر المومنین ہونے سے ہٹا دیا تو شہادت میں ایسے شخص کو پیش کرتا ہوں جس سے تم خوش ہو جاؤ گے میں اسکی شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت نے حدیبیہ کے روز مشرکوں سے صلح کی جناب امیر سے آنحضرت نے ارشاد فرمایا اے علی لفظ رسول اللہ کو مٹا دو اور یہ لکھو جس پر محمد ابن عبد اللہ صلح کرتے ہیں خدا کی قسم آنحضرت جناب امیر سے افضل تھے آنحضرت نے اپنے نفس کو محو کیا تھا اس مٹانے سے وہ ہرگز نبوت سے نہیں مٹے تھے آیا یہ امر اس سے ثابت ہوا یا نہیں وہ کہنے لگے ثابت ہو گیا پھر دو ہزار آدمی اس گروہ سے تائب ہوئے بقیہ اپنی گمراہی پر رہے اسی کی مؤید دوسری حدیث سنن نسائی میں یہ ہے کہ علقمہ ابن اسحاق ناقل ہیں کہ میں نے جناب امیر سے عرض کیا کہ آپ اپنے اور ابن آکلۃ الاکباد یعنی معاویہ کے درمیان حکم مقرر کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں حدیبیہ کے روز آنحضرت کی طرف سے کتابت پر مقرر تھا میں نے لکھا کہ

یہ وہ امر ہے جسپر محمد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صلح کرتے ہیں سہیل ابن عمر کہنے لگا اگر ہم جانتے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں تو ہم اُن سے نہ لڑتے اس کو مٹا دو میں نے کہا خدا کی قسم وہ بلا شبہ خدا کے رسول ہیں بس تو اسکو کبھی نہیں مٹاؤنگا آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی مجھے بتا دو وہ کونسا مقام ہے جہاں میرا نام لکھا ہوا ہے میں نے آنحضرتؐ کو بتایا آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے لفظ رسول اللہ محو فرما کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے لیے بھی ایسا ہی ہوگا تم بھی ایسا ہی کروگے منقول ہے کہ خوارج کہتے تھے جسوقت جناب امیر نے ہم کو یہ الزام دیا کہ مصالحت میں تمہاری خواہش تھی میں انکار کرتا تھا اس کے جواب میں ہم لوگوں نے کہا بیشک ہماری یہی خواہش تھی بعد میں ہمکو معلوم ہوا کہ مصالحت کرکے کافر ہوئے مصالحت ہمیں جائز نہ تھی لہذا ہم نے توبہ کرلی اور پھر لڑائی کا ارادہ دل میں ٹھان لیا اگر آپ بھی توبہ کرتے ہیں تو ہم آپ کے مطیع ہیں ورنہ نہیں جناب امیر نے ہم سے بیعت لے کر فرمایا کہ شہر میں چلکر آرام کرو چھ مہینے ٹھہرنا جانور کھا پی کر فربہ ہو جائینگے مال بھی جمع ہو جائیگا پھر دشمن کے مقابلہ میں نکلیں گے چنانچہ اس وعدہ پر ہم کوفہ میں آئے۔ خوارج کا یہ قول سراسر جھوٹ وافترا ہے جناب امیر نے ان سے یہ نہیں کہا اور نہ بیعت[1] کی (ابن اثیر)۔

جنگ نہروان جناب امیر نے جب ابوموسی اشعری کو فیصلہ کرنے کے لیے روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو فرقۂ خوارج کے دو شخص حرقوص ابن زہیر اور زرعہ ابن برج طائی آکر کہنے لگا کہ لاحکم الا اللہ جناب امیر نے بھی یہی جواب دیا حرقوص نے کہا اے

[1] عقد الفرید میں ہے اُس زمانہ میں تمام خوارج ایک عقیدہ پر تھے اختلاف نہ تھا رفتہ رفتہ اختلاف ہو گیا جس سے چار مختلف جماعتیں ہو گئیں۔

(۱) اباضیہ اصحاب عبداللہ ابن اباض (۲) صفریہ اصحاب ابن صفار (۳) بیہسیہ اصحاب ابن بیہس (۴) ازارقہ اصحاب نافع ابن ارزق ۱۲

اے علی آپ گناہ سے توبہ کریں اور اپنے قول وقرار سے جو آپ نے معاویہ سے کیا ہے پھر جائیں یہ فیصلہ ناجائز و خلاف شرع ہوگا آپ ہمارے ساتھ دشمنوں پر خروج کیجیے جب تک ہمارے جسم میں جان ہے اُن سے لڑیں گے جناب امیر نے فرمایا میرا ارادہ بھی یہی تھا مگر تم نے میری مخالفت کی اب موقع ہاتھ سے نکل گیا تم نے عہد کر کے ہاتھ کاٹ لیے اللہ تعالے فرماتا ہے جب تم اللہ سے عہد کرو تو اس کو پورا کرو جب سب باتیں طے ہوگئیں اب اُسکے خلاف کیسے کر سکتے ہو حرقوص کہنے لگا یہی تو گناہ ہے جسکے لیے ہم توبہ کرنے کو کہتے ہیں فرمایا یہ گناہ نہیں البتہ رائے کی لغزش ہے جس میں تمھاری بدولت مبتلا ہوے زرعہ کہنے لگا اے علی اگر تم حکم بنانا نہ چھوڑ دو گے ہم تم سے لڑینگے ہمارا لڑنا حق پر ہوگا کیونکہ اس میں خدا کی رضا مطلوب ہوگی جناب امیر کو جوش آگیا فرمانے لگے جاؤ دور ہو جو تیرے دل میں آئے کر گزریں اپنے قول سے نہیں پھر سکتا زرعہ کہنے لگا ہمارا مطلب یہی ہے کہ ہم سے تم سے جنگ ہو یہ کہکر دونوں چلے آئے اور لاحکم الا اللہ کی صدا لگاتے جہاں اُترے تھے چلے گئے بعد فیصلہ حکمین خوارج خوش ہو کر کہنے لگے اب علی کا خون ہم پر مباح ہوگیا اس واقعہ کے بعد ایک روز جناب امیر مسجد میں وعظ فرما رہے تھے خوارج بھی اسی جلسہ میں موجود تھے مسجد سے لاحکم الا اللہ کا نعرہ بلند ہوا جناب امیر نے فرمایا اللہ اکبر بات تو سچی ہے ور بکی کہتے ہیں مگر اسکے ذریعہ سے باطل کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اگر خوارج اب بھی اس قسم کی باتوں سے سکوت کریں تو ہم اُن سے معترض نہ ہوں گے اگر وہ گفتگو کرنا چاہیں تو ہم مباحثہ کے لیے تیار ہیں اگر ہم پر خروج کریں گے تو ہم اس میں بھی بند نہیں اس تقریر پر یزید ابن عاصم محاربی کہنے لگا خداوندا ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اپنے دین میں ذلت ہم کو گوارہ نہیں کیونکہ دین کے معاملات میں ذلت پر رضی ہونا خدا کے کام میں سستی کرنا ہے جس کا اثر

ذلیل ہونا اور باعث نزول غضب الٰہی ہے اے علی تم ہم کو قتل سے کیا ڈراتے ہو ہم ایسے
کمزور نہیں کہ تمھاری دھمکی میں آجائیں ہم امید رکھتے ہیں کہ عنقریب تم کو ذلت و رسوائی کے
دروازے تک پہونچا دینگے تمھاری خطاؤں سے ہم درگزر کرنے والے نہیں اُسوقت
تم کو معلوم ہوگا کہ کون ذلیل و خوار ہوا یہ کہکر وہ مرد و مسجد سے نکلگیا اُسکے ساتھ اُسکے
تین بھائی بھی چلے گئے جو جنگ نہروان میں فی النار ہوئے ۔ بعد ختم گفتگو جناب امیر قصر
الامارت میں چلے گئے خوارج مسجد سے نکلکر سبکو ساتھ لیکر عبد اللہ ابن وہب ابی کے
مکان پر جمع ہوئے اُسنے اُنکو زہد و تقویٰ کی ہدایت اور امر معروف و نہی منکر کی تاکید
کر کے یہ رائے دی کہ اس شہر سے نکلکر جنگلوں یا پہاڑوں یا دوسرے شہروں میں جو امیر المومنین
کے حدود مملکت سے باہر ہوں چلکر قیام پذیر ہوں حرقوص نے اس رائے سے اتفاق
کر کے کہا دنیاوی زندگی بہت قلیل ہے اس سے جلد ہر شخص کو کوچ کرنا ہے خبردار
دنیا کی زینت و تازگی و رونق میں مبتلا نہ ہو تا سنان اسدی نے یہ رائے دی کہ یہ سب
بالکل ٹھیک ہے یہاں سے کوچ کرنے سے قبل کسی کو اپنا سردار بنا کر علم اُسکے ہاتھ
میں دیدو کیونکہ تم کو اور مشکلات آیندہ میں ایسے شخص کی رائے و تدبیر کی ہر وقت
ضرورت ہوگی اس رائے کو سب نے پسند کیا پھر زید ابن حصین طائی کو اپنا سردار مقرر کرنا
چاہا اُسنے انکار کیا پھر حرقوص ابن زہیر حمزہ ابن سنان شریح ۔ ابن اوفی عبسی سے
باری باری کہا گیا سب نے انکار کیا بالآخر عبد اللہ ابن وہب راضی ہوگیا اور کہنے لگا
تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ مجھکو سرداری و امارت کی طمع ہے یا میں دنیا کی طرف راغب ہو رہا
ہوں ایسا نہیں ہے بلکہ بہ نیت ثواب آخرت میں اس بار عظیم کو اپنے سر لیتا ہوں چنانچہ
۱۰ ماہ شوال ۳۷ھ کو سب نے اُسکے ہاتھ پر بیعت کی یہ امام الخوارج ہوگیا علامہ مسعودی
کی روایت میں اس جماعت کی تعداد چار ہزار ہے پھر خوارج بغرض مشورہ شریح بن اوفی عبسی
کے یہاں جمع ہوئے عبد اللہ ابن وہب نے کہا ہمارے ساتھ ایسے شہر میں چلو جہاں ہم

اللہ تعالےٰ کے احکام جاری کر سکیں کیونکہ ہم حق پر ہیں شریح نے کہا یہاں سے نکل چلنا
ہر حال میں بہتر ہے لیکن اگر یہاں سے سب کے سب مل کر چلو گے تو امیر المومنین کے
توابع تمھارا تعاقب کرکے راستہ میں روکیں گے ایک ایک دو دو پوشیدہ ہو کر نکلو
اب یہ کہ کہاں چلیں میرے نزدیک مدائن جانا ٹھیک نہیں وہاں والے تم کو نہ آنے دینگے
میری رائے میں نہروان کے پل کی طرف چلو وہاں رہکر بصرہ کے لوگوں کو خط و کتابت
کرکے بلا لینا سب نے اس رائے سے اتفاق کیا عبد اللہ ابن وہب نے خوارج بصرہ
کے نام خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ ہم سب نے یہاں سے نکلنے پر اتفاق کر لیا ہے تم
ہم سے فلاں مقام پر ملجانا یہ خط جب پہونچا اہل بصرہ نے جواب دیا بہت مناسب ہے ہم
سب تم کو جائے معینہ پر ملیں گے جب یہ سب باتیں طے ہو گئیں تو خوارج نے روانگی کیلیے
دن مقرر کیا شنبہ کے دن متفرق ایک ایک دو دو دس دس کر کے کوفہ سے نکلے شریح ابن
اوفی اور طرفہ ابن عدی ابن حاتم بھی ساتھ ہوے عدی ابن حاتم بیٹے کو سمجھانے کے لیے
مدائن تک گئے اس بدبخت نے نہ مانا آخر واپس آگئے واپسی میں ابن وہب انہی سے
ملاقات ہوئی اُسکے ساتھ بیس سوار تھے عدی تنہا تھے ابن وہب نے قتل کا ارادہ کیا
لیکن عمر ابن مالک نبھانی و بشر ابن زید بولانی نے روکا عدی کی جان بچگئی انھوں نے
سعد ابن مسعود سے جو امیر المومنین کی طرف سے مدائن کے عامل تھے خوارج کا ارادہ
بیان کیا سعد نے شہر مدائن کی ناکہ بندی کردی اور مدائن پر مختار ابن عبید اپنے بھتیجے
کو نائب کرکے خود ایک جماعت کے ساتھ خوارج کی تلاش میں نکلے ابن وہب کو جب
یہ معلوم ہوا تو وہ بغداد چلا گیا یہ بھی نہایت تیزی سے بغداد کی طرف چلے راستہ میں بمقام
کرخ دونوں سے ملاقات ہوئی سعد ابن مسعود کے ساتھ پانچ سوار تھے ابن وہب کے
ساتھ تیس سوار تھے بقیہ خوارج نکلجا چکے تھے دونوں میں تھوڑی دیر تک جنگ ہوتی رہی
سعد کے ہمراہیوں نے لڑائی سے ہاتھ روک کر کہا تا وقتیکہ امیر المومنین کی طرف سے

کوئی حکم دربارۂ قتال خوارج صادر نہ ہو لڑنا مناسب نہیں اگر حکم دیں تو ہم بچپانہ چھوڑینگے
اور اگر کسی اور کو اس کام پر مامور فرمائیں تو ہمیں خوامخواہ اُن سے لڑنے سے کیا فائدہ
سعد ابن مسعود نے کچھ نہ سنا برابر لڑتے رہے یہانتک کہ رات ہوگئی فریقین نے جنگ
ختم کی ابن وہب موقع پا کر رات ہی میں دجلہ کو عبور کرکے جوخی ہوکر نہروال چلا گیا
وہاں پہنچکر اپنے ساتھیوں سے ملا اسکے پہنچانے سے لوگ وہاں ناامید ہوگئے تھے یہ
سمجھ رکھا تھا کہ ابن وہب مارا گیا اگر ایسا ہوا تو اُسکی جگہ پر زید ابن حصین یا حرقوص
ابن زہیر سردار بنا لیا جائیگا ان لوگوں کے خروج کے بعد کوفہ کے اور خوارج نے بھی
ان سے ملنا چاہا کوفہ سے نکلنا چاہتے تھے مگر گھر والوں کے روکنے سے رک رہے
ان میں قعقاع ابن قیس طرماح ابن حکیم عبداللہ ابن حکیم ابن عبدالرحمن بکائی تھے امیرالمومنین
کو جب یہ معلوم ہوا کہ سالم ابن ربیعہ عبسی بھی خوارج کے گروہ میں ملنا چاہتے ہیں اور عنقریب
کوفہ سے نکلجانے والے ہیں تو اُنھوں نے اُنکو اپنے پاس بلا کر منع کیا یہ پھر نہیں گئے جب
خوارج جاچکے تو اصحاب جاں نثاران امیرالمومنین نے حاضر ہوکر دوبارہ جنگ
خوارج پر بیعت کی اور عرض کیا ہم آپ کے دوستوں کے دوست اور دشمنوں کے
دشمن ہیں یہ سنکر جناب امیر نے اتباع سنت نبوی پر بیعت لی پھر ربیعہ ابن شداد خثعمی
آیا یہ جناب امیر کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں قبیلہ خثعم کا سردار اور علمبردار تھا
جناب امیر نے اس سے فرمایا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر میری بیعت کرو
ربیعہ نے جواب دیا بلکہ سنت و طریقۂ ابوبکر و عمر پر بیعت کرتا ہوں جناب امیر نے فرمایا
معاذ اللہ کیا ابوبکر و عمر کا عمل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف تھا کیا اُنکا
طریقہ دوسرا تھا اگر ایسا ہے تو وہ حق پر نہ تھے بالآخر ربیعہ نے بیعت کرلی جناب
امیر بعد بیعت بغور اُسکے چہرہ کو دیکھنے لگے اور فرمایا کہ میں اسوقت اپنی آنکھ سے
دیکھ رہا ہوں اے ربیعہ تم خوارج سے ملکر مارے گئے گھوڑوں کی ٹاپوں سے تمھارے

اعضا بالکل ریزہ ریزہ ہوگئے چنانچہ ایسا ہی واقعہ پیش آیا ربیعہ جناب امیر سے علیحدہ ہوکر نہروان میں خوارج کے ساتھ مارا گیا خوارج بصرہ کی پانچسو کی جماعت بسرداری مسعر ابن فدکی تمیمی کے بصرہ سے نکلی ان سے اور خوارج کوفہ سے پہلے ہی بذریعہ خط وکتابت مقام ملاقات کا وعدہ ہوگیا تھا یہ اپنے وعدہ پر چلے حضرت عبداللہ ابن عباس کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ابوالاسود دوئلی کو ان کے تعاقب میں روانہ کیا انھوں نے خوارج کو دجلہ کے جسر اکبر پر پایا دونوں میں مقابلہ ہوا عصر کے بعد عشا تک لڑائی ہوتی رہی رات کی تاریکی کی وجہ سے لڑائی بند ہوگئی مسعر موقع پاکر نکل گیا نہروان پہونچکر ابن وہب سے ملا چونکہ فیصلہ حکمین تمام مسلمانوں کو باستثناء اہل شام ناپسند تھا اسی بنا پر فرقہ خوارج جناب امیر سے علیحدہ ہوکر خروج پر آمادہ ہوا جناب امیر اور ان کے اصحاب کو خاطی اور باطل پر قائم رہنے والا خیال کرکے اپنے نزدیک جناب امیر پر جہاد کرنے کو نیک کام اور باعث ثواب سمجھنے لگا درحقیقت حکمین کا فیصلہ بالکل ناجائز وکتاب اللہ وسنت کے خلاف اور شرائط کے برعکس تھا لہذا جناب امیر اہل شام سے جنگ کے ارادہ میں تھے اپنا ارادہ ظاہر کرنے کے لیے کوفہ میں ایکروز حسب ذیل خطبہ دیا "اے لوگو خوب یاد رکھو کہ گناہ ونافرمانی خدا باعث نکبت وسبب ندامت ہے میں نے تقرر حکمین کے وقت اپنی رائے اس کے خلاف ظاہر کی تھی مجھے اسوقت اہل شام کی جنگ ترک کرکے ان سے مصالحت کرنا ہرگز پسند نہ تھا لیکن تم لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا اور اپنے قول پر اڑے رہے آگاہ ہو کہ دونوں حکموں نے حکم قرآن کو پس پشت ڈالا جس امر کو قرآن نے مردہ کردیا تھا انھوں نے زندہ کیا دونوں نے اپنی اپنی رائے وخواہش نفسانی کی پیروی کی فیصلہ کرنے میں ہدایت نہ پائی فیصلہ بغیر حجت ودلیل کے کیا جو نہ قرآن کے موافق اور نہ سنت نبوی کے مطابق ہے پھر ان دونوں نے بھی باہم اختلاف کیا اہل اختلاف رائے نے انکو راہ راست سے

دور پھینکا جب کہ اُنکا فیصلہ سراسر قرآن وسنت کے خلاف ہے تو ایسے فیصلے سے
خدا اور اُسکے رسول دونوں بیزار ہیں اور خدا کے نیک بندے بھی اُس سے ناراض ہیں
لہذا تم سب اہل شام کی لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ اور سفر جہاد ملک شام کا پھر سامان درست
کرلو دوشنبہ کی صبح کو لشکر بہمہ وجوہ مستعد ہو کر جانب شام روانہ ہو جائے" اس خطبہ کے
بعد جناب امیر نے ایک فرمان بنام خوارج لکھکر روانہ فرمایا جو حسب ذیل ہے۔

"از طرف بندۂ خدا امیر المومنین علی۔ زید ابن حصین اور عبد اللہ ابن وہب اور اُنکے
تمام ہمراہیوں کو واضح ہو کہ ان دونوں حکموں نے جن کے فیصلہ پر سب راضی تھے
خلاف حکم خدا اور رسول اپنے نفس کے موافق فیصلہ کیا لہذا ہم اُن سے جنگ کے
لیے جانے والے ہیں دشمنوں سے مقابلہ کریں گے ہم اُسی سابق رائے پر قائم
ہیں ہمارا خط جسوقت تم لوگوں کے پاس پہونچے فوراً ہمارے پاس چلے آؤ
اور ہمارے ساتھ ہو کر اپنے دشمن کی طرف چلو"

خوارج نے ساتھ جانے سے انکار کیا اور یہ جواب لکھا۔ کہ

"تمنے بوقت تقرر حکمین خداوند تعالےٰ کا پاس نہ کیا اور نہ اُسکے حکم کے اتباع میں اپنے
دشمن پر غضبناک ہوئے اب اپنے نفس کے اتباع میں لڑنے کے لیے کہتے ہو اگر تم اپنے
کفر کا اقرار کرکے توبہ کرتے ہو تو ہم اپنے اور تمھارے معاملہ میں غور کریں گے اگر
مناسب سمجھیں گے تو شریک ہوں گے ورنہ تمھاری بیعت سے الگ تو ہو ہی چکے
ہیں اب ہم تم سے برابری کے ساتھ لڑنے کو موجود ہیں اللہ تعالےٰ خیانت
کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے"

جناب امیر کو اس خط کے پڑھتے ہی خوارج کی شرکت اور اُن کے متفق ہونے سے ناامیدی
ہو گئی اہل شام کے خلاف جہاد پر ترغیب دینے کے لیے اہل کوفہ کو جمع کرکے فرمایا۔
"اے حامیان اسلام جس نے اللہ کے لیے جہاد نہ کیا سستی اور کاہلی سے چھوڑ بیٹھا

خوب سمجھ لو وہ شخص چاہ ہلاکت میں گر پڑا اور مستحق نزدل غضب الٰہی ہو گیا خدا کی رحمت جو ہر وقت بندوں کے شامل حال ہے اگر ہلاکت سے نہ بچائے تو دوسری بات ہے اے لوگو اللہ سے ڈرو اور جو لوگ خدا اور اسکے رسول سے دشمنی کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو بالکل بجھا دیں اُن سے جنگ کرو جو لوگ خاطی و ظالم و گمراہ ہیں نہ قرآن کو سمجھتے ہیں نہ اُسپر عامل نہ دین کو جانتے ہیں اور نہ اُس میں ملکہ تام اور نہ قوت اجتہاد رکھتے نہ خلافت و امارت کے اہل ہیں نہ سابقیت اسلام اُنکو حاصل ہے اُن سے ضرور جہاد کرو اگر یہ لوگ تم پر حاکم ہو جائینگے تم پر قوانین کسریٰ و ہرقل جاری کریں گے احکام قرآنی و احادیث بالکل اُٹھا دیں گے اب اہل شام سے جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ ہم نے بصرہ والوں کو بھی بلایا ہے وہ آجائیں تو سب ایک ساتھ روانہ ہوں" پھر ایک فرمان بصرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے پاس روانہ فرمایا جسکا مضمون یہ تھا۔

"ہم نخیلہ میں اپنے لشکر کو جمع کر کے ٹھہرتے ہیں ہم سب نے اہل شام سے جنگ کا قصد کیا ہے تم بصرہ والوں کو ہمارے ساتھ چلنے پر راضی کرو اور تیار رہو جس وقت ہمارا قاصد پہنچے اُنکو فوراً پاس بھیج دینا"

ابن عباس نے یہ فرمان مجمع عام میں پڑھکر سنایا اور لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا اُنکی ترغیب سے پندرہ سو آدمی بسرداری احنف ابن قیس جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے دوبارہ پھر ابن عباس نے لوگوں کو مجتمع کر کے فرمان سنانے کے بعد کہا میں نے تم کو حسب الحکم امیر المومنین حضرت علی جنگ کے لیے آمادہ کیا ہے مجھے سخت افسوس ہے تم ساٹھ ہزار مرد میدان اور جنگجو ہو ان میں سے کل پندرہ سو آدمی جنگ کے لیے تیار ہوئے ہو اس قلیل تعداد کو میں کیا بھیجوں بھیجوں تو نہیں مگر مجھے بھیجتے ہوئے شرم آتی ہے تم میں سے خبردار کوئی شخص تحبت نہ قائم کرے

مجھے یقین ہے جو شخص امیر المومنین کا ساتھ نہ دے گا وہ ضرور گنہگار ہو گا میں اچھی طرح تم کو سمجھاتا ہوں اگر تم نے نہ مانا تو پچھتاؤ گے اور نادم ہو گے اپنے امام برحق کا ساتھ نہ چھوڑو و ابن قدامہ سعدی کو اپنا سردار کر کے روانہ ہو جاؤ یہ سنتے ہی جاریہ ابن قدامہ راضی ہو گئے اور اُنکے ساتھ سترہ سو آدمی تیار ہوئے حضرت ابن عباس نے بروایت ابن خلدون تین ہزار ایک سو اور بروایت ابن اثیر تین ہزار دو سو کی جماعت بھیجی جناب امیر نے رؤساء و اکابر اشراف کوفہ سے یہ تقریر فرمائی "اے سرداران و لے ساکنان کوفہ تم لوگ میرے بھائی مددگار اعوان و انصار یاران جانباز سے ہو ہر معرکے میں میرے حق پر میرے ساتھ رہے جہاد میں مدد کی اب جو لوگ دشمن و مخالف ہو رہے ہیں مجھے امید ہے کہ اُن کو بھی تمھاری مدد سے ٹھیک کر دونگا مگر اچھے نکالونگا جو مجھ سے بھریں گے اُسی کو ماروں گا جو سوچیں ہوں گے ان کو بصدق دل مطیع کروں گا میں نے اہل بصرہ کو بھی بلایا ہے چنانچہ وہاں سے تین ہزار دو سو بہادر آ رہے ہیں اب تم اپنے اپنے گروہ کی ایک فہرست تیار کرو جنمیں لڑنے والوں کی فہرست علیحدہ ہو نو عمر نوجوان الگ ہوں غلام و خدمت گار الگ فہرست مرتب کر کے میرے پاس لاؤ تاکہ بہادروں کی تعداد معلوم ہو جائے اور اس سے واقفیت ہو جائے کہ ہمارے لشکر میں سب چھوٹے و بڑے کسقدر سپاہی ہیں" یہ تقریر سنکر اوّلاً سعد ابن قیس ہمدانی اُٹھے اور عرض کرنے لگے امیر المومنین ہم کو بسر و چشم منظور ہے پھر اسی طرح اور قبیلوں کے سردار مثلاً معقل ابن قیس - عدی ابن حاتم - زیاد ابن خصفہ حجر ابن عدی وغیرہ نے اپنے لڑکوں اور غلاموں کو لڑائی پر چلنے کے لیے آمادہ کیا ایک فہرست تیار ہوئی جس میں پچیس ہزار آدمی تھے سترہ ہزار نوجوان قابل جنگ اور آٹھ ہزار غلام و نوکر چاکر اہل کوفہ کی کل تعداد پچیس ہزار ہوئی فہرست دیکھنے کے بعد جناب امیر نے سعد ابن مسعود گورنر مدائن کو بھی حکم بھیجا جس قدر وہاں سپاہی ہوں روانہ کرو جناب امیر جنگ شام کیلئے

آمادہ تھے جب یہ معلوم ہوا کہ اہل کوفہ کا میلان اولاً جنگ خوارج کی طرف ہے تب جناب امیر نے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم جنگ خوارج کو مقدم سمجھتے ہو یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں میرے نزدیک اسوقت اہل شام سے جنگ ضروری ہے اگر اہل شام کو اس حال پر چھوڑ دوگے تو اُنکے غلبہ اور قوت میں ترقی ہو جائیگی اُن کا مقصود بھی یہی ہے کہ وہ جس طرح ہو حکومت حاصل کرلیں انھیں مہلت دینا مناسب نہیں ابھی شکستہ حال ہیں سنبھلنے نہیں پائے ہیں اُن کے سر پر پہونچ جاؤ سب نے بالاتفاق کہا جہاں اور جس طرف مناسب ہو چلیے صیفی ابن قتیل شیبانی نے کہا ہم آپ کے مددگار اور دشمنوں کے دشمن ہیں۔ جو آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں اُن کے دوست ہیں انشاء اللہ آپ کو فتح ہوگی ہم بصدق دل آپ کے مطیع و جان نثار ہیں۔

قتال خوارج جب خوارج بصرہ حسب طلب عبداللہ ابن وہب متصل نہروان پہونچے تو اُن کو چند لوگ ملے جنمیں ایک صاحب ایک خچر پر اپنی بی بی کو سوار کیے ہوے لیے جارہے تھے خوارج نے ڈانٹ کر پوچھا کون ہو کہاں جاتے ہو وہ کہنے لگے میرا نام عبداللہ ہے میں خباب ابن الارت صحابی رسول کا بیٹا ہوں خوارج نے پوچھا کیا تم ہمارے ڈانٹنے سے گھبرا گئے انھوں نے کہا ہاں خوارج نے کہا گھبراؤ نہیں اگر تم نے کوئی حدیث اپنے والد سے سنی ہو بیان کرو جس سے ہم کو نفع ہو عبداللہ نے کہا میرے والد کہتے تھے کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ عنقریب ایسا فتنہ و فساد ہوگا جس میں انسان کا دل مردہ ہو جائیگا جس طرح اُسکا بدن مردہ ہو جاتا ہے صبح کے وقت با ایمان ہوگا شام ہوتے ہوتے کافر ہو جائیگا خوارج نے کہا ہم تم سے یہی حدیث سننا چاہتے تھے اچھا حضرات ابوبکر و عمر کے حق میں کیا کہتے ہو انھوں نے کہا وہ بہت اچھے تھے سبحان اللہ اُن کا کیا پوچھنا پھر اول و آخر زمانۂ خلافت حضرت عثمان کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا وہ اول سے آخر تک حق جو و حق پسند رہے

پھر پوچھا حضرت علی قبل تقرر حکمین کیسے تھے بعد میں اُن کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے جواب دیا
تم لوگوں سے زیادہ خدا کے حکم کو جاننے اور سمجھنے والے ہیں دین کی حفاظت کرتے دین کے کاموں
میں تیز نظر رکھتے ہیں خوارج یہ تعریف سن کے بگڑ گئے اور کہا تم اپنے نفس کے تابع ہو جو جی
چاہتا ہے کرتے ہو اُن کو خواہ مخواہ اچھا کہتے ہو اُن کے افعال پر نظر نہیں کرتے واللہ
ہم تم کو اس بُری طرح ماریں گے کہ کبھی کسی کو اس طرح نہ مارا ہوگا یہ کہکر اُن کی مشکیں کس لیں
اور اُن کو مع اُن کی بیوی کے جو حاملہ تھیں کھجور کے درخت کے نیچے لائے وہ درخت
پختہ کھجوروں سے لدا تھا اتفاق سے ایک دانہ اوپر سے گرا جسکو ایک خارجی نے اٹھاکر
منھ میں رکھ لیا اُس پر دوسرا خارجی بولا احمق ناجائز طریق سے حاصل کر کے کھاتا ہے
اُس نے کھجور منھ سے نکال کر پھینکدی اتفاقاً ایک سوار اُدھر سے نکلا جو کسی ذمی کا تھا
ایک خارجی نے لپک کر ایک وار میں اُس کو مار ڈالا اور لوگوں نے کہا تو نے یہ جرم کیا زمین
پر فساد کرنے کی جو ممانعت ہے وہ یہی ہے یہ اُس پر نادم ہوا مالک کو تلاش کر کے اور اُس کو کچھ
دے کے راضی کر لیا عبداللہ یہ حرکتیں دیکھ رہے تھے بلجاجت کہنے لگے میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے
معاملات میں سچے ہو مجھے امید ہے کہ تمھاری ذات سے مجھے کوئی صدمہ نہ پہونچےگا میں
مسلمان ہوں اسلام میں کوئی بدعت جو خون کو مباح کرے مجھ سے ظاہر نہیں ہوئی جسکی وجہ
سے میں مستحق قتل قرار دیا جاؤں تم نے مجھ کو امن دیا اپنی زبان سے کہ چکے تم نہ گھبرانا اس
عاجزی کے جواب میں اُن بدبختوں نے اُن کو زمین پر پچھاڑ کے بکری کی طرح ذبح کر ڈالا
خون بہکر پانی تک پہونچا نہر کے کنارے ذبح کیا تھا پھر بیوی کی طرف متوجہ ہوئے اُن کا
پیٹ چاک کر کے ہلاک کر ڈالا ساتھ میں قبیلہ بنی طے کی تین عورتیں تھیں انھیں قتل کیا ام سنان
صیداویہ کو بھی مار ڈالا جناب امیر شام کی طرف روانہ ہونے والے تھے ہی کہ یہ خبر پہونچی
اسی وقت حرث ابن مرہ عبدی کو بغرض تحقیق حال روانہ کیا حرث خوارج سے ملے انھوں
نے اُن کو بھی قتل کیا جب یہ خبر پہونچی تو اہل لشکر نے متفق ہو کر عرض کیا امیر المومنین ہم

کیسے خوارج کو چھوڑ کر اہل شام کی طرف چلیں ہمارے جانے کے بعد اگر یہ لوگ ہمارے گھروں کو لوٹ لیں بچوں اور عورتوں کو قتل کر ڈالیں تو ہم کیا کریں گے ہم چاہتے ہیں کہ پہلے ان سے فراغت کر لیں تب باطمینان اہل شام سے جنگ کریں اشعث ابن قیس نے بھی تائید کی جناب امیر نے بھی اس رائے کی موافقت کی بروایت مسعودی پینتالیس ہزار کا لشکر لے کر دجلہ کے پل سے عبور کر کے خوارج کی طرف چلے چلنے سے قبل مسافر ابن عفیف ازدی نجومی سے ملاقات ہوئی اُس نے کہا اگر دن میں فلاں وقت دشمن کی طرف جائیے گا تو فتح ہوگی خلاف اوقات میں آپ کو اور لشکر کو نقصان پہونچے گا جناب امیر خلاف وقت گئے بعد فراغت جنگ نہروان فرمایا اگر نجومی کے معین کیے ہوے وقت پر نکلتا تو جہلا یہی کہتے کہ نجومی نے ساعت بتادی تھی اسلیے فتح ہوئی جناب امیر بعد قطع مسافت نہروان پہونچکر خوارج کے قیام گاہ سے تھوڑے فاصلہ پر اُترے اور اُن سے کہلایا قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دو اسوقت ہم تم سے تعرض نہ کرینگے ہمارا ارادہ اہل شام سے لڑنے کا ہے اُس وقت تک ہم تم کو مہلت دیں گے تاکہ اپنا نیک و بد خوب سمجھ لو شاید اللہ تم کو ہدایت دے خوارج نے جواب دیا ہم سب نے ملکر تمھارے بھائیوں کو قتل کیا ہے اب ہم سب اُنکے اور تمھارے خون کو حلال سمجھتے ہیں قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری خوارج کو سمجھانے گئے اس طرح گفتگو کی اے اللہ کے بندو ہمارے مجرموں کو اپنی جماعت سے علیحدہ کر کے ہمارے پاس بھیجدو اور تم سب از سر نو امیر المومنین کی اطاعت میں داخل ہو کر ہمارے ساتھ شامیوں پر چڑھائی کرو تم لوگ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہو مسلمانوں کو مشرک و کافر سمجھتے ہو اور اُن کو بیگناہ قتل کرتے ہو عبداللہ ابن شجرہ سلمی کہنے لگا کہ ہم پر امر حق مثل آفتاب روشن ہو گیا اب ہم تمھاری متابعت نہیں کرنے کے کیا تم میں عمر فاروق کا ایسا عدل و انصاف و سیاست و امارت ہے قیس نے جواب دیا ہمارے امیر المومنین ویسے ہی ہیں انکے علاوہ کوئی شخص ہم کو نظر نہیں آتا کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تمھاری جماعت

میں عمر فاروق کا ایسا کوئی ہے خوارج نے کہا نہیں قیس نے کہا میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ
اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنے ہاتھوں سے اُنھیں ہلاکت میں نہ ڈالو کیونکہ مجھ کو یقین ہے
کہ فتنہ تم پر غالب آئیگا عنقریب تم سب کو ہلاک و برباد کردے گا پھر حضرت ابو ایوب
انصاری نے سمجھانا شروع کیا اے خدا کے بندو ہم تم ابھی ایک حالت پر ہیں اور الحمد للہ
کہ ہم جیسے پہلے تھے اب بھی ویسے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم ہم سے کس بات پر
لڑنا چاہتے ہو خوارج نے کہا اگر آج ہم تمہارے ساتھ ہو کر اہل شام سے لڑیں تو
کل پھر تم لوگ ہمیں حکم بناؤ گے ابو ایوب انصاری کہنے لگے خدا کے لیے فتنہ موجودہ
کو دفع کرو اور آئندہ کی روک ٹوک کر لو اُن لوگوں نے نہ مانا ابو ایوب انصاری بھی
بے نیل و مرام واپس آئے پھر جناب امیر خود تشریف لے گئے اور فرمایا اے گروہ عداوت
شعار نابہنجار تم کو میری عداوت وضد نے جماعت سے نکال دیا تم اپنی
نفسانیت سے امر حق کے قبول کرنے سے باز رہے یہ عداوت و نفسانیت تمھارے
لیے اچھی نہیں تم سخت مصیبت و قہر الٰہی میں پڑو گے یاد رکھو میرا کہنا مانو اب بھی کچھ
نہیں گیا ہے تمھاری اس سرکشی و نافرمانی کا یہ نتیجہ ہونے والا ہے کہ تم قتل ہوگے
لوگ تم پر لعنت کرینگے۔ اسی جنگل میں تمھاری نعشیں درندے کھائیں گے تمھارے
اس عناد کی کوئی دلیل خدا کی طرف سے نہیں تمھارا دعوی باطل محض بلا حجت و دلیل
ہے کیا تم کو یاد نہیں کہ حکم بنانے سے میں نے تم کو بتاکید منع کیا تھا صاف صاف
کہدیا تھا کہ یہ مکر و فریب محض تم لوگوں کے بہکانے کے لیے ہے اہل شام کو درحقیقت
امر حق منظور نہیں نہ یہ لوگ اہل تقوی و دیانت سے ہیں اُن کے قول و فعل پر ہرگز
اعتبار نہ کرنا چاہیے افسوس تم نے میرا کہنا نہ مانا اپنی ضد پر قائم رہے جب
میں نے تمھارے حسب خواہش اقرار کر لیا اور حکمین سے قرآن وحدیث کے موافق
فیصلہ کرنے کے شرائط کرائے حکمین نے اگر خلاف قرآن وحدیث کیا تو اس میں میرا

کیا اختیار رہے اب ہم فیصلہ کو نہیں مانتے اُنکے مقابلہ کو نکلے ہیں تم کو مخالفت کی کوئی
وجہ نہیں ہمارے ساتھ ہو کر دشمنوں سے لڑو خوارج کہنے لگے بیشک حکم مقرر کرنے کی ہم
نے رائے دی تھی ہماری خواہش سے حکم مقرر ہوئے ہم نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور گنہگار
ہوئے اپنے کو کافر سمجھ کر توبہ کرلی آپ بھی اپنے گناہ کا اقرار کرکے توبہ کیجیے ہم آپ کے ساتھ
ہیں اگر آپ کو توبہ سے انکار ہے تو ہم آپ سے لڑیں گے جناب امیر فرمانے لگے افسوس
تمھاری عقلیں کیا ہو گئیں تم یہ نہیں سمجھتے میں آنحضرتؐ پر ایمان لایا ہجرت کی غزوات میں
میں شریک رہا میرا گناہ کیا ہے میں نے کون بات گمراہی کی کی اس تقریر پر خوارج نے ایک
دوسرے کو پکار کر کہا اب گفتگو نہ کرو خدا سے ملنے کی تیاریاں کرو جناب امیر نے نصیحت
سے تنگ آکر فرمایا اب ایک بات یہ باقی رہ گئی ہے کہ تم اپنی جماعت میں جس شخص کو عقلمند
و معاملہ فہم سمجھتے ہو اُس کو مجھ سے بحث کرنے کے لیے بھیجو اگر وہ مجھکو قائل کردے تو
میں تمھارے کہنے پر عمل کروں گا اگر وہ ہار جائے تو تم سب میرے مطیع ہو جانا خوارج
نے عبداللہ ابن الکوا کو منتخب کرکے پیش کیا جناب امیر نے اُس سے پوچھا کیا وجہ پیش
آئی کہ جس سے تم میرے مطیع ہو کر دفعتاً مجھ سے پھر گئے اور میری نافرمانی پر کمر بستہ ہو کر
میرے دشمن ہو گئے جنگ جمل میں بھی تم شریک تھے جب تم نے مخالفت نہ کی ابن الکوا
کہنے لگا جنگ جمل میں آپ نے کسکو حکم مقرر کیا تھا جناب امیر نے اُس سے پوچھا میرا فیصلہ
قرین ہدایت ہے یا آنحضرتؐ کا ابن الکوا نے کہا آنحضرتؐ کا فیصلہ و احکام قطعی حق
اور شک و خطا و غلطی سے پاک ہیں ارشاد ہوا تم نے سُنا ہو گا کہ جسوقت نجران کے
نصاریٰ نے آنحضرتؐ سے بحث کی تو آیت مباہلہ نازل ہوئی یہ امر تو یقینی ہے کہ اللہ
تعالیٰ کو اہل نجران کے کاذب ہونے میں کوئی شک نہ تھا۔ یہ بتاؤ کہ اُس نے پھر
محاکمہ و مباہلہ کا کیوں حکم دیا ابن الکوا کہنے لگا یہ مسئلہ تو اجماعی ہے کہ اہل نجران دین باطل
پر تھے آیت خدا کے یہاں سے نازل ہوئی اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپ نے

اپنی خلافت پر شک کیا تقرر حکمین پر راضی ہوئے جبکہ آپ نے خود شک کیا تو ہم کو اگر آپ کے خلیفہ ہونے میں شک ہو تو کون سی تعجب کی بات ہے پھر جناب امیر نے ایک آیت پڑھی جس سے تقرر حکمین کا جواز ثابت ہوا اس پر ابن الکوا چپ ہو گیا کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا ہم مانتے ہیں کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں سب ٹھیک ہے مگر آپ میں صرف یہ عیب ہے کہ کہ جسوقت آپ نے ابو موسے کو حکم مقرر کیا اسوقت سے آپ کافر ہو گئے (نعوذ باللہ)

جناب امیر نے فرمایا جسطرح معاویہ نے عمر ابن العاص کو حکم بنایا ویسے ہی میں نے ابو موسیٰ کو حکم کیا اسمیں کون سا کفر ہوا اس نے کہا ابو موسیٰ کافر ہیں دریافت فرمایا دومۃ الجندل جاتے وقت کافر ہوئے یا فیصلہ کرتے وقت۔ اس نے جواب دیا فیصلہ کرتے وقت جناب امیر نے فرمایا کہ جسوقت میں نے اپنے پاس سے روانہ کیا تھا اسوقت تو وہ کافر نہ تھے فیصلے کے وقت اگر ہو گئے تو مجھ پر کیا گناہ بالفرض اگر آنحضرتؐ کسی مسلمان کو مشرکوں کے پاس فیصلہ کرنے کے لیے روانہ فرماتے اور آنحضرتؐ کی یہ غرض ہوتی کہ یہ شخص مشرکوں کو اسلام کی دعوت دے اگر وہ شخص وہاں جاکر بجائے دین اسلام کے اور کسی دین کی دعوت دیتا تو آنحضرتؐ پر کیا اعتراض وارد ہوتا اسی طرح اگر ابو موسے گمراہ ہوئے اور خلاف حق انھوں نے فیصلہ کیا تو مجھ پر کیا الزام یہ ہرگز ایسا فعل نہیں جو تمھارے لیے مسلمانوں کے خون کو مباح کر دے خوارج اس جواب سے بالکل ساکت ہو گئے اور خفیف ہو کر ابن الکوا سے کہنے لگے اس شخص سے بحث نہ کرو واپس آؤ وہ لوگ واپس گئے جناب امیر بھی واپس تشریف لائے یہ خیال کر لیا کہ بجز لڑائی کے اور کوئی چارہ نہیں یہ لوگ ہرگز راہ راست اختیار نہ کریں گے۔

سنہ ۳۸ھ

آغاز جنگ خوارج جب جنگ پر آمادہ ہوئے تو جناب امیر نے بھی سامان جنگ مرتب فرمایا

اہتمام شروع کیا اس عرصہ میں ایک یہودی نے یہ خبر دی کہ خوارج دجلہ کے پل سے اُس پار
اترنے والے ہیں یہ پل قنطرۂ طبرستان کے نام سے مشہور تھا جو درمیان حلوان و بغداد کے واقع
تھا جناب امیر کے لشکر سے مغرب جانب آپ نے سنکر فرمایا کہ وہ لوگ اُس پار نہ جائیں گے۔
دریافت حال کے لیے لوگ گئے اُنھوں نے واپس آکر بیان کیا کہ اُس پار اُتر گئے
چونکہ خوارج اور اُن لوگوں کے درمیان دریا کا موڑ حائل تھا یہ لوگ بوجہ خوف قریب
نہ جاسکے دور سے دیکھ آکے بیان کر دیا تھا جناب امیر نے پھر سنکر فرمایا بخدا وہ اس پار
ہیں اور وہ پل کے اسی طرف مارے جائیں گے تمھاری طرف کے پورے دس آدمی
بھی قتل نہ ہوں گے اُن کے لشکر کے دس آدمی بھی جانبر نہ ہونگے اہل لشکر کو اس ارشاد
کے باوجود پھر شک تھا جناب امیر خود تشریف لے گئے قریب جاکر دیکھا اُن لوگوں کو پل کے
اسی طرف ہی پایا ہمراہی خوارج کو اسی طرف دیکھکر زور سے تکبیر کہہ اُٹھے جناب امیر نے
لشکر کو اس طرح مرتب کیا کہ میمنہ پر حجر ابن عدی میسرہ پر شبث ابن ربعی و بقولے معقل ابن
قیس ریاحی سواروں کے رسالے کے افسر ابو ایوب انصاری اور پیادوں کی کمان پر
ابو قتادہ انصاری کو مقرر کیا اہل مدینہ کی جو جماعت سات یا آٹھ سو کی تھی
اُن پر سردار قیس ابن سعد ابن عبادہ کو کیا۔ خوارج نے بھی حسب ذیل اشخاص کو مختلف
حصص فوج کی کمان پر مقرر کیا اُنکے میمنہ کا افسر زید ابن حصین طائی۔ میسرہ کا قیس
ابن شریح ابن اوفی عبسی سواروں کا افسر حمزہ ابن سنان اسدی پیادوں کا افسر
حرقوص ابن زہیر اسدی تھا دونوں لشکر آراستہ ہو کر ایک دوسرے کے مقابل ہوے
جناب امیر نے ابو ایوب انصاری کو علم امان عطا فرمایا اُنھوں نے پکار کے کہا اے خوارج
جو ہمارے علم کے نیچے آگیا اُسے امان ہے یا اگر کوئی ہم سے معترض نہ ہوا اور نکلکر کوفہ یا مدائن
چلا جائے اُس کو بھی امان دیا جائے گا یہ سنکر فروہ ابن نوفل اشجعی نے کہا ہمیں نہیں معلوم
کہ امیر المومنین سے کس بنا پر لڑنے آئے ہیں ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سردست

لڑائی سے واپس جائیں اور اپنے معاملہ میں یہانتک غور کریں کہ ہم پر امر حق ظاہر ہو جائے پھر
اُسوقت یا لڑینگے یا اطاعت کرینگے یہ کہکر وہ پانچ سواروں کو لے کر لشکر سے نکلگیا اور بمقام
نوبندجان مقیم ہوا ایک گروہ متفرق ہوکر کوفہ چلا آیا سو آدمی نکلکر جناب امیر کی طرف چلے آئے
کل خوارج چار ہزار تھے جنمیں اٹھارہ سو نے بہمراہی عبداللہ ابن وہب رئیس خوارج جناب امیر
کے لشکر پر حملہ کردیا جناب امیر نے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ تم ابتدا نہ کرنا اپنے ہاتھ روکے رہنا
جب خوارج کی طرف سے ابتدا ہو تو تم بھی جواب دینا خوارج نے ایک دوسرے سے
کہا چلو جنت میں جانے کی تیاری کرو یہ کہکر لشکر پر حملہ کردیا جناب امیر کے لشکر کے میمنہ
و میسرہ کے سرداروں نے خوارج کو دونوں طرف سے گھیرا سامنے پیادوں نے نیزے
اور تلواریں مارنا شروع کیں اس چوطرفہ کی مار سے خوارج بدحواس ہوکر بھاگنے لگے راستہ
ہر طرف سے بند تھا نہ بھاگ سکے حمزہ ابن سنان نے نکلنے کی کوشش کی اسود ابن قیس
نے حملہ کردیا جناب امیر نے اور مدد بھیجی ایک ساعت میں سب کا خاتمہ ہو گیا حضرت
ابوایوب انصاری نے آکر بیان کیا کہ میں نے زید ابن حصین کے سینہ پر ایسا نیزہ مارا کہ
توڑ کر پار نکلگیا وہ زمین پر گرا میں نے اُس سے کہا اے دشمن خدا تجھے دوزخ کی بشارت
ہو اُسنے جواب دیا کل قیامت میں معلوم ہو گا کہ کون دوزخ میں جانے کا مستحق ہے یہ کہہ کر مر گیا
جناب امیر نے فرمایا وہی دوزخ میں جانے کا مستحق ہے پھر ہانی ابن خطاب ازدی اور زیاد
ابن خصفہ عبداللہ ابن وہب کے قتل کے بارے میں جھگڑتے ہوئے حاضر ہوئے جناب امیر
نے پوچھا کیا معاملہ ہے دونوں نے جواب دیا کہ ہم نے پہچان کر حملہ کیا اور ایک ساتھ نیزہ
مار کر گرا دیا فرمایا تم دونوں اُسکے قاتل ہو عبداللہ ابن زخر نے عبداللہ ابن شجرہ سلمی کو مارا
شریح ابن اوفی کسی مکان کی دیوار کی پناہ لے کر لڑ رہا تھا چند ہمدانی اُس پر حملہ آور ہوئے
قیس ابن معاویہ نے بڑھکر اُسکا پیر کاٹ ڈالا دوسرے حملہ میں اُسکو ختم کردیا حبشی ابن
ربیعہ کنانی نے حرقوص ابن زہیر کو قتل کیا اُسکا لقب ذی الثدیہ تھا۔

ذکر قتل ذی الثدیہ خارجی | ظہور خوارج سے پیشتر جناب امیر اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ
ایک فرقہ خروج کرے گا اور خلیفہ وقت کی اطاعت اور اسلام سے ایسا صاف نکل جائے گا
جیسے تیر شکار کو پھاڑ کر نکلجاتا ہے اُس گروہ کی علامت یہ ہے کہ اسمیں ایک شخص ناقص الید
یعنی پیدائشی ناقص ہاتھ والا ہوگا یہ حدیث آپ کے اصحاب بارہا آپ سے سن چکے تھے
بعد فراغ نہروان و قتل خوارج جناب امیر نے اہل لشکر کو حکم دیا کہ ان نعشوں میں سے
مرد ناقص الید کو تلاش کرو لوگوں نے تلاش شروع کی نعش نہ ملی بعض نے دعوی کے ساتھ
یہ آکر بیان کیا کہ اس جماعت میں ایسا کوئی شخص موجود ہی نہیں جناب امیر نے فرمایا بخدا وہ
ضرور ہے میں غلط نہیں کہتا اور نہ میں اسمیں جھوٹا ہونگا لوگوں کو پھر تلاش کرنے کی تاکید
کی چنانچہ لوگ پھر تلاش کرنے لگے اتفاق سے ایک شخص کو نعش مل ملگئی وہ خوش ہوکر
چلا اٹھا امیر المومنین وہ شخص ملگیا بعضوں کا قول ہے کہ جناب امیر خود ابن تامہ حنفی اور
ریان ابن صبرہ کو لے کر تلاش کرنے نکلے نعشوں کو بغور ملاحظہ فرمارہے تھے کہ
ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے ایک گڑھے میں دریا کے کنارے پچاس نعشوں کے درمیان
وہ نعش پڑی پائی جناب امیر نے حکم دیا کہ اسکو سب سے الگ نکالو چنانچہ نعش الگ کھینچکر نکالی گئی
جسمیں درحقیقت ایک ہاتھ صرف کندھے تک تھا کہنی کلائی پنجہ اسمیں غلقی نہ تھا بجائے کہنی
کے ایک گوشت کا ٹکڑا عورت کے پستان کے طریقہ پر تھا ایک گھنڈی بشکل سر پستان
سر لگی ہوئی تھی جسپر چند سیاہ بال تھے گوشت کا لوتھڑا کھینچنے سے ربڑ کی طرح بڑھکر دوسرے
ہاتھ کے برابر ہوجاتا چھوڑ دینے سے پھر مونڈھے کے برابر آجاتا جناب امیر نے یہ دیکھ کر
فرط خوشی میں تکبیر کہی اور فرمایا میں جھوٹا نہیں ہوں لاندا خدا نے مجھکو جھوٹا کیا مجھکو اگر اسکا
اندیشہ ہوتا کہ تم لوگ عمل کرنا چھوڑ دوگے تو جو کچھ میں نے آنحضرت سے سنا ہے ابھی سب
کے سامنے بیان کردیتا پھر خوارج کی نعشوں کو مخاطب کرکے فرمایا افسوس تم کس قدر سختی
اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہو سے جسنے تم کو فریب دیا اسنے تم کو بڑا نقصان پہونچایا لوگوں نے

پوچھا فریب دینے والا کون ہے فرمایا شیطان اور اُنکا نفس جسکے فریب میں آکر انھوں نے اپنی دنیا و آخرت برباد کی۔ مروج الذہب میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے کہ خوارج سے اور جناب امیر سے بمقام رمیلا جنگ ہوئی صف بندی کے بعد ایک مرتبہ پھر جناب امیر نے سمجھایا خوارج نے نہ مانا اور تیر مارنا شروع کیے جناب امیر کے لشکریوں نے جواب دینا چاہا یہانتک کہ تین مرتبہ اجازت مانگی جناب امیر ہر مرتبہ منع کرتے رہے جب لشکر کے لوگ زخمی ہونے لگے اور ایک مسلمان کی نعش خون میں تربتر لائی گئی اُسوقت جناب امیر نے فرمایا اللہ اکبر اب ان کا قتل حلال ہوگیا اب تم بھی حملہ کرو پھر چاروں طرف سے لشکر ٹوٹ پڑا جناب امیر خود بھی میدان جنگ میں تشریف فرما تھے ایک خارجی حملہ آور ہوا بار بار رجز پڑھتا اور جناب امیر کو بلاتا آپ اُسکی بیباکی اور دلیری ملاحظہ کرکے بڑھے اور فرمایا اے علی کے ڈھونڈھنے والے میں تجھکو جاہل و بدبخت دیکھتا ہوں تجھکو علی سے لڑائی کی ضرورت نہ تھی تو نے ناحق اُن کا نام لیا خیر وہ تیرے سامنے آگئے ادھر آ اور مقابلہ کر یہ فرما کر ایک ہی وار میں اُسکو قتل کیا پھر دوسرا آیا اُسکے آپ نے نیزہ مارا وہ گرا نیزہ اُسکے بدن میں پھنسا ہوا چھوڑ کر فرمایا تو نے ابو الحسن کو دیکھ لیا اپنی سزا کو پہونچگیا۔

واقعات بعد جنگ جنگ کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ عدی ابن حاتم نے اپنے بیٹے طرفہ کی نعش تلاش کی ملنے کے بعد اُسکو دفن کیا جب جناب امیر کو معلوم ہوا تو بطور انکار فرمایا کیا تم قتل کرکے دفن کرتے ہو۔ جناب امیر کے لشکر کے سات یا نو آدمی شہید ہوئے منجملہ اُن کے یزید ابن نویرہ انصاری ہیں یہ سابقین اسلام سے ہیں ان کو بھی آنحضرت نے دخول جنت کی بشارت دی تھی اس جنگ میں سب سے پہلے یہ شہید ہوئے تھے۔ خوارج کا مال و اسباب جسقدر جنگ میں ہاتھ آیا وہ سب جمع ہوا ہتھیار و دیگر آلات جنگ گھوڑے تو اہل لشکر پر تقسیم فرمادیے باقی دیگر اسباب لونڈی و غلام کوفہ میں پہونچکر اُنکے وارثوں کے حوالے کردیا۔ خوارج میں سے کل دس آدمی بچے جو جان لے کر بھاگ گئے۔ یہ واقعہ نہروان ۳۸ھ میں ہوا۔

بعد واقعۂ نہروال جناب امیر نے اہل لشکر کو سالانہ وظائف تقسیم فرمائے پھر عامل اصفہان کے یہاں سے اور مال آیا جناب امیر نے علی الاعلان حکم دیا کہ کل صبح کو انعام تقسیم ہوگا سب لوگ دربار خلافت میں حاضر ہوں میں خدا کی طرف سے خزانچی ہوں جناب امیر کا دستور تھا کہ جسقدر عوام الناس کو فی کس حصہ رسدی پہونچتا خود بھی اتنا ہی حصہ لیتے بعد واقعۂ صفین پھر جناب امیر اور معاویہ سے کوئی جنگ نہیں ہوئی بلکہ یہ دستور رہا کہ معاویہ جناب امیر کے ممالک محروسہ پر اپنا لشکر بھیجتے جناب امیر کے عاملوں اور اُس لشکر سے مقابلہ ہوتا معاویہ کا لشکر لوٹ مار کرکے واپس جاتا جناب امیر کی طرف سے یہ انتظام ضرور ہوتا کہ اپنا لشکر معاویہ کے مقابلہ میں بغرض دفع اذیت و ظلم روانہ فرماتے۔ دربارہ جنگ خوارج وجمل وصفین جناب امیر کا برتاؤ اور حریف سے جدال وقتال میں واقعات کے دیکھنے سے بیّن فرق معلوم ہوتا ہے جنگ صفین میں جناب امیر نے شامیوں کو ہر طرح سے قتل کیا جو مقابلہ پر آتا مارا جاتا جو بھاگتا اُسکا تعاقب کیا جاتا یہانتک کہ زخمی تک مارا جاتا۔ برخلاف جنگ جمل کے کہ اُس روز اسکے بالکل برعکس تھا جناب امیر نے منادی کرا دی تھی کہ بھاگنے والوں کو نہ مارو زخمی کو نہ قتل کرو جو ہتھیار پھینک دے اُس کو جانے دو جو اپنے گھر چلا جائے اُسکو امن ہے۔ اس تفریق کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ اصحاب جمل اول تو باغی نہ تھے دوسرے جسوقت بھاگے ہیں اُسوقت اُنکی کوئی جماعت یا اُن کا کوئی سردار نہ تھا کہ بھاگ کر اُنکے پاس پناہ گزیں ہوتے اور پھر سنبھلکر دوبارہ لڑنے آتے بلکہ جو بھاگے وہ اپنے گھر چلے گئے جناب امیر نے اُنکا تعاقب نہ کیا جسکی وجہ سے وہ مطیع اور راضی ہوگئے ایسی صورت میں حکم بھی یہی ہے کہ ایسے لوگوں سے تلوار اُٹھالی جائے برخلاف اس کے اہل صفین باغی تھے وہ لڑتے تھے پسپا ہو کر اپنے سردار معاویہ کے پاس جاتے وہ ساز وسامان حرب و آلات ضرب وسواری وغیرہ سے مدد کر کے پھر لڑنے کے لیے بھیجتے۔ یہ لوگ اپنے سردار کے تابعدار جناب امیر کے سخت مخالف و دشمن خونخوار تھے اُنکی امامت و حق کے منکر

تھے لہذا انکو ہر طرح سے مارنا بھاگے ہوؤں کا تعاقب کرنا جو سامنے پڑجائے زخمی کیوں نہ ہو مار ڈالنا جائز وضروری تھا خوارج کا حکم تو ظاہر ہے وہ اسلام سے خارج ہو گئے انکا قتل ہر حال میں جائز تھا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے جو آئندہ مذکور ہوں گی چنانچہ ایسا ہی معاملہ انکے ساتھ کیا گیا اس گروہ کا شمار عمالقہ میں بھی ہو سکتا ہے سبط ابن الجوزی خواص الامہ میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے حجۃ الوداع کے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں عنقریب عمالقہ کو قتل کرونگا اسپر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب قتل کریں گے۔

انجام خوارج بعد نہروان | بعد جنگ نہروان جب خارجیوں کا قلع قمع ہو گیا اسکے تھوڑے دنوں کے بعد اشرس ابن عوف شیبانی نے خروج کیا جناب امیر کی مخالفت پر کمر باندھ کر بمقام وسکرہ دو سو آدمیوں کی جماعت کے ساتھ مقیم ہو کر علم بغاوت بلند کیا یہ فرقہ گویا مقتولین نہروان کا نام زندہ کرنیوالا تھا جناب امیر نے اسکی سرکوبی کے لیے ابرش ابن حسان کو تین سو آدمیوں کی جماعت کے ساتھ روانہ فرمایا ماہ ربیع الآخر ۳۸ھ میں اشرس ابن عوف قتل ہوا اسکے قتل ہو جانے کے بعد ہلال ابن علقمہ قبیلہ تیم ورباب سے اور اسکے بھائی مجالد نے خروج کیا یہ ماسبذان میں آیا انکی مہم پر معقل ابن قیس ریاحی روانہ ہوئے جنہوں نے ان دونوں کو معہ دو سو آدمیوں کے قتل کیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الاول میں ہوا۔ اسکے بعد اشہب ابن بشر وبقولے اشعث نے قوم بجیلہ سے ایک سو اسی آدمیوں کے ساتھ خروج کیا یہ اولاً اس معرکہ میں گئے جہاں ہلال اور اس کے ہمراہی قتل ہوئے تھے مقتولین پر نماز جنازہ پڑھکر دفن کیا جناب امیر نے اس گروہ بداطوار پر جاریہ ابن قدامہ سعدی کو یا حجر ابن عدی کو روانہ فرمایا۔ اشہب سے اور ان سے بمقام جرجرایا من مضافات جوخی مقابلہ ہوا اشہب مع اپنے ساتھیوں کے جمادی الآخر میں فی النار ہوا پھر سعید ابن قفل تیمی نے قبیلہ تیم اللہ بن ثعلبہ سے بندنجین میں دو سو سواروں کے ساتھ خروج کیا پھر وہاں سے درزنجان جو مدائن سے کچھ فاصلہ پر ہے آیا اسکے مقابلہ کو سعد ابن مسعود پہونچے اور ماہ رجب میں اس جماعت کو

ختم کیا۔ پھر ابو مریم سعدی تمیمی نے شہر زور میں خروج کیا اُسکے ساتھ اکثر غلام آزاد غیر عرب مختلف اقوام سے تھی جو دوسو اور ایک روایت میں چار سو تھے۔ یہ کوفہ پر چڑھائی کے ارادہ سے روانہ ہوا جب کوفہ پانچ کوس رہگیا تو آ ترپڑا جناب امیر کو جب اُسکے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو پہلے اپنے ایک معتمد شخص کو بغرض افہام و تفہیم روانہ کیا اُس نے بکمال تمرد یہ جواب دیا کہ ہم سے بجز حرب و ضرب اور کچھ امید نہ رکھنا چاہیے جناب امیر نے بسرداری شریح ابن ہانی سات سو سوار روانہ کیے باوجودیکہ یہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ تھے بھاگ نکلے ہوئے صرف دوسو آدمی رہ گئے جنکو ساتھ لے کر شریح ابن ہانی لڑے جب جناب امیر کو یہ حال معلوم ہوا تو آپنے اولاً جاریہ ابن قدامہ کو بغرض افہام تفہیم روانہ کیا پھر بکجر انھوں نے سمجھایا مگر وہ نمانے ہی اتنا میں جناب امیر تشریف لے آئے آپنے بھی سمجھایا جب نمانے تو تلوار نکال لی اور سب کو کاٹ کے ڈال دیا صرف پچاس آدمی باقی بچے جنھوں نے امان طلب کی آپنے امان دی اُن میں چالیس زخمی تھے جنکو جناب امیر کوفہ لے آئے اور علاج کیا جس سے وہ تندرست ہو گئے یہ واقعہ ماہ رمضان ۳۸ھ میں پیش آیا (ابن اثیر)

جنگ نہروان پر ایک نظر واقعات جنگ اُنھیں تاریخوں سے ماخوذ ہیں جن سے واقعات صفین لیے گئے ہیں۔ خوارج کے متعلق بالاتفاق یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کافر تھے۔ اس جنگ میں کسی صحابی نے جناب امیر سے اختلاف نہیں کیا۔ احادیث در بارۂ جنگ خوارج حسب ذیل ہیں۔

محی السنۃ بغوی و دیلمی لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اے علی تو خوارج سے آزمایا جائیگا۔ اور تو اُن سے لڑے گا۔ ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک دن ہم آنحضرت کے حضور میں بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ذو الخویصرہ آکر کہنے لگا یا رسول اللہ عدل کیجیے آنحضرت نے فرمایا تو ہلاک ہو اگر میں عدل نہ کروں گا تو کون عدل کرے گا حضرت عمر عرض کرنے لگے

احادیث در بارۂ جنگ خوارج

یا رسول اللہ مجھکو اجازت دیجیے کہ میں اسکی گردن ماردوں فرمایا چھوڑ دو اسکے ساتھی ایسے ہیں کہ تم کو اپنی نماز ان کے مقابل حقیر معلوم ہوگی وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن اُنکے گلے سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسا بھاگیں گے جیسے تیر کمان سے جاتا ہے اور اُس میں خون کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا اگر تیر کا پھل بھی اٹھا کر دیکھا جائے یا اُسکا سوفار دیکھا جائے تو بھی خون کا نشان نہ معلوم ہوگا وہ ایک بہترین گروہ پر خروج کریں گے اُن کا پتہ یہ ہے کہ اُن میں ایک ناقص الخلقت سیاہ چشم آدمی ہوگا ایک ہاتھ اُس کا مثل عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کے حرکت کرتا ہوا ہوگا ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ میں علی ابن ابی طالب کے ساتھ تھا جب وہ اس گروہ سے جنگ کر رہے تھے آپ نے اُن لوگوں کو مقتولین کی طرف بھیجا وہ لوگ مخدج کو اٹھا لائے جو نشانیاں آنحضرت نے فرمائی تھیں وہ سب اسمیں موجود تھیں۔ اس حدیث کو شیخین یعنی بخاری و مسلم نے اور انکے علاوہ ابو داؤد طیالسی اور احمد ابن حنبل اور ابو یعلی اور ابن حبان اور حاکم اور خطیب نے بہ ادنی تغیر روایت کیا ہے۔ ابو سعید خدری کے علاوہ صحابہ کی ایک جماعت نے مثل حضرت عمر و حضرت علی و عبد اللہ ابن عباس و ابن عمر و ابن مسعود و ابن خباب بن الارت و عقبہ ابن عامر و سعد و عمار ابن یاسر نے بھی اسکو روایت کیا ہے۔ امام نسائی لکھتے ہیں کہ عاصم ابن کلیب اپنے والد سے ناقل ہیں کہ میں جناب امیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص سفر کے کپڑے پہنے ہوئے آیا جناب امیر اُس وقت لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اُس نے عرض کیا مجھکو کچھ پوچھنے کی اجازت عطا کی جائے۔ جناب امیر اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے باتوں میں مشغول رہے وہ شخص ایک آدمی کے پاس بیٹھ گیا اُس سے اُس نے پوچھا کیا بات ہے کہنے لگا میں بحالت عمرہ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا مجھ سے دریافت کرنے لگیں جس قوم نے تمھارے ملک میں خروج کیا ہے

اُس کو حروریہ کیوں کہتے ہیں میں نے کہا چونکہ حرورا سے خروج کیا ہے اسلیے حروریہ
کہے جاتے ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا مبارک ہو اُس شخص کے لیے جو تم میں سے اُن کے
قتل کرنے میں شریک ہوا اگر ابن ابی طالب کا منشاء ہو تو میں تم کو اُن کے حال سے
خبردار کردوں میں اسلیے آیا ہوں کہ جناب امیر سے اُسکے متعلق پوچھوں جناب امیر جب
لوگوں سے باتیں کر چکے تو فرمایا کہ وہ طالب اذن کہاں ہے اُس شخص نے وہی قصہ
جو ہم سے بیان کیا تھا بیان کیا جناب امیر فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت
کی خدمت میں حاضر ہوا اُسوقت آنحضرت کے پاس بجز حضرت عائشہ صدیقہ کے
اور کوئی موجود نہ تھا آنحضرت نے مجھ سے فرمایا اے علی تم اُسوقت کیا کروگے جب قوم
کا حال ایسا اور ایسا ہوگا میں نے عرض کیا اللہ اور اُسکا رسول مجھ سے زیادہ واقف
ہے پھر ہاتھ کا اشارہ کر کے فرمایا مشرق کی طرف سے ایک گروہ خروج کرے گا اُس جماعت
کے لوگ قرآن پڑھتے ہونگے لیکن قرآں اُنکی حلق کے نیچے نہ اُترے گا دین سے
اس طرح بھاگین گے جسطرح تیر کمان سے بھاگتا ہے اُسمیں ایک ناقص الخلقت آدمی
ہوگا اُسکا ایک ہاتھ پستان کا ایسا ہوگا پھر جناب امیر نے فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دیکر
پوچھتا ہوں کہ میں نے تم کو یہ خبر سنائی تھی سب نے عرض کیا ہاں پھر فرمایا میں نے تم کو بتادیا
تھا کہ وہ اُنھیں میں ہے تم نے آکر بیان کیا کہ نہیں ہے میں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ہے
پھر تم نے تلاش کیا اور میرے کہنے کے مطابق پایا سب نے اقبال کیا جناب امیر نے فرمایا
اللہ اور اُسکا رسول سچا ہے صحیح مسلم میں عبیدہ سلمانی سے مروی ہے کہ جناب امیر نے
خوارج کے تذکرہ میں فرمایا کہ اُن میں ایک ناقص ہاتھ یا سوکھے ہاتھ والا آدمی ہے
اگر تم متحیر یا مغرور نہ ہو تو میں تم کو اُس وعدہ کی خبر دوں جو اللہ تعالےٰ نے اپنی نبی
کی زبان سے اس گروہ کے قاتل کے متعلق فرمایا ہے ۔ عبیدہ کہتے ہیں میں نے جناب
امیر سے پوچھا کیا آپ نے خود آنحضرت سے سنا تھا آپ نے تین مرتبہ برب کعبہ کہکر

کہکر فرمایا میں نے سُنا ہے۔

نسائی وحاکم مستدرک میں عبید اللہ ابن رافع غلام آنحضرت سے روایت کرتے
ہیں کہ جب حروریہ والون نے جناب امیر پر خروج کیا اور کہنے لگے خدا کے سوا کسی
کا حکم ماننے کے لائق نہیں جناب امیر نے فرمایا کہ یہ حق بات سے باطل ٹھہرا دئے رہے
ہیں آنحضرت نے چند لوگوں کے جو اوصاف بیان فرمائے تھے وہ میں انہیں پار ہا ہوں
حق زبان پر ہے مگر حلق کے نیچے نہیں اُترتا ہے یہ لوگ مبغوض ترین خلق اللہ سے ہیں
انہیں ایک کالی صورت کا آدمی ہے جسکا ایک پستان بکری کے سر پستان کے مشابہ ہے
بعد جنگ ارشاد فرمایا کہ اسکو ڈھونڈھو لوگون نے تلاش کیا وہ نملا جناب امیر فرمانے
لگے واللہ مجھ سے جھوٹ نہیں کہا گیا نہ میں جھوٹ کہتا ہوں دو تین مرتبہ یہی فرمایا پھر
ارشاد فرمایا جاؤ تلاش کرو لوگوں نے گڈھے میں سے نکالا اور جناب امیر کے پاس لائے
عبید اللہ کہتے ہیں میں اُسوقت جناب امیر کے پاس موجود تھا۔

صحیح بخاری وسنن نسائی میں سوید ابن غفلہ سے مروی ہے کہ جناب امیر فرماتے تھے
کہ جب میں تم سے آنحضرت کی کوئی جھوٹ حدیث بیان کروں تو خدا کی قسم آسمان سے زمین پر گرنا
میرے نزدیک آنحضرت پر جھوٹ بولنے سے بہتر ہے ایک روایت میں ہے کہ میں
وہ بات کہوں جو آنحضرت نے نہیں فرمائی ہو اگر میں خود تم سے کوئی بات بیان کروں
جو میرے اور تمھارے درمیان میں ہے تو لڑائی مکر کا نام ہے میں نے آنحضرت سے
سنا ہے کہ عنقریب آخر زمانہ میں ایک قوم نوجوانوں بیوقوفوں کی پیدا ہوگی جو میرے
اقوال بیان کریں گے قرآن پڑھیں گے مگر وہ حلق سے نیچے نہیں اترے گا دین سے
ایسے بھاگیں گے جیسے تیر کمان سے بھاگتا ہے تم جہاں کہیں اُن کو پاؤ قتل کر ڈالو
اُن کے مارنے والوں کو قیامت کے دن ثواب ملے گا۔

سنن ابوداؤد میں حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا عنقریب میری

امت میں اختلاف اور علیحدگی واقع ہوگی ایک قوم قتل کو اچھا سمجھے گی اُسکا یہ فعل بُرا ہوگا قرآن پڑھے گی مگر وہ حلق سے نیچے نہ اُترے گا دین سے ایسی بھاگے گی جیسے تیر کمان سے بھاگتا ہے اُس قوم کے لوگ بدترین خلق سے ہوں گے مبارک ہے وہ شخص جو اُن کو قتل کرے وہ لوگ کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں گے مگر خود اُس پر عامل ہوں گے جو ان سے جنگ کرے گا وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہوگا۔

طارق ابن زیاد ناقل ہیں کہ جب ہم جناب امیر کے ساتھ خارجیوں کو قتل کرنے نکلے وہ سب قتل ہو چکے تھے جناب امیر فرمانے لگے دیکھو آنحضرت نے فرمایا ہے عنقریب ایک گروہ وہ نکلیگا جو سچ بولے گا مگر صرف زبان سے قلب پر کوئی اثر نہ ہوگا وہ حق سے ایسے بھاگیں گے جیسے تیر کمان سے بھاگتا ہے انکا پتہ یہ ہے کہ اُن میں ایک ناقص ہاتھ والا آدمی ہوگا اُسکے ہاتھ پر بال ہونگے تو تم نے بدترین خلائق کو قتل کیا ہم سب سُنکر رونے لگے جناب امیر نے فرمایا اُس کی تلاش کرو ہم نے تلاش کی اور ڈھونڈھ نکالا پھر ہم سب نے سجدہ کیا۔

ابو سعید اسلمی اپنے والد سے ناقل ہیں کہ میں نہروان کے روز جناب امیر کے ساتھ جنگ میں تھا میں پہلے ایک شخص سے کشتی لڑا جسکا ایک ہاتھ نہ تھا میں نے پوچھا ہاتھ کیا ہوا وہ کہنے لگا اونٹ نے چبا ڈالا جب لڑائی ختم ہو چکی تو جناب امیر مقتولین کو دیکھنے نکلے ذی الثدیہ کو تلاش کر رہے تھے ایک گڑھے سے وہ نکالا گیا دیکھ کر فرمایا اللہ نے سچ کہا رسول اللہ نے سچ بات پہنچائی اُسکے کندھے پر عورت کے پستان کا سر اتھا جسپر تین بال اُگے ہوئے تھے (نسائی)

زر ابن جیش سے مروی ہے کہ انھوں نے جناب امیر کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں فتنہ کے چشمہ کا محافظ ہوں اگر میں نہ ہوتا تو نہروان والے مارے نہ جاتے اگر مجھ کو اسکا خوف نہ ہو کر تم عمل سے ہاتھ کھینچ لوگے تو میں تم کو اس بات سے مطلع کر دیتا جو اللہ تعالےٰ

نے اپنے نبی کریم کی زبان پر جاری کیا ہے اُسی شخص کے لیے ہے جو اُنکی نمازوں کو دیکھ کر اُن سے لڑا ہے اور اُس ہدایت کو جانتا ہے کہ جس پر ہم ہیں (نسائی)

ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ یہ لوگ دین سے نکل کر پھر دین کی طرف رجوع نہ ہونگے یہ لوگ نہایت شریر اور بے باک اور بدترین خلائق سے ہیں۔

جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ آنحضرت بمقام جعرانہ تقسیم غنائم میں مصروف تھے اتنے میں ایک شخص نے کہا اے محمد انصاف سے برابر تقسیم کرو آنحضرت نے فرمایا کمبخت میں عدل سے تقسیم نہ کروں گا تو کون عادل ہوگا حضرت عمر نے اس مردود منافق کی گردن مارنے کی اجازت چاہی آنحضرت نے فرمایا یہ اُس گروہ سے ہے جو قرآن تو پڑھتے ہیں مگر وہ اُنکی حلق سے نہیں اُترتا یہ لوگ دین سے خارج ہیں۔

عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ خوارج ہر زمانہ میں ظاہر ہونگے اور تباہ ہوتے جائیں گے یہانتک کہ اُن کا بیسواں دور ہوگا جب دجال کا خروج ہوگا ایک روایت میں ہے کہ اُن کی علامت اور عادت سر منڈانا ہے ان کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو سلمہ ابن کہیل ناقل ہیں کہ مجھ سے زید ابن وہب جہنی جنہوں نے جناب امیر کی طرف سے خوارج سے جنگ کی تھی بیان کرتے تھے کہ جناب امیر فرماتے تھے اے لوگو میں نے آنحضرت سے سنا ہے کہ میری امت میں ایک گروہ پیدا ہوگا کہ جو قرآن پڑھے گا جسکے قرآن پڑھنے کے سامنے تمھارا قرآن پڑھنا اور جسکے نماز روزہ کے سامنے تمھارے نماز روزے بالکل بے حقیقت معلوم ہوں گے اور جو یہ سمجھے گا کہ قرآن ہمارے ہی لیے ہے مگر قرآن اُس پر وبال ہوگا اور نمازیں گلے سے نہ اتریں گی وہ دین سے ایسا بھاگے گا جیسے تیر کمان سے بھاگتا ہے اگر لشکری اس امر کو معلوم کرلیں کہ خدا نے بذریعہ نبی کریم اس گروہ کے مارنے کا وعدہ کیا ہے تو وہ ہرگز عمل ترک نہ کریں اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک آدمی ہے کہ جسکا ہاتھ ... بازو تک نہیں ہے اور اُس کے کندھے پر پستان کی طرح

گوشت کا ٹکڑا ہے جس پر سفید بال ہیں تم لوگ معاویہ اور اہل شام سے جنگ کا قصد رکھتے ہو اُن لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑے جاتے ہو تاکہ تمھاری ذریت اور مال خراب کریں خدا کی قسم میں خیال کرتا ہوں کہ یہ وہی قوم ہے کیونکہ ان لوگوں نے ناحق خون کیے اور بیجا لوگوں کا مال لوٹا تم خدا کا نام لے کر روانہ ہو اور چلو سلمہ کہتے ہیں کہ جب جناب امیر خوارج کے سامنے اُترے اس وقت عبداللہ ابن وہب خارجیوں کا سردار تھا وہ خارجیوں سے کہنے لگا کہ نیزوں کو پھینک دو اور تلواریں لے کر جنگ کرو میں ڈرتا ہوں کہ تم کو قسم نہ دے بیٹھیں جسطرح حروراء کے دن قسمیں دیتے تھے اُن لوگوں نے لوٹ کر نیزے پھینک دیے اور تلواریں نکال لیں اس طرف کے لوگ بھی جنگ کرنے لگے اور اُن کو قتل کر کے ایک دوسرے پر ڈال دیا لشکر میں دو آدمیوں کے سوا اسطرف سے کوئی نہ مارا گیا جناب امیر نے فرمایا مخدج کو تلاش کرو لوگوں نے تلاش کیا وہ نہ ملا جناب امیر خود تلاش کرنے نکلے فرمایا مقتولین کو علیحدہ علیحدہ کرو پھر اُس کو زمین پر نعشوں کے نیچے دبا ہوا پایا جناب امیر نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور فرمایا اللہ نے اور اُسکے رسول نے سچ کہا۔ عبیدہ سلمانی نے عرض کیا اے امیرالمومنین قسم وحدہ لاشریک کی میں نے اس حدیث کو آنحضرت سے سنا ہے جناب امیر نے تین مرتبہ قسم دے کر پوچھا وہ حلفاً بیان کرتے رہے (مسلم ونسائی)

زید ابن وہب جہنی سے مروی ہے کہ جناب امیر نے دیرجان کے پل پر خطبہ دیا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ خارجی مشرق کی طرف سے نکلیں گے اُن میں ذوالثدیہ بھی ہوگا پس جناب امیر نے اُن سے جہاد کیا حروریہ نے باہم کہنا شروع کیا کہ تم ان سے باتیں مت کرو یہ تم کو پھیر دیں گے جسطرح حروراء کے روز پھیر دیا تھا انہیں بعضے نیزوں سے لڑنے لگے جناب امیر کی فوج میں سے ایک شخص نے کہا نیزوں سے ان کو باندھ کر گھیر لو چنانچہ خوارج گھیرے میں آگئے جناب امیر کے ساتھیوں

میں سے بارہ یا تیرہ آدمی شہید ہوئے جناب امیر نے فرمایا مخدج کو تلاش کرو جاڑے کا زمانہ تھا لوگوں نے کہا ہم سے نہیں ہوسکتا پھر جناب امیر خود آنحضرت کے سفید خچر شہبا پر سوار ہو کر اس پست زمین کی طرف گئے اور فرمایا ان مقتولوں میں تلاش کرو لوگوں نے تلاش کرکے نکالا جناب امیر فرمانے لگے مجھکو تمھارے فخر کرنے کا خوف نہ ہوتا تو میں تم کو وہ بات بتادیتا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی زبان پر جاری کی ہے یمن کے لوگ وہاں حاضر تھے وہ کہنے لگے اے امیر المومنین کیا بات ہے فرمایا اسکے قتال کی سخت ضرورت تھی (نسائی)

زید ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ جب نہروان کا روز آیا اور خوارج کا سامنا ہوا تو وہ نہ ٹلے جب تک کہ انھوں نے تیزوں سے جنگ نہ کی وہ سب مارے گئے۔ جناب امیر نے فرمایا ذو الثدیہ کو تلاش کرو لوگوں نے تلاش کیا وہ نہ ملا جناب امیر نے فرمایا خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا ہے نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا تم لوگ تلاش کرو پھر لوگوں نے اُس کو ایک گڈھے میں پایا اُس پر بہت سی نعشیں پڑی ہوئی تھیں وہ ایک آدمی تھا جسکے ہاتھ پر مثل بلی کی مونچھوں کے بال تھے جناب امیر نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا لوگ متعجب رہ گئے (نسائی)

مسروق تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مجھ سے پوچھنے لگیں کہ خارجیوں کو کس نے قتل کیا میں نے عرض کیا جناب امیر نے حضرت عائشہ چپ ہوگئیں مسروق کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا ام المومنین میں آپ کو خدا اور رسول کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اگر آپ نے ان خوارج کی نسبت کوئی حدیث سنی ہو تو مجھ سے بیان فرمایئے حضرت عائشہ نے جواب دیا میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ وہ بدترین خلائق ہیں اور ان کو بہترین خلق قتل کرینگے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے پوچھا اے مسروق

تجھے محدوج کا کچھ علم ہے میں نے کہا ہاں جناب امیر نے اسکو ایک نہر کے قریب جسکے نشیبی حصہ کو تامر اور اونچے کنارے کو نہروان کہتے ہیں قتل کر دیا حضرت عائشہ صدیقہ فرمانے لگیں خدا عمرو ابن العاص کو مارے اُس نے مجھکو لکھا کہ میں نے اسکو نیل مصر کے کنارے مارا (مناقب ابو بکر ابن مردویہ)

احادیث متعلق بہ قتال ناکثین و قاسطین و مارقین

جناب امیر نے اپنے زمانہ میں تین گروہوں سے جنگ کی جنکو ناکثین و قاسطین اور مارقین کہتے ہیں۔ ناکث کے معنی عہد توڑنے والے کے ہیں ناکثین اس کی جمع ہے چونکہ اصحاب جمل حضرت طلحہ و زبیر نے بیعت فسخ کی تھی اس لیے اصحاب جمل ناکثین کہلائے۔ قاسط کے معنی ظالم اور جابر کے ہیں اس لیے صفین والے قاسطین کہلاتے ہیں۔ مارق کے معنی دین سے خارج ہونے والے کے ہیں اس سے اہل نہروال مراد ہیں چنانچہ انکے متعلق حسب ذیل احادیث وارد ہیں۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیت فاما نذھبن بک فانا منھم منتقمون یعنی پھر ہم تم کو کبھی لیجائینگے ہم کو ان سے بدلہ لینا ہے جناب امیر کی شان میں نازل ہوئی کہ وہ میرے بعد ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کرینگے (دیلمی)

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم کو آنحضرت نے ناکثین و قاسطین و مارقین کے ساتھ جنگ کرنیکا حکم دیا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپنے ہم کو ان لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے تو ہم کس کے ساتھ ہوں فرمایا علی کے ساتھ اور انھیں کے ساتھ عمار ابن یاسر شہید ہونگے (ابن عساکر)

علی ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیر کو فرماتے سنا ہے کہ آنحضرت نے مجھ سے ناکثین و قاسطین و مارقین کے ساتھ جنگ کرنیکا عہد لیا ہے (ابن عساکر و اسد الغابہ)

سعید ابن جنادہ جناب امیر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھکو تین گروہ یعنی ناکثین و قاسطین و مارقین کے ساتھ جنگ کرنیکا حکم دیا ہے ناکثین اہل جمل اور قاسطین اہل شام اور مارقین اہل نہروال ہیں (ابن عساکر)

عبد اللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ آنحضرت حضرت ام سلمہ کے یہاں تشریف رکھتے تھے اتنے میں

جناب امیر بھی آگئے آنحضرت نے فرمایا اے ام سلمہ یہ (علی) میرے بعد ناکثین و قاسطین و مارقین سے لڑنے والے ہیں۔ علقمہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت حضرت زینب بنت جحش کے گھر سے نکلکر حضرت ام سلمہ کے یہاں جا رہے تھے جناب امیر بھی آگئے آنحضرت نے فرمایا اے ام سلمہ واللہ یہ شخص (علی) ناکثین و قاسطین و مارقین کو مارنے والا ہے۔ عقاب ابن ثعلبہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں ابو ایوب انصاری نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ آنحضرت نے مجھکو ناکثین و قاسطین و مارقین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔ محنف ابن سلیم کہتے ہیں کہ ابو ایوب انصاری ہمارے پاس آئے ہم نے کہا آپ نے آنحضرت کے ساتھ مشرکین سے قتال کیا اب آپ مسلمانوں سے لڑنے آئے ہیں آپ نے جواب دیا آنحضرت نے مجھ کو جناب امیر کے ساتھ ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ جب ابو ایوب انصاری صفین سے لوٹے ہم ان سے ملنے گئے ہم نے اُن سے کہا اے ابو ایوب بیشک اللہ نے آپ پر کرم کیا کہ آپ کے مکان پر آنحضرت فروکش ہوئے یہ خدا کی مہربانی مخصوص آپ کے لیے تھی کہ آنحضرت کا ناقہ آپ کے دروازہ پر بیٹھ گیا اب آپ تلوار کندھے پر رکھکر اسلیے تشریف لائے ہیں کہ اس سے کلمہ کہنے والوں کو قتل کریں حضرت ابو ایوب کہنے لگے کہ آنحضرت نے ہم کو جناب امیر کے ساتھ تین گروہوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا وہ تین گروہ ناکثین و قاسطین و مارقین ہیں ناکثین اہل جمل یعنی حضرات طلحہ و زبیر تھے قاسطین یہ لوگ ہیں جہاں سے ہم واپس آرہے ہیں یعنی معاویہ اور عمر ابن العاص اور مارقین اہل طرفاد و نخیلات و نہروان ہیں مجھ کو معلوم نہیں کہ آجکل وہ کہاں ہیں لیکن انشاء اللہ ان کے ساتھ بھی لڑنا ہوگا (کنزالعمال)

واپسی جناب امیر بطرف کوفہ | بعد فراغ جنگ جناب امیر نے اپنے لشکر میں خطبہ پڑھا اور اس میں شام کی طرف بڑھنے کا قصد ظاہر فرمایا۔ ارشاد کیا اللہ تعالے نے

تم پر احسان کیا تمھاری مدد کی خوارج پر تم کو غلبہ دیا اب تم اسی سلسلہ میں اہل شام کی طرف بڑھو
لشکریوں نے جواب دیا ہم حاضر ہیں لیکن ابھی خوارج کی جنگ سے تھکے ہوئے ہیں سامان جنگ بھی
نہیں رہا تلواریں کند ہوگئیں نیزوں کے سنان بیکار ہوگئے فی الحال گھر پہونچکر آرام کرلیں تاکہ کسل
رفع ہوجائے اور سامان جنگ بھی درست ہوجائے اور کیا تعجب کہ اور لوگ بھی ہمارے ساتھ
ہوجائیں یہ گفتگو اشعث ابن قیس کی تھی جناب امیر نے سمجھایا جب لوگوں نے نہ مانا تو خاموش
ہو رہے اور کوفہ کی طرف واپسی کا قصد کیا راستہ میں نخیلہ میں اس غرض سے ٹھہر گئے اور لشکر ٹھہرا کہ لوگ
آرام کرلیں اور کوفہ جاکر اپنے بال بچوں کو دیکھ آیا کریں اور اُن کی محبت میں رات کو گھر میں
شب باش نہ ہوں اور چند روز بعد دفع تکان سامان سفر درست کرکے اہل شام سے
جنگ کے لیے چلیں اہل لشکر چند روز تک تو نخیلہ میں ٹھہرے رہے پھر ایک ایک کرکے
اپنے اپنے گھروں میں پہونچتے گئے صرف عمائد وخواص وسردار رہ گئے جناب امیر یہ حالت
دیکھ کر کوفہ تشریف لے آئے اور اُن لوگوں کو جمع کرکے فرمایا اے لوگو دشمن سے لڑائی کے لیے
آمادہ ہو انکی طرف نکلو یہ جنگ بہ نیت قرب بہ امید ثواب آخرت ہے ایسے لوگوں سے مقابلہ ہے
جو راہ حق چھوڑ کر وادی ضلالت میں گمراہ ہیں قرآن کے حکم سے بے خبر احکام الٰہی کو
چھوڑ کر اپنی سرکشی وگمراہی میں بھٹکتے پھرتے ہیں ایسی قوم پر جہاد کے لیے اپنی قوت وطاقت
آلات حرب سواریاں وغیرہ درست کرلو اور خدا پر بھروسہ کرکے اہل شام کی طرف روانہ
ہو اللہ تعالے تمھارا وکیل وکفیل ہے اس وعظ ونصیحت پر کسی نے ذرا بھی توجہ نہ کی
ایک شخص بھی لڑنے پر آمادہ نہ ہوا جناب امیر نے کچھ دنوں تو اُن لوگوں کو اسی حال پر
چھوڑ دیا جب کچھ جواب اُن لوگوں نے نہ دیا تو دوبارہ جہاد کی دعوت دی سرداران
قبائل واکابر قوم سے بلاکر کہا اور اُن لوگوں سے لشکریوں کی وجہ تاخیر دریافت فرمائی
بعضوں نے حیلہ کیا بعض نیم راضی ہوگئے کمتر لوگ بخوشی خاطر آمادہ ہوئے جناب امیر
کو جوش آگیا بحالت جوش اس طرح فرمانے لگے اے خدا کے بندو اب تم کیسے ہوگئے ہیں

تم سے بار بار لڑائی کے لیے کہتا ہوں تم زمین سے جنبش نہیں کرتے کیا دنیائے دو روزہ کی مستعار زندگی کو پسند کر کے حیات ابدی کو چھوڑے دیتے ہو عزت کے عوض ذلت اختیار کرنا چاہتے ہو تمھارے دل الٹ گئے تم کو خبر نہیں تمھاری آنکھیں نابینا ہوگئیں تم کو راہ حق نظر نہیں آئی اسی لیے خدا کی راہ میں مدد کرنے سے تم بیٹھ رہے جب تم جنگ کی طرف بلائے جاتے ہو تو تمھارا حال اس شیر کا ایسا ہوجاتا ہے جو خارش کی وجہ سے آرام طلب ہوجائے یا اس لومڑی کا ایسا جو زمین پر لوٹتی ہو مجھکو اب تم پر بالکل بھروسہ نہیں رہا تم لوگ اس جنگ کے قابل نہیں رہے کہ تم پر بھروسہ کر کے دشمن پر حملہ کیا جائے میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ اب عربوں میں تم بالکل آخور اور ردی ہوگئے افسوس کب تک فریب کھاؤ گے اور اپنا انتقام نہ لوگے کب تک تمھارے ہاتھوں اور پاؤں کا نقصان ہوتا رہے گا اور تم اپنا بچاؤ نہ کرو گے تم آرام سے سوتے نہیں بلکہ تمھاری آنکھیں خواب غفلت سے بند ہوگئی ہیں اے لوگو میرا حق تم پر اور تمھارا حق مجھ پر ہے کہ تمھاری خیر خواہی کرتا رہوں نیک کام کی نصیحت کروں اور برے کام کی ممانعت کروں مال غنیمت سے تم کو حصہ دوں علم سکھاؤں تاکہ جاہل نہ رہو ادب کی باتیں تعلیم کروں میرا حق تم پر ہے کہ تم میری بیعت کرو حاضر و غائب میرے خیر خواہ رہو اور جو حکم دوں اسکو بجا لاؤ اگر خدا تم کو تمھاری بھلائی منظور ہوگی تو میری مخالفت ترک کر کے میری اطاعت کرو گے جس راستہ پر میں تم کو لے چلوں گا چلو گے اگر ایسا ہوگا تو تمھارا مطلوب حاصل ہوگا اسی طرح سے اور بہت کچھ نصیحت کی مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی سب بت بنے خاموش بیٹھے رہے (ابن اثیر و ابن خلدون)

حکومت عمر ابن العاص بر مصر و شہادت مالک ابن اشتر و محمد ابن ابی بکرؓ

بعد معزولی قیس ابن سعد محمد ابن ابی بکر گورنر مصر ہو کر گئے تھے اور اہل خربتا سے جنگ کی تھی اسی زمانہ سے اطراف مصر کے باشندے جو حضرت عثمانؓ کے ہوا خواہ تھے معاویہ ابن خدیج کے پاس جمع ہوئے یہ ایک لشکر لے کر مطالبہ خون عثمانی کے لیے جمع ہوئے ان کے خروج سے اکثر اہل مصر

بھی ساتھ ہو گئے ایک ہنگامہ بپا ہو گیا جس سے محمد ابن ابی بکر کی حکومت خلل پذیر ہوئی
فساد کا خوف لاحق ہوا جب اہل مصر کی مخالفت بڑھی تو جناب امیر کو اطلاع دی گئی
جناب امیر فرمانے لگے درحقیقت گورنری مصر کے لائق قیس ابن سعد ہیں یا مالک ابن اشتر
نخعی بعد معزولی قیس ابن سعد جناب امیر کی خدمت میں رہتے تھے جناب امیر نے فرمایا تھا کہ
فیصلۂ حکمین تم ہمارے پاس رہو ان کو مہتمم صیغۂ فوجداری یا افسر پولیس کر دیا تھا اور ان سے
وعدہ فرمایا تھا کہ بعد فیصلۂ حکمین ہم تم کو آذربائیجان کا حاکم کر دیں گے بعد واقعۂ صفین
مالک ابن اشتر اپنے دار الامارت جزیرہ میں چلے گئے تھے اور مقام نصیبین مقیم تھے جناب
امیر نے انکو گورنر مصر کرنا مناسب سمجھا اور ان کو بلا کر حالات سے مطلع کر کے فرمایا کہ
وہاں کے انتظام کے لیے تم سے زائد کوئی موزوں نہیں میں تم کو بھیجتا ہوں اگر تم کو کوئی
ہدایت بھی نہ کروں تو تم اپنی لیاقت و تدبیر سے وہاں کا قرار واقعی انتظام کر سکتے ہو
خدا کے بھروسہ پر مصر روانہ ہو جاؤ ہر جگہ سختی نہ کرنا بلکہ جہاں تک نرمی سے کام نکلے نکالنا
یہ مصر روانہ ہوئے ادھر یہی خبر معاویہ کے جاسوس نے کہ جو یہاں متعین تھے خبر پا کر جا پہونچے فوراً معاویہ تک
پہونچائی جو مدت سے مصر پر دانت لگائے بیٹھے تھے اس خبر نے ان کو پریشان کر دیا سمجھے
کہ اگر اشتر مصر میں پہونچ گئے تو پھر مصر پر قبضہ پانا دشوار ہو جائے گا کیونکہ اشتر خود بہت جری
اور محمد ابن ابی بکر کے مقابلہ میں بہت زیادہ منتظم امور سیاست میں ماہر ہیں بیرونی حملے مصر
پر نہ آنے دیں گے حاکم خراج قلزم سے کہلا بھیجا کہ اشتر گورنر مصر ہو کر جاتے ہیں اگر کسی حیلہ
و تدبیر سے اُن کا کام تمام کر دو تو جب تک تم زندہ ہو اور میں موجود ہوں خراج تم کو معاف
کر دوں گا ادھر معاویہ نے یہ انتظام کیا اُدھر اشتر روانہ ہوئے جب قلزم پر پہونچے
وہاں کا حاکم سر راہ اُن کا منتظر تھا نہایت تعظیم سے اُن کو اپنے گھر لے گیا پُر تکلف دعوت
کی کھانا کھانے کے بعد شہد کا شربت پلایا جس میں زہر ملا تھا اشتر پیتے ہی فوراً ختم ہو گئے
(ابن اثیر) عیون الانباء میں ہے کہ جب جناب امیر نے ان کو مصر کا حاکم کر کے بھیجا راستہ کے

ایک زمیندار سے معاویہ نے کہلا بھیجا اگر تو مالک کو زہر دے کر مار ڈالے تو تجھ کو بیس برس کا خراج
معاف کر دیا جائیگا اُسکے پاس ابن آثال کا بنایا ہوا زہر بھیجا جسکو زمیندار نے شہد کے
شربت میں پلایا جس سے مالک شہید ہو گئے معاویہ نے کہا ان للہ جنودا منہا العسل
اللہ تعالےٰ کے کچھ لشکر ہیں جنمیں شہد بھی ہے اشتر کے انتقال کی خبر جب جناب امیر کو پہونچی
آپ حد درجہ ملول و غمگین ہوئے اور فرمانے لگے کہ اشتر تم کیا گئے کہ میرے دونوں ہاتھ
جاتے رہے تمھارا مثل دوسرا نہیں اگر کوئی دوسرا شخص تم سے مقابلہ کے لیے لوہے کا بن کر
آتا تم اُس سے مقابلہ کرتے محمد ابن ابی بکر کو اشتر کا حاکم مصر ہونا شاق گزرا تھا جناب امیر
کو یہ معلوم ہو گیا آپنے بعد انتقال اشتر محمد ابن ابی بکر کو خط لکھا کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تم کو
اشتر کی تقرری ناگوار ہوئی میں نے اُن کو تمھاری جگہ پر حاکم کر کے اسلیے نہیں بھیجا تھا کہ مجھ کو
تمھاری طرف سے بدظنی تھی نہ یہ وجہ تھی کہ تم جہاد و جنگ میں مخالفین میں سست تھے
میں نے تمھاری آسانی کے لیے یہ کیا تھا تمھارے علیحدہ ہو جانے کے بعد تم کو دوسری جگہ
کی حکومت جسکو تم مصر سے زائد پسند کرتے تم کو دیتا اشتر کو اسلیے بھیجا تھا کہ وہ لڑائی میں
تم سے زائد تجربہ کار اور میرے خیر خواہ تھے افسوس اُنکی عمر پوری ہو گئی اُن کو موت آگئی
میں اُن سے خوش ہوں اے خدا تو بھی اُن سے خوش رہ اور ان کو دونا ثواب عطا کر
اب تم اپنی جگہ پر قائم رہو دشمن کے مقابلہ میں صبر و استقلال سے کام لو عقلمندی اور نصیحت سے
لوگوں کو خدا کی طرف بلاؤ اور خدا سے غافل نہ رہو اُسی سے مدد چاہو اُسی سے ڈرو
تمھارے سب رنج و غم وہی دفع کرے گا اور حکومت کے دشوار کاموں پر وہی معین و مددگار
ہوگا محمد ابن ابی بکر نے یہ جواب لکھا آپ کا فرمان پہونچا اُسکا مضمون میں نے بخوبی سمجھ لیا
مجھ سے زیادہ آپ کی رائے اور تجویز پر عمل کرنے والا دوسرا نہ ہوگا دشمن کی مدافعت میں
جیسی میں کوشش کرونگا دوسرا نہ کرے گا حسب الحکم میں نے لشکر جمع کر کے دشمن پر خروج
کیا ہے میں عام لوگوں کے ساتھ نہایت امن و اطمینان کا برتاؤ کر رہا ہوں جو لوگ مخالف

اور آمادہ جنگ ہیں اُن سے ویسا برتاؤ ہے میں بہرحال آپ کا مطیع و محکوم ہوں۔
اہل شام تا فیصلۂ حکمین خاموش رہے بعد فیصلہ انھوں نے معاویہ سے بیعت کی جس سے
معاویہ کو ہر طرح کی قوت و طاقت حاصل ہو گئی برخلاف اسکے اہل عراق نے اختلاف کیا
ایک گروہ مخالفت پر آمادہ ہو گیا معاویہ کو مستقل حاکم ہو جانے کے بعد اگر اندیشہ تھا تو مصر
کا مصر قبضہ میں نہ تھا شام سے قریب تھا اہل مصر یوں ہی عثمانیوں پر دانت پیس رہے
تھے یہ بھی خیال تھا کہ مصر ایک بہت بڑا زرخیز خطہ ہے آمدنی اسکی بہت ہے اگر اس پر
قبضہ ہو جائے تو جناب امیر سے لڑنے کی پوری قوت اور غلبہ پانے کی قوی امید ہو جائے
اسی خیال سے معاویہ نے عمائد وارکین حکومت یعنی عمر ابن العاص حبیب ابن مسلمہ بُسر
ابن ارطاۃ ضحاک ابن قیس عبد الرحمن ابن خالد۔ ابو الاعور سلمی شرحبیل ابن سمط کندی
کو بلا کر کہا میں نے تم لوگوں کو ایک بڑے ضروری کام کے لیے بلایا ہے عمر ابن العاص
کہنے لگے آپ نے ہم کو مصر کے معاملات میں رائے لینے کے لیے غالبًا طلب کیا ہے آپ ارادہ
مصمم کر لیجیے مصر فتح ہو جانے کے بعد آپ کی قوت بڑھ جائے گی اور سب نے بھی یہی کہا
پھر معاویہ نے مصر حاصل کرنے کی تدبیر پوچھی کسی نے نہ بتائی ابن العاص کہنے لگے
کہ آپ ایک لشکر تیار کیجیے اور اُسپر ایک ہوشیار شخص کو سردار کیجیے وہ لشکر لے کر
جائے وہاں جو لوگ ہم خیال ہیں وہ آکر مل جائینگے دوگنی قوت حاصل ہو گی مصر پر قبضہ
بھی حاصل ہو جائے گا معاویہ نے کہا یہ رائے بہت مناسب ہے میرے نزدیک قبل
لشکر کشی وہ اپنی طرف بذریعہ خط و کتابت بلائے جائیں جب وہ مطیع ہو جائیں تو پھر
مخالفین کو لالچ دے کر اپنا مطیع کرنا چاہیے اگر مطیع نہ ہوں تو لڑنا چاہیے یہ کہکر عمر
ابن العاص سے مخاطب ہو کر کہنے لگے اے عمر ابن العاص تمھارے شدت اور عجلت
میں خدا برکت دے تم مصر کا رخ کرو یہ کہنے لگے آپ کو جو مناسب معلوم ہو وہ کیجیے
میں نے تو کہدیا کہ بعد جنگ مصر پر قبضہ پانا مشکل ہے معاویہ نے مسلمہ ابن مخلد اور

اور معاویہ ابن خدیج کو خط لکھا اس میں اُنکی بہت تعریف کی اُنکے افعال کی قدر دانی کے پیرایہ
میں شکرگزاری کی پھر مطالبہ خون عثمانی میں ترغیب و تحریص کی اور بہت کچھ انعام و اکرام
کا وعدہ کیا یہ خط اپنے غلام سبیع کے ہاتھ بھیجا جب دونوں کو یہ خط پہنچا تو مسلمہ ابن مخلد
نے اپنے اور معاویہ ابن خدیج کی طرف سے جواب میں لکھا جس امر ضروری کی طلب میں
ہم نے اپنی جانیں خرچ کر دیں اور خدا کے حکم کی پیروی کی اُسی سے امید ثواب و اجر اخروی
رکھتے ہیں امید ہے کہ ہم کو جلد مخالفین پر فتح حاصل ہوگی جو لوگ حضرت عثمان کے قاتل ہیں
ان پر جلد قہر الٰہی نازل ہوگا وہ اپنے اعمال بد کی سزا کو پہنچیں گے آپ نے جو بنظر شاہانہ
ہم کو امید وار الطاف و کرم ست فرمایا ہم کو اُسکی کوئی پروا نہیں نہ ہم نے اس غرض سے
خروج کیا نہ اس سے ہمارا مقصود طلب دنیا ہے اگر آپ ہمارا ساتھ دیتے ہیں تو فوراً
لشکر بھیجیے اسوقت ہمارے دشمن ہم سے خائف ہو رہے ہیں ہم کو مدد پہونچے گی خدا فتح نصیب
کریگا یہ خط معاویہ کو فلسطین میں ملا الغول نے امرا و وزرا کو بلا کر خط سنایا اراکین سلطنت
کی سب نے بالاتفاق لشکر روانہ کرنے کی رائے دی چنانچہ چھ ہزار کا لشکر بسرداری عمر
ابن العاص روانہ کیا گیا وقت رخصت یہ نصیحت کی گئی خبردار جلدی نہ کرنا اطمینان و
سہولت سے ہر موقع پر کام نکالنا عمر ابن العاص لشکر لے کر چلے قریب مصر ٹھہر گئے
عثمانی گروہ جسقدر مصر یا اطراف مصر میں تھا سب آکر مل گیا پھر عمر ابن العاص نے محمد
ابن ابی بکر کو خط لکھا اے ابن ابی بکر تم اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤ میں نہیں چاہتا کہ تم کو
مجھ سے کوئی نقصان پہونچے اہالیان مصر سب تمھارے خلاف ہیں وہ زبردستی پکڑ کر
تم کو میرے حوالہ کر دیں گے میں تمھارا خیر خواہ بنکر تم کو یہ صلاح دیتا ہوں اسی مضمون کا
ایک خط معاویہ کی طرف سے بھی تھا جس میں محاصرہ کا ذکر اور اُن کی شرکت لکھ کر آخر
میں دھمکی دی تھی محمد ابن ابی بکر نے دونوں خط جناب امیر کو بھیج دیے اور مصر کا حال لکھکر
مدد کے طالب ہوئے جناب امیر نے جواب میں لکھا فی الحال موجودہ لشکر سے مقابلہ کرو

عنقریب اور لشکر پہونچے گا جب تک لڑو اور دشمن کی سختی پر صبر کرو محمد ابن ابی بکر نے جواب پاکر لوگوں کو لڑائی کے لیے بلایا کنانہ ابن بشر نے ترغیب دی بمشکل دو ہزار آدمی جنگ کے لیے آمادہ ہوئے بدرجہ مجبوری محمد ابن ابی بکر دو ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر مقابلہ کو نکلے کنانہ ابن بشر مقدمۃ الجیش تھے دونوں لشکر میدان میں نکلکر صف بستہ ہوئے ابن العاص نے لشکر کا ایک دستہ کنانہ پر بھیجا کنانہ اس سے لڑتے رہے اُس کو مار کر اسقدر پیچھے ہٹا دیا کہ وہ ابن العاص سے ملگیا۔ پھر دوسرا لشکر آیا اُسکو بھی پسپا کر دیا چند مرتبہ ایسا ہوا جو لشکر آیا تھوڑی دیر تک لڑتا رہا پھر ہٹ گیا عمر ابن العاص نے انکی ہمت و شجاعت دیکھکر غور کیا کہ اس طرح غلبہ پانا دشوار ہے معاویہ ابن خدیج کو کہلا بھیجا کہ ایکبارگی سب لشکر لے کر اُن پر ٹوٹ پڑو معاویہ نے کنانہ کو قلعہ بند کر لیا چوطرفی مار پڑنے لگی یہ دو ہزار تھے اور شامی اس کے سہ چند پھر بھی کنانہ کے لشکر والے نہایت جوانمردی کے ساتھ نیزہ سے منہ پھیر دیتے جب مجبور ہو گئے تو گھوڑے سے اُتر کر تلوار سے لڑنے لگے یہانتک کہ شہید ہو گئے جب محمد ابن ابی بکر کو کنانہ کے شہید ہونے کی خبر معلوم ہوئی تو اُن کے ساتھی اُن کو چھوڑ کر چلدیے ابن العاص سے مقابلہ ہوا یہ تنہا کیا کر سکتے تھے اپنی جان لے کر بھاگے دور جا کر ایک کھنڈر میں چھپے ابن العاص نے تعاقب کیا جب نہ ملے تو ابن العاص فسطاط پہونچکر ٹھہر گئے معاویہ ابن خدیج تلاش کرتے ہوئے کھنڈر کے قریب پہونچ گئے وہاں لوگوں سے پوچھا ایک نے بتادیا کہ اس کھنڈر میں ایک شخص ہے میں نہیں جانتا کون ہے معاویہ نے کہا یقینی ابن ابی بکر ہوں گے ہمراہی سب گھس پڑے اور اُن کو پکڑ لائے بہ شدت پیاس سے قریب مرگ ہو رہے تھے گرفتار کر کے فسطاط پہونچائے گئے اُن کے سوتیلے بھائی عبدالرحمن ابن ابی بکر شامیوں کے لشکر میں تھے بھائی کو اس حال میں دیکھ کر ابن العاص سے کہنے لگے کیا میرا بھائی اس طرح بے بس کر کے مارا جائے گا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کسی کو ابن خدیج کے پاس بھیجکر منع کرا دو کہ وہ محمد کو قتل نہ کریں ابن العاص

نے محمد کو بلا بھیجا پھر عبدالرحمن سے کہنے لگے تم نے کنانہ کو قتل کیا میں محمد ابن ابی بکر کو چھوڑ دوں
یہ کیسے ہو سکتا ہے جب دونوں برابر ہیں تو ایک کو مارنا ایک کو چھوڑنا کیا معنی یہ بھی قتل
کیے جائینگے محمد ابن ابی بکر نے یہاں آتے ہی پانی مانگا ابن خدیج نے جواب دیا اگر میں ایک قطرہ
پانی تم کو پلاؤں تو خدا مجھکو کبھی نہ پلائے تم لوگوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا تھا میں تم کو ابھی
قتل کرتا ہوں تم خدا کے یہاں جا کر گرم پانی اور دوزخیوں کا خون پینا محمد ابن ابی بکر نے
جواب دیا اے یہودی بچہ اور اے جولاہن کے لڑکے یہ تیری بس کی بات نہیں اللہ تعالی
اپنے دوستوں کو مار سلسبیل و شراب تسنیم سے سیراب کرے گا اور اس کے دشمن یعنی
تو اور تیرے ساتھی دوزخ کا گرم پانی اور خون پییں گے اگر اس وقت تلوار میرے
ہاتھ میں ہوتی تو تیری کیا مجال تھی جو مجھکو اسطرح گرفتار کر کے باتیں سناتا ابن خدیج
نے کہا تجھ کو معلوم ہے کہ میں اب تیرے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں تجھ کو گدھے
کی کھال میں جلاؤنگا محمد ابن ابی بکر نے جواب دیا کیا پروا ہے اگر تو مجھکو اس طرح ماریگا
تو کون تعجب کی بات ہے تم لوگوں نے تو انبیا کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا ہے
مجھکو منتقم حقیقی کے انصاف سے امید ہے کہ تو اور تیرا دوست معاویہ اور ابن العاص
دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں پڑینگے جب وہ بجھنے لگے گی تو خداوند تعالی ایندھن ڈال
کر اور اس کو تیز کر دیگا ابن خدیج اس جواب سے سخت ناراض ہوا اور ان کو قتل کر کے
ایک مردہ گدھے کی کھال میں بھر کر آگ میں پھونک دیا (ابن اثیر)
بعضے کہتے ہیں کہ یہ اولاً خوب لڑے بعد شہادت کنانہ بھاگ کر جبلہ ابن مسروق کے
گھر میں چھپے لوگوں نے ابن خدیج کو خبر دی انھوں نے جبلہ کا مکان گھیر لیا یہ باہر
نکلے اور لڑ کر شہید ہو گئے مسعودی لکھتے ہیں کہ یہ جنگ موضع منشارہ میں ہوئی اور
محمد ابن ابی بکر بمقام کوم شریک جلائے گئے بعضوں کا قول ہے کہ ان کے بدن میں کچھ
جان باقی تھی کہ اسی حالت میں آگ میں جھونک دیے گئے جناب امیر کے پاس جس وقت

خط پہونچا تو آپ نے جواب خط دے کر خود تیاری شروع کر دی لوگوں کو جمع کر کے جنگ کی ترغیب دی فرمایا کہ ہمارے ساتھ بمقام جرعہ چلو دوسرے روز صبح کو جناب امیر بمقام جرعہ تشریف لائے دوپہر تک انتظار کیا ایک بھی آدمی نہ آیا تب واپس آئے اور پھر سہ پہر کو ایک تقریر کی جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"سب تعریفیں خدا کیلئے ہیں اس نے جو چاہا کیا وہ اپنے فعل پر قادر ہے مجھ کو اس نے تم لوگوں میں مبتلا کیا اے اہل قریہ تم میری اطاعت نہیں کرتے میرے بلانے پر نہیں آتے مصر کے معاملہ میں تم کو کسکا انتظار ہے تم پر جہاد واجب ہے اگر مجھکو موت آجائے اور وہ مجھکو تم لوگوں سے جدا کر دے تو مجبوری ہے ورنہ میں تم کو چھوڑنے والا نہیں افسوس اب تم کو کیا ہو گیا کیا تم نے دین چھوڑ دیا اتفاق تم سے علیحدہ ہو گیا تم میں اب حمیت اسلامی و قومی ہمدردی نہیں باقی رہی برابر سنتے ہو کہ دشمن تمھارے شہروں میں گھس آئے رات دن تم پر لوٹ مار کرتے ہیں مگر تمھارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کیا یہ تعجب خیز و حسرت انگیز بات نہیں ہے کہ معاویہ دیہاتی سنگدل گنواروں کو بلاتے ہیں بغیر اسکے کہ ان کو سالانہ وظائف یا مزدوری یا اجرت ملتی ہو سال میں دو تین بار جب موقع ہو وہ لڑنے کیلئے ساتھ ہو جاتے ہیں میں تم کو بلا کر جنگ پر ترغیب دیتا ہوں تم بمقابلۂ اہل شام صاحب عقل و تمیز ہو میں وظائف مقررہ کے علاوہ تم کو ہر مرتبہ مال غنیمت تمھارے خاطر خواہ دیتا ہوں مگر تم لڑائی سے جان چراتے ہو اور میری مخالفت کرتے اور نافرمانی پر آمادہ رہتے ہو"

اس تقریر کو سنکر کعب ابن مالک ارجی اٹھے اور کہنے لگے آپ اسی وقت لوگوں کو بلائیں میں ابھی چلنے کے لیے تیار ہوں اسی دن کے لیے گویا میں زندہ رہا ہوں پھر اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگے اے لوگو خدا سے ڈرو اپنے امام کا کہنا مانو انکے بلانے پر انکی مدد کرو ان کے دشمن سے لڑ دیں تو دشمن کی طرف جاتا ہوں انکے ساتھ دو ہزار آدمی جانے کے لیے تیار ہو گئے جناب امیر نے فرمایا تم لوگ مصر کی طرف روانہ ہو جاؤ مگر خدا کی قسم میرا خیال ہے کہ تم محمد ابن ابی بکر تک

نہ پہونچ سکو گے کہ اُن کا خاتمہ ہو چکا ہوگا ابن مالک نے دو ہزار کی جماعت کے ساتھ تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ حجاج ابن عزیہ انصاری مصر سے آتے ہوئے راستہ میں ملے اُن سے محمد ابن ابی بکر کی شہادت کا حال معلوم ہوا۔ اسی اثنا میں عبد الرحمن ابن شبیب فزاری جو جناب امیر کی طرف سے شام میں بغرض جاسوسی مقیم تھے کوفہ آئے اور محمد ابن ابی بکر کا قتل ہونا اور عمر ابن العاص کا مصر پر قابض ہونا اور اہل شام کا ابن ابی بکر کے قتل پر خوش ہونا بیان کیا جناب امیر نے فرمایا اہل شام کو جسقدر خوشی ہوئی اُسی قدر مجھ کو غم و صدمہ ہے بلکہ اہل شام کی مسرت سے چند حصہ زائد مجھ کو رنج ہے یہ میرے بھتیجے اور میرے پروردہ تھے میں اُن کو اپنا لڑکا سمجھتا تھا وہ بھی مجھ کو مانتے اور میرے مطیع و فرمانبردار تھے جسقدر غم نہ کیا جائے تھوڑا ہے میں صبر کرتا ہوں اور خدا سے امیدوار اجر و ثواب ہوں پھر مالک کو جو مصر جا رہے تھے واپس بلا لیا لوگوں کو جمع کر کے حسب ذیل تقریر کی۔

"اے لوگو تم کو کچھ خبر ہے مصر کا کیا حال ہوا ظالموں۔ بدکاروں اور باغیوں نے قبضہ کر لیا وہ لوگ مالک ہوئے جو خدا کی راہ سے روکتے اسلام میں بغاوت اور سرکشی و گمراہی کا طریقہ جاری کرنا چاہتے ہیں۔ محمد ابن ابی بکر شہید ہوئے ہم خدا سے اس رنج و صدمہ کا ثواب چاہتے ہیں ابن ابی بکر حکم قضا و قدر کے منتظر اُس پر راضی و صابر و شاکر تھے اعمال و افعال بہ نیت ثواب آخرت کرتے فاجر بدکار کو دشمن جانتے اُن کی وضع و قطع سے نفرت کرتے اسلام کے عادات و طریقے اُن کو مرغوب تھے میں اپنے نفس کو تقصیر نصرت و مدد ابن ابی بکر پر ملامت نہیں کرتا میں جنگ پر اقدام و جرأت کرتا ہوں طریق جنگ سے بخوبی آگاہ ہوں تم کو معاملات میں رائے صائب دیتا ہوں اُسوقت بھی تم کو علانیہ بلاتا و سمجھاتا تھا افسوس تم نے نہ سنا میرے حکم کی اطاعت نہ کی کام خراب کیا جیسے تم پہلے تھے ویسے اب نہیں رہے تم لوگوں پر بھروسہ کر کے اگر کوئی دشمن سے بدلہ لینا چاہے تو کامیاب نہیں ہو سکتا میں عرصہ تک تم کو بلاتا رہا تم میں سے ایک بھی اپنی جگہ سے نہ ٹلا تم اونٹ کی طرح

زمین پر بیٹھکر بلبلاتے رہے زمین سے ایسے چمٹے کہ گویا اب تمھارا ارادہ دشمنوں سے جہاد کرنے کا نہیں ہے اگر میں شدید تاکید بھی کرتا ہوں تو کچھ لوگ ایک چھوٹا سا لشکر مرتب کرکے نکلتے بھی ہیں تو اسطرح کہ زبردستی موت کے منھ میں ڈھکیلے جائے ہوں تف ہے تمھاری بزدلی اور سستی پر"۔

یہ تقریر ختم کرکے جناب امیر افسردہ ہوکر تشریف لے گئے محمد ابن ابی بکر کے آگ میں جلائے جانے کا سبب حضرت عائشہ کی بد دعا ہے بروز جمل انھوں نے ہاتھ ڈالا تو انھوں نے انکو پہچانا نہیں بد دعا دی کہ جسکا ہاتھ میرے جسم میں لگا ہے اُسکو خدا آگ میں جلائے انھوں نے جواب دیا میں تمھارا بھائی ہوں یہ بد دعا نہ دو یہ کہو کہ دنیا کی آگ میں جلایا جاؤں چنانچہ اس طریقہ سے جلائے گئے اور جلائے جانے کے بعد اُسی جگہ دفن ہوئے ایک سال کے بعد جب اُن کا غلام وہاں گیا قبر کھود کر نعش نکالنا چاہی صرف سر ملا جسکو لیجا کر زیر منارۂ مسجد نبوی دفن کیا جب لوگ بغرض تعزیت حضرت عائشہ کے پاس جمع ہوئے تو حضرت ام حبیبہ نے ایک دنبہ ذبح کراکے اور اُسکا گوشت بھنوا کر حضرت عائشہ کے یہاں بطور طعام تعزیت بھیجا اور کہا کہ تمھارا بھائی غریب اسی طرح آگ میں بھونا گیا ہے حضرت عائشہ نے اسی وقت سے بھنا ہوا گوشت کھانا ترک کردیا اور بہت روئیں ہر نماز کے بعد معاویہ اور عمر ابن العاص کو بد دعا دینا شروع کی عبد الرحمٰن ابن ابی بکر کے ذریعہ سے عمر ابن العاص سے کہلا بھیجا اور اسکی بہت شکایت کی عمر ابن العاص نے عذر کرکے جواب دیا کہ اس کام میں میں نہ تھا یہ معاویہ ابن خدیج کی کارروائی ہے حضرت عائشہ نے محمد ابن ابی بکر کے اہل و عیال کو جنمیں قاسم بھی تھے اپنے پاس بلالیا اور اُن کی پرورش فرمائی (تاریخ الخمیس)

یورش عبد اللہ ابن حضرمی بہ بصرہ | جب ابن العاص کا مصر پر تسلط ہوگیا اور معاویہ کو اس طرف سے اطمینان ہوگیا تو بصرہ پر دانت لگایا عبد اللہ ابن حضرمی سے بلا کر کہا کہ اکثر اہل بصرہ عثمانی ہیں اور بالکل ہمارے ہم خیال ہیں مطالبہ خون عثمانی میں بہت سے قتل

ہوچکے ہیں جو باقی ہیں وہ جناب امیر سے کشیدہ خاطر ہیں اگر کوئی اُٹھ کھڑا ہو تو سب کے سب ساتھ دیں ہیں تم کو بصرہ کی طرف روانہ کرتا ہوں تم وہاں پہونچکر قبیلہ بنی مضر ہیں اترنا قوم اُزد کی تالیف قلب کرنا ربیعہ سے علیٰحدہ رہنا بجز اسکے کوئی تمھارا مخالف نہ ہوگا ابن حضرمی بصرہ آکر بنی تمیم میں ٹھہرے اُس زمانہ میں عبداللہ ابن عباس عامل بصرہ جناب امیر کے پاس کوفہ آئے ہوئے تھے اُنکی جگہ پر زیاد ابن سمیہ بصرہ میں نیابتًا کام کر رہا تھا ابن حضرمی کے پہونچتے ہی تمام ہوا خواہان حضرت عثمان اُنکے پاس جمع ہوگئے۔ ابن حضرمی ان سے کہنے لگے کہ حضرت عثمان تمھارے امام تھے وہ مظلوم شہید ہوئے جناب امیر نے اُن کو قتل کیا تمنے اُن کے خون کا مطالبہ کیا شاباش تم کو خدا جزاے خیر دے ضحاک ابن قیس ہلالی جو ابن عباس کی طرف سے افسر پولیس تھے ابن حضرمی سے کہنے لگے خدا تم کو تباہ کرے تم سے سمجھے یہ تم کیا بک رہے ہو اور ہم کو کس کام پر بلا رہے ہو تمھارا یہ طریقہ بالکل ویسا ہے جیسا کہ حضرات طلحہ و زبیر کا تھا ہم لوگوں نے جناب امیر سے بیعت کرلی تھی اُن لوگوں نے یہاں آکر زبردستی سب کو مخالفت پر برانگیختہ کیا ہم آپسمیں کٹ مرے پھر ہم نے جناب امیر کی اطاعت کی انھوں نے ہمارے قصور معاف کردئے اب ہم امن و آسائش میں ہیں ہم کو تم حکم کرتے ہو کہ پھر ہم آپسمیں کشت و خون کریں تاکہ معاویہ تمام عالم کے بادشاہ ہوجائیں جناب امیر کی ایک دن کی حکومت معاویہ اور اُن کے خاندان کی تمام عمر کی حکومت و امارت سے بدرجہا بہتر ہے۔ عبداللہ ابن حازم سلمی نے ضحاک کو بسختی منع کرکے ابن حضرمی سے کہا کہ تم معاویہ کا خط پڑھو انھوں نے پڑھا جس میں حضرت عثمان کے فضائل و حالات و بحالت محاصرہ شہید ہونا اور قصاص کا ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہونا پھر لوگوں کو مطالبۂ خون عثمانی کے لیے دعوت دینا تحریر تھا آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ جو لوگ ہمارے ساتھ قاتلین حضرت عثمان سے لڑینگے ہم اُن کے وظائف اور عطایا سال میں دو مرتبہ مقرر کردینگے۔ احنف ابن قیس اس مجمع سے یہ کہتے ہوئے اُٹھے کہ میں کسی طرح تمھارے ساتھ نہیں ہوسکتا عمر ابن مرحوم عبدی

نے کہا لوگو خبردار اپنے امام کی اطاعت اور اہل اسلام کی جماعت متفقہ سے علیحدہ نہ ہونا ہرگز جناب امیر کی بیعت نہ توڑنا ورنہ بلا و مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ عباس ابن صحار عبدی کی قوم تو جناب امیر کے موافق و جاں نثار تھی ہی مگر یہ اپنی قوم کے خلاف کھڑے ہو کر بولے میں ابن حضرمی کا مددگار ہوں اُنکی مخالفت میں اُن کے ہم قوم مثنی ابن فخریہ عبدی للکار کر بولے اے ابن حضرمی تم ہوشیار رہو ابن صحار کے کہنے پر مغرور نہ ہو جانا تم یہاں سے آئے ہو فوراً واپس جاؤ ورنہ ہم تم سے جہاد کرینگے ابن حضرمی اس مخالفت اور عام شورش سے ڈرے صبرہ ابن شیمان سے مخاطب ہو کر انھوں نے کہا کہ تم عرب کے مشہور لوگوں میں سے ہو میری مدد کرو۔ صبرہ کہنے لگے اگر تم میرے گھر میں اترتے تو بیشک میں تمھارا ہر طرح سے مددگار ہوتا زیاد یہ رنگ دیکھ کر ڈرے حصین ابن منذر اور مالک ابن مسمع سے بلا کر کہا اے سردار بکر و وائل آپ جناب امیر کے انصار و معتمد علیہ ہیں آپ دیکھتے ہیں کہ ابن حضرمی کی ذات سے کس درجہ فتنہ برپا ہوا اور کسقدر لوگ اُن کی طرف مائل ہو گئے جب تک امیر المومنین کا حکم آوے آپ میری مدد کریں اور ابن حضرمی سے مجھکو بچائیں ابن منذر نے وعدہ کیا مگر مالک ٹال گئے کہنے لگے اپنے قبیلہ والوں سے رائے کر کچھ کہوں گا مالک کا میلان بنی امیہ کی طرف تھا زیاد اس جواب سے متفکر ہو گئے غور کر کے یہ تدبیر نکالی کہ کسیطرح ان کو بلانا چاہیے صبرہ سے کہنے لگے آپ بیت المال اپنی حفاظت میں لیں صبرہ نے کہا اگر خزانہ میرے یہاں لاؤ تو میں تمھاری اور خزانہ دونوں کی حفاظت کر سکتا ہوں زیاد خزانہ اور ممبر لے کر صبرہ کے یہاں بمقام حدان گئے اور وہیں رہے جمعہ کی نماز مسجد حدان میں پڑھتے کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلاتے ایک روز زیاد جابر ابن وہب اسدی سے کہنے لگے میرا خیال ہے کہ ابن حضرمی اپنے ارادہ سے باز رہنے والے نہیں ہیں ضرور لڑینگے بعد نماز زیاد مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگ اُنکے پاس آئے جابر کہنے لگے اے سرداران اُزد قبیلہ تمیم والوں کو بہت غرہ ہے اپنی قوت اور طاقت کے سامنے

کسی کو کچھ نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ لڑائی میں ہم سے زیادہ مضبوط کوئی نہیں اُزد کی
کیا حقیقت جو ہم سے مقابلہ کر سکے مجھکو خبر معلوم ہوئی ہے کہ وہ تم پر حملہ کرنے والے ہیں ایسا ہوا
تو تم کیا کروگے زیاد کو تم اپنی پناہ میں لے چکے ہو بیت المال تمھاری حفاظت میں ہے
اُسکی حفاظت مقدم ہے صبرہ بولے اگر وہ شیر ہیں تو ہم بھی شیر در ہیں اگر احنف آئیں
تو اُن کے لیے بھی میں موجود ہوں کافی مقابلہ لشکر سے کر سکتا ہوں زیاد نے جناب امیر
کو یہ کیفیت لکھ بھیجی جناب امیر نے اعین ابن ضبیعہ مجاشعی تمیمی کو بصرہ بھیجا اس لیے
کہ وہ پہونچکر قوم تمیم کو ابن حضرمی سے الگ کریں اور اگر بنی تمیم نہ مانیں تو اُن سے لڑیں
اور فرمانبردار قبائل سے فتنہ دفع کرنے میں مدد لیں۔ اعین بصرہ پہونچکر زیاد کے یہاں
اُترے اپنی قوم و دیگر قبائل کو جمع کرکے ابن حضرمی کے پاس گئے اُن سے بحث کرتے
رہے بہت کچھ سمجھایا دن بھر گفتگو ہوتی رہی شام کو یہ واپس آئے رات کو اعین کے
پاس چند خارجی آئے بعضوں کا قول ہے کہ ابن حضرمی نے ان کو اعین کے قتل
پہ مامور کیا تھا یہ لوگ گفتگو کرتے رہے پھر دھوکے سے قتل کرکے نکل گئے زیاد کا
ارادہ ہوا کہ ابن حضرمی پر حملہ کر دیں جب بنو تمیم کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے ازد سے
کہلا بھیجا کہ جو لوگ تمھاری پناہ میں ہیں ہم ان سے معترض نہیں ہوتے تم کیوں تعرض
کرنا چاہتے ہو اُزد لڑائی سے رک رہے زیاد نے پھر سب حال یعنی اعین کا قتل جناب
امیر کو لکھ بھیجا جناب امیر نے جاریہ ابن قدامہ سعدی کو پانچ سو بنی تمیم کے ہمراہ روانہ کیا
زیاد کو لکھا تم جاریہ کی مدد کرنا جاریہ بصرہ پہونچکر زیاد سے ملے انھوں نے اُن کو اعین
والے مقدمہ سے ڈرایا اور ہوشیار رہنے کی ہدایت کی یہ قبیلۂ اُزد میں داخل ہوئے
زیاد نے بیت المال کی حفاظت پر ان کی تعریف کی پھر جناب امیر کا فرمان سنایا جناب
امیر نے ان کو لعنت و ملامت لکھی تھی یہ بھی لکھا تھا کہ میں آتا ہوں پھر ایسا واقعہ
تم پر پیش آئے گا کہ جنگ جمل کو اُس کے سامنے بھول جاؤ گے صبرہ نے کہا ہم جناب

امیر کے مطیع ہیں جو انکا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے جس سے جناب امیر صلح کرلیں گے ہم بھی صلح کرلیں گے پھر جاریہ اپنی قوم تمیم میں گئے جناب امیر کا فرمان سنایا اکثر تابع ہو گئے پھر جاریہ اپنے تابعین اور قبیلہ اَزد کو لے کر ابن حضرمی کے مقابلہ کو نکلے ابن حضرمی کے سواروں کے سردار عبداللہ ابن حازم سلمی تھے ایک گھنٹہ تک لڑائی ہوتی رہی اسی اثنا میں شریک ابن اعور مازنی جاریہ سے مل گئے ابن حضرمی شکست کھاکر بھاگے قصر سنبل میں جاکر مع ابن حازم قلعہ بند ہوئے ابن حازم کو ان کی ماں زبردستی قلعہ سے نکال لے گئیں جاریہ نے قصر میں آگ لگا دی ابن حضرمی مع ستر آدمیوں کے جل گئے پھر زیاد قصر خلافت میں واپس ہوئے یہ قصر جس میں آگ لگائی گئی تھی بہت قدیم اہل فارس کا بنایا ہوا تھا جو اس وقت سہیل سعدی کے قبضہ میں تھا جسکے گرد خندق کھدی ہوئی تھی جلکر مرنے والوں میں ذرع ابن بدر برادر ابن حارثہ ابن بدر کے بھائی بھی تھے۔

قصہ خریت ابن راشد وبنی ناجیہ

خریت ابن راشد ناجی قوم بنی ناجیہ کا سردار تھا تین سو آدمی اُس کے مطیع تھے یہ لوگ واقعہ جمل میں مع اپنی قوم کے بصرہ سے نکلکر جناب امیر کا شریک ہوا پھر صفین میں لڑا بعد تقرر حکمین کوفہ آیا تا فیصلہ یہیں مقیم رہا جناب امیر کا مطیع و فرمانبردار تھا یکایک شامت سوار ہوئی مخالفت پر آمادہ ہوگیا! ایک روز اپنی قوم کے تیس سوار لیے ہوئے حاضر ہوا جب وجہ پوچھی گئی تو اُس نے وہی تقرر حکمین کی خطا بیان کی جناب امیر نے اسکو بدلائل قائل کیا اُسوقت وہ کچھ جواب نہ دے سکا کہنے لگا اسوقت جاتا ہوں کل پھر آؤں گا جناب امیر نے فرمایا اگر تو بہکایا نہ گیا تو آئے گا میں تجھکو راہ حق دکھاؤں گا خریت گھر آکر مع رفقا و احباب کوفہ سے نکلکر چلدیا صبحکو جناب امیر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو فرمانے لگے خدا کی رحمت سے وہ دور ہوگیا جسطرح قوم ثمود رحمت الٰہی سے دور ہوگئی آج اُسکو شیطان نے ورغلایا نا کل اُن سے بیزار ہو جائے گا۔ زیاد ابن خصفہ بکری کہنے لگے ہمیں اس قلیل جماعت کے

نکلجانے کا غم نہیں اگر خوف ہے تو اس امر کا کہ وہ ہمارے مطیعین کی جماعت کثیر کو بہکا ئینگے
اگر مجھ کو آپ اجازت دیں تو میں اُن کا تعاقب کر کے جسطرح ممکن ہو اُن کو واپس لاؤں جناب
امیر نے فرمایا یہ بھی تم کو معلوم ہے کہ وہ کدھر گئے ہیں کہنے لگے نہیں مگر دریافت کر لوں گا جناب
امیر نے فرمایا اگر ہمت ہے تو جاؤ اللہ تعالےٰ کامیاب کرے گا اور اس کار خیر کا اجر عظیم
عنایت کرے گا سردست یہاں سے نکلکر دیر ابی موسیٰ میں ٹھہرو جب میرا حکم پہونچے تب
آگے بڑھنا میں بھی اُن لوگوں کا پتہ لگاتا ہوں زیاد اجازت لے کر اپنے گھر آئے اپنے
احباب سے اپنا ارادہ ظاہر کیا ایک سو تیس آدمی اُن کے ساتھ ہوے چنانچہ یہ کوفہ
سے نکلکر دیر ابی موسیٰ میں اترے یہ ادھر گئے اُدھر جناب امیر کے پاس قرظہ ابن کعب
انصاری کا خط آیا انھوں نے لکھا کہ خریت معہ اپنی جماعت کے نفر کی طرف گیا ہے
اُن لوگوں نے ایک دہقانی مسلمان کو بلا وجہ قتل کر ڈالا زیاد ایک روز دیر ابی موسےٰ
میں ٹھہرے دوسرے روز فرمان مرتضوی پہونچا جسمیں بنی ناجیہ کا حال اور ایک
مسلمان کو بے وجہ قتل کر ڈالنے کی کیفیت مذکور تھی اور یہ حکم تھا کہ تم اُن کے تعاقب میں
جاؤ پہلے سمجھانا اگر مانیں تو بہتر ہے ورنہ درصورت انکار جنگ کرنا یہ فرمان عبد اللہ
ابن دال کے ہاتھ جناب امیر نے بھیجا تھا عبد اللہ نے بھی جناب امیر سے زیاد کے ساتھ
جانے کی اجازت مانگی ان سے جناب امیر نے فرمایا تھا مجھکو خدا سے امید ہے کہ تم حق
پر میری مدد کرنے والوں میں ہو گے اللہ تعالےٰ تم کو میرے انصار کی جماعت میں
داخل کرے گا غرضکہ عبد اللہ ابن دال جناب امیر کا فرمان لے کر زیاد کے پاس آئے
پھر یہ سب دیر ابی موسیٰ سے نکلکر نفر کی طرف چلے وہاں جاکر معلوم ہوا کہ بنی ناجیہ
جرجرایا کی طرف گئے ہیں زیاد اُس طرف گئے اندار کے مقام پر اُن کو پایا خریت مع اپنی
جماعت کے وہاں ایک روز قبل سے آیا ہوا تھا زیاد جب پہونچے تو دیکھکر لڑائی
کے لیے تیار ہو گیا اور بڑھکر زیاد سے پوچھا تم یہاں کس لیے آئے ہو انھوں نے بات

نبائی کہ ابھی ہم کسلمند ہیں تم سے تنہائی میں باتیں کرینگے کوئی خاص بات نہیں خریت
رک گیا زیاد پانی کے قریب اترے اپنی جماعت سے کہنے لگے تعداد میں ہم اور یہ برابر
ہیں لڑائی آخر میں ضرور ہوگی ہمت نہ ہارنا یہ کہکر پھر زیاد خریت کے پاس گئے اُسکے
ہمراہی آپسمیں کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ سفر سے کسلمند ہیں ہم نے اُن کو آرام کرنیکی
ناحق مہلت دی اُن کو اسی حال میں قتل کرنا مناسب تھا زیاد یہ سنکر خاموش خریت
کے پاس چلے گئے اور اُن سے پوچھا تم نے امیر المومنین اور ہم لوگوں کی کیا خطا دیکھی
جو ہم کو چھوڑ دیا خریت نے جواب دیا میں نے تمھارے امام کی عادت اور امارت اچھی
نہ پائی اسلیے میں نے اُن کو چھوڑ دیا اب میں اُن لوگوں کے ساتھ ہونگا جو شوری کر کے
کسی ایک کو باتفاق تمام اہل اسلام خلیفہ بنالیں گے زیاد نے کہا جناب امیر سا شخص
کہاں ملجائیگا خریت نے کہا میں تو یہ نہیں کہتا زیاد نے جواب دیا کہ جب یہ تسلیم کرتے
ہو تو مسلمان کو ناحق کیوں قتل کیا جواب ملا میں نے تو نہیں مارا ہمراہیوں نے ضرور
ایک دہقانی کو قتل کیا زیاد نے کہا قاتل کو ہمارے حوالے کردو تاکہ
قصاص میں ہم اُس کی گردن ماریں خریت کہنے لگا یہ میرے امکان میں نہیں اس گفتگو
سے کچھ کام نہ نکلا آخر کار جنگ کی نوبت پہونچی پہلے نیزہ بازی ہوئی پھر تلواریں نکل آئیں
دیر تک تلوار چلتی رہی دونوں طرف کے لوگ زخمی ہوے زیاد کے ساتھیوں میں سے
دو آدمی زخمی ہوے خریت کی طرف کے پانچ آدمی قتل ہوے رات تک لڑائی ہوئی
زیاد بھی زخمی ہوے خریت رات ہی کو مع ہمراہیاں بھاگ گیا زیاد تعاقب نہ کرسکے بصرہ
واپس آئے یہاں پہونچنے پر معلوم ہوا کہ خریت اہواز پہونچگیا وہاں اُسکے پاس دوسو کی
جماعت ہوگئی زیاد نے یہ سب حال جناب امیر کو لکھدیا آخر میں یہ لکھا کہ میں بہ انتظار
صدور حکم یہاں مقیم ہوں جناب امیر نے یہ خط پڑھکر حاضرین کو سنایا معقل ابن قیس
نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اس گروہ باغی کے لیے لشکر جرار ہونا چاہیے اور ایک

شخص کے مقابلہ میں دس آدمی ہوں تاکہ اُنکا بالکلیہ استیصال ہوجائے اگر اُن کے
برابر لوگ ہوں گے تو مغلوب نہ ہونگے جناب امیر نے معقل سے فرمایا تم بھی جاؤ خدا
سے ڈرتے رہنا ظلم نہ کرنا غرور نہ کرنا خدا غرور کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا
معقل دو ہزار اہل کوفہ کے ساتھ روانہ ہوئے یزید ابن معقل بھی ساتھ تھے پھر ابن عباس
کو لکھا کہ دو ہزار کا لشکر بسرداری کسی مرد شجاع کے معقل کی مدد کو روانہ کرو راستہ بھر
وہی سردار رہے جب معقل ملجائیں تو وہی سردار ہوں گے پھر دوسرا خط زیاد ابن
خصفہ کو لکھا کہ تم میرے پاس چلے آو ادھر خریت کی جماعت بھی بڑھتی جاتی تھی گروہ
کفار اہواز بھی ملگیا تھا عرب کے دیگر اقوام کمینے چور قزاق سب ساتھ ہوگئے اور یہ
سب اس لیے ساتھ ہوگئے کہ خراج سے بچت ہوگی ان لوگوں نے سہل ابن حنیف
عامل فارس کو نکال دیا تھا در روایت اخراج سہل اُس قول پر ہے کہ جو کہتے ہیں کہ
انکا انتقال ۳۸ھ میں نہیں ہوا بہر کیف خریت کی جماعت معتد بہ ہوگئی گویا وہ
اُس نواح کا خود سر مستقل حاکم ہوگیا معقل ابن قیس اہواز پہونچے اور بانتظار آمد
لشکر بصرہ میں مقیم رہے جب لشکر پہونچنے میں دیر ہوئی تو لشکر کو لے کر خریت کی تلاش
میں نکلے ایک ہی منزل تک گئے تھے کہ بصرہ کا لشکر بسرداری خالد ابن معدان
طائی ملگیا دونوں لشکر آگے بڑھے کوہستان رامہرمز کے ایک پہاڑ میں خریت کا لشکر
ملا دونوں لشکر اُسی مقام میں ٹھہرے معقل نے اپنے لشکر کو اسطرح مرتب کیا
کہ میمنہ پر اپنے بیٹے یزید کو اور میسرہ پر منجاب ابن راشد ضبی کو مقرر کیا خریت نے
میمنہ پر عرب مقرر کیے اور میسرہ پر قوم اکراد جب صف آرائی ہوچکی تو خوب جم کر
لڑائی ہوئی معقل نے سخت حملہ کیا تھوڑی دیر تک تو خریت کا لشکر لڑتا رہا پھر
بھاگ نکلا معقل نے تعاقب کیا ستر آدمی بنی ناجیہ و عرب کے مارے گئے کفار
اکراد تین سو مارے گئے خریت جماعت سے نکلکر بھاگا سواحل بحر پر جاکر ٹھہرا۔

وہاں پہونچکر اُسنے وہ طریقہ اختیار کیا کہ جس گاؤں میں پہونچتا وہاں کے باشندوں کو جناب امیر کی مخالفت پر ابھارتا یہانتک کہ مختلف بلاد کے باشندے اُس کے تابع ہو گئے اور اُس کی ضائع شدہ قوت عود کر آئی معقل علاقۂ اہواز میں مقیم رہے جناب امیر کی خدمت میں عرضداشت متضمن بہ نوید فتح ارسال کی جناب امیر نے اپنے اصحاب کو یہ خبر سنائی اور اُن سے مشورہ لیا سب نے بالاتفاق کہا ہماری رائے میں آپ معقل کو حکم دیں کہ وہ خریت کا پیچھا نہ چھوڑیں یا تو اس کو قتل کر ڈالیں ورنہ ممالک اسلامیہ سے اُس کو نکال دیں چنانچہ معقل کو یہی لکھا گیا معقل اُسکی تلاش میں مصروف ہوئے معلوم ہوا کہ وہ سواحل بحرین نیز قبیلۂ عبد القیس و دیگر قبائل کو لڑائی کے لیے آمادہ کر رہا ہے یہ فارس ہوتے ہوئے سواحل بحرین تک پہونچے خریت نے انکی آمد سنکر چال چلی بقیۂ خوارج جو ساتھ تھے اُن سے کہا میں تمھارے عقیدہ و مذہب پر ہوں عثمانی گروہ سے کہا میں تمھارے مذہب پر ہوں مانعین زکوۃ سے کہنے لگا تم زکوۃ نہ دینا تو مسلم نصارٰے سے اُنکے مذہب کے مطابق کہنے لگا نو مسلموں کی ایک خاصی جماعت اُسکا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئی معقل نے پہونچکر اُس کے مقابل اپنا لشکر اتارا اور امن کا نشان نصب کر کے عام ندا کر دی کہ خریت اور اُسکے ساتھیوں کے علاوہ جو شخص اس نشان کے نیچے آجائیگا اُس کو امن ہے اس ترکیب سے جسقدر مختلف مذاہب کے لوگ خریت کے ساتھ ہو گئے تھے ایکبارگی علٰحدہ ہو گئے اُس کے ساتھ صرف اُسکے ساتھی یا وہ لوگ جو زکوۃ دینا نہیں چاہتے تھے یا چند نصارٰے رہ گئے معقل نے لشکر مرتب کر کے حملہ کر دیا خریت گھبرا کر اپنے لشکریوں سے کہنے لگا اپنی حفاظت کرو یہ لوگ تمھیں بغیر مارڈالے اور تمھارے اہل و عیال کو بغیر لونڈی غلام بنائے چھوڑنیوالے نہیں ہیں لشکریوں میں ایک شخص کہنے لگا یہ سب تیرے ہاتھ اور زبان کے کرتوت ہیں جس سے ہم لوگ مفت بلا میں پھنس گئے خریت نے کہا سبق السیف

المغلال یعنی تلوار دلامت سے سبقت لے گئی نعمان ابن صہبان نے خریت کو نیزہ سے زخمی کیا پہلے دونوں میں دو ہاتھ چلے بالآخر خریت قتل ہوا اور ایک سو ستر آدمی اُسکے ساتھ قتل کیے گئے بقیہ بھاگ گئے معقل نے سب کو قید کر لیا قیدیوں میں جو مسلمان تھے اُن سے بیعت لیکر اُن کو چھوڑ دیا جو مرتد ہو گئے تھے وہ پھر اسلام لے آئے انمیں ایک بڈھا نصرانی بھی تھا جسکو رماحس کہتے تھے وہ بوجہ عدم قبول اسلام قتل ہوا ان لوگوں نے زمانہ صفین سے اسوقت تک زکوۃ نہیں دی تھی اُن سے دو برس کی زکوۃ لیگئی معقل نے جناب امیر کی خدمت میں نوید فتح بھیجی قیدی مصقلہ شیبانی کو دیکھ کر رونے لگے اور کہنے لگے اے ابو الفضل ہم پر احسان کیجئے ہم کو مول لے کر آزاد کر دو ہم تمام عمر تمھارا احسان نہ بھولیں گے مصقلہ نے پانچ لاکھ درہم پر اُن سب کو خرید ا معقل نے قیمت مانگی کہنے لگے سب ابھی ممکن نہیں اسوقت کچھ دیئے دیتا ہوں بقیہ رفتہ رفتہ کرکے بھیجدوں گا مصقلہ نے سب کو خرید کر کے آزاد کر دیا معقل نے کوفہ پہونچکر کل کیفیت جناب امیر سے عرض کی جناب امیر خوش ہوئے جب یہ معلوم ہوا کہ مصقلہ نے بغیر کچھ دئے سب کو آزاد کر دیا تو فرمانے لگے کہ مصقلہ نے مال کثیر کا قرض اپنے سر لیا وہ برداشت نہ کر سکیں گے جناب امیر نے پھر مصقلہ کے نام فرمان لکھا کہ قیدیوں کی قیمت ادا کر دو اور اگر نہ ادا کر سکتے ہو تو خود آؤ مصقلہ نے ذہل ابن حارث سے رات کو کہا کہ جناب امیر نے مجھکو قیمت ادا کرنے کے لیے بلایا ہے میرے پاس ایک جبہ بھی نہیں ہے میں کیسے ادا کر سکتا ہوں ابن حارث نے اُن سے کہا اگر تم چاہتے تو یہ رقم فوراً وصول ہو جاتی مصقلہ کہنے لگے میں اپنی قوم پر اسکا بار نہ ڈالوں گا اگر معاویہ کا مطالبہ ہوتا تو وہ مجھ سے نہ لیتے اور اگر حضرت عثمان کا زمانہ ہوتا تو وہ معاف ہی کر دیتے تم کو نہیں معلوم کہ جناب امیر آذربائیجان کے خراج سے ایک لاکھ اشعث ابن قیس کو دیتے ہیں ابن حارث نے کہا جناب امیر اس طبیعت کے نہیں کہ بلا وجہ اُن سے معافی کی امید رکھی جائے مصقلہ پر مطالبہ کا اس قدر خوف طاری ہوا کہ وہ رات ہی کو

شام کی طرف روانہ ہوگئے اور معاویہ سے جاکر مل گئے جناب امیر نے جب اُن کا جانا سنا
تو فرمانے لگے خدا مصقلہ کو برباد کرے اُسنے سرداروں کا سا کام کیا مگر غلاموں کی طرح
بھاگ گیا فاجر بدکار شخص کی طرح خیانت کی اگر بھاگتا نہیں اور ادائے قیمت سے عاجز ہوتا
تو میں سختی نہ کرتا جو کچھ وصول ہوتا جاتا اُسے وصول کرکے اسکو حراست میں رکھتا اور بدرجہ
مجبوری بقیہ مطالبہ چھوڑ دیتا یہ فرماکر خود مصقلہ کے گھر پر گئے اور اُس کو مسمار کردیا اور قیدیوں کو
آزاد کرنے کو جائز رکھا اور فرمایا خریدار آزاد ہی کرچکا اب قیمت آزاد کرنے والے کے
ذمہ ہے وہ ہمارا قرضدار ہے مصقلہ کے بھائی نعیم ابن ہبیرہ شیبانی بھی جان نثاران جناب
امیر سے تھے اُنکے نام مصقلہ نے ایک خط شام سے لکھا ایک شخص حلوان نامی جو نصارائے
بنی تغلب سے تھا اُسکے ہاتھ روانہ کیا خط کا مضمون یہ تھا کہ معاویہ وعدہ کرتے ہیں
کہ وہ تم کو نہایت عزت کے ساتھ پرگنہ کی حکومت عطا فرمائینگے لہذا تم اس خط کو دیکھتے
ہی فوراً میرے پاس چلے آؤ حلوان کو معہ خط مالک ابن کعب ارحبی پکڑ کر جناب امیر کے پاس
لائے جناب امیر نے حلوان کا ہاتھ کٹوا دیا جسکے صدمہ سے وہ مر گیا نعیم کو جب اُس کا آنا
اور خط کا لانا معلوم ہوا تو مصقلہ کو لکھا کہ تم نے میرے متعلق خیال فاسد رکھ کر حلوان
کو روانہ کیا تم نے بہت غلطی کی وہ طمع اجرت میں خط لایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کی
جان گئی مجھکو تمھاری اس نازیبا حرکت پر سخت تعجب ہے کہ تم کسقدر جناب امیر کے مطیع
و فرمانبردار تھے اور بنی شیبان میں نیک نام تھے جس امر کو ناپسند کرتے تھے اُسمیں خود
مبتلا ہوئے کہ جناب امیر سے پھر گئے جو مال تمھارے ذمہ واجب تھا اگر ادا کر دیتے تو
بڑا کام تھا اس کار خیر سے تمھارا نام ہوتا اور خاندان کا نام زندہ ہو جاتا تم نے بہت
بُرا کیا کہ اہل شام سے مل گئے ابن ہند (معاویہ) کے مال و دولت کی طمع میں بھٹک
گئے جس سے تمھاری قوم والے سب تم سے ناخوش ہوگئے مصقلہ کو جب یہ خط ملا
تو نادم ہوئے کہ بیشک میں نے بہت بُرا کام کیا پھر اُسکے پاس حلوان کی قوم والے

دیت طلب کرنے آئے انھوں نے مجبور اً دیت دے کر اپنا پیچھا چھوڑایا جناب امیر نے اپنی ہمت مردانہ سے خارجی بغاوتوں کا کافی استیصال کر دیا معقل ابن قیس نے تو مسلمانوں اور عیسائیوں کے ساتھ اس قدر عمدہ برتاؤ کیا کہ جب معقل روانہ ہونے لگے تو مسلمانوں کی جماعت دور تک پہونچانے آئی ایرانی مرد و عورتوں نے اُن کے جانے پر بہت اظہار افسوس کیا (ابن اثیر)

سنہ ۳۹ ھ

معاویہ کا جارحانہ طریق خروج و تاخت و تاراج ممالک محروسۂ جناب امیرؑ

جنگ صفین کے التوا اور مسئلہ تحکیم نے ایک طرف تو جناب امیر کی جماعت میں تفریق و اختلاف ڈالکر خارجیوں کا خطرناک وجود پیدا کر دیا اس کے علاوہ سب سے بڑا نقصان یہ کیا کہ مخصوص ہمدردوں اور جان نثاروں کے عزائم ارادہ پست کر دیے بارہا جناب امیر نے شام پر چڑھائی کا ارادہ کیا پر جوش خطبوں سے اپنے ساتھیوں کو حمایت حق کی دعوت دی طعن آمیز جملوں سے جوش دلایا اُن لوگوں نے ہمیشہ سرد مہری اور سکوت سے اس کا جواب دیا جناب امیر کو ان واقعات کا قلبی صدمہ پہونچا معاویہ اس حال سے ناواقف نہ تھے اُنھوں نے اس تساہل سے فائدہ اُٹھا کر مدافعت کے بجائے جارحانہ طریق عمل اختیار کیا عمر ابن العاص کے مصر پر قابض ہو جانے کے بعد سے معاویہ کا حوصلہ روز بروز بڑھتا گیا اور انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ایک چھوٹا سا لشکر کسی پرگنۂ زیر حکومت جناب امیر پر روانہ کر دیا کرتے جو لوٹ مار کر واپس آتا اس سے یہ مقصد ہوتا کہ اپنے ممالک محروسہ میں وسعت ہو اور جناب امیر کی پریشانیوں میں اضافہ اور دائرہ حکومت میں تنگی ہوتی جائے ۔ اس سنہ میں شام سے جو لوگ آئے اُن کی تفصیلی کیفیت واقعات ذیل سے معلوم ہو گی۔

فوج کشی برعین التمر معاویہ نے اپنے لشکر کے مختلف حصے تمام ممالک عراق میں پھیلا دے نعمان
ابن بشیر کو ایک ہزار سواروں کا افسر کرکے عین التمر بھیجا یہاں مالک ابن مسلمہ عامل تھے انھوں
نے اپنا لشکر اُسوقت کوفہ بھیج دیا تھا صرف سو آدمی رہ گئے تھے جب نعمان کی آمد معلوم ہوئی تو اُنھوں
نے جناب امیر کو مطلع کرکے امداد چاہی جناب امیر نے اہل کوفہ سے کہا وہ نہ آئے یہاں مالک اور
نعمان سے مقابلہ ہو گیا مالک سو آدمیوں کو لے کر مقابلہ کو نکلے حصار شہر کو پس پشت کرلیا
قریب میں مخنف ابن سلیم کو اطلاع دی مخنف کو جبتک خبر ہو یہاں لڑائی چھڑ گئی لشکر پسپا
ہونے کو تھا کہ مخنف کے یہاں سے مدد پہونچ گئی شامی لشکر بھاگ کھڑا ہوا یہاں یہ واقعہ
ہو گیا مگر کوفہ والے باوجود تاکید و تہدید گھروں سے نہ نکلے بالآخر جناب امیر نے نہایت
کبیدہ خاطر ہوکر بحالت غیظ و غضب ارشاد فرمایا اے اہل کوفہ جب تم اہل شام کا نام سُن
لیتے ہو تو تمھارا یہ حال ہو جاتا ہے کہ گویا تم پر پہاڑ گرا چاہتا ہے ہر شخص گھر کے دروازہ
میں قفل ڈالکر بیٹھ رہتا ہے جس طرح گوہ اپنے بل میں اور گفتار بھٹ میں بیٹھی رہتی ہے
ہر شخص کے فریب میں ایسے آجاتے ہو کہ تم کو اپنی خبر نہیں رہتی تم بالکل بیکار محض ہو تم سے ہرگز
نفع کی امید نہیں رکھی جاسکتی تم اندھے محتاج گونگے بہرے ہو گئے انا للہ وانا الیہ
راجعون -

فوج کشی بر انبار معاویہ نے سفیان ابن عوف کو چھ ہزار سوار کے ساتھ بہر لوٹ مار کے
لیے روانہ کیا اُنکو حکم دیا ہیت ہوتے ہوئے اور لوٹ مار کرتے ہوئے انبار و مدائن جاؤ
وہاں بھی یہی کرنا پہلے یہ لشکر ہیت پہونچا وہاں جب کچھ نہ ملا تو انبار میں داخل ہوا
یہاں سلح خانہ تھا پانچ سو آدمی اُس پر متعین تھے اُسوقت اتفاق سے دو سو رہ گئے
تھے اس جماعت کے سردار کمیل ابن زیاد نخعی تھے اُن کو جب یہ معلوم ہوا کہ کچھ لوگ
قرقیب میں مقیم ہیں تو ہیت پر شبخون مارنے کے قصد سے کمیل معہ ہمراہیوں کے اُدھر متوجہ
ہوئے کمیل قرقیب پہونچے ہی تھے کہ سفیان دوسرے راستہ سے انبار پہونچ گئے یہاں کا

میدان صاف پاکر شامی لشکر نے جنگ شروع کر دی اہل لشکر انبار نے جرأت اور ہمت سے
لڑے اُن کے سردار اشرف ابن حسان بکری مع تیس آدمیوں کے شہید ہوئے شامیوں
نے خوب لوٹا مالامال ہو کر واپس چلے گئے جناب امیر بوجہ غیر حاضری کمیل انبار لٹ جانے
سے کمیل پر سخت غضبناک ہوئے اُن کو عتاب آمیز فرمان لکھا اور سفیان کے تعاقب میں
لشکر روانہ کیا سفیان واپس جا چکا تھا لشکر ناکام واپس آ گیا۔

فوج کشی بر تیمار و مکہ معظمہ و مدینہ منورہ

پھر معاویہ نے عبد اللہ ابن معدہ فزاری کو سترہ سو سواروں
کے ساتھ تیمار کی طرف روانہ کیا یہ ہدایت کی کہ جو دیہاتی تمہارے
ساتھ ہو جائیں اُن سے تعرض نہ کرنا جو مخالفت کریں اُنکو قتل کر ڈالنا یہ لشکر قتل کرتا ہوا
مکہ معظمہ و مدینہ منورہ تک پہونچا وہاں بھی خوب لوٹ مار کی ابن معدہ کے ساتھ بہت سے
لوگ ہو گئے جناب امیر نے اس ہنگامہ کو سنکر مسیب ابن نخبہ فزاری کو دو ہزار سواروں
کے ساتھ روانہ کیا دونوں فریق تیمار میں ایک دوسرے سے مقابل ہوئے صبح سے تا زوال
سخت جنگ ہوئی مسیب نے تین مرتبہ عبد اللہ پر تلوار کا وار کیا یہ بچا بچا کر وار کرتے
اور کہتے جاتے کہ بھاگ جا عبد اللہ ابن معدہ ایک جماعت کو لے کر قلعہ میں داخل ہوا
باقی لشکر شام کی طرف بھاگ گیا مسیب کے ساتھ جو بدوی تھے انھوں نے عبد اللہ کے
زکوٰۃ کے اونٹ لوٹ لیے اُنکو مع رفیقوں کے تین دن قلعہ میں قید رکھا پھر قلعہ کے
پھاٹک پر لکڑیاں جمع کر کے آگ لگا دی قلعہ جلنے لگا نکلجانے کا راستہ بجز اُس پھاٹک
کے دوسرا نہ تھا عبد اللہ جب اپنی زندگی سے نا امید ہوا تو قلعہ کی چھت پر چڑھ کر
مسیب سے پکار کر کہا ہم تمھارے ہم قوم ہیں ہم کو اس طرح جلائے دیتے ہو مسیب نے آگ
بجھوا کر اُن کو نکال دیا پھر اپنے ہمراہیوں سے بات بنائی کہ میرے جاسوسوں نے
آکر بیان کیا کہ شام سے لشکر لڑائی کے لیے آرہا ہے عبد الرحمن ابن شبیب کہنے لگے
مجھکو تلاش کے لیے بھیجو مسیب نے انکار کیا اسپر شبیب کہنے لگے تم نے جناب امیر سے

دغا کی اُنکے کاموں میں سُستی کرتے ہو۔

فوج کشی بر اہل واقصہ

پھر معاویہ نے ضحاک ابن قیس کو تین ہزار سواروں کے ساتھ اسفل واقصہ پر روانہ کیا اُسکو تاکید کردی کہ جسقدر دیہاتی عرب جناب امیر کے مطیع ملیں اُن کو لوٹ لینا یہ لشکر جا بجا لوٹ مار کر ثعلبیہ تک پہونچا یہاں بھی سلح خانہ تھا شامی لشکر اُسکو لوٹ کر آگے بڑھا اور بمقام قطقطانہ داخل ہوا جناب امیر یہ خبر پاکر برہم ہوئے حجر ابن عدی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا ان سپاہیوں کو فی کس پچاس پچاس درہم پہلے دیدیئے تھے اس لشکر سے بمقام تدمر ملاقات ہوئی دونوں میں لڑائی ہوئی ضحاک کے انیس آدمی اور عراق کے دو آدمی مارے گئے رات میں لڑائی موقوف ہوگئی ضحاک اپنا لشکر لے کر بھاگ گئے حجر ابن عدی واپس آگئے پھر معاویہ شام سے لشکر لے کر نکلے دجلہ کے قریب تک پہونچ کر واپس گئے۔

فوج کشی بر بلاد جزیرہ

پھر معاویہ نے عبد الرحمن ابن قباث ابن اشیم کو بلاد جزیرہ پر بھیجا اُن کے ساتھ معن ابن یزید سلمی بھی تھے بلاد جزیرہ زیر حکومت شبیب ابن عامر کرمانی والی خراسان تھا یہ نصیبین میں رہتے تھے اُنھوں نے اپنے کو شامیوں کے مقابلہ میں کمزور پاکر کمیل ابن زیاد کو ہیت سے اپنی مدد کے لیے بلایا کمیل چھہ سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے لشکر شبیب تک نہ پہونچا تھا کہ لشکر شام سے مقابلہ ہوگیا پر کمیل نے عبد الرحمن اور معن ابن یزید کو قتل کیا لشکر بھاگنے لگا کمیل نے تعاقب کرکے مارا کمیل کے لشکر سے صرف دو آدمی قتل ہوئے اس فتح کی خبر کمیل نے جناب امیر کی خدمت میں بھیجی جناب امیر ان سے بوجہ ان کی غفلت کے ناخوش تھے اس کام سے مسرور ہوئے پھر شبیب ابن عامر اور کمیل دونوں دریائے فرات عبور کرکے معاویہ کی حد میں داخل ہوئے بعلبک تک پہونچے معاویہ کو جب اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے حبیب ابن مسلمہ کو مقابلہ کے لیے بھیجا یہ لوگ واپس ہوکر گرد و نواح میں آئے وہاں سے نصیبین واپس آکر جناب امیر کو اطلاع دی جناب امیر نے فرمایا خدا

شبیب پر رحم کرے۔

فوج کشی بر سماوہ | پھر معاویہ نے زہیر ابن مکحول عامری کو اہل سماوہ سے صدقات زکوۃ وصول کرنے کے لیے روانہ کیا جناب امیر کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے جعفر ابن عبداللہ اشجعی عروہ ابن عشبہ کلبی۔ جلاس ابن شمیر کلبی کو تعین فرمایا زہیر سے اُن سے مقابلہ ہوا جعفر ابن عبداللہ قتل ہوئے عروہ کوفہ واپس آگئے جسوقت جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بھاگ آنے پر بہت ناراض ہوئے نیز اس امر پر کہ اُنھوں نے عشبہ ابن زہیر کو اپنے گھوڑے پر سوار کیا تھا اور دل سے بڑا یا یہ نکلکر شام میں معاویہ کے پاس چلے گئے جلاس بعد قتل جعفر ابن عبداللہ پوشیدہ طور پر کوفہ چلے آئے پھر معاویہ نے ابن عقبہ مری کو دومۃ الجندل بھیجا یہاں کے لوگ کسی طرف نہ تھے نہ جناب امیر کے مطیع نہ معاویہ کے مسلم نے یہاں پہونچکر معاویہ کی اطاعت کی تاکید کی مگر اُن لوگوں نے صاف انکار کر دیا جناب امیر نے یہ خبر پاکر مالک ابن کعب ہمدانی کو لشکر دے کر روانہ کیا مالک سے اور مسلم سے جنگ ہوئی مسلم بھاگ گیا مالک عرصہ تک دومۃ الجندل میں مقیم رہے اور لوگوں کو سمجھاتے رہے وہ لوگ جناب امیر کے بھی مطیع نہ ہوئے پھر مالک کوفہ واپس آگئے۔

فوج کشی بر مکہ معظمہ | مورخین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اس سال امیر حاج کون ہوا بعض کہتے ہیں کہ عبیداللہ ابن عباس نے حج کرایا اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن عباس نے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ عبیداللہ ابن عباس نے عہد خلافت مرتضوی میں خود کسی سال حج نہیں کیا صحیح یہ ہے کہ قثم ابن عباس امیر حاج ہوئے معاویہ نے یزید ابن شجرہ رہاوی کو جو اُن کے مصاحب تھے حکم دیا کہ میں تمکو امیر حاج مقرر کرکے مکہ معظمہ روانہ کرتا ہوں تم اہل مکہ سے میری بیعت لینا اور علی کے عامل کو مکہ معظمہ سے نکالدینا اسوقت مکہ میں قثم ابن عباس عامل تھے اُنھوں نے اہل مکہ کو جمع کرکے خطبہ دیا جسمیں شامیوں کا مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہونا بیان کیا اور اہل مکہ سے اُنکے ساتھ جنگ کرنے کی استدعا کی اہل مکہ نے کچھ جواب نہ دیا

البتہ شیبہ ابن عثمان عبدری نے انکے کہنے کو بسر وچشم منظور کیا اور لڑائی کے لیے آمادہ ہوگئے
قثم ابن عباس نے قصد کیا کہ مکہ معظمہ سے نکلکر تا ختم موسم حج کسی پہاڑی پر مقیم ہو کر کوفہ سے مدد
طلب کی جائے اگر مدد آجاے تو جنگ کیجاے ابو سعید خدری نے ممانعت کی یہ رائے
دی کہ مکہ میں مقیم رہو اگر شامی لشکر جنگ کے لیے آمادہ ہو اور تم میں اُنکے مقابلہ کی قوت ہو
تو لڑنا ورنہ اختیار رہے اُنکے کہنے سے قثم مکہ میں ٹھہرے رہے جناب امیر کو شامیوں کے
قصد سے مطلع کیا جناب امیر نے ایک لشکر بسرداری ریان ابن حمزہ و ابو الطفیل روانہ
کیا یہ لشکر یکم ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہونچگیا تھا یزید ابن شجرہ آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ پہونچے
شامیوں نے کسی طرح کا تعرض اہل مکہ سے نہیں کیا یزید نے عام ندا کردی کہ ہماری طرف سے
سب بے خوف ہیں جو ہم سے لڑیگا ہم اُس سے لڑیں گے پھر ابو سعید خدری سے بلا کر کہا
میں حرم میں قتل و خونریزی نہیں چاہتا اگر میرا یہ قصد ہوتا تو میں ہر طرح پر قادر تھا کیونکہ
تمھارے امیر ضعیف ہیں تم اُن سے کہدو کہ وہ امامت کریں میں معترض نہ ہوگا علیحدہ رہونگا
ابو سعید خدری نے قثم سے کہا کہ تم مصلحتاً امامت نہ کرو یہ علیحدہ ہوگئے لوگوں نے شیبہ کو
امام مقرر کیا پھر بھی امیر حاج قثم ہی ہوے حج سے فارغ ہو کر لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے
یزید بھی شام واپس ہوے ایک لشکر نے جسکے سردار معقل ابن قیس تھے ان شامیوں کا تعاقب
کیا وادی القری میں پہونچکر لوٹ مار مچادی مال و اسباب سب چھین لیا لوگوں کو قید کرلیا
اور لا کر سب کو جناب امیر کی خدمت میں پیش کیا جناب امیر نے بعوض اپنے اُن قیدیوں کے
جو شام میں معاویہ کے پاس تھے ان کو رہا کر دیا۔ اسکا واقعہ یوں ہے کہ جسوقت یزید ابن
شجرہ معاویہ کے پاس واپس آے تو اُنھوں نے حرث ابن تمیر تنوخی کو پھر جزیرہ پر بھیجا
اور یہ ہدایت کی کہ جو لوگ مطیع جناب امیر ملیں اُن کو قید کر لاؤ حرث جزیرہ میں پہونچے
وہاں اُنھوں نے تغلب کے ایک گھر سے سات آدمیوں کو قید کیا بنی تغلب معاویہ کی
طرف مائل ہوگئے تھے جو اُن کی قوم کے لوگ قید کرلیے گئے تو اُنھوں نے معاویہ سے

اُن لوگوں کو چھوڑ دینے کے لیے کہا انھوں نے انکار کیا اس فعل سے بنی ثعلب معاویہ سے منحرف ہو گئے جب ثعلبی گرفتار ہو کر آئے تو معاویہ نے جناب امیر کو لکھا کہ معقل ہمراہیان یزید کو قید کر کے لے گئے ہیں اگر آپ اُنکو چھوڑ دیں تو ہم آپ کے آدمیوں کو چھوڑ دیں جناب امیر نے اُن قیدیوں کو چھوڑ دیا معاویہ نے بنی ثعلب کو چھوڑ دیا جناب امیر نے قبیلہ خثعم سے ایک شخص عبدالرحمن کو نواح موصل میں اس غرض سے روانہ کیا کہ عام لوگوں کو شورش و فساد سے روکیں عبدالرحمن کو بھی ثعلبی جو معاویہ کے یہاں سے چھوٹے سے تھے انکا سردار قریع ابن حارث ثعلبی تھا عبدالرحمن کے ساتھیوں سے اُن سے سخت کلامی کی وجہ سے جنگ ہو گئی ایسی کہ عبدالرحمن شہید ہوے۔ جناب امیر نے چاہا کہ بنی ثعلب پر ایک لشکر جرار روانہ کریں مگر قوم ربیعہ نے منع کیا کہ بنی ثعلب نے دھوکہ سے عبدالرحمن کو قتل کر دیا ہے پھر جناب امیر اس ارادہ سے باز رہے (ابن اثیر)۔

بغاوت فارس و کرمان و تقرر زیاد بر گورنری

جناب امیر کی ہمت مردانہ نے اگرچہ معاویہ کے حملہ آور دستوں کو ممالک مقبوضہ سے نکال دیا تاہم اس سے عام بدامنی پیدا ہو گئی کرمان و فارس کے مجوسیوں نے بغاوت کر کے خراج ادا کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح اکثر صوبوں سے عمال نکال دیے گئے ذمیوں نے خود سری اختیار کی سہل ابن حنیف گورنر فارس کو اپنے ملک سے نکال دیا خود مختار و حاکم ہو گئے جناب امیر نے عام شورش رفع کرنے کے لیے اصحاب سے مشورہ کیا جاریہ ابن قدامہ کہنے لگے کہ زیاد ابن سمیہ بہت منتظم اور صاحب تدبیر و حکومت و سیاست ہیں ہماری رائے میں وہ مقرر کیے جائیں جناب امیر نے یہ رائے پسند کی اور عبداللہ ابن عباس کو حکم لکھا کہ زیاد کو فارس کا عامل کر کے اس طرف روانہ کرو ابن عباس نے حسب الحکم زیاد کو ایک لشکر کے ساتھ فارس روانہ کیا انھوں نے وہاں پہونچکر اہل فارس کو خوب دبایا حکمت عملی و تدبیر سے مناسب انتظامات کیے یہ طریقہ رکھا کہ جس جگہ مفسدوں کو پایا وہاں کے سر برآوردہ بلکی لوگوں کی گوشمالی کرائی اپنا رعب و داب اس طرح جما لیا کہ وہ لوگ آپس کے عیب ظاہر کرنے لگے

بعضے اس درجہ خائف ہوئے کہ ملک چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بعضے ایسے مطیع ہوئے کہ اپنے مالک و الوں کو انکی رضامندی کے لیے قتل کر ڈالا۔ ایرانیوں کا جوش و خروش بہت بڑھا ہوا تھا اُس کو نہایت خوش اسلوبی سے فرو کیا پھر کرمان جاکر انتظام کیا وہانسے فارس واپس آئے اور اصطخر میں مقیم ہوئے وہاں ایک سنگین قلعہ موسومہ بہ قلعہ زیاد تعمیر کیا اس قلعہ میں جب سے منصور عباسی کا لشکر مقیم ہوا اسکا نام قلعہ منصوریہ ہوگیا۔ زیاد کی کارگزاری و ہوشیاری دیکھ کر معاویہ نے بہت چاہا کہ کسی حیلہ سے ان کو اپنی طرف کر لیں مگر خلافت مرتضوی میں کامیاب نہ ہوسکے زیاد اور معاویہ میں آپس میں کد رہی جناب امیر نے بغاوت فرو ہوجانے کے بعد باغیوں کے ساتھ اس قدر لطف و مدارات کا سلوک کیا کہ وہاں کا بچہ بچہ منت پذیری کے جذبات سے خوشحال ہوگیا۔ ایرانیوں کا خیال تھا کہ جناب امیر کے طرز حکومت و طریقۂ جہانبانی نے نوشیروان کے طرز حکومت کی یاد دکھلادی۔

سنہ ۴۰ھ

حجاز و عراق پر دوبارہ معاویہ کی فوج کشی

اس سنہ میں معاویہ نے بُسر ابن ارطاۃ کو تین ہزار لشکر کے ساتھ حجاز و یمن پر روانہ کیا وہ آیا مدینہ شریف آیا وہاں اُس وقت حضرت ابوایوب انصاری عامل تھے یہ بُسر ابن ارطاۃ کی آمد کا حال سُنکر مدینہ چھوڑ کر کوفہ کی طرف چلے گئے بُسر نے بلا مزاحمت مسجد نبوی میں داخل ہوکر اور ممبر پر بیٹھکر کہا اے قبائل دینار و زریق میرے سردار حضرت عثمان کدھر گئے خدا کی قسم اگر معاویہ سے کہہ نہ آیا ہوتا تو ابھی سب کو قتل کرتا پھر بنی سلمہ کے پاس کہلایا کہ جابر ابن عبداللہ کو میرے پاس حاضر کرو اسی میں تمھاری خیر ہے ورنہ سب کو قتل کر ڈالوں گا حضرت جابر حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن سے رائے لی کہ بُسر مجھ کو معاویہ کی بیعت کیلیے بلاتا ہے جنکی بیعت درحقیقت گمراہی ہے اگر میں انکار کرتا ہوں تو جان کا اندیشہ ہے

اس صورت میں آپ جیسا فرمائیں وہ کروں حضرت ام سلمہ نے فرمایا میری رائے میں اسوقت جان بچانا فرض ہے بیعت کرلو میں نے اپنے لڑکے اور داماد کو بھی یہی رائے دی ہے۔ حضرت جابر نے جاکر بیعت کرلی پھر بسر نے مدینۂ منورہ کے مکانات مسمار کرائے اور مکۂ معظمہ کو چلا یہاں ابوموسیٰ اشعری مقیم تھے یہ بسر کے خوف سے بھاگ گئے بسر نے اہل مکہ سے جبراً بیعت لی پھر وہاں سے یمن گیا وہاں عبیداللہ ابن عباس جناب امیر کی طرف سے عامل تھے یہ بسر کے پہونچنے سے پہلے بغرض اطلاع حال کوفہ آگئے تھے اور اپنی جگہ پر عبداللہ ابن المداں حارثی کو عامل مقرر کردیا تھا بسر جب یمن پہونچا تو وہاں اسنے ان نئے عامل اور اُنکے بیٹے کو قتل کیا پھر عبیداللہ ابن عباس کے دو کمسن بچوں عبدالرحمن اور قثم کو قتل کرنا چاہا جو جنگل میں ایک کنانی شخص کے پاس رہتے تھے اُس شخص نے بخوشی ان دونوں کی جان بخشی کرانا چاہی بسر نے پہلے کنانی کو قتل کیا پھر اُن دونوں بچوں کو قتل کیا اسکے بعد جسقدر رجال نثاران جناب امیر وہاں موجود تھے اُن کو شہید کیا جناب امیر کو جب اس ہنگامہ کی خبر پہونچی تو بہت رنجیدہ ہوے اور بسر کے حق میں بددعا کی کہ خداوند اسکی عقل سلب کرلے چنانچہ بسر سٹری ہوگئے۔ جناب امیر نے جاریہ ابن قدامہ سعدی اور وہب ابن مسعود کو چار ہزار کی فوج کے ساتھ بسر کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا ان لوگوں نے نجران پہونچکر مقابلہ کیا بہتوں کو تہ تیغ کیا بسر لشکر عراق کی آمد سنکر بھاگ گئے جاریہ نے تعاقب کیا بسر نکلجا چکے تھے جاریہ مکۂ معظمہ پہونچے جناب امیر نے لشکر بھیجنے کے بعد کوفہ کی جامع مسجد میں نہایت پُرجوش خطبے دیکر لوگوں کو حدود عراق سے شامی فوج کے نکال دینے پر ابھارا یہ تقریریں ایسی پُرتاثیر تھیں کہ اہل کوفہ کے مردہ قلوب میں فوری جوش پیدا ہوگیا ہر طرف سے لبیک کی صدا آنے لگی جب کوچ کا وقت آیا تو اُن میں صرف تین سو آدمی رہگئے جناب امیر کو اس بے حسی کا سخت صدمہ ہوا حجر ابن عدی اور سعید ابن قیس عرض کرنے لگے امیر المومنین یہ لوگ بغیر تشدد کے ٹھیک نہ ہوں گے آپ

عام منادی کرادیں کہ بلا استثناء ہر شخص کو میدان جنگ میں چلنا پڑے گا جو نہ جائے گا اُسکو سخت سزا دی جائے گی جناب امیر نے مجبوراً اس رائے پر عمل کر کے نداکر دی معقل کو رسائین بھیجا کہ وہاں جسقدر سپاہی مل سکیں جمع کر کے لے آؤ یہ تیاریاں حد تکمیل کو نہ پہونچی تھیں کہ جناب امیر شہید ہو گئے۔

جناب امیر اور معاویہ کی ملکی حد بندی

اسی سنہ میں مابین جناب امیر کرم اللہ وجہہ و معاویہ ایک بہت لمبی چوڑی خط و کتابت ہوئی جسکا ماحصل یہ تھا کہ شام کے حملے عراق پر اور عراق کے حملے شام پر کب تک ہوتے رہیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ شام میں تمھارا قبضہ اور عراق پر ہمارا قبضہ رہے کوئی انمیں سے لوٹ مار کے ارادہ سے ان ممالک میں نہ داخل ہو مؤرخین اس امر میں مختلف ہیں کہ خط و کتابت کی ابتدا کدھر سے ہوئی مگر اس امر پر سب متفق ہیں کہ فریقین نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور ملکی حد بندی ہو گئی۔

علٰحدگی عبداللہ ابن عباس از حکومت بصرہ

اسی سنہ میں عبداللہ ابن عباس اور جناب امیر کے درمیان ابوالاسود دئلی کی وجہ سے بے لطفی ہو گئی ابن عباس حکومت بصرہ چھوڑ کر مکہ معظمہ چلے آئے جس کا واقعہ یہ ہے کہ ابن عباس ایک دن ابوالاسود کی طرف ہو کر گزرے اور کسی امر پر ناخوش ہو کر اُن کو جھڑکا فرمانے لگے اگر تم چارپایوں میں ہوتے تو اونٹ ہوتے اگر جانور چرانا تمھارے سپرد کیا جاتا تو تم بوجہ جہالت و نادانی چراگاہ تک نہ پہونچ سکتے ابوالاسود نے جناب امیر کی خدمت میں یہ شکایت ابن عباس کی لکھ بھیجی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو حاکم اور مخلوق کا نگہبان بنایا ہے ہم نے آپ کو ہر طرح سے آزمایا آپ امانت و دیانت داری میں کامل ہیں ہم لوگوں کے ذریعہ سے جو کچھ فتوحات و اموال غنیمت حاصل ہوتے ہیں وہ آپ ہم ہی لوگوں کو دے دیتے ہیں مقدمات میں کسی سے رشوت نہیں لیتے۔ آپ کے طریقے کے خلاف آپکے بنی عم کے جو کچھ ہاتھ لگتا ہے کھا جاتے ہیں مجھکو اُن کی یہ کارروائی آپسے چھپانا مناسب نہ تھی لہذا میں نے ظاہر کر دیا اب

آپ کو اختیار ہے جو مناسب ہو مجھکو حکم دیجیے میں تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں جناب امیر نے
یہ جواب تحریر فرمایا کہ تمھاری یہ تحریر امت مرحومہ کی خیر خواہی کی ایک عمدہ نظیر ہے اور
حاکم وقت طالب حق کے لیے صلاح نیک ہے میں نے ابن عباس سے دریافت کیا ہے
تم کو جو حالات معلوم ہوتے رہیں اُن سے مطلع کرتے رہنا جو امر باعث رفاہ خلق ہو اُسکی
اطلاع خلیفۂ وقت کو کرنا ضروری ہے ابن عباس کو لکھا مجھکو تمھارے متعلق خبریں
پہونچیں کہ تمھارے قبضہ میں جتنا مال تھا وہ سب تم نے لیا زمین ویران کردی محاصل
وخراج جسقدر آیا اُسمیں تم نے مالکانہ تصرف کیا اگر یہ خبریں صحیح ہیں تو تم نے بہت بیجا
کیا خدا کو ناخوش کیا خلاف دیانت مسلمانوں کے مال میں خیانت جائز رکھی امام کی
نافرمانی کی اپنا حساب وکتاب جمع وخرچ میرے پاس بھیجو یہ خوب یاد رکھو دنیا کا حساب
وکتاب آسان ہے مگر خدا کے یہاں کا بہت سخت ابن عباس نے جواب میں لکھا میرے متعلق
آپ کو جو خبریں پہونچیں وہ سب بالکل غلط ہیں آپ اُنپر توجہ نہ کیجیے جو کچھ میرے قبضہ میں
ہے میں اُسکا محافظ ہوں میرے پاس حساب موجود ہے جناب امیر نے پھر لکھا مجھے یہ بتاؤ
کہ تم نے جزیہ میں سے کسقدر رقم کس کس علاقہ سے وصول کی اور اُن کے مصارف
بالتفصیل لکھو خدا سے ڈرو یہ مال تمھارے پاس امانت ہے تم اُس کے محافظ ہو اگر تمنے
قلیل مال بھی لیا ہے تو اُسکا تاوان آخرت میں سخت بھگتنا پڑے گا (ابن اثیر وعقد الفرید)
ابن عباس نے یہ خط پڑھکر خیال کیا کہ جناب امیر مانینگے نہیں اسوقت حکومت بصرہ
سے علیحدہ ہوجانا چاہیے آخر خط یہ لکھا کہ آپ کے پروانہ جات سے معلوم ہوا کہ آپکو
میری نسبت مال اڑانے کی جو خبریں پہونچیں وہ آپکے نزدیک تحقیقی طور پر ثابت
ہیں اس امر میں آپ مجھکو قصوروار سمجھتے ہیں میں حکومت سے علیحدہ ہوتا ہوں مسلمانوں
کی خونریزی ہوکر مجھکو حکومت منظور نہیں یا اگر تمام زمین کے پہاڑ یا جنگل میرے لیے سونا
ہوجائیں تو بھی ایسی حکومت پسند نہیں آپ جسکو چاہیں یہاں مقرر کردیں میں یہانسے

روانہ ہوتا ہوں۔ بروایت ابن خلدون خط کے الفاظ یہ ہیں میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا میں
ایسی گورنری نہیں چاہتا جسکو آپ مناسب سمجھیے بھیجیے جو مال میں نے قبضہ میں کر لیا ہے وہ
میرا[1] ہے اسکے خرچ کرنے کا مجھکو حق حاصل ہے قبل روانگی ابن عباس نے بنی ہلال ابن
عامر بن صعصعہ کو بلا کر اُن سے مدد چاہی کہ وہ اپنی حفاظت میں مکہ معظمہ تک پہونچا دیں
حسب خواہش ضحاک ابن عبد اللہ ہلالی اور زرین ابن عبد اللہ ابن زرین مع قبیلہ بنی
ہلال ساتھ جانے پر رضامند ہوے۔ قبیلہ ہوازن و بنی سلیم و بنی قیس بھی آمادہ ہوے
بروایت ابن اثیر ابن عباس نے سب مال لے لیا اور بروایت عقد الفرید کل بیت المال
جسمیں چھ لاکھ نقد تھا لیکر کہا یہ سب ہمارا مال ہے جو جمع ہوتا گیا ہم نے اُسمیں سے
کچھ نہ لیا تھا لے کر چلے گئے جب بصرہ سے نکلگئے تو اہل بصرہ نے تعاقب کیا بمقام
طف روک کر مال لیجانے پر مزاحمت کی قبیلۂ قیس سے تکرار ہوئی ہبیرہ ابن شیمان حدانی
بصری و بروایت عقد الفرید حمزہ سردار قبیلۂ ازد نے معاملہ رفع دفع کیا پھر بنو تمیم نے
روکنا چاہا انکو احنف ابن قیس نے روکنے کی کوشش کی مگر یہ نہ مانے ابن مجدبہ نے
بڑھ کر ابن عباس کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا اُدھر سے ضحاک ابن عبد اللہ نکلے دونوں
میں لڑائی ہوئی ابن مجدبہ زخمی ہوے پھر بنی تمیم سے سلمہ ابن ذویب نکلے اس جنگ میں

---

[1] ابن عباس خمس مال غنیمت اپنے لیے جائز سمجھتے تھے۔ عہد رسالت میں خمس کے پانچ حصے ہوتے
تھے ایک حصہ خدا کا اور اُس کے رسول کا۔ ایک ذوی القربیٰ کا۔ تین حصے یتیم مسافر و مساکین
کے لیے آنحضرتؐ کے بعد خلفا کے زمانہ میں حصۂ رسول و ذوی القربیٰ ساقط ہو گیا۔ ابن
عباس نے حضرت عمر کے زمانہ میں لینا چاہا مگر حضرت عمر نے اس کو جائز نہ رکھا۔ جناب امیر بھی
مخالفت خلفاے ثلاثہ پسند نہ فرماتے تھے ابن عباس کے تصرف پر جب گرفت فرمائی تو ابن
عباس نکل کھڑے ہوے ۱۲ کتاب الخراج لامام ابو یوسف رحمۃ اللہ
تعالےٰ علیہ۔

چند آدمی زخمی ہوئے کوئی قتل نہیں ہوا بالآخر عبداللہ ابن عباس اس ہنگامہ کے بعد مع ضحاک ابن عبداللہ و عبداللہ ابن رزین و بنی قیس ملک حجاز میں داخل ہو کر مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ جناب امیر کو جب انکا مکہ معظمہ آنا معلوم ہوا تو پھر آپ نے اُن کو خط لکھا اُس میں بہت کچھ نصیحت لکھی۔ ابن عباس نے سب کے جواب میں لکھا کہ میں نے آپ کے نزدیک بڑا قصور کیا کہ بیت المال سے نقد لیا۔ حالانکہ بیت المال میں میرا حق بہت کچھ ہے میں نے تو اپنے حق میں سے بہت قلیل لیا۔

قصۂ یاران ابن سبا و تعزیر جناب امیر علیہ السلام

اس فرقہ کی ابتداء عہد عثمانی میں ہوئی تھی اس فرقہ کی سازش سے حضرت عثمان شہید ہوئے۔ جناب امیر کے عہد میں ان لوگوں نے دوسرا رنگ بدلا ان سب کا سرغنہ عبداللہ ابن سبا معروف بہ ابن السوداء تھا۔ جناب امیر کے طرفداروں و جاں نثاروں میں ہو کر عقائد فاسدہ پھیلانا شروع کیے خلفائے ثلٰثہ و دیگر اکابر صحابہ پر لعن و طعن سب و شتم شروع کر دیا جناب امیر کو خدائی کے درجہ پر پہونچا دیا جناب امیر نے ان باتوں کو سن کر ابن سبا کو بلا کر تنبیہ کی اور توبہ کرا کر مدائن بھجوا دیا مدائن پہونچکر اس نے یہی رنگ اختیار کیا اور تمام ممالک میں اپنے عقائد کی اشاعت کر دی جناب امیر بوجہ جنگ اہل شام و خوارج و دیگر مہمات خلافت و انتظام ملکی اُسوقت توجہ نہ فرما سکے تھوڑے ہی عرصہ میں یہ جماعت بڑھ گئی اور اسقدر بڑھی کہ تمام ملک میں پھیل گئی اور اب تک موجود ہے بعد میں فرقہ بندیاں ہوتی گئیں اس جماعت کے عقائد و تفصیل مذاہب کتب معتبرہ عقائد و کلام و مناظرہ میں بالتفصیل موجود ہیں۔ اس جماعت میں ۲۴ فرقے ہوئے۔ انھیں عبداللہ ابن سبا کے متبعین میں سے ایک شخص مغیرہ ابن سعد نامی گذرا ہے جسکے عقائد فاسدہ و سب و شتم کی بنا پر جناب امیر نے اس کو جلوا دیا تھا اور اکثروں کو سخت سزائیں دیں۔

(تحفہ اثنا عشریہ)۔

تاریخ الخمیس میں ہے کہ جناب امیر کے عہد خلافت میں دو گروہ ظاہر ہوئے ایک ابن سبا کا جو محبت و دوستی میں اس درجہ حد سے بڑھے کہ جناب امیر کو خدا بنا دیا۔ دوسرے خوارج جنھوں نے دشمنی کی حد کردی انہیں اہل شام بھی شامل ہیں ان لوگوں نے سخت سے سخت تکلیفیں پہونچائیں۔ جناب امیر کو دائرہ اسلام سے خارج بتایا اور شہید کیا ان دونوں گروہوں کی وجہ سے عالم میں بہت بدعت پھیلی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر سے فرمایا تھا اے علی تمھارے معاملہ میں دو گروہ تباہ ہونگے ایک تمھارا دوست حد سے بڑھنے والا دوسرا تمھارا دشمن تم سے بغض رکھنے والا۔ درحقیقت ایسا ہی ہوا انھیں وجوہ سے جناب امیر جہاد نکر سکے انھیں مخالفین کے گروہ میں گھر کر نہایت درجہ ثابت قدمی و شجاعت دکھائی۔

خلافت مرتضوی پر ایک نظر

کارنامہ ہائے خلافت جناب امیر کا زمانہ خلافت خانہ جنگی شورش و فتنہ پردازی کے نذر ہو گیا۔ اس پنجسالہ مدت میں ایک لمحہ بھی سکون نہ ملا اور نہ اطمینان نصیب ہوا اسی وجہ سے اس عہد میں فتوحات کے دائرہ کو یونہی سی وسعت حاصل ہوئی ملکی نظم و نسق کو بہتر بنانے کے لیے بھی اطمینان اور فرصت کی ضرورت ہوا کرتی ہے تاہم باوجود طرح طرح کی مشکلات کے جناب امیر کی زندگی عظیم الشان کارناموں سے مملو نظر آتی ہے۔

فتوحات زمانہ خلافت جناب امیر بوجہ داخلی اصلاح و خارجی مصروفیتوں کے اسلامی فتوحات کے دائرہ کو صرف دو سمت بڑھا سکے ایک تو سیستان اور کابل کی سمت میں جو بعض عرب خود مختار ہو گئے تھے اُن کو قابو میں لاکر آگے قدم بڑھایا دوسری طرف ۳۸ھ میں بعض مسلمانوں کو بحری راستہ سے ہندوستان پر حملہ کرنے کی اجازت دی اس وقت

کوکن (بمبئی) علاقہ سندھ میں شامل تھا سپاہیوں نے سب سے پہلے اس عہد میں کوکن (بمبئی) پر حملہ کیا حملہ کرنے والے حارث ابن مرہ عبدی تھے جنھوں نے بہت کچھ فتوحات حاصل کئے کثیر تعداد میں قیدی آئے ایک ایک دن میں سو سو غلام مجاہدین نے تقسیم کیے (فتوح البلدان)

خلافت کی حالت | جناب امیر کے آغاز خلافت میں عراق و مصر و یمن و حرمین و خراسان سب زیر حکم تھے جنگ جمل کی فتحیابی کے بعد اور صوبہ جات پر پورا تسلط ہو گیا تھا مگر معاویہ کی ہوس ملک گیری اور اُن کے رفقا کی چالبازیوں نے انتظام خلافت کو بالکل درہم برہم کر دیا مصر و حرمین و یمن اُن کے تاخت و تاراج سے تباہ ہو گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر زمانہ میں بہت تھوڑا سا ملک قبضہ تصرف میں رہگیا۔

قابل غور یہ امر ہے کہ خلافت مرتضوی میں اسقدر افتراق و اختلاف شر و فساد پیدا ہو جانے کے کیا اسباب ہوے حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جناب امیر نے جب مسند خلافت پر قدم رکھا تو نہ صرف دار الخلافت بلکہ تمام دنیاے اسلام پر آشوب تھی حضرت عثمان کا شہید ہونا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا اُسنے تمام مسلمانوں کے جذبۂ غیظ و غضب کو بیکدم مشتعل کر دیا یہانتک کہ جو لوگ حضرت عثمان کے طرز خلافت کو ناپسند کرتے تھے وہ بھی مفسدین کی اس حرکت سے ناخوش ہوے یہی وجہ ہوئی کہ حضرات طلحہ و زبیر و حضرت عائشہ نے باوجود حضرت عثمان کی خلافت سے کبیدہ خاطر ہونیکے علم قصاص بلند کیا تھا۔ ملک شام میں بنو امیہ معاویہ کی حکومت کو وسعت دینا اور خلافت راشدہ کو مخصوص اپنی سلطنت میں تبدیل کرنا چاہتے تھے اُن کو اس سے زیادہ بہتر موقع نہ مل سکتا تھا چنانچہ اُنھوں نے بغیر کسی تامل کے ہر ممکن ذریعہ سے تمام شام میں جناب امیر کے خلاف جوش پیدا کر دیا اور حسب ذیل وجوہ قائم کرکے عظیم الشان قوت پیدا کرلی۔

(۱) جناب امیر علیہ السلام نے مفسدین کے مقابلہ میں حضرت عثمان کی مدد نہیں کی۔

(۲) اپنے زمانۂ خلافت میں قاتلین حضرت عثمان سے قصاص نہیں لیا۔

(۴) محاصرین کو قوت بازو بنایا اور اُن کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔

چونکہ یہ تمام وجوہ خانہ جنگیوں کی بنا قرار پائے لہذا غور کرنا چاہیئے کہ یہ وجوہ کہانتک صحیح ہیں اور جناب امیر اسمیں کس حد تک معذور رہتے۔

(۱) امر اول اس الزام سے خود معاویہ کا دامن پاک نہ تھا زمان محاصرہ میں حضرت عثمان نے معاویہ سے مدد مانگی تھی اور معاویہ ٹال گئے تھے جیسا کہ کتب تواریخ و سیر و نیز ابو الطفیل عامر ابن واثلہ کی گفتگو سے جو خود معاویہ سے ہوئی تھی بخوبی واضح ہوتا ہے۔ مدد دینے کے لیے تمام ارباب مدینہ انصار بنو امیہ خود حضرت عثمان کے پروردگان نعمت تیار رہتے جنھوں نے جانبازی کے لیے اپنے کو پیش کیا چونکہ حضرت عثمان کو خود یہ منظور نہ تھا کہ اُن کے عہد میں خانہ جنگی کی ابتدا ہو لہذا انھوں نے نہایت سختی کے ساتھ کشت و خون سے ممانعت کر دی جناب امیر نے جس حد تک حضرت عثمان کی مدد کی وہ ہم اور شہادت حضرت عثمان کے سلسلہ میں لکھ چکے ہیں جناب امیر نے اس امر میں جو کچھ کیا اُنکے لیے اُس سے زائد ممکن نہ تھا مفسدین کو پہلی مرتبہ جناب امیر ہی نے راضی کر کے واپس کر دیا دوبارہ جب واپس ہوے تو مروان کی غداری نے مفسدین کے آتش غیظ و غضب کو اسقدر مشتعل کر دیا تھا کہ کسی قسم کی سفارش کارگر ہی نہیں ہو سکتی تھی حضرت ام حبیبہ نے محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمان کے پاس کھانے پینے کا سامان پہونچانا چاہا مفسدین نے اُنکا کچھ پاس و لحاظ نہ کیا گستاخانہ مزاحمت کی اسی طرح جناب امیر نے سفارش کی کہ آب و دانہ کی بندش نہ کیجائے تو ان شوریدہ سروں نے نہایت سختی کے ساتھ انکار کر دیا جناب امیر کو اپنی سفارش نہ مانے جانے پر اسقدر صدمہ ہوا کہ اپنا عمامہ پھینککر اُسی وقت چلے آئے (طبری)، اور تمام معلومات سے قطع تعلق کر کے عزلت گزیں ہو گئے اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ اگر حضرت عثمان محصور رہتے تو دوسرے اکابر صحابہ بھی آزاد نہ تھے مفسدین نے ان لوگوں کی نقل و حرکت پر بھی سخت نگرانی قائم کر دی جناب امام حسن نے جب جناب امیر سے عرض کیا کہ اگر آپ میری گذارش پر عمل کر کے محاصرہ کے وقت مدینہ کو

چھوڑ دیتے تو آج مطالبۂ قصاص کا جھگڑا آپ کے سر نہ پڑتا اُسوقت جناب امیر نے یہی جواب دیا تھا کہ تمھیں کیا معلوم کہ میں اُس وقت آزاد تھا یا مقید (ابن اثیر)

(۲) امر دوم قاتلین کے سزا نہ دینے کے الزام میں اگر قاتلین سے وہ مخصوص اشخاص مراد لیے جائیں جنھوں نے براہ راست خونریزی کی یا اُس میں حصہ لیا تو انھیں سزا دینا بیشک ضروری تھا۔ مگر باوجود تحقیق و تفتیش پتہ نہ ملا چشم دید شہادت حضرت نائلہ بنت الفرافصہ المیہ حضرت عثمان کی تھی مگر وہ بھی قاتل کا نام و نشان بتانے سے عاری تھیں اگر قاتل سے تمام محاصرہ کرنے والے مراد لیے جائیں جیسا کہ معاویہ وغیرہ کے مطالبہ سے ظاہر ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ شرعاً ایک شخص کے قصاص میں ہزاروں آدمیوں کا خون نہیں بہایا جا سکتا تھا اس حیلہ سے معاویہ کا مقصود درحقیقت جناب امیر کی خلافت میں شورش پیدا کرنا تھا تاکہ وہ خود حکومت کر سکیں جب اس میں وہ کامیاب ہوگئے تو انھوں نے قاتلین حضرت عثمان سے قصاص لینے کا ذکر بھی چھوڑ دیا حکومت حاصل کرنے کی اس سے بہتر کوئی تدبیر اُن کو نہ مل سکی کہ وہ جناب امیر کو قاتلین کے زمرہ میں شامل کرکے علم بغاوت بلند کریں اور بعد تسلط خاموش ہو رہیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا کون نہیں جانتا تھا کہ جناب امیر اس سے بری تھے خود جناب امیر نے اپنی برأت کا اظہار بھی مختلف موقعوں پر کر دیا تھا باوجود اس کے جاں نثاران معاویہ اور دشمنان جناب امیر اپنے ان لغویات پر اڑے رہے اب تک بہت سے حضرات بوجہ حُبِ معاویہ و بغض جناب امیر اس خطا میں معاویہ کو مجتہد مانتے چلے آرہے ہیں اور اس آیۂ شریفہ واضلہ اللہ علیٰ علم وختم علیٰ سمعہ وقلبہ وجعل علیٰ بصرہ غشاوۃ کا مصداق بن رہے ہیں فنعوذ باللہ من ھذا الاعتقاد والقول وھو غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول فلا قوۃ الا باللہ ولا حول وھو علیم بنیات النواصب الحی ورد ما حول۔

(۳) امر سوم محاصرہ کرنے والوں کو قوت بازو بنانا اور اُن کو بڑے بڑے عہدے دینا

اس میں بھی معاویہ کا دامن زائد آلودہ نظر آتا ہے عمر ابن العاص ایسے شخص کو جنھوں
نے مفسدین مصر کو حضرت عثمان کے خلاف اُبھارا مدینہ منورہ میں آکر حضرت عثمان سے
سخت کلامی کی اُنکے دشمن ہوے معاویہ نے محض لبغرض طمع دنیاوی اُن کو اپنا ہمراز
اور امیر مصر کردیا مروان کے کارنامے اور شرارتیں تو ظاہر ہی ہیں اُن کو اپنا مقرب
کیا جناب امیر نے اگر ایسا کیا تو مجبوری ورنہ محض اسلیے کہ اُسوقت اسلام میں تین مختلف
فرقے ہو گئے تھے۔ اول شیعہ عثمانی جو علانیہ جناب امیر کے مخالف تھے اور ایک مستقل سلطنت
کے قیام میں سرگرم تھے۔ دوسرا گروہ اُن اکابر صحابہ کا تھا جو جناب امیر کو ضرور حق پر سمجھتے
تھے لیکن بوجہ ورع و تقوی خانہ نشین ہو گئے تھے جیسے سعد ابن ابی وقاص و عبداللہ
ابن عمر و محمد ابن سلمہ و اُسامہ ابن زید۔ یہ گروہ عملی اعانت سے بالکل کنارہ کش ہی تھا
تیسرا گروہ متبعین جناب امیر کا تھا جنمیں ایک بڑی جماعت اُن لوگوں کی تھی جو یا تو خود
محاصرہ کرنے والے تھے یا اُنکے زیر اثر تھے اس لیے جناب امیر اس جماعت سے خواہ مخواہ
بے رخی کر کے اُن کو قصداً اپنا دشمن کیوں بنا لیتے اس پر بھی جناب امیر نے اُن ہی لوگوں کو
تقرب عطا کیا تھا جو درحقیقت اس کے اہل تھے حضرت عمار ابن یاسر ایک ذی مرتبت
صحابی مقبول بارگاہ نبوت تھے محمد ابن ابی بکر خلیفہ اول کے صاحبزادے جناب امیر کے
ربیب تھے اسی طرح اشتر نخعی بھی ایک نہایت صالح و نیک سیرت بزرگ تھے اور رجال ثقات
میں فرد حضرت عثمان کے آخر زمانہ سے جو افتراق و اختلاف کی آگ بھڑکی وہ بجھائے
نہ بجھی۔ جناب امیر کی مسند نشینی کے ساتھ ہی اس اختلاف میں اور زیادتی ہو گئی عرب کے
قدیم اوصاف حقد و حسد و خونریزی وغیرہ نے جدید الاسلام لوگوں میں زور پکڑا جس سے
شیرازۂ ملت بالکل بکھر گیا جناب امیر کی سعی اور جد و جہد کے باوجود اجتماع نہ پیدا ہو سکا
روز بروز مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا دقتیں بڑھتی گئیں اسلام میں فرقہ آرائی اور
جماعت بندی کی ایسی گرہ پڑ گئی جو کسی تدبیر سے نہ سلجھ سکی حضرت ابوبکر صدیق نے جب

عنان خلافت ہاتھ میں لی تھی تو اس وقت زمانہ پُرآشوب تھا لیکن اُس حالت اور
اس حالت میں زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے حضرت ابوبکر کے سامنے اگرچہ کفر و ارتداد
کا زور تھا لیکن خدا نے انکو معین و مددگار ایسے عطا کیے تھے جنھیں آنحضرت کی صحبت اور
تعلیم نے نامغلوب طاقت اور روحانی جوش کا پتلہ بنا دیا تھا جو ہر وقت سینہ سپر کے لیے
جناب امیر کے زمانہ تک یہ لوگ ایک ایک کر کے اُٹھتے گئے مقابلہ میں جو کھڑے ہوئے
وہ بظاہر اسلام میں مخصوص عزت و وقار کے مالک تھے معاویہ حضرت ام حبیبہ کے
بھائی چوبیس سال سے گورنر شام تھے عمر ابن العاص بھی فاتح مصر مقتدر صحابی تھے
ان کے ساتھ ان کے متبعین بھی ایسے جاں نثار و وفا شعار تھے کہ جناب امیر کے متبعین
میں مخصوص اشخاص کے علاوہ کسی میں اتنا جوش اور جان نثاری کی کیفیت نہ تھی اسکے
علاوہ سیاسی ناکامی کا اصلی سبب یہ تھا کہ جناب امیر جس زہد و تقویٰ و دینداری دیانت
و عدل و انصاف سے حکومت کرنا چاہتے تھے اور لوگوں کو دوبارہ جس راستہ پر چلانا
چاہتے تھے زمانہ کے تغیر اور حالات کے انقلاب اور دنیاوی طمع نے اُسکے لیے لوگوں
کے قلوب میں صلاحیت باقی نہیں رکھی تھی ایک طرف معاویہ اپنے طرفداروں کے لیے
بیت المال لٹا رہے تھے دوسری طرف جناب امیر ہر شخص سے کوڑی کوڑی کا حساب
مانگتے تھے یہی سبب تھا کہ جناب امیر کے طرفدار دل برداشتہ اور اُن کے اعزہ تک اُن سے
علیحدہ ہو رہے تھے یہی کیفیت زمانۂ خلافت حضرت عمر میں بھی تھی چونکہ مقابلہ میں کوئی
اور قوت توڑنے والی نہ تھی اسلیے کسی نے بغاوت اور مخالفت کا صریح اظہار نہیں کیا
پھر بھی خلیفۂ وقت ہی کی طرف رجوع کی جناب امیر کے مقابلہ کے لیے معاویہ ایسے
شخص اُٹھ کھڑے ہوئے بغاوت پر ہمہ تن آمادہ رہے کہ جناب امیر کے احکامات نافذ
نہ ہوسکیں لیکن بہرحال حق حق ہی ہے اور باطل باطل ہے جناب امیر اگر ایسا نہ کرتے
تو اگرچہ وہ سیاسی حیثیت سے قطعی ناکام نہ ہوتے لیکن زہد و اتقا دیانت و امارت میں

ضرور ناکام ٹھہرتے دوسری وجہ ناکامی کی یہ تھی کہ اُنکے طرفداروں میں اتحاد خیال اور خلوص علی وجہ الکمال نہ تھا طرفداروں کی ایک بڑی جماعت فرقہ سبائی کی تھی جنھوں نے مذہبی ور سیاسی دونوں طریقوں سے نقصان پہونچایا۔ دوسری جماعت قاریوں کی تھی جو خوارج کی صورت میں ظاہر ہوئے جان نثاروں میں جو لوگ تھے وہ جنگ صفین میں غنیم کی چالبازی سے ناکام ہونے کی وجہ سے بالکل پست ہمت ہو گئے تھے جناب امیر نے باوجود ان تمام رکاوٹوں کے پھر بھی غیر معمولی ہمت واستقلال اور بے نظیر عزم وثبات کے ساتھ آخر وقت تک مصائب کو برداشت کیا اور ان مشکلات کا مقابلہ کرکے اپنی بے نظیر تحمل و سلامت روی کا نمونہ پیش نظر کردیا آپنے باوجود اپنی ناکامیوں کے مشاہدہ کرنے کے دیانتداری وامور شریعت سے سرمو تجاوز کرنا پسند نہ فرمایا اگر ایسا نہ کرتے تو دنیا گو کامیاب ہوجاتی مگر دین ناکامیاب رہ جاتا جسکا بچانا ایک خلیفہ راشد اور جانشین رسول کا سب سے پہلا بلکہ اصلی فرض تھا اسی سیاسی ناکامی اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے لوگوں نے خلافت پر رائے زنی کرنا شروع کردی۔ حافظ ابوبکر احمد ابن علی خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن احمد ابن حنبل کہتے ہیں کہ میں ایک روز اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ گروہ کرخیین نے خلافت خلفائے ثلثہ وخلافت جناب امیر کا ذکر شروع کیا اور رائے زنی کرنے لگے حضرت امام احمد ابن حنبل سنکر فرمانے لگے تم لوگ کیا گفتگو کررہے ہو حق یہ ہے کہ خلافت نے جناب امیر کو زینت نہیں دی بلکہ جناب امیر نے خلافت کو مزین کیا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں آیت وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم کے تحت میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان وحضرت علی کی امامت پر دلالت کرتی ہے لیکن قیام امن ورفع خوف وتمکین دین جو اس آیت کا منشاء ہے اُسکے مصداق صرف پہلے تین خلفا ہوسکتے ہیں جن کے زمانہ میں

فتوحات عظیمہ حاصل ہوئیں ملک میں ہر طرح سے امن رہا اور خوف وخطرہ بالکل جاتا رہا
یہ بات جناب امیر کو نہیں حاصل ہوئی وہ اندرونی خانہ جنگیوں کی وجہ سے کفار سے
جہاد نہ کر سکے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا میں اسی رائے کی تائید کی
ہے مگر اور مفسرین اس آیت کا مفہوم قرار دینے میں اُن سے مختلف ہیں علامۂ بیضاوی
وغیرہ منکم کے خطاب میں آنحضرت اور اُنکے تمام متبعین کو شامل سمجھتے ہیں کیونکہ ایمان
اور عمل صالح کچھ صحابہ ہی تک مختص نہ تھا بلکہ امت محمدیہ کا ہر شخص جو کتاب اللہ اور سنت رسول
پر عمل کرے اُسکا مستحق ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس امر پر بھی غور کرنا چاہیے کہ جب خلافت
ایک عطیۂ الٰہی مانی جاتی ہے تو عادت اللہ پر بھی غور کرنا ضروری ہے جسکے متعلق کلام مجید میں
ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا وارد ہے تاکہ یہ امر معلوم ہو جائے کہ انبیاء کرام جو
اللہ تعالے کے خلیفہ اور خلق اللہ کے امام ہیں اُنکا زمانہ بعثت کس طرح خاتمہ کو پہونچا۔
یہ تو ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کے حالات متعلق بہ ہدایت خلق مختلف رہے بعض نے علےٰ
وجہ الکمال ہدایت کی مثلاً حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم وحضرت موسےٰ
کلیم اللہ بعض سے ہدایت کم ہوئی مثلاً حضرت نوح علیہ السلام بعض ایسے گزرے
کہ ان سے کسی ایک شخص نے بھی ہدایت نہ پائی جیسے حضرت لوط علیہ السلام۔ حالانکہ
ان میں سے ہر ایک منازل وجاہت ومقامات ولایت پر فائق تھا اور ارسال بعثت
کے لائق وفور شفقت ورحمت میں یگانۂ عصر۔ ہدایت میں یکتائے دہر قلت وظہور
ہدایت نے کسی طرح ان حضرات کو منصب نبوت سے ساقط نہیں کیا نہ کسی طرح کا نقص
منصب نبوت میں پیدا ہوا مرتبۂ نبوت ورسالت میں سب مساوی رہے جب
وہی امامت لباس خلافت میں جلوہ گر ہوئی تو نعمت ربانی اتمام کو پہونچگئی اور کمال
روحانی آفتاب کے مثل چمکنے لگا۔ اگرچہ یہ حالت پوری ہو گئی تھی مگر ضروری یہ تھا
کہ تمام اہل اسلام بوجہ اپنی سعادت کے خلافت راشدہ کے قبول کر لینے پر اتفاق کرلیں

اور جان و دل سے حکومت خلیفہ راشد اختیار کر لیں تاکہ امر خلافت ربانی درست ہو جائے اور سیاست پوری ہوتی رہے جسطرح سے کہ زمانہ خلافت خلفائے ثلاثہ میں گذری بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ خلیفہ راشد بھی موجود ہوتا ہے اور وہ اقامت خلافت میں کوشش بھی کرتا ہے لیکن اتفاق نہیں ہو پاتا اور نہ انتظام درست ہوتا ہے جیسا کہ جناب امیر کا زمانہ خلافت گذرا اسکی مثال بالکل حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت کی طرح سمجھی جا سکتی ہے ایسی صورت میں قلت وکثرت ہدایت کی وجہ سے ایک کی خلافت کو ماننا اور دوسرے کی خلافت سے انکار کرنا بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت موسیٰ کی نبوت کا اقرار کرے اور حضرت نوح کی نبوت سے انکار کرے بجز اسکے کہ یہ فعل اسکا کمال شوخ چشمی کی دلیل ونقص ایمانی کی وجہ سے سمجھا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ خلافت کا درحقیقت مقصد پیغمبر کے کاموں کا قائم اور باقی اور ہر خارجی آمیزش سے پاک وصاف رکھنا اور ان کو ترقی دینا ہے نبوت کے بعد سب سے بڑا درجہ اور مرتبہ اسی کا ہے اور اسی لیے ان امور میں جنکی نسبت پیغمبر کی وحی اور فیصلہ موجود نہ ہو اُسکا فیصلہ اور حکم بھی واجب الاطاعۃ سمجھا جائیگا آنحضرت کا ارشاد ہے کہ میرے بعد میری ہدایت پائے ہوئے جانشینوں کی پیروی کرو اسلیے خلافت کے انتخاب کے لیے ظاہری حیثیت سے اسکی سیاسی وانتظامی استعداد وصلاحیت اور اس سے بہت زیادہ اسکے اندر پیغمبرانہ صحبت کی اثر پذیری نیز اسکے روحانی وعلمی واخلاقی فضائل ومناقب کو تلاش کرنا ضروری ہوا ان چار بزرگوں کا اس منصب اعظم کے لیے منتخب ہونا اسکی بہترین دلیل ہے چونکہ آنحضرت کی پاک زندگی بہترین مقاصد یعنی اقامت دین کی تکمیل میں صرف ہوئی اُنکے بعد جو لوگ اُن کے خلیفہ وجانشین ہوئے انھوں نے بھی اپنی زندگی کو انھیں مقاصد کی تکمیل کے لیے وقف کیا امور دین میں خود رسول اللہ کی تصریح کے مطابق

خلفائے راشدین کا قول وفعل حجت ہو خود آنحضرت کا ارشاد ہے کہ تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کا اتباع لازم ہے۔ آنحضرت نے ان خلفائے راشدین کے ایسے اوصاف بیان فرمائے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی خلافت حقیقی کے مستحق تھے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت میں سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر اور خدا کے بارہ میں سب سے زیادہ بولنے والے عمر اور سب سے زیادہ حیادار عثمان اور سب سے بڑے قاضی علی ابن ابی طالب ہیں ایک حدیث میں ہے کہ اگر تم لوگ ابوبکر کو امیر بناؤ گے تو اُن کو امین دنیا کو حقیر سمجھنے والے اور آخرت کے شائق پاؤ گے اور اگر عمر کو امیر بناؤ گے تو اُن کو قوی وامین پاؤ گے جو خدا کے بارہ میں ملامت کا خوف نہ کرینگے اور اگر علی کو امیر بناؤ گے میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے اگر کرو گے تو اُن کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے حضرت ابوبکر کے متعلق فرمایا کہ تم پہلے شخص ہو گے جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہوگا تم حوض کوثر پر میرے رفیق ہوگے غار میں بھی میرے رفیق تھے حضرت عمر کے متعلق ارشاد ہے کہ گذشتہ امتوں میں محدثین تھے اگر میری امت میں محدث ہوگا تو وہ عمر ہوں گے حضرت عثمان کے متعلق ارشاد ہوا کہ جس سے فرشتے شرماتے ہیں کیا میں اُن سے نہ شرماؤں اور ہر پیغمبر کے رفیق ہوتے ہیں میرے رفیق جنت میں عثمان ہونگے جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے متعلق فرمایا کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تم کو میرے ساتھ وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھی۔ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اسکے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو اللہ اور اسکے رسول محبوب رکھتے ہیں ان اوصاف کے ساتھ جو کام کہ منصب نبوت سے تعلق رکھتے تھے آنحضرت نے اپنی حیات میں ان حضرات سے وہ کام لیے مثلاً حضرت ابوبکر کو امیر الحج مقرر فرمایا اور اپنی جگہ امام بنایا حضرت عمر کو بعض غزوات میں امیر بنایا اور صدقات مدینہ کا عامل مقرر فرمایا مسلمانوں کے معاملہ میں ہمیشہ شیخین سے مشورہ کیے حضرت عثمان سے

صلح حدیبیہ کے زمانہ میں سفارت کا کام لیا۔ اور جناب امیر کو یمن کا قاضی مقرر کر کے بھیجا اور تبلیغ سورہ برأت کرائی۔ اللہ تعالے نے آنحضرت سے جو وعدہ فرمائے تھے وہ ان حضرات کے زمانہ میں پورے ہوئے مثلاً اقامت صلوۃ۔ ایتاء زکوۃ۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور تمکین وتقویت سے وہ وعدے پورے ہوئے۔ اسلام کے مقابل میں یہودیت نصرانیت ومجوسیت کے مغلوب ہوجانے سے لیظہرہ علے الدین کلہ کی بشارت پوری ہوئی اور فتوحات کی کثرت نے آیت مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل الخ کی موعودہ خیر وبرکت کو پورا کیا آیہ من یرتد منکم میں جو جنگ مرتدین کی طرف اشارہ ہوا وہ جنگ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں ہوئی اور آیت ان علینا جمعہ وقرانہ میں جو کلام مجید کی جمع وتدوین کی طرف اشارہ کیا گیا تو یہ مقدس کام حضرات خلفاء اربعہ کی کوششوں سے انجام کو پہونچا قتال خوارج کی نسبت حدیث میں آیا ہے اگر میں انکو پاتا تو عاد کی طرح قتل کر ڈالتا۔ ان سے جناب امیر نے جنگ کی اسی طرح اور بہت سے ارشادات ہیں۔ ان ظاہری اوصاف کے علاوہ روحانی فضائل کے لحاظ سے پیغمبرانہ تعلیم اور تاثر کا فیضان بھی پورے جوش کے ساتھ موجود تھا زمانہ کے انقلاب ورحالات کے تغیر نے اسلام کے حقیقی نصب العین کو آنحضرت کے تیس سال کے بعد بالکل بدل دیا مخبر صادق کا ارشاد ہے الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم بعدھا ملکا عضوضا۔

حقیقت تاخر خلافت جناب امیر باوجود فضائل

احادیث وسیر کے تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے اربعہ میں جناب امیر کی ذات مبارک بحیثیت فضائل ومناقب کمالات ومراتب محبت خدا ورسول نہایت ہی عظیم المنزلت ورفیع المرتبت واقع ہوئی باوجود ان فضائل ومناقب کے جناب امیر ترتیب خلافت میں مؤخر کیوں ہوئے۔ اس امر میں تو کوئی شبہہ نہیں کیا جاسکتا کہ آنحضرت کے بعد اہلبیت تمام صحابہ سے

افضل و اعلیٰ تھے۔ اہلبیت کا انحصار موافق حدیث نبوی و تشریح آیۂ تطہیر و آیت مباہلہ
جناب امیر و حضرت فاطمہ و حضرات حسنین ہیں اہلبیت کے بعد یقینی و قطعی خلفائے ثلثہ
تمام صحابہ سے افضل و اعلیٰ تھے عشرہ مبشرہ سے موافق عمل ور آمد حضرت عمر ہر شخص
بحیثیت القاء اصلاح امت مستحق خلافت تھا اور نہ من حیث النبوۃ تو کوئی بھی مستحق نہ تھا
اسلیے کہ نبوت تو ختم ہو چکی تھی اس سب کے بعد یہ بحث ہو سکتی ہے کہ خلافت کس کا حق
تھا استحقاق خلافت ثابت کرنے کے لیے قوانین سیاست کے مطابق اختلاف سے
دو اصول نظر آتے ہیں اگر آنحضرت کے ارشادات جن سے حضرات حسنین کے آنحضرت
کے بیٹے ہونے کا صاف اور صریح ثبوت ملتا ہے پیش نظر رکھے جائیں۔ ایک بر بناء
وراثت دوسرا بر بناء انتخاب۔ وراثت کا اصول عموماً پیش نظر رکھ کر اس مسئلہ کا
فیصلہ کیا جاتا ہے۔ وراثت کے اصول سے آنحضرت کی دنیوی خلافت کا استحقاق
حقیقتاً نہ حضرت ابو بکر کو حاصل تھا نہ جناب امیر کو از روئے استحقاق سب سے اول
حق حضرت امام حسن کا تھا انکے بعد حضرت امام حسین کا انکے بعد پھر ان کی اولاد کا
عرب کے لیے بلاشبہ یہی سب سے بہتر اصول تھا اگر اختیار کیا جاتا۔ مگر اندرونی و
بیرونی ناچاقیوں نے جنکا عنقریب ہم ذکر کرینگے کسی کو اسکی طرف متوجہ ہی نہ ہونے
دیا علاوہ اس کے اسوقت عرب میں سیاستدان کا جو طریقہ تھا وہ بالکل اس سے
مختلف تھا نہ پورا جمہوری تھا اور نہ پورا شخصی نہ پورا انتخابی اور نہ پورا موروثی
حضرت ابو بکرؓ کے انتخاب کی بنا جس واقعہ سے ہوئی انمیں خالص اصول انتخاب کا
طریقہ مرعی نہیں رکھا گیا۔ آنحضرتؐ کے انتقال کو چند ساعتیں بھی نہ گذری تھیں
صحابۂ کرام تجہیز و تکفین کی فکر کر رہے تھے کہ انکے پاس خبر آئی کہ انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں
اس غرض سے جمع ہوئے ہیں کہ اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ و امیر بنائیں۔ درحقیقت مدینہ
میں منافقانہ بیج جو پہلے ہی سے عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی چالوں سے بویا گیا تھا

جیسے ایک مرتبہ درمیان قریش و انصار ایک خفیف سی تکرار ہو جانے پر کہا تھا کہ یہ مصیبت
تم نے غیروں کو بلا کر اور اپنے شہر میں آباد کر کے خود مول لی ہے وہ بیج اُسوقت قومی مساوات
اور رقیبانہ حقوق کے پردہ میں بار آور ہوا اُسی نے جلدی سے انصار کو اس امر پر برانگیختہ
کر دیا کہ کہیں خلافت قریش کے ہاتھ میں نہ جاتی رہے۔ چونکہ مدینۂ طیبہ کے اصلی باشندے
یہی انصار ہی تھے یہ مہاجرین یعنی مکہ والوں کے زیر حکومت رہنے کو پسند نہیں کرتے تھے
ان لوگوں کو یہ خیال ہوا ہو گا کہ اُن لوگوں کو جو وطن سے بھاگ کر یہاں آئے ہم نے
اُنکو یہاں رکھا اُن کی اعانت کی ہمارے اُن پر احسانات ہیں اُن کو ہمارا مطیع ہونا
چاہیے تھا نہ یہ کہ ہم ان کے مطیع و تابع فرمان ہو کر رہیں۔ رسول خدا کی ذات بابرکات
ضرور ایسی تھی جسکی ہم غلامی و اطاعت جان و دل سے کرتے تھے اب اُن کی وفات
کے بعد قریش کو ہم لوگوں پر حکمرانی کا کوئی حق نہیں لہذا ضروری یہ ہے کہ کسی ایک
شخص کو ہم لوگ اپنے میں سے امیر بنائیں۔ چنانچہ سعد ابن عبادہ کو جو گروہ بنی خزرج
کے سردار تھے انصار نے ان کو امارت کے لیے منتخب کر لیا اور لوگ بعیت کیلیے
بھی آمادہ ہو گئے۔ اسمیں شک نہیں کہ وقت بہت نازک ہو گیا تھا اور اسلام کا
مستقبل اُسوقت معرض خطر میں ضرور تھا حضرت ابوبکر و حضرت عمر اس کو سُنکر
سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف بغرض رفع فساد چلے حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح بھی
راستہ سے ساتھ ہو گئے یہ تینوں حضرات انصار کے مجمع میں پہونچے اور تھوڑی سی دقت
کے بعد اُن کو اپنے مقصد سے باز رکھنے میں کامیاب ہوئے انتخاب خلیفہ کے متعلق حضرت
ابوبکر نے کہا کہ حضرت عمر یا حضرت عبیدہ میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو حضرت عمر نے
یہ خیال کر کے کہ قبیلۂ انصار میں سے کہیں کوئی شخص برگشتہ نہ ہو جائے بہ عجلت حضرت
ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بعیت کر لی لوگوں نے بنی خزرج کے برگشتہ کرنے کی پھر کوشش
کی مگر بنی اوس کے انصار کے بعیت کر لینے کے بعد یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

جناب امیر اُسوقت موجود نہ تھے نہ اُن سے رائے لینے کی مہلت مل سکی۔ یہ اسلام کی تو
اندرونی حالت تھی۔ بیرونی حالات یہ تھے کہ عرب میں جوشِ ارتداد والحاد پھیلا ہوا تھا۔
ایک طرف عرب کے یہود ونصاریٰ جو اسلام کی اشاعت کی ابتدا ہی سے مزاحم تھے
مخالفت پر کمر بستہ تھے۔ دوسری طرف مدعیانِ نبوت برسرِ پرخاش تھے جنکی تنبیہ کے لیے
خود آنحضرت ایک لشکر بسرداری اُسامہ ابن زید مدینہ سے روانہ فرما چکے تھے۔ خود
مسلمانوں میں بھی بعض قبائل اسلام سے برگشتہ ہو گئے تھے اور ہوتے چلے جاتے تھے
بعض منافق اور مولفۃ القلوب تذبذب کے بھنور میں گرفتار تھے صرف وہ مسلمان اسلام
کی محبت میں ثابت قدم تھے جو فتح مکہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے جنکی
تعداد پندرہ سولہ سو سے زیادہ نہ تھی انھیں سے بعض مہاجرین وبعض انصار تھے جبکہ
اس مختصر جماعت میں خلافت کے لیے تکرار شروع ہو چلی تھی تو اگر فوری حضرت ابوبکر کے
ہاتھ پر بیعت نہ واقع ہو جاتی اور مہاجرین انصار ایک خلیفہ پر اجماع نہ کر لیتے تو سب سے پہلے
مہاجرین وانصار میں تلوار چل جاتی جس سے اسلام کا آیندہ اتفاق بھی ہاتھ سے
جاتا رہتا اگر ایسے نازک وقت میں حضرت ابوبکر سقیفۂ بنی ساعدہ میں نہ پہونچ جاتے
اور آنحضرت کی تجہیز وتکفین کے انتظار میں بیٹھے رہتے یا سقیفہ میں پہونچکر بیعت لینا
تھوڑی دیر کے لیے روک دیتے تو ایک عظیم الشان تفرقہ امت محمدیہ میں پیدا ہو جاتا
پھر اُسکی اصلاح اگر غیر ممکن نہ ہوتی تو دشوار ضرور ہو جاتی۔ اس سب کے علاوہ اگر
ایسے نازک وقت میں جناب امیر کے ہاتھ پر بیعت واقع ہوتی تو اکثر بنی امیہ جو ابتدا
ہی سے جناب امیر سے جلتے تھے یا منافقین بوجہ اس کے کہ جناب امیر کے ہاتھوں
سے عتبہ ابن ربیعہ اور شیبہ ابن الولید ایسے سرداران بنی امیہ یا عمر ابن عبد ود اور
اُنھیں کے مثل کفار غزوات میں مارے جا چکے تھے ضرور بگڑ جاتے اور اسلام میں تفرقہ
ڈالدیتے۔ بنی امیہ وغیرہ کو اپنے اعزا واقارب کے قاتل کے ہاتھ پر بیعت کر لینا

کب گوارا ہوسکتا تھا بنی ہاشم و بنی امیہ میں قدیم سے چشمک بھی چلی آتی تھی آنحضرت کو ابوسفیان نے جیسا کچھ پریشان کیا وہ ظاہر ہے اگر ایسے نازک وقت میں جناب امیر خلیفہ ہوجاتے اور کوئی اندرونی جھگڑا جمل و صفین کا ایسا برپا ہوجاتا تو بیرونی دشمنان دین اور مرتدان عرب و مدعیان نبوت کا دفعیہ تو درکنار صحابہ کبار کو خانہ جنگیوں سے دم بھر کی مہلت نہ ملتی یہی خاص مصلحت تھی جو صحابہ کو جناب امیر کی بیعت سے مانع رہی ان واقعات سے بالکل چشم پوشی کرنا اور جو کچھ منھ میں آئے کہہ گزرنا خلاف انصاف معلوم ہوتا ہے حضرات شیخین نہ غاصب تھے اور نہ کسی کا حق چھیننا چاہتے تھے جو کچھ انھوں نے اُسوقت کیا وہ مقتضائے وقت و مصلحت تھا اُنکی نیت بالکل نیک تھی اسی نیک نیتی کی بدولت خدا نے اُن کو وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کا صلہ عطا فرمایا تھا چونکہ ذوالفقار حیدری بعض مولفۃ القلوب ور منافقین کے خویش و اقارب سے ابھی تک تر تھی اسلیے بنظر حفظ ماتقدم حضرت ابوبکر نے جناب امیر کو چھوڑ کر حضرت عمر کو اپنے بعد خلیفہ بنایا اور اسی احتیاط کو مدنظر رکھ کر حضرت عمر نے اپنے بعد خلیفہ بنانے کا کام مجلس شوریٰ کے سپرد کیا اور امر خلافت بوجوہ جیسا کہ ہم خلافت حضرت عثمان میں لکھ چکے ہیں اُنھیں پر منتقل ہوا جناب امیر کو بھی خلافت کی خواہش ضرور تھی لیکن یہ خواہش اس غرض سے نہ تھی کہ اُنکو دنیوی سلطنت حاصل ہوجائے بلکہ اُن کا منشا یہ تھا کہ اس امر میں بھی متابعت نبوی حاصل ہوجائے اور جسطرح لوگوں نے آپکی ولایت سے باطنی عظیم الشان فوائد حاصل کیے ہیں اسی طرح سے خلافت سے بھی کہ جو پرتو مقام نبوت رسول الٰہی ہے فوائد و منافع حاصل کریں۔

تاریخی واقعات اگر بنظر انصاف دیکھے جائیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے خوشی اور رضامندی سے خلافت حاصل نہیں کی بلکہ ایسے نازک موقعہ پر جبکہ خانہ جنگیوں کی چھڑ جانے کا احتمال تھا مجبوراً انھوں نے اسکو منظور کر لیا تھا اور جو خطرناک امور سامنے آرہے تھے اُنکو دفع کرکے اسلام پر احسان کیا اسلامی خلافت میں اُس وقت

عیش و عشرت کے سامان موجود نہ تھے جنکی اُنکو طمع پیدا ہوتی خلافت بہت بڑی ذمہ داری کا کام تھا اُسوقت سنہری یا پھولوں کی سجی ہوئی سیج نہ تھی بجائے اُس کے کانٹوں کا بچھونا تھا تمام عرب میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک ارتداد و الحاد و بغاوت پھیل گئی تھی جسکے متعلق علامہ ابن خلدون اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بعض قبیلے پورے اور بعض آدھے مرتد ہو گئے تھے طلیحہ کی نبوت پر بنی طے اور بنی اسد نے اتفاق کر لیا تھا غطفان مرتد بن بیٹھے تھے ہوازن کے لوگوں نے زکوۃ دینا بند کر دی تھی۔ بنی سلیم کے گروہ سے بھی بعض مرتد ہو گئے تھے اسی طرح اکثر لوگ بغاوت پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اسود عنسی یمن میں مسیلمہ کذاب یمامہ میں طلیحہ ابن خویلد بنی اسد میں نبوت کے دعویدار کھڑے ہو گئے تھے۔ بنی غطفان کی عورت سجاح بنت الحارث نے بھی نبوت کا دعوی کیا تھا اور بنی تغلب سے ہذیل ابن عمران اور قبیلہ نمر سے عقبہ ابن ہلال اور شیبان کے لوگوں میں سے زید ابن ہلال اُسکے ساتھ ہو گئے تھے اس عورت نے اس جمعیت کے ساتھ جزیرہ سے مدینہ کی طرف خروج کیا تھا کہ لوگ بھی لگڑنے کو تیار تھے جسکا تذکرہ ابن اثیر نے بھی اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ صرف ایک مدینہ منورہ باقی رہ گیا تھا اس کو بھی دشمنان اسلام نے ہر چہار جانب سے گھیر لیا تھا اور یہ بھی اندرونی فساد سے معرض خوف و خطر میں تھا۔ ایسے وقت میں حضرات شیخین کی زبردست تدبیروں نے نہ صرف عربوں کے بحیین اور خود سر طبائع کو قابو میں رکھا بلکہ شام اور مصر اور ایران ایسی عظیم الشان سلطنتوں کو فتح کر کے جولانگاہ اسلام بنا دیا ایسی صورت میں حضرات شیخین پر اگر کوئی الزام لگایا جا سکتا ہے تو یہ کہ انھوں نے ایسے شورش ناک وقت میں اسلام کو بغاوت اور فساد سے کیوں بچایا اور انھوں نے وہ اسلامی سلطنت جسکی وجہ سے مسلمان آج تک مسلمان کہلاتے ہیں کیوں قائم کی اُنکے اخلاق حسنہ عمدہ چال چلن بے نظیر اور حیرت انگیز کارناموں کو تمام دنیا مانتی آئی۔ گبن کارلائل اور سر ولیم میور جیسے عیسائی مورخ باوجود مخالف مذہب کے بھی حضرت شیخین کو نہایت

عزت سے یاد کرتے ہیں۔ نہایت افسوس اور شرم کی بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ان حضرات کے حضور میں گستاخانہ پیش آنے کو اور ان کی شان میں کلمات شنیعہ استعمال کرنے کو فرائض مذہبی کا ایک جزو اور باعث نجات آخرت سمجھتا ہے۔ خدا کا کلام تو بآواز بلند اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ یہ حضرات سابق الاسلام تھے مہاجر تھے بدری تھے اور بیعت الرضوان میں داخل تھے ان جلیل القدر عظیم المرتبت حضرات نے بلا دنیاوی غرض کے خالصاً لوجہ اللہ اسلام قبول کیا تھا اور خدا کی خوشنودی کے لیے اپنے اعزا و اقارب کو چھوڑ کر آنحضرت پر جان و مال فدا کیا اور قوم اور ملک کے ہاتھوں سے ظلم اور اذیتیں اٹھائیں فقر اور فاقہ گوارا کیا۔ یہی حضرات کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اور وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض اور والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اور لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ اور والذین ھاجروا من بعد ما ظلموا لنبوئنھم اور والسابقون السابقون اولئک المقربون فی جنات النعیم اور الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار کے مصداق تھے۔ لہذا یہ کسی طرح سے سمجھ میں نہیں آتا کہ کلام مجید کے مخالف کونسا ایسا ثبوت قطعی پیش کیا جا سکتا ہے کہ جس سے ان حضرات کے نقائص ثابت کیے جائیں کیا قرآنی نصوص صریحہ کو کوئی حجت باطل بھی کر سکتی ہے۔ احراق مکان حضرت سیدہ فاطمہ کا بے بنیاد الزام جس کا سر ولیم میور ایسا متعصب مخالف مذہب اسلام مورخ بھی قائل نہیں اسکا ان بزرگوں کی طرف عاید کر کے بدگمان ہو جانا نہایت عقل و انصاف سے بعید ہے۔ آیات قرآنیہ یقینی اور ان کے احکام قطعی ہیں

اخبار و آثار ظنیت کے درجہ سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں اگرچہ راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں پس جو شخص کہ نصوص صریحیہ کو چھوڑ کر روایات کا تتبع کرے وہ بجز اسکے کہ چاہ ضلالت میں گرے اور کیا ہو سکتا ہے جن آثار سے انکی شکر رنجیاں یا مشاجرات ثابت ہوتے ہیں وہ آثار یا تو موضوعات سے ہیں یا آحاد سے کوئی اثر متواترات کی حد تک نہیں کیا صحت کے درجہ تک بھی نہیں پہونچ سکتا۔ لہذا ایسے ظنیات و رشکیات و رہمیات کا تتبع کرنا اور نصوص قرآنیہ اور دلائل یقینیہ کو جن سے ان صحابہ کے فضائل و مناقب ثابت ہوتے ہیں نہ ماننا بالکل خلاف دیانت معلوم ہوتا ہے قصص و آثار کا حال تو یہ ہوا کرتا ہے کہ ایک شخص ایک قصہ کو روایت کرتا ہے سننے والا اسکو آنکھ بند کر کے سنتا ہے پھر وہ اس اصل پر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر ایک تیسرے شخص سے نقل کرتا ہے تیسرا اپنی طرف سے کچھ بڑھا کر چوتھے کو سناتا ہے یہاں تک کہ نقل ہوتے ہوتے اس قصہ کی اصلی حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے اور اصل کے مخالف ایک بالکل نیا قصہ بنجاتا ہے جسکو ناسمجھ آدمی سنکے یقین کر لیتا ہے اور آنحضرت سے بدگمان ہو کر اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ حضرات ایسے ہی تھے جیسا کہ ایک گروہ قائل ہے تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب امیر نے انکو آنحضرت کے ممبر پر کیوں بیٹھنے دیا اور آنحضرت کے مرقد اطہر کے پہلو میں جو روضۃ من ریاض الجنۃ ہے کیوں دفن ہونے دیا اگر یہ کہا جائے کہ جناب امیر نے تقیہ کیا تھا یہ تو کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ یہ حضرات جناب امیر ایسے اشجع عرب سے فدک چھین لیں خلافت غصب کریں بیٹی چھین لیں گھر جلا دیں اور جناب امیر انکا منھ دیکھتے رہجائیں اور بنی ہاشم میں سے کوئی بھی بر سر غیرت نہ آئے اور قومی اور اسلامی ذلت کو اپنے اوپر گوارہ کرے جناب امام حسین علیہ السلام نے تو اپنا سر اقدس محض اس بنا پر کٹوا کر اپنا گھر جلوا یا تھا کہ بادشاہ وقت اصول اسلام کی خلاف ورزی میں سرگرم تھا جس سے دین اسلام کا استخفاف ظاہر ہوتا تھا وہ ایسی حالت میں انکو اپنا متبع کرنے میں کوشاں تھا حضرت امام علیہ السلام نے چند نو عمر آدمیوں کے ساتھ

نکلکر جہاد کرکے اپنے کو ختم کردیا۔ اسی خیال سے یہ امر کسی طرح ذہن میں نہیں آتا ہے کہ جناب
امیر زندہ ہوں اور انکے سامنے انکا گھر جلادیا جاے اور پھر وہ گھر جسمیں حضرت فاطمہ مقیم
ہوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق اگر کچھ کہا جاسکتا ہے تو یہ کہ فدک کے معاملہ
میں ان سے خطاے اجتہادی سرزد ہوئی وہ مجتہد تھے معصوم نہیں تھے اور المجتہد قد یخطی
وقد یصیب مخبر صادق کا ارشاد ہے حضرت ابوبکر نے نص انی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل
حظ الانثیین کے مقابلہ میں حدیث ما ترکناہ الاصدقۃ پر عمل کیا یہ عمل انکا نعوذباللہ
بدخواہی سے نہ تھا انھوں نے ازواج مطہرات کو جنمیں انکی بیٹی حضرت عائشہ بھی تھیں میراث سے
محروم رکھا اگر محض حضرت فاطمہ کی بدخواہی ہوتی تو وہ حضرت عائشہ کو کیوں محروم رکھتے
انکے بعد حضرت عمر نے فدک کا انتظام اپنے زمانہ خلافت میں جناب امیر کے سپرد کردیا۔ یہ تمام
واقعات بخاری وغیرہ میں موجود ہیں جہانتک سچی روایات کا تتبع کیا جاتا ہے اس سے
تو معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کرام ان بزرگوں کو کلمات خیر سے یاد فرماتے تھے چنانچہ حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام اکثر فخر یہ فرمایا کرتے تھے ولدنی ابوبکر مرتین یعنی ابوبکر نے مجھکو
دو مرتبہ جنا ہے اسکی وجہ عبدالرؤف مناوی طبقات الکبری میں اور شمس الدین ذہبی طبقات الحفاظ
میں لکھتے ہیں کہ جناب امام جعفر صادق علیہ وعلی آبائہ السلام کی والدہ فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابی بکر
صدیق تھیں اور حضرت قاسم کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمن ابن حضرت ابی بکر صدیق
رضی اللہ عنہا تھیں اسی لیے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام یہ فرمایا کرتے تھے۔ ظاہر ہے
کہ نسب میں اسی پر فخر کیا جاتا ہے جو قابل فخر ہو۔ اسی طرح مروی ہے کہ کسی شخص نے حضرت
امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یا ابن رسول اللہ آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر
رضی اللہ عنہم کے بارہ میں کیا کہتے ہیں حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا وہ دونوں امام
عادل تھے حق پر تھے اور حق پر انھوں نے انتقال کیا۔ مولوی سید محمد مجتہد نے اپنی کتاب
ادلۂ تقیہ فی اثبات تقیہ میں حضرت امام کے اس ارشاد کو لکھ کر ایک دراز کار طویل تاویل

لکھی ہے اگر ایسی ہی تاویلیں ہر کلام میں پیدا کی جائیں تو شاید ہی کسی کلام سے صحیح معنی پیدا ہو سکیں
بحار الانوار میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ عیاشی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے
ہیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا اللھم اعز الاسلام بعمر ابن الخطاب او بعمر ابن ھشام
یعنے بار آلہا اسلام کو بوجہ عمر ابن الخطاب یا عمر ابن ہشام (ابوجہل) کے غالب کر۔ علامۂ ذہبی
کاشف میں شیخ اجلح بن عبداللہ کندی شیعی کا قول بروایت قاضی شریک لکھتے ہیں کہ اجلح کہا
کرتے تھے کہ جس کسی نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر سب کی وہ یا تو محتاج ہو گیا یا مارا
گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعان اولیٰ سب شیخین کو نہایت ہی برا جانتے تھے۔ آپ میں
کسی طرح کا شک نہیں کیا جا سکتا کہ وہ صدیق تھے اور آنحضرت کے یار غار اور خدا کے
خاص بندے تھے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

سیاست وانتظام مدن

ملکی نظم ونسق جناب امیر کرم اللہ وجہہ انتظام مملکت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نقش قدم
پر چلنا چاہتے تھے اس زمانہ کے انتظامات میں کسی قسم کا تغیر کرنا پسند نہ کرتے تھے ایک
مرتبہ نجران کے یہودیوں نے جنکو حضرت عمر نے حجاز سے جلاوطن کرکے نجران میں آباد
کرایا تھا نہایت لجاجت سے جناب امیر سے اپنے قدیم وطن میں واپس جانے کی درخواست
کی جناب امیر نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ عمر سے زیادہ کون صحیح الرائے ہو سکتا
ہے (کتاب الخراج لامام ابی یوسف ومصنف ابن ابی شیبہ)۔

عمال کی نگرانی ملکی نظم ونسق کے سلسلہ میں سب سے اہم چیز عمال کی نگہداشت اور اُن کے کام
کو دیکھنا ہے۔ جناب امیر کو اس امر میں خاص اہتمام مد نظر رہتا جب کسی عامل کو مقرر فرماتے
تو پہلے بلاکر نہایت مفید وگراں بہا نصائح فرماتے اور محض اسی پر اکتفا نہیں کرتے تھے
بلکہ عمال وحکام کے طرز عمل کی تحقیقات بھی کرتے تھے حضرت کعب ابن مالک کو جس فرمان کے

ذریعہ سے اس اہم کام پر مامور کیا تھا اُن کے چند ابتدائی فقرے یہ ہیں "تم اپنے ساتھیوں کا ایک گروہ لے کر روانہ ہو جاؤ اور عراق کے ہر ضلع میں پھر کر عمال کی تحقیقات کرو اور اُن کی روش پر غائر نظر ڈالو" جناب امیر بطور خود اس شدت کے ساتھ عمال سے باز پرس کرتے کہ لوگ خائف ہو کر بھاگ جاتے۔ ایک مرتبہ اردشیر کے عامل مصقلہ نے بیت المال سے قرض لے کر پانچسو لونڈی اور غلام خرید کر کے آزاد کیے کچھ دنوں کے بعد جناب امیر نے اس رقم کا مطالبہ کیا مصقلہ کہنے لگے خدا کی قسم حضرت عثمان کے نزدیک اس رقم کا چھوڑ دینا کوئی بات نہ تھی لیکن یہ تو ایک ایک حبہ کا تقاضا کرتے ہیں مصقلہ ناداری کی وجہ سے مجبور ہو کر معاویہ کے پاس چلے گئے۔ باز پرس کے عام اصول سے مخصوص اعزہ و اقارب بھی مستثنیٰ نہ تھے حضرت عبداللہ ابن عباس جو جناب امیر کے ابن عم اور بصرہ کے عامل تھے انھوں نے ایک مرتبہ بیت المال سے ایک معتد بہ رقم لے لی تھی جناب امیر نے چشم نمائی کی تو جواب دیا کہ میں نے تو ابھی اپنا پورا حق نہیں لیا لیکن باوجود اس جواب کے وہ خائف ہو کر بصرہ سے مکہ معظمہ چلے گئے (کتاب الخراج لامام ابی یوسف و تاریخ طبری)

رعایا پر شفقت | جناب امیر کا وجود باجود رعایا کے لیے آیۂ رحمت تھا بیت المال کے دروازہ غربا و مساکین کے لیے کھلے رہتے جو رقم بیت المال میں جمع ہوتی نہایت فیاضی کے ساتھ رعایا پر تقسیم ہو جاتی۔ ذمیوں کے ساتھ نہایت شفقت آمیز برتاؤ رکھتے ایران میں مخفی سازشوں کی وجہ سے بارہا بغاوتیں ہوئیں لیکن جناب امیر نے ہمیشہ نہایت ترحم سے کام لیا یہانتک کہ ایرانی اس لطف و شفقت سے متاثر ہو کر کہتے تھے کہ خدا کی قسم اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کر دی

فوجی انتظامات | جناب امیر خود نہایت شجاع اور مرد میدان تھے اسلیے قدرتاً فوج میں ہر دلعزیزی حاصل تھی مسلسل خانہ جنگیوں اور بغاوتوں کی وجہ سے اُن کو مخصوص انتظامات کی ضرورت پیش آئی مثلاً ملک کے اُس حصہ پر جو شام سے متصل تھا اُسمیں نہایت کثرت سے

فوجی چوکیاں قائم کیں سنہ ۴۲ھ میں جب معاویہ نے اپنی فوج کو متعدد حصوں پر تقسیم کر کے عراق پر عام یورش کی تو پہلے ان ہی سرحدی فوجوں نے انکو آگے بڑھنے سے روکا اسی طرح ایران کی مسلسل شورش کی وجہ سے بیت المال اور عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لیے نہایت مستحکم قلعہ بنوائے جناب امیر کے عامل زیاد نے اصطخر میں جو قطعہ تعمیر کرایا اُسکا نام حصن زیاد تھا اسی طرح جنگی تعمیرات کے سلسلہ میں دریائے فرات کا پل بھی جو معرکۂ صفین میں فوجی ضروریات کے لیے تعمیر ہوا تھا قابل ذکر ہے (طبری)

ہدایات متعلق بہ میدان جنگ

جناب امیر کی فوجیں جب بروز جمل وصفین و نہروان میدان جنگ میں مخالفین کے مقابلہ کے لیے نکلتیں تو آپ اپنے اصحاب کو خدا ترسی اور پرہیزگاری کی نصیحت کیا کرتے اور باہمی اتفاق قائم رکھنے کے لیے یہ آیت پڑھکر سناتے ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم واصبروا ان الله مع الصابرين یعنی آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ جھگڑا کرنے والوں سے تم ہار جاؤ گے اور تمھاری ہوا بگڑ جائے گی تکلیفوں پر صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جب لڑائی شروع ہونے والی ہوتی تو حسب ذیل ہدایتیں کرتے۔ (۱) جب تک مخالفین جنگ کی ابتدا نکریں تم اُن سے ہرگز نہ لڑو (۲) بھاگتے ہوئے کا تعاقب نہ کرو (۳) زخمی کو قتل نہ کرو (۴) کسی کی پردہ دری نکرو (۵) مقتولین کے ناک کان نہ کاٹو (ابن خلدون)۔

انتظامات متعلق بصیغۂ مال

جناب امیر نے صیغۂ مال میں خاص خاص اصلاحیں کیں اس سے قبل جنگل سے کسی قسم کا فائدہ نہیں حاصل کیا جاتا تھا اس عہد میں جنگلات بھی محاصل ملکی کے ضمن میں داخل کیے گئے چنانچہ برس[1] کے جنگل پر چار ہزار درہم مالگذاری تشخیص کی گئی۔ عہد نبوی میں گھوڑا زکوۃ

[1] برس بفتح اول وسکون دوم وسین بے نقطہ فارسی اُس لکڑی کو کہتے ہیں کہ جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ جس میں رسی باندھی جاتی ہے اور بالکسر پہاڑی درخت ہوتے ہیں مثل سرو کے فرہنگ آنندراج میں ایسا ہی ہے ۱۲ مؤلف۔

سے مستثنیٰ تھا جب عہد فاروقی میں عام طور پر اسکی تجارت ہونے لگی تو اس پر زکوۃ مقرر ہوئی۔ جناب امیر نے اسکو موقوف کر دیا کیونکہ تمدنی اور جنگی فوائد کے لحاظ سے گھوڑوں کی افزائش نسل میں سہولت بہم پہنچانا ضروری تھا۔ محاصل ملکی وصول کرنے میں جناب امیر سخت تھے لیکن اسی کے ساتھ فلاح و بہبودی کا بھی خیال تھا معذور اور نادار آدمیوں کے ساتھ کسی قسم کی سختی نہیں کیجاتی تھی یہانتک کہ محتاج ذمی اور غیر مذہب کے دینی پیشوا بھی جزیہ سے مستثنیٰ کر دیے گئے تھے (کتاب الخراج لامام ابی یوسف)

مال غنیمت کی تقسیم | غنیمت اُس مال کو کہتے ہیں جو دشمن کی فوج سے حاصل ہو۔ آنحضرتؐ کے زمانہ میں اسکی تقسیم کا یہ دستور تھا کہ مقتول کا گھوڑا اور ہتھیار قاتل کو ملتے اور باقی مال جمع کر کے ایک خمس بیت المال میں بھیجا جاتا اور چار خمس فوج میں تقسیم ہوتے اس تقسیم میں سوار کے دو حصہ اور پیدل کا ایک حصہ ہوتا اور جو خمس بیت المال میں بھیجا جاتا اُسکے مصارف کی پانچ مدیں حسب تفصیل ذیل تھیں۔

(۱) ایک حصہ اللہ و اُسکے رسول کا (۲) ایک حصہ ذوی القربیٰ بنی ہاشم و بنی مطلب کا (۳) تین حصے یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔

خلفائے ثلثہ کے عہد میں پہلے دو حصہ ساقط ہو کر خمس کی تقسیم آخری تین حصوں پر قائم رہی جناب امیر کو اگرچہ اس تقسیم سے اختلاف تھا اور وہ آنحضرتؐ کی تقسیم کو پسند کرتے تھے لیکن عملی صورت سے انھوں نے خلفائے ثلثہ کی مخالفت نہیں کی (کتاب الخراج لامام ابی یوسف)

خراج کی تقسیم | خراج اور فے اُس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بغیر جنگ کے حاصل ہو اس مال میں سے مویشی اور اسباب حاضرین لشکر کو تقسیم کر دیا جاتا تھا اور اراضیات خالصہ سرکار متصور ہو کر انکا خراج بیت المال میں جمع ہوتا تھا پھر عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس آمدنی کو تمام مسلمانوں میں بحصۂ رسدی تقسیم کر دیا کرتے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تفریق مراتب کے لحاظ سے اُسکی تقسیم کا قاعدہ مقرر کر دیا تھا سبقت فی الاسلام شرافت نسب اور فوجی خدمات کو اس تقسیم کی کمی بیشی کا معیار قرار دیا تھا حضرات شیعہ کی روایت سے

معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیرؑ فے کی آمدنی کو موافق سنت نبوی تمام مسلمانوں میں بحصۂ مساوی تقسیم کردیا کرتے تھے۔ اس معاملہ میں اُنھوں نے حضرت عمر کے قواعد کی پابندی نہیں کی تھی تحصیل خراج میں جناب امیرؑ ہمیشہ اپنے عاملوں کو تاکید فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہیں مسلمانوں کو تکلیف نہ دیں حق مقررہ سے زیادہ نہ لیں کسی کے ساتھ سختی نہ کریں حتی الامکان نرمی سے کام نکالیں جسکا خراج باقی رہ جائے اُسکی گرمی اور سردی کے کپڑے بہ علت بقایا فروخت نہ کر ڈالیں جن غلاموں اور جانوروں سے وہ کاروبار کرتے ہوں اُن کو نہ بکوائیں وصول مالگذاری کے لیے کوڑے لگانے کی سخت ممانعت تھی۔ مالگذاری کی جو شرحیں مقرر تھیں اُنکی تفصیل مضافات مدائن کی چار نہروں بہقانات۔ نہر سیر۔ نہر جور۔ نہر الملک کی مالگذاری پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ ان شہروں میں اراضیات کا لگان حسب تفصیل لیا جاتا ہے۔

گنجان زراعت پر فی جریب (پون بیگہ پختہ) ۱½ درہم۔ اوسط پر ۱ درہم۔ ناقص پر ½ درہم انگور پر ۱۰ درہم۔ نخلستان پر ۱۰ درہم اور جو درخت دیہات میں متفرق ہوتے وہ مسافروں کے فائدہ کے لیے تشخیص سے خارج رکھے جاتے۔

صدقات و جزیہ صدقہ و جزیہ دونوں ایک قسم کے سالانہ ٹیکس ہیں انہیں سے صدقہ کو زکوۃ بھی کہتے ہیں زکوۃ مسلمانوں سے مخصوص تھی اُنکی ہر قسم کی جائداد مثل سونا۔ چاندی۔ اونٹ۔ بکری۔ گھوڑے سے حساب کرکے لیجاتی تھی۔ جزیہ اُن غیر مسلم اشخاص سے متعلق تھا جو مسلمانوں کی حفاظت و حمایت میں رہتے تھے یہ لوگ ایک مقررہ رقم ادا کرتے تھے اور اُنکی جائداد خواہ کتنی ہی کثیر التعداد کیوں نہ ہو اس سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا تھا جزیہ کی شرح فی کس حسب ذیل مقرر تھی۔ امراء سے فی کس ۴۸ درہم اوسط الناس و تجار سے فی کس ۲۴ درہم۔ عامۂ خلائق سے فی کس ۱۲ درہم۔ وصولی کے وقت کم استطاعت اور مساکین سے درگذر کیا جاتا۔ عام طور پر حسب ذیل اشخاص اداے جزیہ سے معاف تھے۔

(۱) تیس برس سے کم عمر کا آدمی (۲) پچاس برس سے زیادہ عمر کا آدمی (۳) عورتیں (۴) مفلوج (۵) معطل العضو یعنی جسکے ہاتھ پاؤں بیکار ہو گئے ہوں (۶) نابینا (۷) مجنوں (۸) مفلس جس کے پاس دو سو درہم سے کم ہوں۔

صدقہ کی آمدنی فقرا، مساکین۔ عاملین صدقہ۔ مؤلفۃ القلوب۔ غلاموں کی آزادی۔ قرضوں کی ادائی۔ مجاہدین اور مسافرین وغیرہ کی مدمیں صرف ہوتی تھی۔ جزیہ کا روپیہ لشکر کی آراستگی سرحد کی حفاظت۔ قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتا تھا اور جو اس سے بچ رہتا تھا وہ سڑکوں اور پلوں کی تیاری اور سررشتۂ تعلیم کے کام میں آتا تھا اور اس تجویز سے غیر مسلم اشخاص کو بھی جزیہ کے مصارف سے فائدہ پہونچتا تھا (کتاب الخراج لامام ابی یوسف) ملک کی آبادی اور خوشحالی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مضافات مدائن کے عامل نے صرف چار شہروں سے ایک کرور اسّی لاکھ درہم ایک سال میں وصول کیے تھے۔

قوانین کی کیفیت | جناب امیر کو بوجہ مسلسل لڑائیوں کے جاری رہنے کے لیے جوڑے قوانین بنانے کا موقع نہیں ملا حضرت عمر کے زمانہ میں جو قوانین جاری ہوئے تھے وہی جناب امیر نے بھی جاری رکھے۔ حضرات شیعہ ان قوانین میں رد و بدل نہ ہونے کو تقیہ پر محمول کرتے ہیں اور قاضی شریح کے بحال رہنے کو اپنے دعوے کی دلیل سمجھتے ہیں شریح کوفہ کے قاضی تھے حضرت عمر کے زمانہ سے وہ اس عہدہ پر مامور چلے آتے تھے جناب امیر جب کوفہ پہونچے اور قاضی شریح کے بعض فیصلہ جات جناب امیر کو غلط معلوم ہوئے تو آپ نے انکو معزول کر دینے کا ارادہ کیا لیکن کوفیوں نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم حضرت عمر فاروق کے مقرر کیے ہوئے قاضی کی معزولی سے رضامند نہیں ہیں تب جناب امیر بخوف فتنہ خاموش ہو رہے جناب امیر ایسے جامع الفضائل والکمالات شخص کے افعال کو تقیہ پر محمول کرنا کسی طرح خیال میں نہیں آتا۔

مذہبی جذبات | امام وقت کا سب سے اہم فرض مذہب کی اشاعت اور تبلیغ اور خود مسلمانوں کی

مذہبی تعلیم ہے۔ جناب امیر سے علمی و عملی تعلیم جس طرح اور جس قدر ہوئی اُسکی مفصل کیفیت ناظرین جلد ثانی کتاب ہذا موسومہ بہ نفائس المنن فی ذکر فضائل ابی الحسن میں ملاحظہ کر سکیں گے جس سے بخوبی واضح ہو جائیگا کہ تمام علوم ظاہری و باطنی شریعت و طریقت معرفت و حقیقت کا مبداء و منتہا جناب امیر ہی کی ذات ستودہ صفات ہے مذہب کی اشاعت اور تبلیغ کے خدمات میں جناب امیر عہد رسالت ہی سے پیش پیش تھے یمن میں اسلام انھیں کی کوشش سے پھیلا سورہ برأت جب نازل ہوئی تو اُسکی اشاعت اور تبلیغ کی خدمت انھیں کے سپرد ہوئی مسند خلافت پر جسوقت سے قدم رکھا تو خانہ جنگیوں میں گرچہ زیادہ مصروف رہے تاہم اس فرض سے غافل نہ رہے۔ ایران اور آرمینیا میں بعض نو مسلم عیسائی مرتد ہو گئے جناب امیر نے سختی کے ساتھ اُن کی سرکوبی کی چنانچہ انہیں سے اکثر تائب ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسکے علاوہ خارجیوں کی سرکوبی اور بعض سبائی جو غلو کر کے جناب امیر کو خدا کہنے لگے تھے اُنکو سزا دینا بھی درصل مذہب کی ایک بڑی خدمت تھی۔

حدود و تعزیری سزائیں انکا تعلق بھی مذہبی خدمات سے ہے جناب امیر نے قوم کی اخلاقی نگرانی کا بھی نہایت سختی کے ساتھ خیال رکھا مجرموں کو عبرت انگیز سزائیں دیں جرم کی نوعیت کے لحاظ سے نئی سزائیں ایجاد کیں جو ان سے پیشتر اسلام میں رائج نہ تھیں۔ مثلاً زندہ جلانا مسمار کر دینا چوری کے علاوہ دوسرے جرم میں بھی ہاتھ کاٹنا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس سے یہ قیاس نہ کرنا چاہیے کہ جناب امیر حدود کے اجرا میں کسی اصول کے پابند نہیں تھے زندہ جلا دینے کی سزا چند زندیقوں کو دی تھی حضرت ابن عباس نے جب بیان کیا کہ آنحضرت نے اس سزا کی ممانعت فرمائی تھی تو جناب امیر نے اس فعل پر اظہار ندامت کیا (ترمذی)۔

شراب نوشی کی سزا میں کوڑوں کی تعداد متعین نہ تھی جناب امیر نے اس کے لیے اسّی کوڑے تجویز کیے (تاریخ الخراج لابی یوسف) ایک مرتبہ ایک شخص نے رمضان میں شراب پی

نواسی کوڑے کے بجائے سو کوڑے لگوائے اسلیے کہ اُسنے بادہ نوشی کے ساتھ رمضان کی بے حرمتی کی تھی (ابوداؤد) دُرّہ مارنے والوں کو ہدایت تھی کہ چہرہ اور شرمگاہ کے علاوہ تمام جسم پر کوڑے مار سکتے ہیں عورتوں کے لیے حکم تھا کہ اُنکو بٹھا کر ماریں اور کپڑے سے تمام جسم کو اسطرح چھپا دیں کہ کوئی عضو بے ستر نہ ہونے پائے اسی طرح رجم کی صورت میں عورت کو ناف تک زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا۔ اقرار جرم کی حالت میں صرف ایک مرتبہ اقرار کر لینا کافی نہ تھا چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ امیر المومنین میں نے چوری کی ہے جناب امیر نے صرف ایک مرتبہ غضب آلود نگاہ ڈالکر اُسکو واپس کر دیا لیکن جب اُسنے پھر حاضر ہو کر بکرر اقرار جرم کیا تب فرمایا کہ تم نے اپنا جرم ثابت کر دیا اُسوقت اُسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جرم کا ارادہ یا اُسکے لیے عمل ابتدائی قبل از وقوع جرم انسان کو مجرم نہیں بنا سکتا۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک مکان میں نقب لگائی اور چوری کرنے سے قبل پکڑا گیا جب جناب امیر کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے کسی قسم کی حد اُسپر نہیں لگائی دس درہم سے کم کی چوری کرنے میں ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ تھا۔ اسی طرح اگر مجرم نشہ کی حالت میں ہو تو نشہ اُترنے کا انتظار کیا جاتا تھا۔ اسی طرح جو عورتیں ناجائز حمل سے حاملہ ہوتی تھیں تو اُن پر حد جاری کرنے کے لیے وضع حمل کا انتظار کیا جاتا تھا تاکہ بچہ کو کوئی نقصان نہ پہونچے جسکا درحقیقت کوئی گناہ نہیں۔ عام قیدیوں کو بیت المال سے کھانا دیا جاتا تھا لیکن جو لوگ محض اپنے فسق و فجور سے نظر بند ہوتے تھے تو خود اُنکے مال سے اُنکے کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا تھا ورنہ بیت المال سے مقرر کر دیا جاتا (کتاب الخراج للامام ابی یوسف)

بیان شہادت جناب امیر علیہ السلام

قبل بیان وقوع واقعۂ شہادت جناب امیر سلام اللہ علیہ وعلی آلہ مورد آیۂ تطہیر احادیث

متعلق بہ اخبار شہادت نیز قاتل کا اشقی الآخرین ہونا خود جناب امیر کی جو پیشینگوئیاں متعلق بہ شہادت ہیں انکا بیان کر دینا ضروری ہے اس بنا پر کہ لوگوں نے بوجہ اپنی سخت بدنفسی و خبث باطنی خواہ مخواہ جناب علی مرتضیٰ کی ذات ستودہ صفات کو لائق بحث قرار دے لیا اور اپنی حروریت۔ ناصبیت اور اموریت کی وجہ سے اعتراضات کرنا شروع کر دیے فضائل مثبتہ صحیحہ حقہ میں بیجا تاویلات سے ضعف پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ایک طرف وقوع شہادت پر اظہار مسرت کیا جاتا ہے اور دوسری طرف متاخرین میں سے مثل ابن حزم اٹھتے ہیں وہ ابن ملجم ملعون کی خطاء اجتہادی کے قائل ہو جاتے ہیں فنعوذ باللہ من شرور ھا ومن سیئات اعمالہ اس لیے اولاً ہم احادیث لکھتے ہیں پھر تفصیلی واقعات شہادت بیان کریں گے و باللہ التوفیق والھادی الی سواء الطریق

احادیث متعلق بہ شہادت جناب امیر علیہ السلام

حضرت عمار ابن یاسر سے مروی ہے کہ ہم اور جناب امیر غزوۂ ذات العشیرہ میں باہم رفیق تھے۔ جب آنحضرت نے وہاں قیام اختیار کیا تو ہم نے بنی مدلج کے چند لوگوں کو ایک نخلستان میں چشمہ پر کچھ کام کرتے دیکھا مجھ سے جناب امیر فرمانے لگے اے ابا الیقظان اگر تمھارا منشاء ہو تو ہم اُن کے قریب جا کر دیکھیں کہ یہ کیا کام کر رہے ہیں ہم اُس طرف گئے اور تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے پھر ہم پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور ہم نخلستان کی مٹی کے ڈھیر پر سو رہے خدا کی قسم آنحضرت نے جب ہم کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا۔ ہم غبار میں اٹے ہوئے تھے اسی روز آنحضرت نے جناب امیر کو مٹی میں اٹا ہوا پا کر یا ابا تراب کے خطاب سے مخاطب فرما کر ارشاد کیا تھا کہ میں تم کو بدترین خلائق سے خبردار کر دوں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد ہو فرمایا کہ ایک تو قوم ثمود کا شخص جس نے حضرت صالح پیغمبر کی اونٹنی کی کونچ کاٹی تھی دوسرا اے علی وہ شخص جو تیرے سر کے ایک طرف ضرب لگائیگا جسکے خون سے تمھاری یہ داڑھی تر ہو جائے گی (مسند امام احمد و مستدرک حاکم و تاریخ ابن عساکر و ابن جریر طبری حاکم نے مستدرک

اس حدیث کی تصحیح بھی کی۔

حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جناب امیر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ ہرگز نہ مریں گے جب تک کہ زندگی سے بیزار نہ ہوجائینگے اور یہ نہ مریں گے مگر مقتول یعنے شہید ہوں گے (تاریخ ابن عساکر)

ابوالاسود دئلی کہتے ہیں کہ جناب امیر نے فرمایا کہ جب میں نے عراق کے سفر کے ارادہ سے رکاب میں پاؤں رکھا تو عبداللہ ابن سلام نے آکر مجھ سے پوچھا آپ کا قصد کہاں کا ہے میں نے کہا عراق کا کہنے لگے عراق آپ اسلیے جا رہے ہیں کہ وہاں تلوار کی دھار کا زخم پہونچے جناب امیر نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ یہ ہرگز نہ مریگا جبتک کہ زندگی سے بیزار نہ ہو جائے گا اور یہ مقتول ہوگا (مسند بزار و ابونعیم و کنز العمال)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جناب امیر سے بغلگیر ہو کر یہ فرماتے سنا ہے کہ میرا باپ قربان ہو یہ اکیلا شہید ہونے والا ہے (مسند ابو یعلی۔ و صواعق محرقہ)

جناب امیر فرماتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میری سنت پر قتل کیے جاؤ گے (کنز العمال)

حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ جناب امیر بیمار ہوے میں اُن کی عیادت کو گیا حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی اُن کے پاس بیٹھے ہوے تھے میں بھی بیٹھ گیا اتنے میں آنحضرت تشریف لائے اور جناب امیر کے چہرہ کو دیکھنے لگے حضرات ابوبکر و عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو انکی حالت سے خوف پیدا ہوگیا ہے آنحضرت نے فرمایا کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے یہ اُسوقت تک نہیں مرینگے جب تک کہ یہ زندگی سے بیزار نہیں ہوجائینگے اور یہ مقتول ہونگے (سنن دارقطنی و مستدرک حاکم و تاریخ ابن عساکر و کتاب الموافقہ لابن السمان)

فضالہ انصاری سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد ابوفضالہ انصاری بدری

کے ساتھ مقام ینبع میں جناب امیر کی عیادت کو گیا جناب امیر علیل تھے میرے والد نے اُن سے
عرض کیا کہ آپ یہاں کیوں مقیم ہیں اگر آپ کا یہاں انتقال ہو گیا تو جہینہ کے جنگلی بدؤں
کے علاوہ کوئی آپ کو دفن نہیں کرے گا میں آپ کو مدینہ تشریف لیے چلتا ہوں اگر آپ
وہاں انتقال فرمائینگے تو آپ کے دوست آپ کی تجہیز و تکفین کرینگے اور آپ پر نماز جنازہ
پڑھیں گے۔ جناب امیر اُن سے فرمانے لگے میں اس تکلیف سے نہیں مروں گا مجھ سے
آنحضرت نے عہد کیا کہ میں نہ مروں گا جب تک کہ میں مارا نہ جاؤں گا میری داڑھی
میرے سر کے خون سے رنگین نہ ہو جائے گی یہ قضا جاری ہو چکی ہے اور عہد بندھ چکا
ہے ابو فضالہ نے جناب امیر کے ساتھ جنگ صفین میں شہادت پائی (اس حدیث کی تخریج
ضحاک و بزار اور ابو نعیم نے دلائل میں کی اور رجال کو ثقات کہا ہے)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب امیر نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آپ نے
اُحد کے دن میری شہادت کو تاخیر میں ڈال کر فرمایا تھا کہ تیری شہادت آئندہ ہو گی اور
جو شہید ہونے والا ہے وہ شہید ہو گا پھر آنحضرت نے فرمایا کہ جب تیری یہ ڈاڑھی خون
سے رنگین ہو جائے گی تو تو کیونکر صبر کرے گا آنحضرت نے اپنے دست مبارک سے
جناب امیر کی داڑھی اور سر کی طرف اشارہ فرمایا تھا جناب امیر نے عرض کیا کہ جب
یہ بات میرے لیے ثابت ہو چکی تو اس سے زائد کون مسرت اور خوشی کی بات ہے
(کامل ابن اثیر)

جابر ابن سمرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جناب امیر سے فرمایا تم مومن مستخلف مقتول
ہو گے یہ داڑھی سر کے خون سے رنگین ہو گی (معجم کبیر طبرانی و دیلمی و کنز العمال)

جناب امیر کے قاتل کا اشقی الآخرین ہونا

حضرت صہیب سے مروی ہے کہ آنحضرت نے جناب امیر سے پوچھا
اے علی اشقی الاولین کون شخص ہے عرض کیا کہ جس نے حضرت صالح
کی اونٹنی کے پیر کاٹے تھے فرمایا سچ کہتے ہو پھر پوچھا اشقی الآخرین کون ہے عرض کیا

اللہ اور اُسکا رسول عالم تر ہے ۔ فرمایا وہ شخص ہے جو تیرے سر پر ضرب لگائیگا (طبری
و ابو یعلی و سیرت ملا عمر ادریلی)

ایک روایت میں جناب امیر سے اسقدر زائد مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم میں کا بدبخت اُٹھے اور اس داڑھی کو سر کے خون سے رنگین کردے (صواعق محرقہ)

جناب امیر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے اشقی الاولین کے متعلق پوچھا میں نے عاقر ناقہ حضرت صالح کو بیان کیا پھر اشقی الآخرین کو پوچھا میں نے عرض کیا اللہ اور اُس کا رسول عالم تر ہے تب آنحضرت نے فرمایا اشقی الآخرین تیرا قاتل ہے (مسند امام احمد ابن حنبل)

ابوالاسود دئلی سے مروی ہے کہ میں جناب امیر کی عیادت کے لیے حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا امیر المومنین ہم آپ کی بیماری سے ڈرتے ہیں جناب امیر نے فرمایا میں اس سے نہیں ڈرتا کیونکہ میں نے آنحضرت سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ تیرے یہاں یعنے سر پر ضرب لگائی جائیگی جسکے خون سے تیری داڑھی رنگین ہو جائیگی۔ اس ضرب کا لگانے والا اس امت کا بدبخت شخص ہوگا جسطرح عاقر ناقہ صالح اگلی امت کا بدبخت شخص تھا (خوارزمی)

حضرت عمار ابن یاسر سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میں دو سخت بدبختوں کی خبر دیتا ہوں ایک احیمر ثمود جس نے ناقہ کی کونچ کاٹی تھی دوسرا اے علی وہ شخص جو تیرے سر پر ضرب لگائیگا جس سے تیری یہ داڑھی تر ہو جائیگی (مسند امام احمد و تاریخ ابن عساکر و ابن جریر طبری و مستدرک حاکم)

جناب امیر کی پیشینگوئیاں متعلق بہ شہادت

ابن منیع صاحب مسند لکھتے ہیں کہ زاذان سے مروی ہے کہ ایک روز میں مع چند لوگوں کے جناب امیر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ لوگوں نے جناب امیر سے عرض کیا کہ آپ ذوالقرنین کا واقعہ بیان فرمائیں جناب امیر نے فرمایا کہ وہ ایک شخص تھے کہ جنکو خدا نے ایسی قوم کی طرف مبعوث کیا تھا

کہ جو شرک کرتے اور دین کی باتوں میں بدعتیں نکالتے تھے اپنی جانوں کے لیے عجیب عجیب باتیں پیدا
کرتے تھے اُن لوگوں میں سے تھے جو باطل میں کوشش کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم حق پر ہیں۔
ضلالت کی طرف جاتے اور اُسکو ہدایت سمجھتے انھیں لوگوں نے اُنکے سر پر داہنی جانب ضرب
لگائی وہ مر گئے پھر خدا نے اُنکو زندہ کیا پھر انھوں نے بائیں طرف ضرب لگائی پھر وہ وفات پاگئے
پھر جناب امیر نے بلند آواز سے فرمایا کہ اہل نہروان ان لوگوں سے کم نہیں ہیں جناب امیر کا
قاتل خارجی اہل نہروان سے تھا اکثر حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت نے جناب امیر
کو ذوالقرنین سے تشبیہ دی جسکا مفصل بیان ناظرین کو حصہ سوم کتاب ہذا موسومہ بہ مناقب
المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ سے معلوم ہوگا جناب امیر کی اس پیشینگوئی میں اسی طرف اشارہ ہے
ابن سعید صاحب تفسیر لکھتے ہیں کہ عبیدہ سے مروی ہے کہ جناب امیر فرمانے لگے کہ اس
امت کے بدبخت شخص کو کس چیز نے روک رکھا ہے کہ وہ آکر مجھکو قتل کرے خداوندا مجھے ان سے
اور ان کو مجھ سے ملال پیدا ہوگیا ہے مجھکو اُن سے راحت پہونچا اور اُن کو مجھ سے
راحت دے۔
ابن سعد اور حسن ابن سفیان اور محاملی لکھتے ہیں کہ عبد ابن سبع سے مروی ہے کہ میں نے
جناب امیر کو ممبر پر فرماتے سنا ہے کہ اس امت کے بدبخت کا انتظار کر رہا ہے قسم اُس ذات کی
جسنے دانہ کو پھاڑا اور انسان کو پیدا کیا مجھ سے ابوالقاسم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
عہد کیا ہے کہ یہ داڑھی سر کے خون سے رنگین ہوگی لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین
آپ ہم سے بیان فرمائیں کہ وہ کون ہے تاکہ ہم اُسکو ہلاک کر ڈالیں جناب امیر نے فرمایا کہ
میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے قاتل کو نہ مارنا۔ امام احمد ابن حنبل کی مرویہ حدیث میں اتنا
اور زائد ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ جب آپ یہ جانتے ہیں کہ آپ شہید ہونیوالے ہیں تو
آپ اپنے بعد خلیفہ کیوں نہیں مقرر فرماتے جناب امیر فرمانے لگے کہ آنحضرت نے تم لوگوں
کو جسکے سپرد کر دیا تھا میں بھی تم کو اُسی کے سپرد کرتا ہوں۔

جناب امیر ایک مرتبہ کوفہ کی مسجد کے ممبر پر تشریف فرما تھے لوگوں نے آیت من المومنین رجال
صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر (یعنی مومنین
میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے سچ کر دیا اس بات کو جس پر اللہ سے عہد کیا پس ان میں
سے وہ ہے جو اپنا وقت پورا کر چکا اور ایک انمیں سے وہ ہے جو انتظار میں ہے) کا شان نزول
پوچھا جناب امیر نے فرمایا یہ آیت میرے اور میرے چچا حمزہ ابن عبد المطلب اور میرے ابن عم عبیدہ
ابن حارث ابن عبد المطلب کے حق میں نازل ہوئی عبیدہ ابن حارث بدر کے دن اپنا وقت
پورا کر چکے اور میرے چچا حمزہ احد کے دن وقت پورا کر چکے اب میں اس امت کے بدبخت کے
انتظار میں ہوں کہ وہ اس داڑھی کو اس سر کے خون سے رنگین کرے اسکی نسبت میرے حبیب
ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ عہد کیا ہے (ابن مردویہ خواص الامہ لسبط ابن الجوزی وصواعق محرقہ)

امام احمد مناقب میں زید ابن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ بصرہ کے خارجیوں کے ایک گروہ کے
پاس جناب امیر تشریف لیگئے ان میں جعد ابن نعجہ ایک شخص تھا وہ جناب امیر سے کہنے لگا اے
علی خدا سے ڈرو کیونکہ تم مرنے والے ہو جناب امیر نے فرمایا بلکہ مارا جانے والا ہوں میرے
سر پہ ضرب لگائی جائے گی جسکے خون سے میری داڑھی رنگین ہو جائے گی ۔ یہ عہد ہو چکا قضا
جاری ہو چکی جھوٹھ بولنے والا نا امید ہوا۔

ابو الطفیل عامر ابن واثلہ ابن الاسقع سے مروی ہے کہ جناب امیر نے بیعت کے لیے لوگوں
کو جمع کیا عبد الرحمن ابن ملجم مرادی بھی بیعت کے لیے آیا جناب امیر نے دو مرتبہ اس کو
واپس کیا اور فرمانے لگے اس امت کے بدبخت کو کون چیز روکے ہوئے ہے کہ اس داڑھی
کو اس سر کے خون سے رنگین کرے پھر بطور مثل دو شعر پڑھے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے
سینہ کو موت کے لیے تان کیونکہ موت تیرے لیے آنے والی ہے قتل ہونے سے مت
خوف کر جب قاتل تیرے سامنے آجائے (طبقات ابن سعد وحلیۃ الاولیا لابو نعیم وکامل ابن اثیر)

عبیدہ کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام جب ابن ملجم مرادی کو دیکھتے تو فرماتے کہ میں تو

اسکی زندگی چاہتا ہوں اور یہ مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے یہ بے وفا میرا دوست قبیلہ بنی مراد[۱] سے ہے (طبقات ابن سعد)

عثمان ابن مغیرہ سے مروی ہے کہ جب ماہ رمضان المبارک شروع ہوا تو جناب امیر ایک روز حضرت امام حسن دوسرے روز حضرت امام حسین اور تیسرے روز عبداللہ ابن جعفر طیار کے یہاں باری باری افطار کرنے لگے تین لقموں سے زائد کسی کے یہاں نوش نہ فرماتے اور فرمایا کرتے خدا کا حکم آنے والا ہے ایک دو راتوں کا اور معاملہ ہے میں اس امر کو دوست رکھتا ہوں کہ میرا پیٹ نہ بھرے (کامل ابن اثیر)

حسن ابن کثیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر جب گھر سے باہر صبح کی نماز کے لیے جانے لگے تو بطیں سامنے آکر چلانے لگیں ہم ان کو ہٹانے لگے جناب امیر نے فرمایا انکو چھوڑ دو یہ نوحہ کر رہی ہیں یہ فرماکر تشریف لے گئے اور شہید ہوئے (مناقب امام احمد ابن حنبل)

ابن اثیر اپنی تاریخ میں بعد اس واقعہ کے لکھتے ہیں کہ یہ امر اس پر دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر اپنی شہادت کے سال اور مہینہ اور وقت سے جسمیں شہید ہوئے واقف تھے۔

ابو عبدالرحمن سلمی سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین مجھ سے فرماتے تھے کہ جناب امیر نے مجھ سے بیان کیا کہ آج کی رات کو خواب میں میں نے آنحضرت کی زیارت کی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت سے اور مجھ سے کیا کیا خصومتیں اور جھگڑے پیش آئے آنحضرت نے فرمایا تم خدا سے یہ دعا کرو کہ اے اللہ ان کے بدلہ میں مجھ کو ان سے بہتر لوگوں کی صحبت عطا کر اور میرے بدلہ میں ان لوگوں پر کسی بدترین شخص کو مسلط کر پھر جناب امیر تشریف لے گئے اور ایک آدمی نے ان کو شہید کیا (ابن اثیر و ابو عمر بروایت حسن بصری)۔

مبادیات واقعۂ شہادت | ارباب تواریخ و سیر معتبرہ اس واقعہ شہادت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جنگ نہروان سے جو خوارج اپنی جان لے کر بھاگے تھے وہ اپنے گروہ کے تلف ہو جانے

[۱] جناب امیر کا شعر یہ ہے ؎

اريد حيوته ويريد قتلي | عذيرك من خليلك من مرادي

پر اسقدر غمگین رہتے تھے کہ جب یاد کرتے تو برابر روتے اور ادھر اُدھر بھاگے بھاگے
پھرتے رفتہ رفتہ مکہ معظمہ میں جمع ہوئے امرائے اسلام کے عیوب بیان کر چکنے کے بعد اپنے
مقتولین پر رونے لگے پھر یہ تجویز کی کہ جناب امیر علیہ السلام اور معاویہ اور عمر ابن العاص
کو قتل کر دینا چاہیے اس تجویز کرنے والوں میں عبد الرحمن ابن ملجم حمیری مرادی حلیف
بنی جبلہ اور برک معروف بہ حجاج ابن عبد اللہ تمیمی صریمی مصری اور عمر ابن ابی بکر تمیمی
سعدی تھے ان لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اگر ہم جانفروشی کر کے ان لوگوں کو قتل کر ڈالیں
تو اطمینان ہو جائے ان میں سے ابن ملجم نے کہا میں علی کے لیے کافی ہوں۔ برک نے کہا
میں معاویہ کو قتل کرونگا عمر بولا میں ابن العاص کو ٹھکانے لگا دونگا تینوں نے باہم
قسم کھائی آپس میں عہد و پیمان کیا کہ جب تک ہر شخص اپنا کام نہ کرلے واپس نہ آئے
اس کام کے لیے سترہ رمضان مقرر ہوئی اور نماز فجر کا وقت رکھا گیا۔ تینوں آدمیوں نے زہر
میں تلواریں بجھائیں اور روانہ ہوئے۔

برک ابن عبد اللہ شام میں پہونچکر معاویہ کی گھات میں لگا رہا جب وہ بغرض ادائے نماز فجر مسجد
جانے لگے تو برک نے تلوار رسید کی جو سرین پہ چھچھلتی ہوئی پڑی برک گرفتار کیا گیا معاویہ نے
جب اس سے پوچھا کہنے لگا میں آپ کو ایک خوشخبری سناتا ہوں یقین ہے کہ آپ اُسکو
سنکر میری جاں بخشی کر دینگے۔ معاویہ نے پوچھا اُس نے بیان کیا میرے ایک بھائی نے جناب
امیر کو آج قتل کر دیا ہوگا معاویہ کہنے لگے کہ وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا تجھکو اس کا یقین کیسے
ہے اُسنے جواب دیا کہ وہ بچ نہیں سکتے اُنکا مار لینا کچھ مشکل نہیں کیونکہ اُن کے ساتھ پہرہ وغیرہ
کچھ نہیں رہتا۔ یہ سُنکر معاویہ نے اُس کو قتل کر دیا بعض مورخین کا قول ہے کہ ہاتھ پیر کٹوا کر زندہ
چھوڑ دیا پھر طبیب کو بلا کر زخم دکھایا اُس نے جواب دیا دو ہی علاج ہیں یا داغ دیا جائے
یا مشروب دوا پی جائے۔ دوا پینے سے آئندہ سلسلۂ توالد و تناسل منقطع ہو جائے گا اس لیے
کہ رگ جولیت کٹ گئی ہے معاویہ نے دوا پینا پسند کیا عمر ابن ابی بکر مصر روانہ ہوا ابن العاص

کی گھات میں بیٹھا رہا اتفاقاً وہ اس روز علیل ہو گئے نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں اُسکے خارجہ ابن حبیب کو نماز کے لیے بھیجدیا یہ مسجد جا رہے تھے کہ عمر ابن ابی بکر نے شہید کر دیا لوگ اس کو پکڑ کر عمر ابن العاص کے پاس لائے انھوں نے پوچھا کیا ہے جب معلوم ہوا کہ خارجہ دھوکے میں قتل ہو گئے تو عمر ابن العاص ابن ابی بکر سے کہنے لگے تو نے مجھکو قتل کرنا چاہا اللہ نے خارجہ کو موت دی پھر ابن ابی بکر کے قتل کا حکم دیا چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا (طبقات ابن سعد و طبری و ابن خلدون و ابن اثیر و استیعاب و تاریخ الخلفا)

وقوع واقعہ شہادت جناب امیر | عبد الرحمن ابن ملجم حسب وعدہ کوفہ میں آکر ٹھہرا یہاں اُسنے ایک ہزار درہم کی ایک تلوار مول لی اور اسکو زہر میں بجھایا۔ اس اثنا میں جناب امیر کی خدمت میں برابر آتا جاتا رہا جو سوال کرتا جناب امیر اُس کو رد نہ فرماتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم نے گھوڑا مانگا جناب امیر نے عطا فرمایا۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے یہ شخص مجھکو قتل کرے گا لوگوں نے عرض کیا پھر آپ اُس کو قتل کرا دیجیے فرمانے لگے ابھی اس نے مجھے مارا تو ہے نہیں۔ ایک شخص نے جناب امیر سے عرض کیا کہ ابن ملجم نے ایک تلوار آبدار زہر میں بجھائی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دشمن کو قتل کرے گا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ جناب امیر کو اس طرح قتل کروں گا جس سے بسوں عرب میں نام رہے پھر جناب امیر نے خود ابن ملجم سے پوچھا اس نے کہا اس سے میں اپنے اور آپ کے دشمنوں کو قتل کروں گا۔ اسی زمانہ میں اُسی کے ہم قوم ایک شخص نے آکر جناب امیر کو رائے دی کہ آپ اپنی حفاظت کے لیے پہرہ مقرر فرمائیں مجھکو معلوم ہوا ہے کہ میری قوم کے کچھ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں جناب امیر نے فرمایا ہر شخص کے لیے خدا کی طرف سے دو فرشتے حفاظت پر مقرر ہیں جب تک کہ اُسکی زندگی ہوتی ہے بچائے رکھتے ہیں جب وقت آجاتا ہے اُن کی حفاظت اٹھ جاتی ہے اسی درمیان میں ایک روز ابن ملجم کے چند احباب قبیلۂ تیم رباب کے جو اُسکے ہم عقیدہ گروہ خوارج سے تھے ابن ملجم سے ملنے آئے پھر

یہ اُنکے گھر گیا دیر تک باتیں ہوتی رہیں واقعۂ نہروان چھڑ گیا لوگ مقتولین کو یاد کرکے رونے لگے ان لوگوں میں ایک عورت اسی خاندان کی قطام ابن شحنہ بھی موجود تھی اُسکے باپ اور بھائی جنگ نہروان میں جناب امیر کے ساتھ قتل ہوئے تھے یہ عورت بہت خوبصورت و نوعمر تھی ابن ملجم اُسکو دیکھتے ہی دیوانہ ہوگیا اور نکاح کی خواہش کی اُس نے اول تو انکار کیا پھر کہنے لگی تین شرطیں ہیں اور یہی میرا مہر ہے اگر منظور ہو تو میں حاضر ہوں۔ شرطیں یہ ہیں تین ہزار درہم نقد ایک مطربہ لونڈی اور غلام۔ اور جناب امیر کا سر۔ یہ مہر اسلام میں اپنی نرالی وضع کی وجہ سے عجیب قسم کا تھا فرزدق شاعر نے اسکے متعلق حسب ذیل اشعار کہے جنکا ترجمہ یہ ہے میں نے کوئی مہر ایسا نہیں دیکھا جو مہر قطام کی طرح صاف اور ظاہر ہو اور وہ تین ہزار درہم ایک غلام ایک لونڈی اور علی مرتضیٰ کا قتل ہے شمشیر بُرّاں سے پس کوئی مہر علی مرتضیٰ سے زیادہ گراں نہیں اگرچہ کتنا ہی گراں بہا کیوں نہ ہو اور نہ کوئی گناہ ابن ملجم کے گناہ سے بڑھکر ہے

ابن ملجم قطام سے کہنے لگا لونڈی غلام اور نقد ابھی حاضر ہے جناب امیر کا قتل البتہ بہت مشکل ہے بڑے بڑے پہلوان اُن کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے تم نے یہ شرط ایسی کی کہ اگر میں اُن کو قتل بھی کر ڈالوں تب بھی زندہ نہیں بچ سکتا۔ قطام کہنے لگی ان کو قتل کرنا کون بڑی بات ہے کہ اگر تم نے اُن کو قتل کر دیا تو میں اپنے بھائی اور باپ کا بدلہ پانے سے خوش ہوں گی اور تم میری مواصلت سے خوش ہوگے اگر تم قتل ہوگئے تو خدا کے یہاں تم کو بے حساب ثواب ملے گا اور جو کچھ دنیا میں حاصل کرنا چاہتے ہو اُس سے بہتر اور افضل تم کو وہاں ملجائیگا۔ ابن ملجم کہنے لگا میرا خود بھی ارادہ تھا تم نے اور تقویت دے دی پھر قطام نے اپنی قوم کے ایک شخص وردان کو مدد کے لیے ساتھ کر دیا اس گفتگو کے بعد ابن ملجم شبیب ابن بجرہ اشجعی سے ملا اُس سے کہنے لگا تم کو بھی کیا دنیا و آخرت میں حصول شرافت کی خواہش ہے شبیب نے پوچھا کیونکر کہنے لگا

جناب امیر کے قتل سے شبیب نے غصہ میں کہا کمبخت تیرا بُرا ہو اتنے بڑے کام کی جرأت رکھتا ہے۔ ابن ملجم کہنے لگا نماز فجر کے وقت مسجد میں بیٹھ رہوں گا جسوقت نماز فجر پڑھنے آئیں گے فوراً حملہ کر دوں گا اگر قتل ہو گئے تو میرا نام ہو گا اگر میں قتل ہوا تو شہید ہوں گا خدا کے یہاں اسکا اجر ملے گا۔ شبیب کہنے لگا اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو زیادہ اختلاف نہ کرتا جناب امیر سابق الاسلام ہیں تجھکو اُن کی شرافت اور اُن کے مناقب کیا معلوم نہیں اُنکا مثل اب کون ہے میرا دل ہرگز اُنکے قتل سے خوش نہیں ہو گا۔ ابن ملجم نے شبیب سے کہنا شروع کیا مجھکو تمپر سخت افسوس ہے میں تو اُن کو بوجہ حکم بنانے اور واقعۂ نہروان میں خونریزی کرنیکے قتل کرونگا یہ مقتولین کے عوض میں تم کسی طرح کا شک و شبہہ نہ کرو اسطرح پٹی پڑھائی کہ شبیب بھی ہم خیال و ہمراہ ہو گیا اور ابن ملجم کی رفاقت لازم کر لی ابن ملجم۔ وردان۔ شبیب کو لے کر سترھویں رمضان شب جمعہ کو قطام کے پاس پہنچا یہ ایک بڑی مسجد میں خیمہ کے اندر رہتی تھی اعتکاف کے لیے اُسنے ایک خیمہ نصب کر رکھا تھا قطام نے اُن کو دعا دی اور رخصت کیا یہ تینوں بدنصیب منتظر وقت رہے اور نماز فجر کے اول وقت اپنے ارادۂ فاسد کی تکمیل کی غرض سے چلے اور دروازۂ مسجد کے قریب چھپکر بیٹھ رہے (طبری و ابن خلدون و ابن اثیر و تاریخ الخمیس)

چونکہ جناب امیر رمضان میں حضرات حسنین اور عبداللہ ابن جعفر کے یہاں باری باری سے افطار صوم کرتے تھے کھانا بھی وہیں نوش فرماتے تھے غذا صرف تین لقمہ ہوتی تھی انھیں دنوں میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو بہت زائد مرغوب ہے کہ موت آجائے اور میں دنیا سے خالی پیٹ روانہ ہوں حضرت امام حسن فرماتے ہیں جس صبح کو جناب امیر زخمی ہوئے ہیں میں سحر کے وقت اُٹھا آپ کو گھر میں نماز پڑھتے دیکھا آپ نے مجھ سے فرمایا آج شب جمعہ تھی میں نے سوتے وقت ارادہ کیا تھا کہ تم سب کو جگا دوں تاکہ تم سب عبادت الٰہی میں مصروف رہو خدا کی قدرت میں خود سو گیا خواب میں آنحضرت کی زیارت کی میں نے

عرض کیا کہ امت کے ہاتھوں سخت پریشان ہوں لاکھ کوشش کرتا ہوں کہ انکی کجی اور مخالفت دور ہو مگر کچھ نہیں بن پڑتا آنحضرت نے فرمایا کہ خدا سے انکے حق میں بد دعا کرو میں نے خواب ہی میں یہ دعا کی خداوندا مجھکو ان سے بہتر عوض عطا فرما اور ان پر مجھ سے بد تر کوئی شریر شخص مسلط کر تاکہ اپنے افعال کا مزا چکھیں جناب امیر یہ فرما ہی رہے تھے کہ ابن بناح مؤذن نے حاضر ہو کر دستک دی کہ امیر المومنین نماز کا وقت آ گیا ہے جماعت تیار ہے آپ نے بھی چلنے کی تیاری کی میں بھی ساتھ ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ رات بھر جاگتے رہے بار بار حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور فرماتے کہ واللہ خدا مجھ کو جھوٹا نہ کریگا یہ رات تو وہی ہے جسکا وعدہ کیا گیا ہے جب آپ نماز کے لیے گھر سے تشریف لے چلے تو بطیں جو گھر میں پلی ہوئی تھیں آپکے گرد جمع ہو کر قائیں قائیں کرنے لگیں لوگوں نے ہٹانا چاہا آپ نے فرمایا کیوں ہٹاتے ہو یہ مجھ پر نوحہ کر رہی ہیں پھر جناب امیر نے دروازہ کھولنا چاہا بدقت تمام کھلا۔ دروازہ سے باہر نکلے تہمد کا کونا الجھ گیا چھوڑ کر مسجد تشریف لے گئے ابن بناح آگے تھے اور حضرت امام حسن پیچھے عادت میں داخل تھا کہ جب نماز فجر کیلئے تشریف لے جاتے تو درّہ ہاتھ میں ہوتا اور پکارتے چلتے کہ نماز کو چلو جناب امیر نکلے ہی مسجد کے دروازے میں قدم رکھا اور شبیب نے سامنے آکر تلوار کا ہاتھ چھوڑا تلوار دروازہ کے بازو پر پڑی شبیب بھاگا پھر ابن ملجم مردود نے حملہ کیا اور پکار کر کہا اے علی حکم خدا کا ہے نہ تمہارا اور نہ تمہارے دوستوں کا۔ تلوار سر مبارک کے اگلے حصہ پر پڑی زخم آیا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا (طبری و ابن خلدون و ابن اثیر و مسعودی و خمیس)

تاریخ الخمیس میں ہے کہ جناب امیر کے دماغ پر تلوار پڑی حیوۃ الحیوان میں ہے کہ سر کے اگلے حصہ پر تلوار پڑی زخم آیا سر میں وہاں پر بال نہ تھے جناب امیر نے فرمایا فزت ورب الکعبہ یعنی برب کعبہ میں درجۂ شہادت پر فائز ہو گیا یہ کہکر آپ نے فرمایا

لینا پکڑنا یہ کتا تمھارے ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب امیر
جب مسجد میں داخل ہوئے تو ابن ملجم مسجد کے ستون کی آڑ میں چھپا کھڑا تھا اُس نے
زہر آلود تلوار سر مبارک پر ماری زخم اگرچہ ہلکا آیا مگر زہر سرایت کر گیا۔ تاریخ اخمیس
میں بحوالہ المعجم لبغوی مرقوم ہے کہ ابن ملجم نے نماز فجر کی حالت میں سر پر اچانک تلوار ماری
مورخین اس امر میں مختلف ہیں کہ آپ حالت نماز میں زخمی ہوئے یا قبل نماز کے۔ نماز میں
اگر زخمی ہوئے تو خود نماز پوری کی یا کسی دوسرے کو امام کیا ابن اثیر و محب طبری کے
قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر زخمی ہوئے تو پیچھے بیٹھے اور اپنے بھانجے جعدہ
ابن ہبیرہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تاخر علی و قدم جعدۃ ابن ھبیرۃ۔ تاریخ طبری
میں بھی نماز ہی میں زخمی ہونا مرقوم ہے بہرکیف مجروح ہوتے ہی تلاطم مچ گیا وردان
یہاں سے بھاگ کر اپنے گھر میں چھپ رہا گھر والوں سے اس واقعہ کو بیان کیا
ایک شخص نے یہ سنکر تلوار اٹھائی اور وردان کو وہیں قتل کر دیا شبیب تاریکی میں بھاگا
چلا جاتا تھا لوگ اُسکے تعاقب میں دوڑ رہے تھے عویمر حضرمی نے اُسکو پکڑ لیا تلوار چھین
لی اور اس کو گرا کر اس پر چڑھ بیٹھا پکڑنے والے جب قریب آئے تو عویمر حضرمی کو یہ
خوف پیدا ہو گیا کہ مبادا میرے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر لوگ مجھی کو قاتل نہ خیال کریں یہ سوچکر
اُس نے شبیب کو چھوڑ دیا اور خود لوگوں میں ملگیا شبیب موقع پاکر چلتا ہوا کوئی شخص
اسکو گرفتار نہ کر سکا (ابن اثیر) ابن ملجم جناب امیر کو زخمی کر کے چاروں طرف تلوار چلاتا ہوا
بھاگتا پھرتا کسی کی ہمت پکڑ لینے کی نہ پڑتی تھی دور ہی سے لوگ ڈھیلے اور پتھر اُسکے
مارتے تھے مغیرہ ابن نوفل نے اُس کو اس طرح پکڑا کہ پھرتی سے اپنی چادر اُس پر
ڈالدی اور دبا بیٹھے تلوار چھین لی پھر لوگوں نے آکر اُسکی مشکیں کس دیں (خمیس) جب
آفتاب نکل آیا تو لوگ جناب امیر کو مکان پر اُٹھا لائے (ابن خلدون) اُسی وقت لوگ
ابن ملجم کو گرفتار کر کے جناب امیر کی خدمت میں لائے جناب امیر نے اُس سے فرمایا

اے دشمن خدا کیا میں نے تیرے ساتھ کبھی کوئی نیکی نہیں کی تھی۔ ابن ملجم کہنے لگا بیشک آپ کے انعامات کا بار میری گردن پر بہت کچھ ہے۔ فرمایا کیا انھیں احسانات کا یہی بدلہ ہے جو تونے کیا وہ مردود کہنے لگا میں نے یہ تلوار چالیس روز تک تیز کی تھی اور خدا سے دعا مانگا کرتا تھا کہ اس سے وہ شخص مارا جائے جو سب سے بدتر ہے۔ فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تو بھی اس سے مارا جائے گا اور تو ہیچ ترین خلائق ہے۔ اسد الغابہ میں ہے کہ جب ابن ملجم گرفتار ہو کر آیا تو جناب امیر نے فرمایا اس کو قید میں رکھو کھانا اچھا دو بستر نرم پر سلاؤ اگر میں زندہ رہا تو اپنے خون کا ولی ہوں گا اگر چاہوں گا یا تو معاف کردوں گا یا قصاص لوں گا اگر مر جاؤں تو اس کو بھی قتل کر دینا میں خدا کی جناب میں اس سے خود جھگڑ لوں گا۔ کامل ابن اثیر میں ہے کہ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ جان کا بدلہ جان ہے اگر میں مر جاؤں تو صرف قاتل کو مار ڈالنا اگر زندہ رہا تو اپنی رائے سے اس کے مقدمہ میں حکم دوں گا۔ اے بنی عبد المطلب مسلمانوں کی خونریزی میں نہ پڑ جانا اور یہ حیلہ اٹھا کر کہ امیر المومنین قتل ہوئے عام کشت و خون نہ برپا کرنا آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم بنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا زوجۂ حضرت فاروق اعظم نے ابن ملجم سے فرمایا اے دشمن خدا میرے باپ کا کوئی نقصان نہیں ہوا تجھ کو البتہ اللہ تعالے قیامت کے دن رسوا کرے گا وہ کہنے لگا پھر تم کیوں روتی ہو بخدا میں نے یہ تلوار ایک ہزار میں مول لی تھی چالیس روز برابر زہر میں بجھاتا رہا ایک ہزار کھبوائی دیئے اگر تمام اہل شہر پر اسکا ایک وار پڑ جاتا تو ان میں ایک بھی زندہ نہ بچتا اس موقع پر جناب امیر نے جس لطف و کرم سے کام لیا اور اپنے قاتل سے جسطرح کی ہمدردی کی اسکی نظیر پیش کرنے سے تاریخ بالکل خاموش ہے۔

قاتل سے ہمدردی ابن ہشیم مولی فضل ابن عباس سے مروی ہے کہ جناب امیر کو جب ابن ملجم نے زخمی کیا تو آپ حضرات حسنین علیہم السلام سے بطور وصیت فرمانے لگے کہ میں تم کو

خدا کی قسم دیتا ہوں تم نے اُسکو گرفتار کر لیا ہے اگر میں مر جاؤں تو اسکو قتل کرنا مُثلہ نہ کرنا کیونکہ میں نے
آنحضرت سے سنا ہے کہ مُثلہ کرنے سے بچو اگرچہ کُتا ہی کیوں نہ ہو مُثلہ ہاتھ پیر اور اعضا کاٹ
کر چھوڑ دینے کو کہتے ہیں۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ جب ابن ملجم نے جناب امیر کو زخمی کیا تو میں نے کہا اے امیر المومنین آپ ہم
لوگوں کو بنی مراد یعنی قبیلۂ ابن ملجم مرادی سے جنگ کرنے کی اجازت دیدیں تاکہ ہم انھیں
سے اونٹ بکری تک کو باقی نہ رکھیں جناب امیر نے فرمایا نہیں تم اُس شخص کو قید رکھو جب
میں مر جاؤں تو اُسکو قتل کر دینا اگر زندہ رہا تو صرف زخم کا بدلہ لونگا۔ ریاض النضرۃ میں
بروایت ابن کثیر مروی ہے کہ جناب امیر نے فرمایا تھا کہ جان کا بدلہ جان ہے اگر میں مر جاؤں
تو اسکو قتل کر دینا ورنہ میں خود اسکی نسبت رائے قائم کرونگا اے بنی عبد المطلب میں
تم کو مسلمانوں میں خونریزی کے لیے نہیں چھوڑتا تاکہ بعد کو تم یہ کہو کہ امیر المومنین مارے گئے
بجز قاتل کے اور کسی کو نہ مارنا اے حسن یاد رکھنا اگر اس ضرب سے میں مر جاؤں تو ایک ضرب
میں تم بھی اس کو مارنا ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا میں نے آنحضرت سے سنا ہے کہ انھوں نے اس
امر کی ممانعت فرمائی اگرچہ کتا ہی کیوں نہ ہو۔ امام زہری سے مروی ہے کہ جناب امیر نے
زخمی ہونے کے بعد فرمایا تم نے میرے قاتل کے ساتھ کیا کیا اسکو کھانا کھلاؤ پانی پلاؤ اگر
میں زندہ رہا تو اپنے حق کا زیادہ حق دار ہوں اگر میں مر گیا تو تم بھی ایک ہی ضرب لگانا
زیادتی نہ کرنا (خوارزمی)

گفتگو دربارۂ خلافت

پھر جندب ابن عبد اللہ آئے انھوں نے عرض کیا اے امیر المومنین
آپ کے بعد ہم کیا کریں کیا ہم حضرت امام حسن سے بیعت کر لیں جناب امیر نے فرمایا نہ میں اس
امر میں تم کو کوئی حکم دیتا ہوں اور نہ تم کو اس سے منع کرتا ہوں تم خود صاحب بصیرت ہو
جو تمھارے دل میں آئے کرنا تم کو اختیار ہے (ابن خلدون و ابن اثیر) ایک روایت میں یوں
ہے کہ کسی نے جناب امیر سے عرض کیا آپ کسی کو خلیفہ کر جائیں فرمایا میں ہرگز ایسا نہ کرونگا

جسطرح آنحضرت اپنی امت کو چھوڑ گئے تھے اسی طرح میں بھی چھوڑ جاؤں گا لوگوں نے کہا اگر خداوند تعالے اسکے متعلق سوال کرے تو کیا کہیے گا فرمایا عرض کرونگا خداوندا جبتک تونے ان لوگوں میں مجھکو رکھا میں رہا جب تونے اپنے پاس بلالیا تو میں اُن کو تیرے حوالے کرکے چلا آیا اب تجھکو اختیار ہے چاہے اُن کو بگاڑ چاہے سنوار (طبری و مسعودی)

جناب امیر کے زخم سے اگرچہ خون کثرت سے نکل چکا تھا جسکی وجہ سے ضعف بڑھتا جاتا تھا درد کی تکلیف بھی بہت تھی لیکن جناب امیر یاد خدا سے غافل نہ تھے۔ مروی ہے کہ جب جرّاح معالجہ کے لیے حاضر ہوا تو اُس نے زخم دیکھتے ہی سر پیٹ لیا کہنے لگا یہ زخم کسی علاج سے نہیں اچھا ہوسکتا یہ زخم زہر آلود تلوار کا ہے زہر بدن میں سرایت کرچکا ہے اسکا دفعیہ ناممکن ہے عمر ابن ذی مرقال کہتے ہیں کہ میں جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوا سر مبارک میں پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے عرض کیا کہ ذرا آپ مجھکو اپنا زخم دکھادیں آپ نے پٹی کھول دی میں نے زخم دیکھا تو کچھ گہرا نہ تھا خفیف سا زخم تھا میں نے کہا کچھ اندیشہ نہیں ہلکا سا زخم ہے فرمانے لگے میں عنقریب تم لوگوں سے جدا ہونیوالا ہوں حضرت ام کلثوم پردہ میں بیٹھی تھیں یہ سن کر رونے لگیں جناب امیر نے ان سے فرمایا خاموش رہو جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر تم دیکھتیں تو ہرگز نہ روتیں میں نے عرض کیا امیر المومنین آپ کیا دیکھ رہے ہیں فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ فرشتے اور تمام انبیاے کرام آنحضرات کے ساتھ آئے آنحضرت نے ارشاد فرمایا اے علی خوش ہو جس حال میں کہ اب تم ہو اُس سے بہتر و افضل و آسائش کی جگہ پر پہونچنے والے ہو (ابن اثیر) پھر جناب امیر نے حضرات حسنین علیہم السلام کو بلا کر وصیت فرمائی حضرت محمد ابن الحنفیہ بھی موجود تھے۔

وصایاے جناب امیر خوارزمی مناقب میں لکھتے ہیں کہ امام زہری کہتے تھے کہ جناب امیر نے حضرت امام حسن سے وصیت فرمائی اے حسن میرے کفن میں غالیہ نہ لگانا کیونکہ میں نے آنحضرت سے سنا ہے کہ غالیہ کفن میں نہ لگاؤ متوسط چال سے چلنا یعنی نہ دوڑتے ہوے

نہ زیادہ آہستہ کیونکہ اگر کوئی اچھی بات پیش آنے والی ہوگی تو تم میرے لیے عجلت کرنے والے ہوگے اور اگر بُرائی پیش آنے والی ہوگی تو تم اپنے کندھے کا بوجھ ہلکا کرنے والے ہوگے۔

نور الابصار میں حضرت امام حسن سے مروی ہے کہ جب جناب امیر کا وقت وفات قریب آیا تو آپ بطور وصیت فرمانے لگے کہ یہ وہ بات ہے جسکی نسبت علی ابن ابی طالب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی انکا ابن عم اور اُن کا مصاحب وصیت کرتا ہے سب سے پہلے میری وصیت یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود خدا کے سوا نہیں اور محمد اُسکے رسول اور برگزیدہ ہیں اُس نے اپنے علم سے اُن کو رسالت کے لیے اختیار کیا اور اپنے خلق کی ہدایت کے لیے اُنکو پسند کیا۔ جو لوگ کہ قبروں میں ہیں اُن کو اللہ تعالے زندہ کرے گا اور اُن سے اُنکے اعمال پرسش کرے گا۔ لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اُسکو وہ جانتا ہے پھر اس کے بعد اے حسن میں تم کو وصیت کرتا ہوں میری وصیت ادا کرنے کے لیے تم کافی ہو یہی وہ وصیت ہے جو آنحضرت نے مجھکو کی جب تم کو کوئی ایسی بات پیش آے تو گھر میں قیام اختیار کرو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو اور دنیا کے حاصل کرنے میں اپنی ہمت مصروف نہ کرو اور نماز وقت پر ادا کرو اور جب زکوۃ دینے کا وقت آجاے تو مستحقین کو دو جب کوئی امر مشتبہ پیش آوے تو ساکت رہو اور خوشی اور غصہ میں میانہ روی اور عدالت اختیار کرو اپنے ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرو مہمان کی تکریم کرو جو لوگ عاجز اور مصیبت میں مبتلا ہوں اُن پر رحم کرو صلہ رحم بجالاؤ مسکینوں سے محبت رکھو اُنکے پاس بیٹھا کرو اور اُن سے تواضع کرو کہ یہی افضل عبادت ہے اور موت کو یاد رکھو دنیا میں زہد اختیار کرو اسلیے کہ تم موت سے نہیں چھوٹ سکتے دنیا بلا نازل ہونے کی جگہ ہے اور بیماریوں میں ابتلا ہے اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اپنے ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرتے رہو اور کسی قول یا فعل میں شرع شریف کی مخالفت نہ کرو۔ امور آخرت میں سے اگر کوئی بات تم کو پیش آوے تو اُس میں جلدی کرو اور امور دنیاوی میں سے جب کوئی امر پیش آوے تو اُس میں

تامل کرو یہانتک کہ اپنی بہبودی تحقیق کرلو اور ایسے مقامات میں جس میں تہمت کا شبہہ
ہو اور ایسی صحبتوں میں جنہیں برائی کا گمان ہو نہ جایا کرو اس لیے کہ جو شخص خود برا ہے
وہ اپنے ہم صحبت کو بگاڑ دیتا ہے اے حسن تم اپنے عمل کو اللہ کے لیے خاص اور خالص
کرو اور گنہگار کو تنبیہ کرو اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو اور بھائیوں سے
خدا کی راہ میں دوستی کرو اور صالح آدمیوں کو بسبب انکی صلاحیت کے دوست رکھو اور
فاسق سے مہربانی کرو دل میں اُسکو برا سمجھو اپنے اعمال میں اُس سے علیحدہ رہو تاکہ ایسا نہ ہو
کہ تم بھی اُسکے مثل ہو جاؤ بازاروں میں نہ بیٹھا کرو بیوقوں سے بحث نہ کیا کرو نہ اُن کی ہم نشینی
اختیار کرو اپنے معاش اور عبادت میں میانہ روی اختیار کرو عبادات مسنونہ میں سے اُسی جزو
کو اختیار کرو جسکے ادا کرنے کی تم میں طاقت ہو اور تم ہمیشہ اُسکو قائم رکھ سکو سکوت کو اپنے
اوپر لازم کرلو کہ اُسکی وجہ سے بہت سی برائیوں سے بچ سکتے ہو نیکی کو اپنے نفس کے لیے
مقدم کرو تاکہ تم کو غنیمت حاصل ہو ہر حال میں خدا کو یاد کیا کرو تمھارے اعزا و اقارب
میں سے جو شخص صغیر السن ہو اُس پر رحم کرو اور جو کبیر السن ہو اُسکی بزرگی کا خیال رکھو اور
جب کھانا کھاؤ تو اولا انہیں سے صدقہ دیدیا کرو تم کو روزہ رکھنا ضروری ہے
اس لیے کہ وہ بدن کی زکوۃ اور روزہ دار کے لیے روزہ بمنزلہ سپر کے ہے اپنے نفس سے
مجاہدہ کیا کرو ہمنشین سے ہوشیار رہا کرو اپنے دشمن سے پرہیز رکھا کرو اور ہمیشہ ایسی
مجلسوں میں بیٹھا کرو جس میں خدا کا ذکر ہوا کرے اور اکثر خدا سے دعا کیا کرو اے حسن
میں نے تم کو نصیحت کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اب میرے اور تمھارے درمیان علیحدگی
ہونے والی ہے۔ تمھارے بھائی محمد ابن الحنفیہ کے بارہ میں تم کو نیکی کی وصیت کرتا ہوں کہ
وہ تمھارے باپ کا بیٹا ہے اور مجھ کو اُس سے جیسی محبت ہے تم اُسکو خود جانتے ہو اب
رہے حسین وہ تمھارے حقیقی بھائی ایک ماں اور ایک باپ سے ہیں۔ میرے بعد
اللہ تعالے تم سب کا نگہبان ہے میں اُس سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ تمھارے کاموں میں

اصلاح فرمائے اور سرکشوں اور باغیوں کے شر کو تم سے دفع کرے تم کو صبر اختیار کرنا چاہیے یہانتک کہ اللہ اُس امر کا حکم کرے سوائے اللہ کے اور کسی میں حول و قوت نہیں۔

ابن اثیر۔ ابن خلدون و مروج الذہب مسعودی میں حسب ذیل وصایا مرقوم ہیں۔ اے میرے راحت قلب و نور چشم میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں تم دنیا کی محبت میں مبتلا نہ ہو جانا اگرچہ وہ تم کو مبتلا کرنا چاہے دنیا کے جانے پر غمگین نہ ہونا ہمیشہ حق کہنا یتیم پر رحم کرنا بیکس کی مدد کرنا اُسکی اعانت و دستگیری اپنے اوپر لازم سمجھنا ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار رہنا کتاب اللہ پر عمل کرنا احکام الٰہی کی بجاآوری میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کرنا پھر محمد ابن الحنفیہ سے فرمانے لگے میں نے جو تمھارے بھائیوں یعنی حضرات حسنین سے کہا تم نے سُن لیا اور سمجھ گئے انھوں نے عرض کیا ہاں پھر فرمایا کہ میں تم کو بھی وہی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں حضرات حسنین کی تعظیم و توقیر کرتے رہنا اُنکا حق تم پر بہت کچھ ہے بغیر اُنکی صلاح و مشورہ کے کوئی کام خود رائی سے نہ کرنا پھر حضرات حسنین سے فرمایا تم اپنے بھائی محمد کی الفت میں کمی نہ کرنا یہ تمھارا قوت بازو اور تمھارے باپ کا بیٹا قابل قدر و عزت ہے تم جانتے ہو کہ تمھارا باپ اس کو کسقدر چاہتا ہے اُسکے ساتھ اخلاص سے معاملہ و حُسن سلوک رکھنا اے حسن میں تم کو خدا کے خوف کی وصیت کرتا ہوں نماز کو وقت پر ادا کرنا زکوٰۃ اپنے موقع پر دیتے رہنا وضو اچھی طرح مع رعایت آداب و سنن کے کرنا کیونکہ نماز بغیر پاکی طہارت کامل کے نہیں ہوتی لوگوں کی خطائیں معاف کرنا غصہ ضبط کرنا رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا جاہل کے ساتھ حلم و بُردباری سے پیش آنا اُسکی جہالت کی پروا نکرنا نیک کام کی ترغیب بُرے کاموں سے ممانعت خود بھی بُرے کاموں سے پرہیز اپنا شیوہ رکھنا۔

سراج الملوک میں ہے کہ اے بیٹا خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس سے ڈرتے رہنا

خوشی و ناراضی میں حق بات نہ جانے دینا دولتمندی و محتاجی میں میانہ روی خوب ہے
دوست و دشمن کو عدل و انصاف کے موقع پر یکساں سمجھو نشاط خاطر و سستی و کاہلی نفس
دونوں حال میں اعمال کرنے سے باز نہ رہو تنگی و فراخی رزق پر خوش رہنا مردوں کا کام ہے
اگر شر و آفت کے بعد جنت نصیب ہو تو ایسے شر سے کیا ڈر اسی طرح اگر خیر و فلاح کے
بعد دوزخ ملے تو اس خیر سے کیا نفع جنت کے مقابلہ میں جملہ نعمتیں ہیچ و حقیر ہیں دوزخ
کے عذاب کے سامنے سب درد و دکھ آرام و عافیت ہیں اے نور نظر جس نے اپنے عیب
پر نظر کی وہ دوسروں کے عیوب دیکھنے سے باز رہا جو تقدیر الٰہی سے راضی ہو گیا اسکو
کبھی کسی چیز کے جانے کا غم نہیں ہوتا جس نے تلوار ظلم نیام سے نکالی وہ آپ ہی اس سے
قتل ہوا جس نے اپنے بھائی کے واسطے کنواں کھودا خود اس میں گرا جس نے اپنے
بھائی کے عیوب و گناہ ظاہر کیے اسنے اپنی اولاد کی پردہ دری کی جو اپنی خطا بھول گیا
اس نے دوسرے کی خطا کو بڑا سمجھا جسنے خود پسندی کی گمراہ ہوا جس نے اپنی عقل کو کافی
سمجھکر دوسروں کی رائے لینے کو غیر ضروری سمجھا وہ ذلیل ہوا تکبر کرنے والا ذلیل و خوار
ہوتا ہے کمینوں کی صحبت باعث حقارت اور علما کی صحبت باعث وقار و عزت ہوا
کرتی ہے برے آدمی کی صحبت اٹھا کر انسان اسکی برائی سے نہیں بچ سکتا نیک مرد
کی صحبت غنیمت ہے بری جگہ آنے جانے سے خواہ مخواہ تہمت لگجاتی ہے جو شخص اپنے
نفس کا مالک نہیں وہ آخر کار نادم ہوگا دل لگی کرنے والا آدمی خفیف و شرمندہ ہوا کرتا
ہے انسان جس کام کو اکثر کرتا رہتا ہے اسی سے مشہور ہو جاتا ہے زیادہ گوئی کے سبب
کثرت گناہ ہوا کرتی ہے اور کثرت گناہوں سے حیا کم ہو جاتی ہے حیا کم ہو جانے سے
تقوی کم ہو جاتا ہے جب تقوی کی کمی ہوتی ہے تو دل مر جاتا ہے جسکا دل مرا وہ دوزخ
میں داخل ہوا۔ اے نور دیدہ ادب بہتر میراث ہے نیکخوئی بہتر دوست اور ہمنشین
ہے اے فرزند عافیت اور آرام کے دس حصہ ہیں نو حصہ خاموشی میں ہیں بشرطیکہ ذکر خدا سے

غفلت نہ ہو ایک حصہ کمینوں اور جاہلوں کی صحبت رکھنے میں ہے اسلام سے بڑھکر شرافت کسی چیز میں نہیں اور تقوی سے زیادہ کرامت اور ورع سے بڑھکر حفاظت کسی چیز میں نہیں توبہ سے زیادہ شفاعت کرنے والی اور گناہ مٹانے والی دوسری چیز نہیں عافیت اور صحت جسمانی سے زیادہ کوئی مزیب اللباس بدن کے لیے نہیں حرص تعب و مشقت کی کنجی ہے ماندگی و کوفت کی سواری تدبیر ہے بدترین توشۂ آخرت بندگان خدا پر ظلم جائز رکھنا ہے اُس شخص کے لیے بشارت ہے جسکے اعمال خالصًا للہ ہوں جسکا علم و عمل بغض و محبت کسی سے ملنا کسی کو چھوڑنا کلام کرنا خاموش رہنا قول و فعل سب اللہ کے لیے ہوں

کیفیت انتقال و تجہیز و تکفین | تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ عبد الرحمن ابن وہب کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام جب وصیت سے فارغ ہوے تو فرمایا السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ پھر بجز لا الہ الا اللہ کوئی کلام نہیں کیا یہانتک کہ انتقال فرما گئے حضرات حسنین و عبد اللہ ابن جعفر نے غسل دیا اور محمد ابن الحنفیہ پانی ڈالتے تھے تین کپڑوں میں جن میں کرتا نہ تھا کفنایا حضرت امام حسن نے نماز جنازہ پڑھائی چار تکبیریں و بقول بعض سات یا نو تکبیریں کہیں جیسا کہ ریاض النضرۃ و صواعق محرقہ میں ہے اور صبح کے قریب دفن کیا۔ ہارون ابن سعید سے مروی ہے کہ جناب امیر کے پاس تھوڑا سا مشک تھا جناب امیر نے وصیت فرمائی تھی کہ اس سے میرا کفن معطر کیا جاے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حنوط سے بچا ہوا ہے (مصابیح السنہ بغوی) حسب وصیت اُسی حنوط سے کفن معطر کیا گیا۔

اختلاف در تاریخ شہادت و مدفن و عمر شریف و مدت خلافت

تاریخ شہادت | جناب امیر کی تاریخ شہادت میں بہت اختلاف ہے۔ مستطرف میں ہے کہ جناب امیر کی شہادت ۱۹۔ رمضان شب یکشنبہ ۴۰ھ ہجری میں ہوئی بعضوں کا قول ہے

کہ شب ۲۱ کو زخمی ہوئے جمعہ اور شنبہ کا دن گذر کے شب یکشنبہ یا روز دوشنبہ آپ نے وفات پائی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شب ۲۷ کو آپ کی شہادت ہوئی اور ایک روایت میں ۳۹ھ سال شہادت ہے مگر یہ غیر معتبر ہے بعض کا قول ہے کہ آپ شب ۱۹ ماہ رمضان کو مسجد کے اندر زخمی ہوئے۔

استیعاب میں ہے کہ ابوالطفیل عامر ابن واثلۃ الاسقع اور زید ابن وہب سے و نیز امام شعبی سے مروی ہے کہ جناب امیر اٹھارھویں تاریخ شہید ہوئے بعضوں کا قول ہے کہ رمضان کے عشرۂ آخر کی پہلی تاریخ یعنے ۲۱ ماہ رمضان کو شہید ہوئے سبط ابن الجوزی تذکرۂ خواص الامہ میں حضرت ابن عباس کا قول لکھتے ہیں کہ ابن ملجم نے جناب امیر کو مسجد میں جمعہ کے روز ۱۷ رمضان کو زخمی کیا رمضان کے تیرہ روز باقی تھے بعض کے نزدیک شب ۲۱ یعنی جمعہ اور شنبہ تک زندہ رہے شب یکشنبہ کو انتقال فرما گئے بعضوں کا قول ہے کہ یکشنبہ کو انتقال فرمایا طبقات ابن سعد اور تاریخ الخلفا سیوطی میں ہے کہ جناب امیر شب جمعہ ۱۷ رمضان ۴۰ھ میں زخمی ہوئے۔ تاریخ ابن خلدون وصواعق محرقہ میں ہے کہ جناب امیر ۱۹ رمضان شب جمعہ میں زخمی ہوئے اور شب ۲۱ کو وفات پائی۔ ۲۱ رمضان تاریخ وفات بالاتفاق صحیح ہے۔ فریقین یعنی اہل سنت والجماعت وحضرات شیعہ اسی تاریخ پر فاتحہ و درود و خیرات ومجالس وغیرہ کرتے ہیں حضرات شیعہ کے یہاں زخمی ہونے کی تاریخ ۱۷ رمضان مرقوم ہے۔ حدیقۂ حکیم سنائی ومناقب مرتضوی میں ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے جناب امیر کو معاویہ کے حکم سے شہید کیا۔

محاضرات راغب اصفہانی میں ہے کہ معاویہ نے جناب امیر کی خبر شہادت سنکر بغرض اظہار فرحت ایک کنیز مغنیہ کو گانے کا حکم دیا اور اُس سے اپنے خلاف منشا مدح امیرالمومنین علی مرتضیٰ سنکر اُسکے سر پر گرز مارا۔

مدفن مبارک	جناب امیر قریب صحن مسجد کے متصل دفن ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ قصر الخلافت

کوفہ میں دفن ہوے۔ علامہ سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ جناب امیر کے مزار مبارک کے متعلق کئی قول ہیں ایک یہ کہ جسکو علامہ واقدی نے بیان کیا کہ جناب امیر کوفہ کے دارالامارۃ میں دفن ہوے لوگوں نے خوارج کے ڈر سے وہ مقام چھپا دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نعش کو ایک صندوق میں رکھکر اونٹ پر رکھا تاکہ مدینہ منورہ لیجائیں وہ اونٹ بنی طے میں چلا گیا لوگوں نے اُسکو اس خیال سے پکڑ لیا کہ شاید اس پر مال ہو جب اُنھوں نے جناب امیر کا جنازہ دیکھا تو دفن کیا (مسعودی) حافظ ابو نعیم اسی قول کے قائل ہوے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ بیت اللہ میں دفن ہوے۔ ہشام ابن محمد نے لکھا ہے کہ مجھکو اسکی خبر معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ ایام حج میں قبلہ کی دیوار شق ہوئی لوگوں نے اُسکو کھودا اُسکے اندر ایک قبر نکلی جسمیں ایک سفید ریش والے نظر آئے جنکے کپڑوں پر خون کے دھبے تھے لوگوں نے مٹی اُن پر ڈالدی۔ اس حکایت کو ابن شبرمہ نے ہشام ابن محمد سے بیان کیا چوتھا قول جو ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ کوفہ کے جامع مسجد میں دفن ہوے جہاں پر لوگ آج کل زیارت کرتے ہیں۔ نزل الابرار میں ہے کہ عبداللہ ابن جعفر فرماتے ہیں کہ جناب امیر کوفہ کی دارالامارۃ میں دفن ہوے۔ ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سعید ابن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ جب جناب امیر شہید ہو گئے تو لوگ اُنکو اُٹھا کر لے چلے تاکہ آنحضرتؐ کے پاس دفن کریں اثنائے راہ میں راستہ سے اونٹ بھٹک گیا کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں چلا گیا۔ سیوطی کی تاریخ الخلفا میں ہے کہ ابوبکر ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب امیر کا مزار خوارج کے خوف سے پوشیدہ رکھا گیا کہ کہیں کھود نہ ڈالیں۔ شریک کا قول ہے کہ حضرت امام حسن نعش کو مدینہ شریف لے گئے۔ مبرد محمد ابن حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر ہی وہ پہلے شخص ہیں جو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل ہوے (تاریخ الخمیس و تاریخ الخطیب) علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ مدفن کے متعلق اختلاف ہے بعض کوفہ کے قصر الامارہ بعض کوفہ کے میدان بعض نجف کو کہتے ہیں۔ ریاض النضرۃ میں خجندی کا قول منقول ہے کہ جناب امیر مسجد کی پشت پر دفن ہوے

جس جگہ کا لوگ پتہ بتاتے ہیں یہ وہ جگہ نہیں ہے۔ امام جعفر صادق کا قول ہے کہ جناب امیر کی قبر پوشیدہ کردی گئی۔ بقول صاحب نزل الابرار دفن میں سخت اختلاف ہے سب سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ جناب امیر مقام غری یعنی نجف اشرف میں دفن ہوئے جہاں پر آجکل لوگ زیارت کرتے ہیں مستدرک حاکم میں ہے کہ حافظ ابو عبداللہ نے اپنے اسناد سے روایت کیا کہ جناب امیر نے حضرات حسنین سے انتقال کے قبل وصیت فرمائی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھکو ایک تخت پر رکھکر غری یعنی نجف لے جانا وہاں تم لوگ ایک سفید پتھر دیکھوگے وہیں پر زمین کھودنا اور وہیں مجھکو دفن کردینا۔

قبر شریف زمین کے برابر کردی گئی تھی بظاہر کوئی نشان قبر کا معلوم نہ ہوتا تھا اہلبیت کسی خاص علامت سے پہچانتے تھے۔ عہد بنی العباس میں خلیفہ ہارون رشید ایک مرتبہ شکار کھیلتا ہوا اُس مقام پہ آنکلا جہاں پہ آجکل جناب امیر کی قبر مبارک ہے۔ ہارون رشید نے اپنے چیتوں کو ایک شکار پر چھوڑا۔ شکار دوڑکر اُس مقام پر ٹھہر گیا جہاں اب جناب امیر کا مزار ہے چیتے بھی مزار مبارک سے دور ہٹ کر کھڑے ہوگئے۔ ہارون رشید اس بات سے بہت متعجب ہوا اتنے میں ایک شخص جسکو یہ واقعہ معلوم تھا اس طرف آنکلا اور ہارون رشید سے کہنے لگا اگر میں تیرے ابن عم علی ابن ابی طالب کا مرقد اطہر بتادوں تو تو مجھکو کیا انعام دے گا۔ ہارون رشید کہنے لگا میں تجھکو تعظیم کے ساتھ بہت کچھ انعام دوں گا اُسنے جواب دیا یہی جگہ اُن کے مزار مبارک کی ہے۔ ہارون رشید نے پوچھا تجھکو کیسے معلوم ہوا اُسنے کہا میرا باپ حضرت امام جعفر صادق کے ساتھ زیارت کے لیے اس جگہ آیا کرتا تھا۔ امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر کے ساتھ آتے تھے اور وہ اپنے والد امام زین العابدین کے ساتھ اُن کو اسکا پورا علم تھا۔ ہارون رشید نے وہاں کٹہرا لگوا دیا یہ پہلی تعمیر تھی جو نجف اشرف میں ہوئی پھر سلاطین سامانیہ کے عہد میں یہاں بہت سی عمارتیں بنیں۔ پھر دیالمہ یعنی سلاطین آل بویہ کے عہد میں یہ سب عمارتیں کھُد کر نئی عمارتیں بنائی گئیں

بعضوں کا قول ہے کہ عضد الدولہ دیلمی اول وہ شخص ہیں جنکو جناب امیر کا مرقد مبارک معلوم ہوا انہیں نے جناب امیر کا مشہد بنوایا اور اپنے لیے یہاں دفن ہونے کی وصیت کی لوگوں کا اس میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ مغیرہ ابن شعبہ کی قبر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ کا مزار مبارک ہے (حیوۃ الحیوان للدمیری)

ابن اثیر و ابو الفدا و دیگر مورخین کے نزدیک اصح اور متفق علیہ یہ ہے کہ مزار مبارک نجف اشرف میں ہے جہاں اب لوگ زیارت کرتے ہیں حضرات صوفیائے اولیاء اللہ بھی اسی کے قائل ہیں جنھوں نے یہیں سے اخذ فیض کیا چنانچہ مولانا عبد الرحمن جامی جب شرف زیارت حریم حرمت نجف اشرف سے مشرف ہوئے ارشاد فرمایا ؎

قد بدا مشہد مولائی بنجف جلی[۱]	کز مشاہد شدہ آن مشہد انوار جلی
روضۂ آں مظہر صافی ست کہ بر چہرۂ آں	آشکار است ز عکس جمال ازلی
چشم از پرتو روضش بخدا بینا شد	جائے آں دارد اگر کور شود معتزلی
زندۂ عشق بخود است و نمیرد ہرگز	لا یزالی بود این زندگی و لم یزلی
در جہاں نیست متاعے کہ ندارد بدلے	خاصۂ عشق بود منقبت بے بدلی
دعوئ عشق و تولا مکن اے سیرت تو	بغض ارباب ولا از نجدی و ز غلی
مشک بر جامہ زدن چند و ندار چنداں	چونکہ در جامہ گرفتار بگند بغلی
چوں ترا چاشنی شہد محبت نرسید	از رخ نخل[۲] چہ حاصل ز لباس عسلی
جامی از قافلہ سالار رہ عشق ترا	گر بپرسند کہ آں کیست علی گوے علی

اور بعد زیارت مشہد مقدس و مرقد منور جناب امیر کرم اللہ وجہہ حسب ذیل قصیدہ آنحضرت کی منقبت میں نظم فرمایا۔

---

[۱] میرے مولا علی مرتضیٰ کا مشہد ظاہر ہوا اونٹوں کو آہستہ کرو ۱۲ [۲] اشارہ اس طرف ہے کہ آپ کا لقب یعسوب المومنین تھا یعسوب کہتے ہیں شہد کی مکھی کے سردار کو ۱۲۔

قصیدہ

اصبحتُ فی ائوالک یا شحنة النجف[1] | پھر نثار مرقدِ تو نقد جان بکف
تو قبلهٔ دعائے و اہل نیاز را | روئے امید سوئے تو باشد ز ہر طرف
می بوسم آستانهٔ قصرِ جلال تو | در دیده اشک عذر ز تقصیر ما سلف
گر پرده ہائے چشم مرصع بگوہرم | فرش حریم قبرِ تو گردد زہے شرف
خوش حالم از ملاقی اقدامِ حضرتت | باشد کنم تلافی عمرے کہ شد تلف
رو کرده ام ز جملهٔ اکناف سوئے تو | تا گیریم ز حادثهٔ دہر در کنف
دارم توقع این کہ مثال رجائے من | یابد ز کلک فضلِ تو توقیع لاتخف
بر روئے عارفان تو مفتوح گشته است | ابواب کنت کنز بمفتاح من عرف (نشانی ۱۲)
جز گوہر ولائے ترا پرورش نداد | ہر کس کہ با صفائے درون او چو صدف
خصمِ تو سوخت ز تبِ تبت چو بولہب | تا دیده از زبانهٔ (چنگاری ۱۲) قہرت ہنوز تف (گرمی ۱۲)
نسبت کنندگان کفِ جود ترا بہ بحر | از بحر جود تو نشناسند غیر کف
رفت از جہان کسیکه نه پے در پئے تو رفت | لب پر نفیر یا اسفا دل پر از اسف
اوصاف آدمی نبود در مخالفت | سر بر ہر کہ یافت ز فرزند ناخلف
زان پایه برتری تو کہ کنهِ کمال تو | داند شدن سہام خیالات را ہدف
ناجنس را چه حد کہ زند لافِ حبِّ تو | او را بود بجانب موہوم خود شغف
جنسیت است عشق و موالات را سبب | حاشا کہ جنس گوہر رخشان بود خزف
مشکل بود ز خوان نوالت نواله یاب | خر سیرتے کہ دیده بر آلبست با علف
مہ بے کلف ندید کسے دین عجب کہ ہست | خورشید وار راہِ جہانگیِ تو بے کلف (سیاہی روے ماہ)

---

[1] اے سردارِ نجف تیری زیارت میں میں نے صبح کی ۱۲

برکشف سرّ لو کشف آنرا[۵] کجاست دست	کز پوست پا بردن نہادہ ست چوں کشف
گرنے بدیدہ رفت و بجیب صبا نهفت	اهدی[۵۲] الی احبتہ اشرف التحف
جائی ز آستان تو کانجا پئے سجود	ہر صبح و شام اہل صفا می زنند صف

اہل تشیع کا بھی اس امر میں اتفاق ہے کہ مزار مبارک اسی جگہ ہے۔

قطعہ تاریخ شہادت جناب امیر کرم اللہ تعالےٰ وجہہ

آنکہ زوج بتول حق بودہ	ابن عم رسول حق بودہ
گر تو سال شہادتش جوئی	سر ماتم چرا نمے گوئی
ایں سخن بس بود صاحب غم	کہ سر ماتم است ایں ماتم
باز سال شہادتش کہ جلی است	بے گمان آخر و حرف علی است

عمر جناب امیر | جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی عمر شریف میں بھی بہت اختلاف ہے سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامہ میں اور ابن اثیر تاریخ کامل میں ۵۸-۵۹-۶۳-۶۵ لکھتے ہیں۔ ۵۸ سال والی روایت حضرت امام زین العابدین سے مروی ہے اور ۶۳ سال والی روایت حضرت امام جعفر صادق سے صفوۃ الصفوہ و ذخائر العقبیٰ میں ایک قول ابوبکر ابن احمد ابن دراع سے منقول ہے کہ جناب امیر کی عمر ۶۵ سال کی اس حساب سے ہوئی کہ جناب امیر مکہ معظمہ میں آنحضرت کے ساتھ ۱۳ سال رہے اُسوقت آپ کی عمر ۱۲ سال تھی پھر ہجرت کے بعد ۱۰ سال آنحضرت کا ساتھ رہا۔ بعد وفات آنحضرت ۳۰ سال زندہ[۵۳] رہے بعضوں کا قول ہے کہ ۶۷ سال کی عمر ہوئی بعض کے نزدیک ۶۲ سال کی

---

[۵] اشارہ ہے ارشاد لو کشف الغطاء لما ازددت یقیناً کیطرف یعنی اگر پردہ کھلے تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہو ۱۲ [۵۲] بزرگ ترین ہدیہ احباب کی طرف ۱۲ [۵۳] ابوبکر ابن احمد ابن دراع والی روایت حساب سے غلط معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲

اصح یہ ہے کہ ۶۳ سال کی عمر یعنی جسقدر کہ آنحضرتؐ کی عمر شریف تھی۔ مؤرخین مثل ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ مسعودی۔ طبری۔ واقدی وغیرہ نے ۶۳ سال کو موافق روایت محمد ابن الحنفیہ و حضرت امام جعفر صادقؑ صحیح مانا ہے ارباب سیر بھی اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ۶۳ سال والی روایت اور روایتوں سے زیادہ صحیح ہے۔

مدت خلافت — علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جناب امیرؑ تین ماہ کم پانچ سال مسند خلافت پر جلوہ فرما رہے بعضوں کا قول ہے کہ چار سال نو ماہ چھ یوم۔ سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ واقدی کا قول ہے کہ جناب امیرؑ کی خلافت تین ماہ کم پانچ سال رہی اسلیے کہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں آپ سے لوگوں نے بیعت کی اور رمضان ۴۰ھ میں آپ شہید ہوئے۔ خمیس میں ہے کہ اگر روز شہادت حضرت عثمان جناب امیرؑ کا اول روز خلافت شمار کیا جائے تو کل مدت چار سال نو ماہ آٹھ روز ہوتی ہے۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ مدت خلافت پونے پانچ سال تھی۔

ظہور آثار قدرت بعد شہادت جناب امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ — جناب امیرؑ کی شہادت سے جو قدرتی آثار نمودار ہوئے درج ذیل ہیں۔ ابن شہاب زہری سے منقول ہے کہ میں دمشق گیا میرا ارادہ عراق کی طرف جانے کا تھا میں عبدالملک بن مروان سے ملنے گیا وہ ایک خیمہ میں تھا میں جا کر سلام کر کے بیٹھ گیا عبدالملک مجھ سے دریافت کرنے لگے اے ابن شہاب تم کو معلوم ہے جس روز جناب امیرؑ شہید ہوئے تھے اس روز بیت المقدس میں کیا ہوا تھا میں نے کہا ہاں معلوم ہے۔ عبدالملک نے مجھ سے کہا میرے قریب چلے آؤ میں انکے پاس گیا عبدالملک میری طرف متوجہ ہو کر دریافت کرنے لگے کیا بات تھی میں نے کہا اس روز بیت المقدس کا کوئی پتھر ایسا نہ تھا جو اٹھایا جاتا ہو اور اسکے نیچے سے تازہ خون نہ برآمد ہوتا ہو عبدالملک کہنے لگے کہ میرے اور تمھارے سوا کسی کو یہ بات نہ معلوم ہونا چاہیے اور نہ اب کوئی تمھاری زبان سے اسکو سُنے زہری کہتے ہیں کہ

عبد الملک کے مرنے تک میں نے اسکا تذکرہ کسی سے نہیں کیا (خوارزمی و تخریج ابن الضحاک۔

علامہ ترمذی در اسمطین میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابو بکر ابن حسین بیہقی کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں اسی طرح کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ زہری سے بہ اسناد صحیح یہ بھی مروی ہے کہ انھوں نے وقت شہادت حضرت امام حسین بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون جما ہوا پایا تھا چونکہ سندیں سب کی صحیح ہیں ممکن ہے کہ زہری نے دونوں وقتوں میں ایسا پایا ہو)۔

خوارزمی لکھتے ہیں کہ ابوالقاسم ابن محمد المعروف بہ ابن الوفار سے منقول ہے کہ میں خانہ کعبہ میں تھا میں نے دیکھا کہ لوگ مقام ابراہیم میں مجتمع ہیں۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے لوگوں نے کہا ایک راہب مسلمان ہو گیا ہے اور ایک عجیب بات بیان کرتا ہے میں اُسکے پاس گیا وہ ایک بوڑھا قوی ہیکل آدمی تھا کملی کا جبّہ اور ٹوپی پہنے ہوئے مقام ابراہیم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور لوگ غور سے باتیں سن رہے تھے اُس نے بیان کیا کہ ایک روز میں اپنے صومعہ کے اندر بیٹھا ہوا تھا میں نے دیکھا ایک طائر مثل بڑی چیل کے آکر دریا کے کنارے پتھر پر بیٹھ گیا اور اُسنے قے کی منہ سے چوتھائی حصہ جسم انسان کا نکلا پھر وہ اڑ گیا تھوڑی دیر غائب رہا پھر اُسنے چوتھائی حصہ اگلا۔ اسی طرح چار مرتبہ آکر اُسنے چار حصہ اُگلے اور اُڑ گیا وہ چاروں حصہ آپسمیں مل کر پورے آدمی کی شکل بنگیا مجھکو بہت تعجب ہوا پھر وہ طائر آکر آدمی پر گرا اسی طرح چار حصہ کر کے چار مرتبہ اُسکو کھایا مجھکو نہایت فکر ہوئی کہ یہ کیا ہے اور اس امر کا افسوس ہوا کہ میں نے اُس آدمی سے حال کیوں نہ پوچھ لیا۔ دوسرے دن وہ طائر پھر آیا اور وہی حرکت کرنے لگا پھر کی جب پورا آدمی بنگیا تو میں اپنے صومعہ سے نکلکر اُسکی طرف دوڑا اور اُسکے قریب جاکر پوچھنے لگا تو کون ہے پہلے وہ چپ رہا جب میں نے قسم دی تو کہنے لگا میں ابن ملجم ہوں میں نے پوچھا کہ تیرا اسکے ساتھ کیا معاملہ ہے کہنے لگا میں نے جناب امیر کو شہید کیا اللہ تعالٰے نے میرے اوپر اس طائر کو مقرر کر دیا یہ میرے ساتھ

ہر روز یہی معاملہ کرتا ہے پھر میں نے پوچھنا شروع کیا لوگوں سے کہ جناب امیر کون تھے لوگوں نے بتلایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے تب میں اسلام لے آیا۔

واقعہ شہادت جناب امیرؓ امت مرحومہ کے لیے اگرچہ نمونۂ محشر سے کسی حال میں کم نہ تھا کیونکہ خلافت حقہ کا تو اس سے خاتمہ ہو گیا رسول اللہ نے جو اخلاق حمیدہ وخصائل پسندیدہ کی کامل طور پر تعلیم دی تھی اس سے جناب امیر بلحاظ فضائل وکمالات وحصول مرتبۂ ولایت علیٰ وجہ الکمال ممیز تھے لہذا ایسے شخص کی وفات رسول اللہ کی وفات سے کسی حالت میں کم نہیں ہو سکتی تھی عجائبات قدرت جو کچھ ظاہر ہوئے سو ہوئے سب سے بڑی مصیبت یہ پیش آئی کہ امت مرحومہ کے اخلاق وعادات بدل گئے زہد واتقا کے خلاف طمع دنیاوی میں ترقی ہوتی گئی پابندی سنن نبوی موقوف ہو کر طریقۂ قیصر وکسرٰے جاری ہو گیا جب قلوب کی حالت تبدیل ہو گئی تو ظہور آثار قدرت کچھ عجائبات سے نہیں موت العالم موت العالم ارشاد نبوی ہے۔

خطبہ حضرت امام حسنؓ بعد وفات جناب امیرؓ وقتل ابن ملجم ومراثی اصحاب جناب امیرؓ وارشاد حضرت عائشہؓ وقول معاویہ دربارۂ وفات

خطبۂ حضرت امام حسن

بعد نماز فجر تجہیز وتکفین وتدفین سے فراغت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام نے خطبہ پڑھا کہ میں نے آنحضرتؐ کی وفات پر جو سب سے افضل تھے صبر کیا خدا سے ثواب کی امید رکھتا ہوں۔ آنحضرت کا ارشاد ہم لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے کہ جس کسی پر کوئی مصیبت پیش آوے وہ میری رحلت کو یاد کر کے اپنی تسلی کر لے کیونکہ میرا اٹھ جانا ہر مسلمان کے لیے ایک مصیبت اور سانحۂ غم انگیز ہے۔ قسم اس ذات پاک کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے اپنے بندہ پر قرآن

نازل کیا آج کے دن ایک ایسے نے رحلت کی جو آنحضرت کے بعد سابقین میں سے تھے سابقین
میں اُن سے کوئی سابق نہیں ہوا اور اب لاحقین میں کوئی اُنکا ہم مرتبہ نہیں ہو سکتا۔
والد بزرگوار کے انتقال نے جو صدمہ امت محمدیہ کو پہونچایا اور جو مصیبت ہم پر نازل
ہوئی اُسکا اجر ہم خدا سے چاہتے ہیں۔ بخدا میں سچ کہتا ہوں کہ آج مصیبت عامہ ہے
تمام ساکنان بلاد تمام بندگان خدا۔ جانور بے زبان شجر و حجر کوئی اس غم سے خالی
نہیں۔ اور یہی وہ رات ہے کہ جس رات میں حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔
حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع ابن نون نے رحلت فرمائی۔ اسی شب میں آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا میرے والد کا وہ درجہ تھا کہ آنحضرت جس لشکر
پر سردار کر کے کسی جگہ روانہ فرماتے تو جبرئیل و میکائیل اُن کے دہنے اور بائیں ہوتے
والد بزرگوار بغیر فتح واپس نہ آتے اللہ جل شانہ کے تمام امور حسب مقتضائے تقدیر
مقررہ جاری ہوتے رہتے ہیں۔ جو اچھا کام ہو اُسکو خدا کی طرف منسوب کرنا چاہیے
اور بُرا کام اپنے نفس کی طرف۔ اے لوگو آگاہ ہو کہ قریش کے لوگوں نے اپنے
کاموں کی باگ بُرے آدمیوں کے ہاتھ میں دے رکھی ہے اُن کے سردار اُن کو دوزخ
کی طرف لیے جا رہے ہیں۔ ان کا یہ حال ہے کہ بعض انہیں سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے لڑتے رہے۔ یہانتک کہ خدا نے آنحضرت کو اُن پر غلبہ دیا بعض
ان میں سے اپنے دلوں میں کینہ کو چھپائے رہے جب اُن کو بحیال اعوان
و مددگار مل گئے تو وہ کھل کھیلے۔ اب کتاب کا نازل ہونا تو بند ہو گیا قلم احکام
قضا و قدر لکھ کر خشک ہو گیا۔ تمام امور حسب نوشتہ تقدیر جاری ہو رہے ہیں۔
اسقدر فرما کر حضرت امام حسنؑ خاموش ہو رہے۔ حاضرین میں ایک کہرام مچ گیا حضرت
امام حسنؑ ممبر سے اُتر آئے (ابن خلدون و ابن اثیر و مستطرف دولابی و معجم کبیر طبرانی بروایت ہبیرہ
ابن مریم و مسند امام احمد ابن حنبل)۔

قتل ابن ملجم ملعون بعد ختم خطبہ حضرت امام حسنؑ نے ابن ملجم کو بلایا وہ نہایت پریشان بدحواسی کے عالم میں سامنے آیا حضرت امام حسنؑ نے میان سے تلوار نکالی وہ مردود کہنے لگا اے حسن میں نے خدا سے کوئی قول نہیں کیا جسکو پورا نہ کیا ہو اس مرتبہ میں نے متصل حطیم خانہ کعبہ یہ عہد کیا تھا کہ تمھارے باپ اور معاویہ کو قتل کروں گا تمھارے باپ کو قتل کر چکا اب اگر تم مجھ کو چھوڑ دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ معاویہ کو قتل کر کے تم سے بیعت کر لوں گا اگر میں مارا گیا تو بھی تمھارا مطلوب حاصل ہو گیا حضرت امام حسنؑ نے فرمایا خدا کی قسم میں ایک گھڑی بھی تجھ کو زندہ نہ چھوڑوں گا یہ کہکر ایک ہاتھ مارا اُس نے ہاتھ پیر رگڑا دوسرے وار سے وہ جہنم میں پہونچگیا لوگوں نے اسکی نعش کو بوریہ میں لپیٹ کر آگ میں جلا دیا (ابن خلدون وابن اثیر دستطرف)

تاریخ الخمیس میں قصۂ قتل ابن ملجم یوں منقول ہے کہ لوگوں نے روغن نفط اور بوریہ لاکر جمع کیے اور چاہا کہ زندہ آگ میں جلا دیں مگر حضرات حسنین اور عبداللہ ابن جعفر اور محمد ابن الحنفیہ مانع ہوئے کہنے لگے ٹھہر جاؤ اس طرح قتل نہ کرو پھر عبداللہ ابن جعفر نے اوسکے دونوں ہاتھ کاٹے اس نے اُف تک نہ کی پھر لوہے کی کیل خوب گرم اور سُرخ کر کے آنکھوں میں پھیری جسپر وہ کہنے لگا تم نے خوب گرم سرمہ اپنے چچا کی آنکھوں میں لگایا پھر اُس نے سورۂ علق پڑھنا شروع کر دی لوگوں نے زبان کاٹنا چاہی وہ گھبرا کر کہنے لگا یہ نکرو میں نہیں چاہتا کہ ایک دم بھی یاد خدا سے غافل رہوں لوگوں نے اُسکی زبان کاٹ کر اُسکو آگ میں جلا دیا۔ تاریخ مسعودی میں بھی ایسا ہی منقول ہے صرف دونوں پاؤں کا کاٹنا زیادہ ہے۔ ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلاف وصیت کاروائی کی گئی لیکن روایات ابن خلدون وابن اثیر سے ہاتھ پیروں کا کاٹنا نہیں ثابت ہوتا۔ ابن خلدون تو اموی مورخ ہے اگر واقعہ ہوتا تو ضرور لکھتا البتہ بعد قتل جلا دینا مرقوم ہے۔ ابن ملجم اگرچہ اس سے زیادہ کا مستحق تھا مگر عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی کہ حضرات

حسنین نے کوئی خلاف وصیت کارروائی کی ہوگی۔ مرنے کے بعد نعش کے پھونکدیے جانے میں کوئی ہرج نہیں مثلہ کرنے کے بعد زندہ جلادینا عقلاً و درایتاً ضرور بعید معلوم ہوتا ہے۔

عمران ابن حطان خارجی نے ابن ملجم کی تعریف کی کہ ایک مرد پرہیزگار کی کیا خوب ضرب تھی جس سے اسکی یہی نیت معلوم ہوتی تھی کہ اس نے خدا کی خوشنودی حاصل کرلی میں اس نیک مرد کو جب یاد کرتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ خدا کی یہاں اسکو پورا ثواب ملیگا جسکا جواب قاضی ابوالطیب طاہر ابن عبداللہ شافعی نے یوں یا کہ تیرے اس بہتان سے میں سخت بیزار ہوں اُس ملعون نے اسلام کے رکن گرادینے کی غرض سے ضرب لگائی میں روز اُس پر اور اسکے دین اور ملت اور عمران اور حطام پر لعنت بھیجتا ہوں اور اے عمران اور حطام تم لوگ آگ کے کتے ہو۔ یہ بات شریعت میں صاف اور روشن ہے اور حدیث میں ہے الخوارج کلاب النار خارجی لوگ دوزخ کے کتے ہیں (مروج الذہب مسعودی وتاریخ الخمیس) عمر ابن الاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن سے کہا شیعوں کا عقیدہ ہے کہ جناب امیر قیامت سے پہلے پھر دنیا میں تشریف لاوینگے حضرت امام حسن فرمانے لگے خدا کی قسم وہ جھوٹے ہیں کہیں ایسا ہوسکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو اُنکی بی بیوں کا عقد ہم دوسرے سے نہ کرتے اور نہ اُنکا متروکہ تقسیم کرتے شیعوں میں ایک فرقہ اس عقیدہ کا تھا سب اسی کے قائل تھے اسی فرقہ میں جابر ابن زید جعفی بھی تھا جسکو جناب امیر نے تہدیداً اجلوادیا تھا اب اس عقیدہ کے لوگ نہیں معلوم ہوتے (ابن اثیر)

مراثی اصحاب جناب امیر علیہ السلام

(مرثیہ ابوالاسود ظالم ابن عمر دُئلی) اے میری آنکھ تو امیر المومنین پر رونے کی سعادت نہیں حاصل کرتی حضرت ام کلثوم اُن پر اپنے آنسوؤں سے روتی ہیں۔ خارجی جہاں کہیں ہوں اُن سے کہدے کہ ہمارے حاسدوں کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی نہ ہوں کیوں تم نے ماہ صیام میں دردمند کیا ایسے شخص کو جو سب سے بہتر تھا تم نے قتل کیا

اپنی خوبی میں وہ سب سے فرد تھا اونٹوں پر سوار ہوتا کشتیوں پر چڑھتا نعلین پہنتا قرآن کے مثانی اور مئین پڑھتا جس میں تمام اوصاف نیکی کے موجود تھے رسول اللہ کا وہ محبوب تھا قریش جہاں کہیں ہوں گے اس بات کو بخوبی جانتے ہوں گے کہ وہ حسب و نسب میں بہت بہتر تھا جس وقت وہ اُنکے سامنے آتا گویا تو نے چودھویں رات کا چاند دیکھنے والوں کو تعجب میں ڈالتا۔ اس شہادت سے پہلے ہم لوگ بہت اچھے تھے گویا اپنے گروہ میں جناب رسول خدا کو پائے تھے (اسد الغابہ)

(مرثیہ بکر ابن حسان باہری) ابن ملجم سے کہو اے مردود تو نے رکن اسلام اور دین کو گرا دیا ایسے شخص کو جو زمانہ والوں میں افضل اور باعتبار اسلام اور ایمان کے سب سے مقدم سب لوگوں سے زیادہ قرآن کے جاننے والے آنحضرت کے طریق سنت سے واقف کار اُن کے محبوب داماد اور دوست و ناصر تھے جنکے فضائل و مناقب باعث نور و دلیل واضح ہیں آنحضرت سے قرب مراتب میں علی وہ درجہ رکھتے تھے جو حضرت ہارون کو حضرت موسےٰ سے تھا خود جناب علی اپنی شہادت سے قبل بار ہا شہید ہونے کی اطلاع دے چکے تھے مجھکو اُن کا قاتل یاد آیا کہ میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری ہو گیا اور میں کہتا ہوں خدا مالک عرش کی ذات بے نیاز ہے میں تو ابن ملجم ملعون کو انسان نہیں جانتا میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ شقی سخت شیطان تھا خداوند عالم منتقم حقیقی اُسکے اس بد فعل کو معاف نہ کرے اور نہ عمران اور حطام کی قبروں پہ باراں رحمت برسائے افسوس کیا بڑی ضرب اُس بدبخت کی تھی جسکے ذریعہ سے اُسنے رضامندی حق کا ارادہ کیا تھا درحقیقت یہ ضرب گمراہ کے ہاتھ سے تھی جو ضارب کو دوزخ میں لے گئی قیامت کے روز وہ خدا کے سامنے اس حالت میں آئے گا کہ خدا غضبناک ہوگا اس ضرب سے اُسکا ارادہ یہی تھا کہ وہ عذاب دائمی دوزخ میں داخل ہو الا بالغر

(مروج الذہب مسعودی)

ارشاد حضرت عائشہ صدیقہ | استیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبدالبر نمری قرطبی مالکی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی وفات کی جب خبر پہنچی تو فرمانے لگیں اب اہل عرب جو چاہیں کریں اب کوئی مزاحم نہیں رہا۔

قول معاویہ | استیعاب میں ہے کہ معاویہ کو جب کوئی دشوار امر پیش آتا تو جناب امیرؑ سے لکھ کر دریافت کرلیا کرتے جناب امیرؑ جب شہید ہو گئے تو معاویہ کہنے لگے کہ ابن ابی طالب کے انتقال سے فقہ وحکمت جاتی رہی معاویہ سے اُن کے بھائی عتبہ نے کہا کہیں اہل شام اسکو سُن نہ لیں معاویہ کہنے لگے چُپ رہو۔

متروکات و موالی و حجاب و قاضی و کاتب و شاعر و نقش خاتم جناب امیر علیہ السلام معہ اسماء عمال از وقت خلافت تا وقت وفات

متروکات | حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جناب امیر کرم اللہ وجہہ نے نہ مال جمع کیا اور نہ ترکہ چھوڑا۔ صرف سات سو درہم تھے کہ اُس سے غلام مول لینا چاہتے تھے (مناقب امام احمد و اسد الغابہ)

حضرت امام حسن نے بعد وفات جو خطبہ دیا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلام خریدنے کی نیت اس وجہ سے تھی کہ گھر کے کاروبار میں تکلیف ہوئی تھی۔ علامہ مسعودی کی روایت میں ہے کہ یہ رقم جناب امیر کے وظیفہ مقررہ سے پس انداز ہوئی۔ ایک روایت میں ڈھائی سو درہم اور ایک تلوار اور ایک کلام مجید تھا (ابن خلدون و ابن اثیر)۔

ابو نعیم کہتے ہیں میں نے سفیان کو کہتے ہوئے سُنا کہ جناب امیر نے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس (یعنی کوئی عمارت نہیں بنوائی) اگر چاہتے تو مدینہ سے حواب تک آباد کر لیتے (اسد الغابہ)۔

موالی | تذکرہ خواص الامہ میں ہے کہ جناب امیر کے دو غلام تھے ایک قنبر جو بہت زیادہ

مشہور ہیں۔ دوسرے یحییٰ ابن کثیر جن سے امام اوزاعی روایت کرتے ہیں یہ نہایت عالم وفاضل تھے اُنکے بیٹے عبداللہ ابن یحییٰ بھی بہت بڑے عالم تھے۔

حُجّاب | علامہ مرزا محمد بدخشی نزل الابرار میں لکھتے ہیں اور بھی کتب سیر وتواریخ میں ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت میں بشیر جو آپ کے غلام تھے حاجب (دربان) تھے پھر قنبر ہوئے۔

قاضی | عہدۂ قضا پر بدستور شریح ابن حارث کندی رہے انکے چند فیصلوں کی بنا پر جناب امیرؑ نے انکو معزول کرنا چاہا لیکن ناعاقبت اندیش اہل کوفہ نے شور مچایا کہ ہم حضرت عمرؓ کے مقرر کردہ قاضی کو تبدیل نہ ہونے دیں گے اس لیے جناب امیر نے اُن کو بحال رکھا۔

کاتب | نزل الابرار میں ہے کہ جناب امیر کے کاتب عبیداللہ ابن ابی رافع مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔

شاعر | حضرت حسان ابن ثابت شاعر تھے جیساکہ اکثر کتب سیر وتواریخ میں پایا جاتا ہے اُنکی وفات بھی اُسی سال یعنی ۴۰ھ میں ہوئی۔ شاید ابوالاسود دئلی بھی ہوں۔

نقش خاتم | جناب امیر کے نقش خاتم کے متعلق تاریخ الخلفا ونزل الابرار میں بروایت عمر ابن عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ مرقوم ہے کہ نقش خاتم الملک للہ الواحد القہار تھا یہی مشہور ہے۔ اکثر مؤرخین نے اسی کو لکھا ہے۔ علامہ یوسف گنجی کفایت الطالب میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگ روایت کرتے ہیں کہ نقش خاتم اسندت ظہری الی اللہ تھا اور بعض کہتے ہیں حسبی اللہ تھا۔ ابن عساکر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر کی انگوٹھی چاندی کی تھی اُسکا نقش خاتم نعم القادر اللہ تھا۔

عمّال | جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے عمّال زمانہ خلافت میں حسب ذیل اصحاب رہے۔

سنہ ۳۶ھ

حاکم بصرہ۔ عثمان ابن حنیف۔ حاکم کوفہ۔ عمارہ ابن شہاب۔ حاکم یمن۔ عبید اللہ ابن عباس۔ حاکم مصر۔ قیس ابن سعد ابن عبادہ۔ حاکم بحرین۔ سعید ابن عباس۔ حاکم تہامہ۔ سماحہ ابن عباس۔ حاکم یمامہ۔ عون ابن عباس۔ حاکم مکہ قثم ابن عباس ہوئے۔ حاکم شام۔ سہل ابن حنیف مقرر ہوئے تھے لیکن تسلط نہ ہو پایا آذربائیجان پر اشعث ابن قیس کندی حاکم تھے۔ سجستان پر ربعی ابن کاس عنبری۔ حکومت رے۔ یزید ابن حجبہ تمیمی کو ملی۔ اسی سنہ میں قیس ابن سعد ابن عبادہ کی جگہ پر محمد ابن ابی بکر صدیق امیر مقرر ہوئے۔ مرو پر اولاً عبد الرحمن ابن ابزی پھر جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی مقرر ہوئے۔

سنہ ۳۷ھ

امیر یمن عبید اللہ ابن عباس۔ امیر مکہ و طائف قثم یا تمام ابن عباس۔ امیر مدینہ سہل ابن حنیف۔ امیر بصرہ عبد اللہ ابن عباس۔ حاکم مصر محمد ابن ابی بکر۔ حاکم خراسان خلید ابن قرہ یربوعی تھے اور والی شام معاویہ ابن ابی سفیان تھے۔ امیر الحاج عبید اللہ ابن عباس عامل یمن تھے۔

سنہ ۳۸ھ

امیر الحاج و حاکم مکہ قثم ابن عباس تھے۔ حاکم یمن عبید اللہ ابن عباس بدستور رہے۔ بصرہ کی حکومت پر عبد اللہ ابن عباس مقرر ہوئے۔ خراسان میں خلید ابن قرہ اور ایک روایت میں ہے کہ عبد الرحمن ابن ابزی امیر رہے۔ ولایت شام و مصر معاویہ کے قبضہ میں تھی ان کی طرف سے عمر ابن العاص مصر کے حاکم تھے۔

سنہ ۳۹ھ

امیر فارس زیاد ابن سمیہ ہوے۔ بقیہ ممالک پر بدستور امرا رہے۔

سنہ ۴۰ھ

وقت وفات تک حسب ذیل عمال رہے۔ بصرہ میں عبداللہ ابن عباس جنکے متعلق تمام انتظام مالی وملکی و فوجی تھا۔ اسی سنہ میں یہ خود علیحدہ ہوگئے دوسرے کے تقرر کی نوبت نہ آئی تھی کہ جناب امیر کی وفات ہوگئی۔ محکمہ قضاء بصرہ کے حاکم ابوالاسود دئلی تھے۔ فارس کے گورنر زیاد ابن سمیہ۔ والی یمن عبید اللہ ابن عباس۔ طائف اور مکہ کے حاکم قثم ابن عباس۔ امیر مدینہ حضرت ابوایوب انصاری تھے۔

عمال کے تغیر وتبدل کے وجوہ یا تو عدم تعمیل ارشاد مرتضوی یا باغیانہ حملوں کی کثرت کے سوا اور کیا سمجھے جا سکتے ہیں۔

حوادث زمانۂ خلافت | جناب امیر کے زمانۂ خلافت میں جو پونے پانچ سال تھا حسب ذیل صحابۂ کرام نے وفات پائی۔ یہ حضرات اُن صحابہ کے علاوہ تھے جو جنگ جمل وصفین ونہروان میں شہید ہو چکے تھے۔

سنہ ۳۶ھ

حضرت حذیفہ ابن الیمان جنھوں نے قبل واقعہ جمل وفات پائی یہ جناب امیر کے محبین سے تھے۔ حضرت سلمان فارسی انکے متعلق بھی ایک روایت میں ہے کہ اس سنہ میں وفات پائی یہ بھی محبین سے تھے۔ عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح۔ قدامہ ابن مظعون بدری عمر ابن ابی عمر نہری۔ ابو شداد بدری حضرت تمیم داری۔

سنہ ۳۷ھ

خباب ابن الارت بدری۔ صہیب ابن سنان رومی۔ صفوان ابن بیضا بدری۔

سنہ ۳۸ھ

بروایت امام یافعی سہل ابن حنیف انصاری نے وفات پائی۔

سنہ ۳۹ھ

حضرت ام المومنین میمونہ بنت الحارث نے بمقام سرف انتقال فرمایا۔ اور بروایت ابن اثیر ابومسعود انصاری نے رحلت کی۔

سنہ ۴۰ھ

حسان ابن ثابت انصاری۔ ابورافع مولی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ حارث ابن خزیمہ انصاری بدری۔ خوات ابن جبیر انصاری۔ قرظہ ابن عضراء انصاری بدری ابولبابہ ابن المنذر انصاری جہجاہ غفاری نے وفات پائی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین الیٰ یوم الدین

تمت

بعون اللہ تعالیٰ قد استراح القلم بتسوید الجزء الاول من السیرة العلویة بذکر مآثر المرتضویة الموسومة باحسن الانتخاب فی ذکر معیشة سیدنا ابی تراب الحادی والعشرین من شہر ذی القعدة الحرام فی یوم الخمیس وقت الصبح سنة الف وثلثمائة وسبع واربعین من ہجرة سید المرسلین والحمد للہ اولاً واٰخراً وظاہراً وباطناً والصلوٰة علیٰ رسولہ ونبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واٰلہ واصحابہ واہلبیتہ خصوصاً علیٰ اخیہ ونفسہ وصہرہ سیدنا امیر المومنین ابی تراب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اٰناً فاٰناً سراً واعلاناً

قطعات تاریخ طبع کتاب ہذا

از نتیجۂ فکر بلند آسمانی پیوند صدر بحر سخنوری ادیب بہادر منشی معراج الدین صاحب المخاطب بہ

نواب حسین نواز جنگ بہادر المتخلص بہ خسرو مدظلہ العالی

این انتخاب احسن و نایاب دیده ام	از گلشن علی گل صد رنگ چیده ام
خسرو دیدایں ہمہ نیرنگی جمال	جام ولائے ساقی کوثر چشیده ام

۱۳۵۱ھ

از نوک ریز خامۂ مشکین ختامۂ رشک عرفی و ظہوری منشی تقی حیدر صاحب

المتخلص بہ انوری کاکوروی ادام اللہ القوی

ہمجنس نور پاک جناب محمدی است	آئینۂ جمال ازل سیرت علی
ظاہر شد و بشکل کتابے ظہور کرد	کان حرز جان اہل ولاہست و دیدنی
شاہ علی حیدر ماہ سمار علم	مرتاض و حق نما و حق آگاہ و متقی
از ذات خود گلے ز گلستان بوتراب	وز اصل خویش گوہر بحر قلندری
ذوق عظیم داشت بتالیف این کتاب	آخر شریک حال شدش فضل ایزدی
از نور طبع شد متجلی ورق ورق	افزود در دو دیدۂ مشتاق روشنی

تاریخ طبع انوری دل رسیده گفت

جان صفا و صدق و عمل سیرت علی

۱۳۵۱ھ

ایضاً اردو

للہ الحمد چھپ گئی یہ کتاب — ہم کو گھر بیٹھے اک خزانہ ملا
فکر تاریخ۔ انوری نہ کرو — تم کہو۔ یادگار شیر خدا
سنہ ۱۳۵۱ھ

تقریظ منظومہ از طراوش طبع خامۂ گہر بار رامین سخن راویس مولوی محمد عاصم صاحب متخلص بہ قیس کاکوروی ابقاہ اللہ العلی

اے علی حیدر قلت ربا صفا — بر تو قربان صد ہزاراں ہمچو ما
اے بہارستان ربّ ذوالمنن — نوگل گلزار پاک پنجتن
قرۃ العین رسول مجتبےٰ — راحت جان بتول و مرتضےٰ
رحمۃ للعالمین را سایۂ — آیۂ رحمت بہر بے مایۂ
غرق نور حق ہمہ نور آمدی — للہ المنت کہ از دور آمدی
اے سمی حضرت شیر خدا — از تو آباد ان نیستان ھدیٰ
خوش نوشتی ایں کتاب منجلی — اے مجسم سیرت پاک علی
ہست این تفصیل و اجمالش توئی — ہست قال این دفتر و حالش توئی
اے شعارت چشم بر وجہ علی — می نگر بر خود کہ وجہش خود توئی
شہر علم ایزدی را فتح باب — بوتراب و ابن ابن بوتراب
نور عین ساقی خم غدیر — فی خر ایاتک لنا خیر کثیر
خود می و خود مست و مخمور آمدی — شمع خود خود زیت و خود نور آمدی
زیں شراب طیب طلع نضید — می زند جان ہر نفس ہل من مزید

قیسؔ را جامے بدہ جانے بدہ ۔۔۔ لذت دینے و ایمانے بدہ

سال طبعش را ازیں مفتوں مپرس ۔۔۔ حال ایں لیلےٰ ازیں مجنوں مپرس

باقیِ باللہ سنہ ہجری راہماست [۱] ۔۔۔ سیرت حضرت علی مرتضےٰ است ۱۳۵۱ھ

دوش ہجری ز پاک باصفا [۲] ۱۳۵۱ھ ۔۔۔ ذالک فضل اللہ یوتی من یشاء

قیسؔ ایں اثبات و ایں تنسیخ علم ۔۔۔ علم تاریخ است و ہم تاریخ علم ۱۳۵۱ھ

قطعہ ایضاً

سیدی حافظ علی حیدر ۔۔۔ در مناقب چہ خوش لآلی سفت

بہر طبعش ز قیسؔ پرسیدند ۔۔۔ نصرت بو تراب ۔ سالش گفت ۱۳۵۱ھ

ایضاً اُردو

ماشاء اللہ یہ کیا خوب چھپی ۔۔۔ باب علم نبوی کی تاریخ

قیسؔ سے پوچھنے والو سنلو ۔۔۔ سال تاریخ ۔ علی کی تاریخ ۱۳۵۱ھ

ایضاً

نام و نشان مرتضیٰ سر ابیہ مرحبا ۔۔۔ خوب چمن کھلا دیا خوب یہ دی کتاب لکھ

قیسؔ حزیں خدا گواہ طبع ہے سال طبع خواہ ۔۔۔ ہوگئی طبع واہ وا احسن الانتخاب ۔ لکھ ۱۳۵۱ھ

---

[۱] یعنے اعداد مصرعۂ "سیرت حضرت علی مرتضےٰ است" سے اعداد لفظ "اللہ" کا تخرجہ کرنے کے بعد جس قدر اعداد باقی رہتے ہیں اُن کا ثلث سنہ مطلوبہ ہے ۱۲ قیس

[۲] یعنی اعداد مصرعۂ ثانی میں اعداد لفظ "پاک باصفا" کا تعمیہ کرنے کے بعد مجموعی اعداد کا نصف سنہ مطلوبہ ہے ۱۲ قیس

تقریظ منظومہ از فکر گلدستہ بند گلہائے مضامین بطرز نوی مولوی مکرم احمد صاحب عرف میر نذر علی درد علوی کاکوروی سلمہ اللہ الولی

چون تقاضائے شد از حب ظہور — شد ز فیض حق دو عالم نور نور

نور احمد جلوۂ نور قدم — نور صدیق و عمر عثمان ہم

نور نور شہر یار لافتےٰ — نور نور آل علیؑ مرتضےٰ

چون تجلی کرد بر طور وجود — شہ علی حیدر قلندر رو نمود

ہست چون نام علی در نام او — مستی جام علی در کام او

بہرہ ور از علم و ادراک علی — صورت و ہم سیرت پاک علی

کار و بار ملک جان از ستیش — باد جان ما فدائے ہستیش

منظر انوار قلب مرتضےٰ — مخزن اسرار قلب مرتضےٰ

واقف و ہم کاشف رمز خفی — رازدان لافتےٰ الا علی

در حقائق شمس و تبریز و فرید — در معارف رومی و ہم بایزید

مرکز اسرار علم مرتضےٰ — جاذب انوار علم مرتضےٰ

نائب مولا علی انور سرشت — حبذا خوش سیرت علوی نوشت

داد ترتیبے بہ آئین نوی — دفترے در سیرت پاک علی

درد از توصیف او چون دم زند — گم بہ شرح وصف او ہوش و خرد

ہست الحق فیض و انعام ولی — نقش لوح سیرت مولا علی

خوش کتابے بے نظیر و بے عدیل — حامل قول اصح بے قال و قیل

از تخشّی و حوالات صحیح — مخزن اخبار و حالات صحیح

نقطہ اش روح و روان اہل دل — حرف حرفش عقل و جان اہل دل

صفحہ صفحہ مطلع علم ولا — ہر سطر شرح ز وصف مرتضےٰ
سال طبع این کتاب مستطاب — این چنین فرمود روح بوتراب
می نگر منقوش لوح ماسبق — سیرت پاک علی مقصود حق (۱۳۵۱ھ)
ہم برائے عیسوی سال نکو — نور فیض سیرت علوی۔ بگو (۱۹۳۲ء)
در دو دیگر ہجری از فیض ولی — گو۔ فتوح سیرت مولا علی (۱۳۵۱ھ)

قطعہ ایضاً اردو

شہ حافظ علی حیدر قلندر — لقب جن کا ولی ابن الولی ہے
محقق عالم و فاضل جنہوں نے — لکھی یہ سیرت مولا علی ہے
مورخ وہ کہ جنکا فن تاریخ — جہان علم میں فضل جلی ہے
وہ صوفی اور وہ شیخ زمانہ — کہ جن سے مہر عرفاں منجلی ہے
محدث وہ ہوئی جنکے قلم سے — مرتب مسند حضرت علی ہے
غرض اس شان سے لکھی ہے سیرت — حریفوں میں پڑی اک کھلبلی ہے
کوئی پوچھے جو سال طبع ای ذکی — تو کہدو تم۔ یہ تاریخ علی ہے (۱۳۵۱ھ)

قطعہ تاریخ از نکتہ سنج فصاحت پرور منشی حیدر حسن صاحب نشتر سلمہ اللہ العلی الاکبر

آئی بہر کشت آرزو میں بہار — پتا پتا ہوا ہے لالہ زار
تر و تازہ ہوئے گل ایمان — شجر عشق میں لگے اثمار
سیدی حافظ علی حیدر — گلستان قلندری کی بہار

صوفی پاک ظاہر و باطن — فیض مولا علی کے مایہ دار
شمع دربار کاظم ذوالنور — روشنی جن کی آفتاب آثار
مست جام شراب لم یزلی — بیخود حُبّ حیدر کرّار
حال حضرت علی کا لکھا خوب — کھل گیا اک خزانۂ اسرار
مژدہ عبد الکریم خانصاحب — شاہ آباد کے تعلقدار
اہل دل صاف قلب نیک نہاد — مے عشق رسول سے سرشار
ہو گئے یہ کتاب چھپوا کر — کرم و بے شمار کے حقدار
احسن الانتخاب کو دیکھو — کھول کر آنکھ یا اولی الابصار
اے فدایان اہلبیت نبی — اس میں ہے ذکر قدوۂ ابرار
گل رنگین ہے غنچۂ شاداب — روح افزا شمیم و مشک تتار
ہے یہ نفس رسول جلوہ فروز — اے خوشا مرأۃ جمال یار
دل نشتر سے آئی یہ آواز — احسن الانتخاب رشک بہار
سنہ ۱۹۳۲ء

ایضاً

احسن الانتخاب کو دیکھا
مست ہو کر دیا یہ اُسنے جواب
اپنے مضمون اور مؤلف پر
ہوں مرے بحر فیض سے سیراب
صاحب بزم ہوں میں خود ہی بزم
خود ہوں مضراب اور خود ہی رباب
خود ہی عاشق ہوں اور خود معشوق
حُلۂ طبع میں بآب و تاب
ایک گنجینۂ معانی ہوں
فخر ہے مجھکو بیشمار و حساب
خود میں ساقی ہوں اور خود ساغر
شمع خود خیرہ ہوں نور عالمتاب
خود صدف خود ہی ابر نیساں ہوں
خود تمنا ہوں خود دل بیتاب
میں نے پوچھا تو کون ہے کیا ہے
دیکھنے میں اگرچہ ہوں میں کتاب
تشنگانِ محبت نبوی
خود شرابی ہوں اور خود ہوں شراب
خود ہوں میں نغمۂ سرور افزا
جوہری خود ہوں خود دُرِ خوشاب
الغرض مختصر ہے یہ نشتر
آپ اپنی نظیر ہوں نایاب
سنہ ۱۳۵۱ھ

قطعۂ تاریخ از شاعر دلپذیر منشی مصلح الدین احمد اسیر سلمہ اللہ القدیر

اے خوشا مرجع صغار وکبار
رند صوفی قلندر ہشیار
اے حقیقت کے سرمدی جلوے
تیری کلک لطیف وگوہربار
فیض بار محبت نبوی
موج آب حیات قلزم بار
اے خوشا دلکشا جمال امیر
ذرہ ذرہ ہے آفتاب، آثار
ہر ورق ہے لطیفۂ الہام
اب نہیں شور سبحۂ و زنار
آرہی ہے صدائے ربط حق
ہنس پڑے پھول جل اٹھا گلزار
واہ ری آتش کلام اسیر

مہبط فیض ومجمع اسرار
آیۂ مصحف جمال رسول
اے سیادت کے مطلع انوار
پھر نہ کیونکر ہو حامل الہام
ذوق پاش ولائے آل کبار
نغمۂ جاں ہے نعرۂ ہل من
مرأۃ حسن احمد مختار
نقطہ نقطہ معانی آیات
ایک اک حرف حلقۂ انوار
پڑھ رہے ہیں سوانح وحالات
سُن رہا ہے اسیر سینہ فگار
دلمیں ہے جلوہ ہائے گوناگون
وقنا ربنا عذاب النار
ہم علی کی ہیں سیرت وکردار
۱۳۵۱ھ

شاہ والاگہر علی حیدر
مرأۃ ذات حیدر کرار
بال روح الامیں کی جنبش ہے
احسن الانتخاب فیض مدار
جام لبریز کوثر و تسنیم
ذوق ومستی ہے طالب تکرار
فیض حق سے فضائے ہستی میں
صفحہ صفحہ خزینۂ اسرار
اب نہیں گفتگوئے ظلمت و نور
کر رہے ہیں مطالعہ آثار
آتش خندۂ بہار نہ پوچھ
الجھی جاتی ہے کاکل گفتار
کہہ رہا ہے جریدۂ اعلام

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنہ کہ درین زمان برکت اقتران کتاب مستطاب اعنی باحسن الانتخاب فی ذکر معیشتہ سیدنا ابی تراب باہتمام کمترین محمد قادر بخش بماہ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۲ء در مطبع اصح المطابع واقع لکھنؤ طبع گردیدہ مقبول خلائق شد

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۰	ارادہ	ارادۃ	۴۵	۱۶	ابوطالبؓ	ابوطالب	۱۰۳	۱۰	ہیں	ہمیں
″	۱۳	الویت	الولایت	″	″	″	″	۱۰۹	۱	مکہ مدینہ	مکہ و مدینہ
۲	۳	لکل	الکل	۴۷	۲	تینوں	تین	۱۱۲	۷	کسی	کسی جگہ
۴	۲۱	صحابۂ	صحابہؓ	۴۹	۲	ترک	ترک سے	۱۱۳	۱۲	ظاہر	طاہر
۶	۱۴	بہی	یہی	۵۷	۹	رات	رات میں	۱۱۶	۱۰	نیکی	نیکی کی
۱۱	۵	موسویہ	موسومہ	۵۸	فٹ نوٹ	نہیں	نہیں کی	۱۲۳	۱۹	مثنور	منشور
۱۸	۱	اغثم	اعثم	″	″	عوانہ	عوانہ سے	۱۲۴	۱۵	″	″
۱۹	۱۲	دعوت	دعوائے	۵۹	۳	تم کوئی	تم کو کوئی	۱۲۵	۱۶	خدا بندہ	خدا کا بندہ
۲۰	۱۰	زیدۃ	زیدہ	۶۴	۴	ابوبکرؓ و	ابوبکرؓ	۱۲۶	۱۲	گفتگو	گفتگو میں
″	″	واقعۂ	واقعہ	″	″	عثمانؓ و	عثمانؓ	۱۲۹	۵	سمان	آسمان
۲۸	۹	اولاد	اولاد سے	″	۱۸	ہیں	ہین	″	۸	بجمعیت	محبت کو
۲۹	۱۵	ٹرتی	پڑتی	۷۳	۱۲	المغالی	المغازلی	۱۳۴	۶	وہ دل	دل
۳۰	۳	پریشانی	پریشان	۷۹	۱۶	تھا	تھی	۱۳۸	۱۹	ہین	ہے
″	۴	ٹائین	ٹائیٹ	۸۰	۱۸	اس نے	اس سے	۱۴۱	۱	جو	جدا
″	۱۶	تربیت	تربیت	۸۲	۳	پھر	پر	″	۱۴	رسول	رسول ہیں
		کے	کا	۸۷	۱۲	سادی	ساری	۱۵۶	۲۰	مسلمان	سلمان
۳۷	۱۷	اللہ تعالیٰ	اللہ تعالیٰ	۹۴	۹	سب تم	سب	۱۶۸	۱۳	فرشی چرمی	فرش چرمی
			تے	۹۵	۳	دانتوں	دانتوں	۱۷۴	۱۵	پرسر	برسر
۴۴	۵	بوقت	بوقت				تک	۱۷۶	۱۹	دل	ولی
		اسلام	عرض اسلام	۹۶	۱۸	مکہ	مکہ کا	۱۸۰	۱۶	لکھنا	کہنا
۴۵	۶	احادیث	احادیث	۱۰۰	۴	تھے تھے	تھے	۱۸۱	۷	ابن ہید	ابن سعید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۵	۵	کرکول	کرلوں	۲۴۷	۱۵	عورر	اعورر	۳۲۶	۱۶	لڑگے	لڑکے
۱۹۰	۱۸	ابن سور	ابن سعد	۲۴۹	۱۳	آنحضرات	ان حضرات	۳۳۸	۱۰	بیزاز	بیراز
"	"	ابی ابی	ابن ابی	۲۵۰	حاشیہ	مباحثۂ ثانی	مباہلۂ ثانی	۳۴۱	۱۰	دوسرے	دوسرے
۱۹۶	۹	کے	کے زمانے	۲۵۳	۵	فیرقۂ	فرقۂ	۳۴۲	۱۱	میری ا	میرے اور
			کے	"	۹	عائشہ	عائشہ کی	۳۴۷	۸	جبلہ	بہ
۱۹۸	۱۲	دسرے	اور سرپر	"	۱۰	مسلمانوں	مسلمانوں	"	۱۴	نے	کے
		اونی تھے	اوتی و		۰	کو	کو لڑا دیا	"	۲۱	ابن عقد	ابن عقدہ
۲۰۰	۳	حضرت	حضرات	۲۵۹	۵	میضرون	ینصرون	۳۵۲	۱۵	ارشارات	اشارات
۲۰۴	فٹ نوٹ ۲	متردِ	متردد	۲۶۵	۲	پنچہ	پنجہ	"	۲۰	اہلبییت	اہلبیت
۲۱۰	۲۱	کے قتل	کے قاتل	۲۷۲	۱۹	عمارت	امارت	۳۵۴	۳	شبک	شک
			قتل	۲۷۳	۱۰	عدہ	وعدہ	"	۱۶	واکنز العال	وکنز العمال
۲۱۱	۱۳	کاکاوقعی	کا وقعی	۲۷۷	۲۰	نہیں	تنہائیں	۳۶۴	۱۰	اخفوں اسکی	انھوں نے
"	۱۴	ہوگئے	ہوتگے	۲۷۸	۱۸	۱۰	اعزا			تردید زیاد	اس کی تردید
۲۱۲	۵	اسی کام	اس کام	۲۸۳	۱۶	اسکے	اسکے متعلق			نے	کی زیاد
"	۶	جس قدر	جس قدر	۲۸۹	۹	ایک ایک	ایک				نے
			آگ	۲۹۳	۱۰	بلوایا	بلوایا	"	۱۴	صی	تھی
۲۱۳	۱۰	عرض	غرض	۲۹۶	۳	متعدی	مستعدی	"	۱۷	معموم	معلوم
۲۲۸	۱۹	حلیم ابن	حکیم ابن	۲۹۸	۱۱	کیا	گیا	"	۲۰	کے لیے	کے لائق
		جبلہ	جبلہ	۳۱۳	۱۴	ہول	ہوئے	۳۶۶	۱۳	حمایت	جماعت
۲۲۹	۱۳	قوس	حرقوص	"	۱۵	صفین	صفین میں	۳۶۹	۱۴	ضروی	ضروری
"	۱۸	شخص نے	شخص کے	۳۱۴	۱۹	پاکیزہ	پاکیزہ	۳۷۰	۷	اُن سے	اُن سب
۲۴۲	۸	رہے	رہے ہو	۳۲۴	۱	جواب	جواب دیا			سب	سے
۲۴۶	۵	اگر	+	"	۱۱	اسیطر	اسیطرح	"	۲۰	اور کسی	اور کسی کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۷۲	۱	لفظ	لفظ	۳۹۱	۱۲	ہاتھ	اللہ	۴۴۶	۱۰	کہا	کہاں
۳۷۴	۲۱	احرامہ	ابن تمامہ	۳۹۲	۱۲	کہ	کو	〃	〃	خرب	خربت
۳۷۷	۱	دارمیت	و دارمیت	〃	حاشیہ	خدشنی	سجدشنی	۴۴۸	۱۲	توسلم	نومسلم
			اذرمیت		سطر ۸			۴۵۴	۱۵	پر	پھر
۳۷۸	۱	انحضرات	نے	۳۹۳	۷	حروریہ	حروریہ	۴۵۷	۲۱	بلکی	ملکی
			ان حضرات	۳۹۶	۷	شیرینی	شیرین	۴۵۹	۱۹	جس	حس
〃	۱۵	عدد	عدول	۳۹۷	۴	اسیر	اسیر	〃	〃	کی	لگی
۳۷۹	۳	الروایہ	الروایۃ	〃	۸	سے	ہے	۴۶۱	۳	اشحاص	اشخاص
۳۸۰	۱۵	خوہ	خواہ	〃	۲۰	فانبجثوا	فانبعثوا	〃	〃	خاصل	حاصل
۳۸۲	۴	زیاتی	زیادتی	۳۹۹	۱۰	تہان	ٹھان	۴۶۸	۵	مجبوری	بہ مجبوری
۳۸۳	۱۴	در	اور	۴۰۱	۱	دلیل	ذلیل	۴۶۹	۷	قاتح	فاتح
۳۸۴	۱۱	منذ	منذ	〃	۱۳	ہیں	ہیں	۴۷۴	۱۱	ا	اگر
۳۸۵	۴	حارق	خارق	۴۱۴	۱	٠	کا	[illegible]	۱۵	دمدال	مدن
〃	حاشیہ	اگر	آکر	۴۲۰	۵	سپرداری	اسپرداری	۴۷۶	۳	الخاد	الحاد
	سطر ۳			۴۲۴	۴	ہونگے	تھونگے	〃	۷	السوء	اسود
〃	۵	ملی	علی	۴۲۵	۲۱	...	اُسکے			عبنی	عیسی
〃	۷	جنین	حنین	۴۳۱	۱۴	تم کو	کو	〃	۲۱	حضرت	حضرات
۳۸۶	۷	والہ	در	۴۳۲	۵	فیصلہ	تا فیصلہ	۴۸۳	۹	رھتو	رھتوا
〃	۱۰	فی بنار	فی النار	۴۳۳	۵	آب	آپ	۴۸۶	۱۱	اُسکے	اور اُسکے
〃	۱۵	ذلت	وقت	۴۳۹	۹	مالک کو	ابن مالک	۴۹۰	۹	حرم	جرم
〃	〃	مصیبت	معصیت				کو	۴۹۲	۱۰	کو	نے
۳۸۷	۲۰	اعماض	اغماض	۴۴۰	۳	ہیں	ہو	۴۹۳	۳	ہبینہ	جہینہ
۳۸۹	۲	عزمی	عدی	۴۴۴	۲۱	اُن سے	اُس سے	۴۹۹	۳	حب	جیب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰۴	۱۲	چالپس	چالیس	۵۱۵	۱۴	رغلی	دغلی	۵۳۰	۶	عرقی	عرفی
۵۰۶	۱۵	آنحضرات	آنحضرت	۵۲۰	۱۶	حطبہ	خطبہ	۵۳۵	۲۱	ناتاب	نایاب
۵۱۱	۶	للہ	للّٰہ	۵۲۴	۴	گویاتونے	توگویا				

تمت



تازہ بشارت

نفائس المنن فی ذکر فضائل سیدنا ابی الحسن جلد دوم کتاب مستطاب السیرۃ العلویہ بذکر مآثر المرتضویہ

اس جلد میں حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ذاتی حالات سے تفصیلی بحث ہے۔ یہ جلد انواع فضائل و خصائل و خصائص و کرامات پر حاوی ہے مقدمہ میں فضیلت پر طویل و مدلل بحث کیگئی ہے پھر اقسام فضائل نفسی و جسمی و خارجی کا بیان ہے نفسی کی دو قسمیں ہیں علمی و عملی۔ علمی میں اولاً اثبات و جرح و قدح حدیث مدینۃ العلم کے تفصیلی بیان کے بعد جملہ اقسام فضائل تعلیمی و ذہنی مثل علم بالقرآن و التوراۃ والانجیل و الزبور و القرأت و التفسیر و علم بالحدیث و فقہ و فرائض و حساب و علم اسرار و حکم و کلام و ریاضی و نحو و تصوف و فصاحت و بلاغت و تقریر و خطابت و شاعری و حاضر جوابی و تعبیر رؤیا و فراست و سرعت فہم و اصابت رائے وغیرہ کا ذکر ہے پھر فضائل عملی میں صوری و معنوی فضائل مثل حسن خلق و شفقت علی الخلق و رعایت حقوق ناس و حسن سلوک و حفظ حقوق و معاملت و خشیت الٰہی و وفا و امانت و دیانت و سخاوت و زہد و تقویٰ و ورع و تواضع و عفو و حلم و صبر و تحمل و عدل و غیرت و قناعت و توکل وغیرہ کے تفصیلی بیانات ہیں۔ فضائل جسمی میں ظاہری و باطنی فضائل مثل حسن صورت و وجاہت و شرافت نسب و نجابت و طہارت و شجاعت و سیاست وغیرہ کا ذکر ہے فضائل خارجی میں کسبی و وہبی فضائل مثل عبادات و مماثلت بانبیا و امامت و ولایت وغیرہ کا بیان ہے۔ خصائل میں طرز زندگی طعام و لباس وغیرہ کا تذکرہ ہے اور خصائص میں محبوبیت حق و محبوبیت رسول و ظہور معجزات نبوی در حق مرتضوی و کرامات وغیرہ کا تفصیلی بیان ہے ناظرین شائقین بعد ملاحظہ پورے طور سے اندازہ کر سکیں گے کہ کس طرح سے دریا کوزہ میں بھر دیا گیا ہے اور کس قدر تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔ یہ جلد بھی عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر ضیا بخش عالم ہونے والی ہے۔

فرمائشات حسب ذیل پتہ پر آنا چاہئیں

قاضی محمد انتظام علی خان قاضی گڈھی۔ کاکوری ضلع لکھنؤ